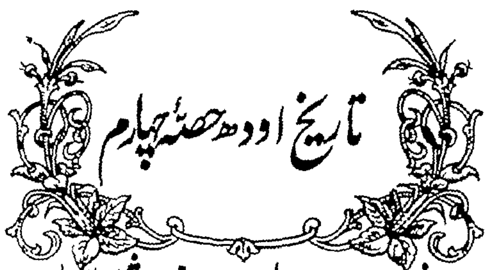


نواب سعادت علی خان بن نواب شجاع الدولہ



آب حیات میں لکھا ہے کہ نواب سعادت علی خاں حرم کے شکم سے تھے انکو بچپن میں منگلو کہتے تھے کہ منگل کو پیدا ہوئے تھے۔ اسمیں زیرکی اور دانائی کے آثار بچپن ہی سے عیاں تھے۔ نواب شجاع الدولہ آصف الدولہ کی والدہ سے کہا کرتے تھے کہ بیگم اگر منگلو کے سر پر تم ہاتھ رکھو گی تو تمہارے دوپٹے کا پھریرا لگائے گا اور لشکر کا علم فرد لگے اُس بارگاہ کا ۱۱۶۷ھ ہجری میں پیدا ہوئے تھے خط شکستہ خوب لکھتے تھے خط سکھانے پر تفضل حسین خاں علامہ مقرر تھے یہی اتالیق تھے اور مولوی عبدالحکیم کشمیری پڑھاتے تھے عین عالم شباب میں وکیل السلطنت مدار الدولہ مختار الملک نواب سید یوسف علی خاں بہادر صمصام جنگ کی بیٹی سے اکبر آباد میں شادی ہوئی تھی طلسم ہند میں بیان کیا ہے کہ مرزا نجف خان نے علاقہ بھدوں بیانہ وغیرہ جس کی جمع سالانہ سات لاکھ روپیہ تھی۔ نواب سعادت علی خان کے سپرد کیا۔ نواب کے ساتھ اوقت آٹھ ہزار آدمی جمع ہوگئے تھے اور نواب مدار الدولہ سیاست کرتے تھے اور نواب موصوف علاقے کے مفسدوں کی سرکوبی میں ہمہ تن مصروف تھے۔ لیکن دلی منشا یہ تھی کہ مرزا نجف خاں اور

دوسرے کارپردازان بادشاہی کی سعی سے عہدۂ نیابت وزارت جو شجاع الدولہ کے عہد
مین اُنکو حاصل تھا یا کوئی عمدہ جاگیر جس مین کسی قسم کا خرخشہ نہو اور صورت ثروت ظاہری
قائم رہے ہاتھ آئے مگر یہ تمنائے دلی پوری نہوئی مرزا نجف خان کی ہمیشہ جنگ و جدل مین
گذرتی تھی اور نواب سعادت علی خان کے مزاج کو رات دن کی محنت ناگوار تھی آخر آگرے تک
پہونچکر وارن ہیسٹنگز گورنر جنرل کو جانب کلکتہ خط شوقیہ اس مضمون کا لکھا کہ مرزا نجف خان کی
لشکر کا عنقریب آگے بڑھنے کا ارادہ ہے اُس کے جواب مین گورنر جنرل نے لکھا کہ آپ کا اُسکے
ساتھ جانا مناسب نہین لکھنؤ کی جانب مراجعت بہتر ہے گو نواب آصف الدولہ کے عہد تک
کوئی امر تازہ متصور نہین مگر مین اس بات کا ذمہ دار ہوسکتا ہون کہ اُنکے بعد آپکے سوا کوئی دوسرا
وراثت کے لائق نہین اُسوقت یہ منصب بزرگ آپکے تفویض ہو گا مگر یہ روایت پایۂ اعتبار سے
ساقط معلوم ہوتی ہے۔ اگر وارن ہیسٹنگز۔ ایسا صریح وعدہ کر لیتے تو وزیر علی خان کی مسندنشینی
اور معزولی کے وقت اُسکا ضرور ذکر آتا اور نواب سعادت علی خان اس تحریر کو سرجان شور گورنر جنرل
کے سامنے پیش کرتے۔ اس بارے مین سلطان الحکایات مین جو کچھ لکھا ہے وہ حق معلوم ہوتا ہے
اُسکے قول کو اُسی کی عبارت مین یہان نقل کرتا ہون۔ پس از انقضاے یکسال خود بدولت نامہ
بہ نواب مستطاب گورنر جنرل وارن ہیسٹنگز صاحب بہادر مشعر عزیمت خود بطرفے کہ خدا بردہ قدم زدہ
کلک گہر سلک نمودند و چون نواب گورنر جنرل بہادر بجوابش نگاشتند کہ عزیمت آن شائستہ ریاست
وایالت بجانب دگر منافی مصلحت بل ازین عزم نامناسب تشریف بری لکھنؤ انسب چہ در انجا
چہار لک روپیہ سالانہ براے مصارف لابدی مقرر خواہد گشت وثیقہ نواب وزارت مآب
آصف الدولہ بہادر مشعر طلب آن جناب لف مکتوب مفرح القلوب خود فرستادند نزول اجلال
بہ لکھنؤ فرمودند و بود و باش در آنجا ہم ناگوار طبع حیدر بیگ وغیرہ کارپردازان سرکار فیض آثار

وبنا بر مصلحت وقت یافتہ درسنہ یکہزار و یکصد ونود و یک ہجری روانہ بنارس شدند و سر
انگریزے مشہور بہ در گاکنڈ طرح اقامت انداختند رویکہ جہت مصارف سرکار مقرر گشتہ بود بواسطۂ
اہالی سرکار دولتمدار کمپنی انگریز بہادر بہا بجا رسید و مدت بست سال باستطاعت مرفہ حالی بجا
بسر گردید۔ بہر صورت نواب سعادت علی خان حسب اشارۂ گورنر جنرل لکھنؤ مین آئے اور نواب
آصف الدولہ سے ملے اور چند روز یہاں رہکر کلکتے کو چلے گئے اور وہان گورنر جنرل سے ملاقات
کرکے اُنکے مشورے سے بنارس کو چلے آئے اور یہاں مادھوداس کے باغ مین قیام کیا اور تین[1]
لاکھ روپیہ سالانہ ریاست لکھنؤ سے رزیڈنٹ کی معرفت پہونچنا قرار پایا۔ مشہور ہے کہ جس زمانہ
میں نواب سعادت علی خاں کلکتے مین رہتے تھے اکثر گورنر جنرل کی کوٹھی پر آمدورفت رکھتے
تھے ایکدن ایک گورے نے جو کوٹھی کے دروازے پر پہرہ دے رہا تھا نادانستگی کی وجہ
سے روکا اور کچھ نا ملائم الفاظ زبان پر لایا اُس کے جواب میں نواب نے شمشیر ولائتی کمر سے
کھینچ کر ماری وہ گورہ زخمی ہوا گورنر جنرل نے چشم پوشی فرماکر بنارس کو رخصت کیا کہ وہان
قیام اختیار کرین اس مقام مین سعادت علی خاں اور گورنرون سے جو لکھنؤ مین آتے اور رزیڈنٹوں
اور شاہزادگان اور امرا جوان بخت سے بخوبی راہ و رسم محبت جاری ہوگئی تھی اور اپنے گھر کے
مداخل و مخارج کا انتظام اس حسن و خوبی سے کیا تھا کہ چالیس لاکھ روپئے بنارس مین اُنکے پاس جمع
ہوگئے تھے خزانہ قدیم اسی سے مراد تھی اور زمینداری اور باغات اور عمارات اُسکے سوا تھیں
جنکی آمدنی بارہ ہزار روپیہ ماہوار تھی۔ نواب کی جزرسی اس حد کو پہونچ گئی تھی کہ اصطبل اور
فیلخانے کا آخور بھی ضائع نہین ہونے پاتا تھا۔ دالنے اور راتب کے پکنے مین کام آتا تھا۔
نواب آصف الدولہ کے انتقال کے بعد جب وزیر علی خان مسند نشین ہوا تو نواب

---

[1] دیکھو جام جہاں نما ۱۲

سعادت علی خان نے اُسکی مسند نشینی کو تسلیم نہین کیا اور کلکتے کو گئے اور وہان اپنی مسند نشینی اور وزیر علی خان کی معزولی کی بابت کوشش کی اور وزیر علی خان کی معزولی کے وقت ڈاک کے ذریعہ سے کانپور مین داخل ہوئے - یہان مرزا جنگلی وغیرہ ابنائے نواب شجاع الدولہ بے پر کی اُڑتے تھے کہ یہ دولت اور ثروت ہمارے نصیب ہونی ہے -

ملخص تاریخ اودھ مین لکھا ہے کہ اتفاقاً تفضل حسین خان اور وزیر علی خان کی جو آپس مین بگڑ ی تو تفضل حسین خان نے مولوی سدن کے نام اس مضمون کا ایک خط لکھا کہ اس شخص کے حال سے مین اچھی طرح واقف ہون اگرچہ یہ میرا شاگرد ہے لیکن مجھے اسکا ہرگز اطمینان نہین اگر تمھین اس سے اطمینان ہو اور قول وقسم لیلو تو عجب نہین ہے کہ ریاست اسے ملجائے یہ مولوی نواب کا مشیر خاص اور اُستاد بھی تھا غرضکہ اُسدن نواب کلکتے کے رستے مین راج محل مین تھے کہ ڈاک انگریزی کے ہرکارے نے رات کے وقت وہ خط مولوی کو پہونچایا - اُنھون نے اسی وقت نواب کو دکھایا اور جو کچھ اس معاملے مین عرض کیا سب مقبول ہوا اور نواب نے خود اپنے آپ کو شہر بنارس مین پہونچایا - اور صاحب رزیڈنٹ نے وہان اُن سے اقرار اپنے سامنے اسطرح پر لیا کہ جو کچھ گورنر جنرل فرماوینگے اُس سے اُنھین کچھ انکار نہو گا نواب نے اُسکو بخوشی خاطر منظور کیا دوسرے دن پالکی مین سوار ہوکر کانپور کو روانہ ہوے اور جبتک نواب کے پہونچنے کی خبر نہ پہونچی اُسوقت تک مرزا وزیر علی خان کی گرفتاری مین تامل تھا اور جب اُنکا وہان آجانا معلوم ہو گیا شام کے وقت مرزا کو گرفتار کرلیا -

نواب سعادت علی خان کی مسند نشینی

جب وزیر علی خان کی معزولی کی ٹھہری تو نواب سعادت علی خان مستحق سلطنت ٹھہرے

جب گورنر جنرل نے اُنکے نواب بنانے کے لیے شرائط پیش کین تو اُن کا کیا مقدور تھا کہ
اس مین حیلہ وحجت نکالتے سب شرائط پر سر جھکا دیا فیض بخش نے فرح بخش مین لکھا ہے کہ
انگریزون نے نواب شجاع الدولہ کی بڑی بیوی کو پیام دیا کہ آپ کے جو کچھ مطلب ہون وہ بیان
کر دیجیے تاکہ نواب سعادت علی خاں سے وہ پورے کرا دیے جائین - بیگم نے کہا کہ چند مقام
شجاع الدولہ کے عہد سے بغیر دوسرے کی شرکت کے میرے نائبون کے قبضے مین تھے
آصف الدولہ میرا بیٹا تھا اُس نے ان پر قبضہ کر لیا مین نے کوئی مضائقہ نہ سمجھا اب
انکو میرے آدمیون کے سپرد کرا دینا چاہیے چنانچہ پرگنہ ٹانڈہ ونواب گنج کہ دریاے گھاگرا
کے پاس شمال کی جانب واقع ہے اور تمام صوبے کا کلہ داغ اور اسماعیل گنج جو بیچی گنج
کے پاس شہر لکھنؤ کے متصل ہے اور قصبۂ اناؤ اور وزیر گنج یہ سب میرے تھے انکی مستخلص
کرا کے انکے عوض مین چکلۂ اودھ اور رام پور اور لوراہی مجھے دلوا دیے جائین دوسری درخواست
بیگم نے یہ کی کہ نواب شجاع الدولہ کی نکاحی اور متاعی اور دوسری قسم کی عورتون کی تنخواہین
جو خرد محل کہلاتی ہین اور نواب صفدر جنگ کی خاص محل کے متعلقین کی تنخواہین نقد مقرر ہین
بہ دشواری کے ساتھ وصول ہوتی ہین اس لیے یہ سب لوگ تکلیفین اُٹھاتے ہین ان کی
تنخواہونکی جگہ محال گونڈہ محسوب کر کے ہمارے آدمیون کے قبضے مین دیدیا جائے تاکہ ماہ بماہ
انکا مشاہرہ ہمارے اہلکارون کے ہاتھ سے پہونچتا رہے - انگریزون نے یہ باتین بھی نواب
سعادت علی خاں سے پوری کرا دین - نواب موصوف بنارس سے کانپور مین آئے اور کانپور
سے انکی جلو مین اُردوے رنگ ساتھ ہوا اس شان سے لکھنؤ مین آئے -

از بلدۂ بنارس با جاہ و کامرانی — در لکھنؤ چو ماہ برج سعادت آمد
تاریخ مقدمش را جستم ز پیر دانش — گفتا بگو سعادت با صد سعادت آمد

سارا لشکر اُنکے پاس انگریزی تھا۔ کیونکہ ان بیکس بیچارے کے پاس سپاہ کہان سے آتی
غرض جبسے نواب سعادت علی خان شہر لکھنؤ مین داخل ہوئے اُسی رات کو وزیر علی خان
کوٹھی بی بی پور مین گورنر جنرل کی فرودگاہ پر نظر بند ہوا فقط آفرین علی خان اور اشرف علی خان
اُسکے پاس رہے باقی تمام سرداروں اور سلطنت کے رشتہ دارون نے گورنر جنرل کے حکم سے استقبال
کیا ۳ ۔شعبان ۱۲۱۲ ہجری مطابق ۲۱ جنوری ۱۷۹۸ء کو اور بقولے یکم جنوری کو کہ بسنت کا دن تھا
بڑے تجمل اور شان سے لکھنؤ کے بازار مین ہوتے ہوئے دولتخانے مین پہونچے اور اُسی دن مسند
ریاست پر جلوہ افروز ہوئے اور حق بحقدار رسید کا غلغلہ سارے شہر مین بلند ہوا مسند نشینی کے وقت
اُنکی عمر ۵ ۴ برس کی تھی۔ نواب پہلے بہو بیگم زوجۂ نواب شجاع الدولہ کے پاس جو فیض آباد سے
لکھنؤ مین آکر سنہری برج مین مقیم تھین حاضر ہوکر خلعت سے مخلع ہوئے۔ بعد اسکے مرزا سلیمان شکوہ
کے پاس جو لکھنؤ مین مقیم تھے گئے یہان بھی خلعت حاصل کیا اسکے بعد دولت خانہ آصفی مین
آکر مسند وزارت پر جلوس کیا وزیر علی خان کا اخراج اور سعادت علی خان کی مسند نشینی علامہ
تفضل حسین خان کی حسن تدبیر سے ہوئی تھی۔

تاریخ جلوس

خداوندا یمین الدولہ در دہر | حکومت را صدوسی سال باشد
خرد سال جلوس مسندش گفت | بجاہ و حشمت و اقبال باشد

دیگر

سوم بودہ ز شعبان بارک اللہ | مبارک روز یکشنبہ از ان ماہ
بسنت و ماہ ماگھ از ہندیان بود | چو گلہا دل شگفتہ بود و خوشنود

که نواب یمین الدوله رونق — به مسند داد و فائز گشت از حق
سعادت یاب شد خلق از جلوسش — دل احباب شد بس خرم و خوش
ز نظم و نسق او عالم بوی یافت — ز آصف خوش ساے خسروی یافت
رو آتش نظم سالش ستد مطرز — شده ریب و قرار حق بمرکز

دریاے لطافت سے مستفاد ہوتا ہے کہ نواب موصوف کو حساب عالی کے لقب سے لوگ یاد کیا کرتے تھے نواب سعادت علی خان سے یہ جدید عہد و پیمان ہوئے کہ ۵۶۷۷۶۳۸ روپیہ سالانہ کے سوا جو نواب آصف الدولہ نے انگریزی کمپنی کو دینا قبول اور منظور کیا ہے نواب ۱۹۲۲۳۶۲ روپے سالانہ اور بھی ادا کیا کرین گے یعنی کل ۷۶ لاکھ روپیہ سالانہ انگریزون کو دیا کریں گے اور اس روپیہ کو قسط بندی کے ساتھ تعداد ۶ لاکھ ۳۳ ہزار ۳ سو ۳۹ روپیہ پانچ آنہ چار پائی کے ماہ بماہ ادا کریں گے اگر احیاناً یہ روپیہ بموجب قسط کے وقت پر ادا ہوگا اور باقی رہ جائے گا تو نواب اسطرح کی ضمانت اداے بقایا اقساط آئندہ کے لیے کمپنی کے یہان داخل کرینگے جس سے اُس کو اطمینان ہوگا اور جو روپیہ پہلے اقرار نامون کے بموجب اس کی مسند نشینی کی تاریخ تک باقی ہوگا وہ فوراً ادا کیا جائے گا۔ مرزا جوان بخت کی بیگم اور شاہزادگان بنارس کی تنخواہ تعدادی دو لاکھ چار ہزار روپیہ سالانہ اور فرخ آباد کی پنشن تعدادی ۲۲ ہزار چھ سو ۲۳ روپیہ اس چھہتر لاکھ کی رقم مین شامل تھی اور قلعۂ الہ آباد مع تعمیرات گھاٹ وغیرہ کے جو اُس سے متعلق تھا کمپنی کے حوالے کیا گیا اور جس قدر اس قلعہ کے مستحکم کرنے اور مرمت کرنے میں روپیہ صرف ہوگا اُس کے دینے کا نواب نے وعدہ کیا بشرطیکہ تعداد اُس کی آٹھ لاکھ روپے سے زیادہ نہوگی اور قلعہ فتح گڈھ کی مرمت کے لیے بھی تین

دینے کا وعدہ کیا جو تین لاکھ روپے سے زیادہ نہو گا۔ اگر فوج انگریزی چھاؤنی کانپور یا فتح گڈھ سے کسی اور مقام مناسب پر جائے تو نواب خرچ راہ اور تعمیر چھاؤنی مجوزہ کا دینگے انگریزی سپاہ اودھ مین اکثر دس ہزار رہا کریگی اگر تیرہ ہزار سے زیادہ ہوگی تو نواب کو خرچ زائد دینا پڑے گا اور اگر آٹھ ہزار سے سپاہ کم رہے گی تو تناسب کے حساب سے روپیہ منہا کیا جائے گا۔ انگریزون نے جو محنت و مشقت نواب کی جانشینی کے لیئے اُٹھائی اُس کے عوض مین نواب نے بارہ لاکھ روپیے دیئے اور یہ اقرار کیا کہ بغیر اُن کی اجازت کے وہ کسی ریاست غیر سے خط و کتابت نہ رکھین گے نہ کسی اہل یورپ کو نوکر رکھین گے نہ اپنے مُلک مین بسنے دینگے وزیر علی کو ڈیڑھ لاکھ روپیے سالانہ اُسکے خرچ کے لیے دینگے اور یہ روپیہ ماہواری قسطون مین تعدادی بارہ ہزار پانسو روپیہ کے انگریزی کمپنی کی معرفت دیا جائیگا اور باقی اور جو بھتیجے مشہور ہین اُنکے لیے معقول گزارہ مقرر کرین گے اور اُن کی پرورش کرینگے اور نواب نے یہ بھی وعدہ کیا کہ وہ بوجہ بڑھ جانے زرادائے کمپنی کے اپنے دفاتر اور ملازمین وغیرہ کے اخراجات مین سرکار کمپنی کے مشورے کے مطابق ضروری اور مناسب کمی کرینگے اور انگریزی کمپنی نے تمام دشمنون کے مقابلے مین نواب کے مُلک کی حفاظت کرنے کا وعدہ کیا۔ اور یہ بھی عہدنامے مین مسطور تھا کہ دونون سرکارونکے تمام کام نہایت یکجہتی اور اتحاد سے طرفین مین سرانجام پایا کرینگے اور نواب ممدوح کو کل اختیار اپنے خانگی کامون پر اور اپنے مُلک موروثی پر اور اپنی فوج اور رعایا پر حاصل رہے گا۔

نواب نے ۷۔ فروری ۱۷۹۸ء کو بہو بیگم والدہ آصف الدولہ کے ساتھ ایک عہدنامہ قرار دیا جسکی رو سے ساس کی کنیزون وغیرہ کی اور نواب شجاع الدولہ کی زنان خرد محل کی پنشنونکی عوض مین محال گونڈہ اُنکو دیا اور محالات اودھ بچیم راٹھ منگلسی جو فیض آباد مین بہو بیگم کے

قدیمی قیام گاہ کے پاس واقع تھے اُنکی جاگیر میں شامل کیے اور اس اقرار نامہ کی تعمیل کی ضامن انگریزی ایسٹ انڈیا کمپنی ہوئی۔

بہو بیگم اور نواب سعادت علی خان مین نااتفاقی کی دیوار حائل ہونے کے اسباب

جب تک بہو بیگم صاحبہ لکھنؤ مین مقیم رہین صبح و شام آصف الدولہ کی سرکار سے اُن کا کھانا مقرر تھا وہ آپ تو یہ کھانا نہین نوکرون اور خادمون کے خرچ مین آتا تھا صرف دوپہر کے وقت ایکبار اُن کے کھانے کا معمول تھا مولوی فضل عظیم لے جواہر علیخان کے ذریعہ سے بیگم صاحبہ سے عرض کرایا کہ اگر آپ ارشاد کرین تو چار سو روپیے روز نقد داخل کرادیے جائیں اور جیسی خواہش ہو وہین باورچیخانے مین کھانا تک جایا کرے چنانچہ دو ماہ تک آصف الدولہ کے عہد مین اور چار ماہ تک وزیر علی خان کے عہد مین اور ایک ماہ تک نواب سعادت علی خان کے عہد مین یہی دستور جاری رہا کہ بارہ ہزار روپیہ ماہوار کے حساب سے سات ماہ کے چوراسی ہزار روپے کھانے کے نام سے بیگم کی سرکار مین پہونچ گئے ہر روز صبح کے وقت مولوی صاحب چار سو روپیے پہونچا دیا کرتے تھے جب نواب یمین الدولہ بیگم کے حضور مین پہونچے تھے اور اُن سے خلعت حاصل کیا تھا تو اپنا سر اُن کے پاؤن پر رکھکر عرض کیا تھا کہ حضور اپنے دست مبارک سے دستار میرے سر پر رکھین تاکہ برکت کا موجب ہو اور یہ غلام اس قدر خدمت فدویانہ بجالائے گا کہ بھائی صاحب خاطر اشرف سے فراموش ہو جائین گے جب مسند نشینی سے ایک ماہ کے بعد جمع و خرچ ڈیوڑھیات کا کاغذ دیکھا تو ہر کارخانے مین کمی و بیشی کی ان

دعوت کے چارسو روپون پر نظر پڑی تو دو سو روپون کی کمی کرکے دو سو روپے باقی رکھے بیگم صاحبہ کے دل پر یہ بات نہایت گران گزری فرمانے لگین کہ یہ بیٹا بہت کم حوصلہ ہے یہ نہین جانتا کہ اول تو یہ تمام مال شجاع الدولہ کا ہے بعد اُنکے آصف الدولہ کا اور حقیقت مین دیکھا جائے تو ہمارا ہے دوسرے ہم لکھنؤ مین چندروزہ مہمان ہین عنقریب فیض آباد کی روانگی کا ارادہ ہے اگر دس بیس ہزار روپے ہمارے متعلقین کے کام مین آصف الدولہ کے مال مین سے آجاتے تو ایسا کونسا بھاری نقصان ہو جاتا یہ پہلی کبیدگی خاطر تھی۔

دوسرا سبب کبیدگی کا یہ ہے کہ اس سال بیحد بارش ہوئی دریاے گومتی نے اتنی طغیانی کی کہ برج طلائی کے چند زینے پانی مین غرق ہوگئے خواجہ سراؤن کے مکان اور بیگم صاحبہ کے باورچیخانے کے مکان جو خس پوش تھے پانی مین ڈوب گئے اسوجہ سے یہ لوگ پچ پولیہ پر ٹھہر گئے اور باورچیخانہ بھی وہین قائم کرلیا نواب سعادت علیخان نے میر نثار علی داروغہ باورچیخانۂ بیگم صاحبہ کو فرمایا کہ پچ پولیہ سے کارخانے ہٹالو بیگم صاحبہ اس بات سے اور بھی کبیدہ خاطر ہوئین جب بیگم نے لمسڈن صاحب رزیڈنٹ کے پاس شکایت بھیجی تو اُنھون نے بیگم کے باورچیخانے کو پچ پولیہ پر قائم رکھا اور نواب کو خفت حاصل ہوئی۔

اور سب سے بڑھکر وجہ بیگم کی آزردگی کی یہ ہے کہ شجاع الدولہ کو بیگم صاحبہ کی اس قدر پاسداری تھی کہ کوئی شخص یہ قدرت نہ رکھتا تھا کہ اُنکے سامنے کسی خُرد محل کا یا آصف الدولہ کے سوا کسی خُرد محل کے بیٹے کا نام زبان پر لاتا جب شجاع الدولہ نے انتقال کیا تو بتدریج ان لوگون کا چرچا ہوا کبھی کبھی نواب سعادت علی خان اور مرزا جنگلی

بیگم صاحبہ کے سلام سے مشرف ہوجایا کرتے تھے برسوں کے بعد مستورات حرم محل نے
بیگم صاحبہ سے عرض کرایا کہ ہم سب کو حضور ایسی کنیزیں ہیں ہمارا مخفی رہنا نواب شجاع الدولہ
کی زندگی تک تھا اب امید ہے کہ جب تفریح و سیر کے لیے آپ سوار ہوں تو ہمکو بھی خدمتگاری
کے لیے ساتھ رکھا کریں بیگم نے حکم دیا کہ بازار سے کرایہ کی بہلی اور گاڑی لیکر سوار ہو کر
آتی رہیں چنانچہ یہی دستور رہا ان عورتونکو سامنے بیٹھنے کا بھی حکم نہ تھا البتہ جو کسیقدر ممتاز تھیں
وہ پشت کے پیچھے بیٹھتی تھیں۔ جب نواب سعادت علی خاں مالک ملک ہوئے تو اپنی ماں کو
فیض آباد سے بلوایا۔ اُنکی سواری میں وہی شان و شوکت مقرر کی جو بہو بیگم کے لیے تھی سکھپال
میں بیٹھکر آئیں سامنے نقارہ اسی دستور سے بجتا جاتا تھا انکی سواری جب اس جاہ و جلال سے
برج طلائی کے تلے سے نکلی جسمیں بیگم صاحبہ مقیم تھیں تو یہ بات اُنکے دلکو بیحد ناگوار گزری آزردہ
ہو کر فرمایا کہ ادھر سے سواری نہ گذرے اور اب اس بات پر آمادہ ہوئیں کہ اپنی جائداد
اور زر نقد کا انگریزوں کو مالک کر دیں رزیڈنٹ کو بلوایا اور سکھپال میں بیٹھکر برج طلائی کے
تلے آکر ایک مکان میں خود بیٹھیں اور رزیڈنٹ بھی اسی میں بٹھائے گئے سوائے جواہر علی خاں
کے کوئی وہاں نہ رہا اپنی زبان سے رزیڈنٹ سے کہا کہ آصف الدولہ میرا حقیقی بیٹا تھا
میری حیات میں اُس نے انتقال کیا اب بعد میرے کوئی میرا وارث شرعی باقی نہ رہا میری سرکار
میں زر نقد جواہرات اور بیش قیمت کپڑے اور دوسرے سامان کی کثرت ہے جب تک میں
زندہ رہوں اپنے تمام مال و اسباب کی دستور مالک ہوں بعد اسکے سرکار کمپنی کے حوالے
اس شرط سے کرتی ہوں کہ میرے متعلقین کو جو کچھ میں اپنے سامنے دیا کرتی ہوں اُنکو اُس قدر
تنخواہ نسلاً بعد نسل ملتی رہے آپ یہ بات گورنر جنرل کو لکھیں رزیڈنٹ یہ کلام بیگم صاحبہ کی
زبان سے سُنکر چلے گئے اور گورنر جنرل کو سب حال لکھ بھیجا جب نواب سعادت علی خاں کو

یہ خبر پہونچی تو داراب علی خان کو طلب کرکے فرمایا کہ بیگم صاحبہ کی اس خلاف معمول حرکت سے بوجہ غیرت وحمیت کے میرا جگر جل گیا بابا جان اور بھائی صاحب کے عہد سے کسی نے کبھی انکی آواز نہ سُنی تھی آج کونسی ضرورت پیش آئی کہ اُنھون نے رزیڈنٹ سے بلا واسطہ اپنی زبان سے بات کہی داراب علی خان نے نواب کا یہ کلام بیگم صاحبہ سے بیان کیا اُنھون نے جوابدیا کہ جبکہ تم سے فرزند رشید اسم باسمے امسند نشین ریاست ہوئے تو اسدرجہ کو نوبت پہونچی اور آیندہ اس سے بھی بڑھکر توقع ہے خدا جانے تمھارے عہد مین اور کئی بار ایسا واقع ہو تم ہر روز انگریزون سے تنہا اپنے مطلب اپنی زبان سے بیان کرتے رہتے ہو مین کبھی اسکا شکوہ نہین کرتی اگر مین نے ایکبار اپنے مطلب کو اپنی زبان سے بیان کیا تو تمھارا کونسا بڑا نقصان ہو گیا ہم اپنے کام کے مختار ہین تمکو اسمین گفتگو کی گنجائش نہین -

الغرض ۱۷- ماہ تک بیگم لکھنؤ مین رہکر شوال ۱۲۱۳؁ ہجری مین لکھنؤ سے فیض آباد کو چلی گئین چنکہ گونڈہ اور اودھ اب بیگم کے تصرف مین آگئے تھے اس لیے پیادہ وسوار سابق سے زیادہ نوکر رکھے جمادی الاخری ۱۲۱۴؁ ہجری مین جواہر علی خان خواجہ سرا کا انتقال ہو گیا -

نواب سید فیض اللہ خان بہادر والی رام پور کے بیٹون کو شبہہ مخالفانہ پر نواب سعادت علی خان کا لکھنؤ بُلا لینا آخر گورنر جنرل کے حکم سے اُن کو واپس روانہ کرنا

جام جہان نما مین لکھا ہے کہ نواب سعادت علی خان کی مسند نشینی سے کچھ دنون کے بعد اُنکو یہ خبر پہونچی کہ نواب سید فیض اللہ خان کے بیٹے مخالفت کرنے کا ارادہ رکھتے ہین اُنھون نے

اپنے بیٹے نصیر الدولہ مرزا محمد علی خان اور اسٹور صاحب کے ساتھ پانچ چھ ہزار فوج رام پور کو بھیجی اور حکم دیا کہ اُن صاحبزادونکو لکھنؤ مین لے آئین یہ سپاہ رام پور کے قریب پہونچ کر دریاے کوسی کے کنارے مقیم ہوئی۔ نواب سید فیض اللہ خاں کے بیٹے اس بات سے بالکل غافل تھے اُنکا فساد کا ارادہ نہ تھا اس لیے محمد علی خاں کے پاس چلے گئے محمد علی خاں نے سب کو خلعت دیے۔ اسٹور صاحب بھی محمد علی خان کے ڈیرے مین اُس سے ملنے کو آیا اور صاحبزادون کی بہت دلجوئی کی بعد اس کے لکھنؤ کی فوج نواب سید فیض اللہ خان کے بیٹونکو اپنے ہمراہ لیکر غرہ محرم ۱۲۱۳ھ ہجری کو رام پور سے لکھنؤ کی طرف واپس ہو گئی اور لکھنؤ پہونچ کر محمد علی خان اور اسٹور صاحب نے نواب سعادت علی خاں سے اُن صاحبزادونکی ملاقات کرائی۔ نواب نے سب کو خلعت اور ہاتھی اور شمشیر عنایت کر کے لکھنؤ میں رہنے کے لیے حویلیان دیدیں یہ صاحبزادے ڈیڑھ برس تک وہاں مقیم رہے چونکہ اُن سے کوئی جرم سرزد نہیں ہوا تھا اس لیے لارڈ ولزلی (اردل مارننگٹن) نے کلکتے سے نواب سعادت علی خانکو لکھا کہ نواب سید فیض اللہ خان کے بیٹونکو رام پور کی طرف رخصت کر دینا چاہیئے۔ نواب سعادت علی خان نے ہر ایک صاحبزادے کو خلعت ہفت پارچہ اور فیل و شمشیر دیکر رام پور کو چلے جانے کی اجازت دیدی۔

نواب سعادت علی خان کا شاہ دہلی کے ہان سے خلعت وزارت حاصل کرنیکی کوشش کرنا اور اس مین کامیابی نہ ہونا

نواب سعادت علی خان نے بادشاہ دہلی کے حضور میں لطف علی خان پسر سیدی بلال محمد خان اور مسٹر اپم صاحب کو خلعت وزارت حاصل کرنے کے لیے بھیجا یہ دونون نذر اور

رسوم لیکر داخل دہلی ہوئے اور سند صوبہ اودھ اور فرمان وزارت کی درخواست شاہ عالم سے
کی میر جعفر قمی مدت سے املاک وغیرہ صفدر جنگ موقوعہ دہلی کی داروغگی پر مامور تھا اُس کی
معرفت پہلے سے سوال وجواب اس بات مین ہورہے تھے - اس زمانے مین وہ مرگیا تھا تو
لطف علی خان اُسکی جگھہ مقرر ہوکر بھیجا گیا تھا - شاہ عالم تو کور - بالم تھے جو کچھ کرتا تھا شاہ
نظام الدین کرتا تھا جو مہاجی سیندھیا کی طرف سے دہلی کا صوبہ دار تھا اور بادشاہ کا مدار المہام
تھا اور ابتدا مین شاہ کوری کہلاتا تھا اُس نے جواب دیا کہ اس دودمان عالیشان کی رسم
قدیم ہے کہ پہلے مرحوم کا متروکہ نقد وجنس بطریق ضبطی اس سرکار شاہی مین آکر داخل ہو بعد اُسکے
اپنے مطلب کی طرف رجوع کرو چنانچہ لطف علی خان اور شاہ نظام الدین کے درمیان
صورت مناظرہ واقع ہوئی یہانتک کہ بادشاہ کی طرف سے نہ جواب عرضی مرحمت ہوا اور نہ خلعت
وقلمدان وزارت عنایت ہوا - نواب سعادت علی خان نے بھی جھنجلا کر سات ہزار روپیہ ماہوار
جو بادشاہ کے باورچیخانہ خرد کے صرف کے لیے لکھنؤ سے بھیجا جاتا تھا وہ بھیجنا بند کر لیا اور
یہ بہانہ کیا کہ محالات الہ آباد سرکار کمپنی کے ہاتھون چلے گئے - لیکن چھہ ہزار روپیہ درماہہ
مرزا سلیمان شکوہ کا بحال رہا - باوجود اسکے سرکار انگریزی کی تحریرات مین نواب کو وزیر الممالک
لکھا جاتا تھا ان کا پورا خطاب اس طرح ہے نواب وزیر الممالک

یمین الدولہ ناظم الملک نواب سعادت علی خان بہادر مبارز جنگ

بعض جزوی کامون اور عہدون کا انتظام

چونکہ نواب سعادت علی خان مرزا وزیر علی خان کے معاملے اور ارکان دولت کے
حال سے بخوبی واقف تھے اور یہ منظور تھا کہ حکمت عملی سے ہر ایک کو سزا دین اس لیے

پہلے ہی تفضل حسین خان کو سفیر بنا کر کلکتے کو بھیجدیا جہان وہ پہلے بھی تھے اور سفیر سمجھ کر ہر ایک کو اُسکی لیاقت کے موافق بڑے بڑے کام دیے اور جن لوگون نے نمک حرامی کی تھی اُنھیں سزاے واجبی دی خلعت نیابت سے بدستور سرفراز الدولہ مرزا حسن رضا خان سرفراز ہوئے اور دیوانی راجہ ٹکیت راے کے لیے تجویز ہوئی جب اُنھوں نے ۱۲۱۱ھ مین انتقال کیا تو کوئی اولاد نہ چھوڑی ؎

راجہ ٹکیت راے سخا پیشہ زمان چون جان پاک خود بجہان آفرین سپرد
رفتم لعوراز پے تاریخ سال او آمد ندا ز غیب کہ فیاض عہد مُرد

دیوانی کا عہدہ جے سکھ راے واصل باقی نویس سے متعلق ہوا اور اُسکے انتقال پر دیوانی کا خلعت دیا کرشن کایستھ کو خطاب راجگی کے ساتھ عنایت ہوا۔ یہ شخص سیاق و سیاق مین ید طولے رکھتا تھا۔ اور رتن چند بقال ساکن مراد آباد جو نواب کے ساتھ بنارس سے آیا تھا عہدۂ نیابت حویلی پر سرفراز ہوا۔ یہ شخص بعلت حزم اور کفایت شعار تھا اسلیے نواب کے مزاج مین دخل پیدا کر لیا اور ملکی کامون مین دال اُسکی گلنے لگی۔ پندرہ ہزار روپیہ کی جاگیر ملک ناگیرہ مین اسکو ملی اور اس کے انتقال کے بعد اسکا بیٹا اُنگن لال اس جاگیر پر قابض ہوا اور بخشی گری پرراے تلسی رام متعین ہوا باقی اور خدمتون کی تقسیم کی گئی اخبار شہر کا سررشتہ صاحب رام سے متعلق ہوا اور جنگلون کے اخبار کا کام جیتی پرشاد کو دیا اور دار الضرب کی خدمت مالکشن کو جسکا چھتا لکھنؤ مین سرراے معالی خان مین موجود ہے دی اور اسکی نیابت بسی دھر کے متعلق ہوئی اور ہر کارے خبر کے لیے اور خفیہ نویس ہر ایک امیر و سردار اور اہل خدمت و محل کی ڈیوڑھیون پر مقرر ہوئے پہلے نواب نے اخبار کا انتظام فرمایا اور اس کام پر اسقدر متوجہ ہوئے کہ ہر کارے ضروری اخبار کے پرچے

خاص نواب کے ہاتھ مین پہونچاتے تھے سررشتے مین بھی اُنکی نقل نہین ہوتی تھی اور اُن ہرکارون پر اور ہرکارے خفیہ مامور تھے جو اخبار نویسون کی تحریرات کے صدق و کذب سے خبر دیتے رہین نواب کی حکومت کا جملہ دار و مدار پرچۂ اخبار پر تھا اور بخلاف زمانۂ ماضی کے نواب نے جرمانے کی رقم مین ترقی دی اور اُسکو آمدنی کا ایک عمدہ ذریعہ خیال کیا۔ بعد اسکے نواب امور عدالت کی طرف متوجہ ہوئے۔ مولوی سدن صاحب نواب کے اُستاد تھے پہلے اُن سے جیب خاص اور کئی خدمات کا تعلق تھا اب عدالت بھی اُن کے سپرد ہوئی اُنکا رسوخ اورون سے زیادہ تھا اور ضروری تحریرات بھی اُن کی راے سے جاری ہوتی تھین خلوت وجلوت مین شریک ہوتے تھے اور کوتوالی کی خدمت بدستور میر بہادر علی کے پاس رہی اور عرض بیگی کا عہدہ اور دیوانخانے کی خدمت بیک علی پر بحال رہی اور چکلونکی تقسیم اس طرح ہوئی کہ ملک مابین دوآبۂ گنگا وجمنا جو پٹھانون سے ہاتھ آیا تھا الماس علی خان کے سپرد ہوا۔ اس شخص کا زور شور اس زمانے مین زیادہ تھا۔ بریلی ملک روہیلکھنڈ کا چکلہ مرزا مہدی علی خان اور حسین علی خان کے تفویض ہوا جنکی سفارش پر تفضل حسین خان تھے اور چکلۂ اعظم گڈھ کاظم علی خان فرزند زین العابدین خان کورٹے والے کے حوالے ہوا۔ اور صورت سنگھ وغیرہ تعلقہ دارون کا علاقہ بدستور تعلقہ دارون کے پاس رہا اور توشہ خانہ موافق سابق تحسین علی خان سے اور عہدۂ نظارت آفرین علی خان سے متعلق رہا یہ دونون خواجہ سرا قدیمی تھے۔

نواب سعادت علی خان کا سیر و شکار کے لیے علاقے مین جانا
حکیم مہدی علی خان کی دولتمندی اور عروج کا شروع ہونا

نواب سعادت علی خان ملک کے دورے کے لیے سیر و شکار کی تقریب سے خیرآباد

دمھدی کی جانب روانہ ہوئے ایک دن شکار کا ہنگامہ گرم تھا۔ ایک شیر جنگل سے
نکلا نواب اُس وقت نشۂ شراب مین متوالے ہورہے تھے وہ شیر اُن کے بہت قریب
آپہونچا نواب نے اُس پر بندوق سر کی گولی شیر کے تو نہ لگی میر محمد علی فیل سوار کے سینے پر
پڑی وہ ٹھنڈا ہوا نواب کا نشہ ہرن ہوا اور نہایت افسوس کیا اور اُسکے وارثون کو
زر نقد دیا اور پھر بہت کم جانب شکار مصروف ہوئے۔ نواب نے چکلۂ محمدی کو نہایت
ویران پایا کھیتی کا کہین نام ونشان تھا کہین نہ تھا اُس کے آباد کرنے کے لیے حکیم
مہدی علی خاں کو جنھون نے اکرام اللہ خاں کی معرفت مستاجری کی درخواست کی تھی تین
لاکھ روپیہ کی جمع پر وہ چکلہ ٹھیکے مین دیدیا حکیم صاحب نے پچاس ہزار روپیہ پیشگی کچھ
لیے پاس سے اور کچھ ایسی پسایانِ طوائف سے لیکر داخل خزانہ کیا حکیم صاحب کے
انتظام سے وہ زمین ایسی سرسبز و آباد ہوئی کہ اُس کی جمع بارہ تیرہ لاکھ روپیہ تک پہونچی
رعیت نے بڑی آسائش پائی۔ بعد اس کے چکلۂ فیض آباد بھی حکیم صاحب کے تفویض ہوا اور
مستاجری کی نوبت چالیس لاکھ روپیہ تک پہونچی اور حکیم صاحب لاکھوں روپیہ کے آدمی ہوگئے
اور حسنِ لیاقت اور دانشوری نے وہ مرتبہ بخشا کہ سعادت علی خان کی مصاحبت نصیب
ہوئی اور پسایانِ طوائف اُنکے نکاح مین آئی اور عالی شان عمارت محلۂ نہرہ واقع لکھنؤ مین
تعمیر کرائی جب عمارت دومنزلہ سہ منزلہ تعمیر ہوئی اہل محلہ نے استغاثہ کیا کہ ہماری بے پردگی
ہوتی ہے۔ نواب نے حکم دیا کہ جو دروازے اہل محلہ کی بے پردگی کا باعث ہیں وہ بند کردیے
جائین حکیم صاحب نے منسوخی حکم کے لیے بہت کوشش کی مگر نواب نے مقتضائے عدالت
پاس ناموس شرفا ملحوظ رکھا اور حکم اول تبدیل نہ ہوا۔ حکیم صاحب کے کارخانے کا اختیار
صاحب رام پسر نورنجید و ٹیکارام برادر بخشی بھولا ناتھ کے متعلق تھا۔

لارڈ ولزلی گورنر جنرل ہند کا نواب سعادت علی خان کی اصلاح معاملات پر توجہ کرنا اور اُنکی سپاہ کو موقوف کرا کر کمپنی کی سپاہ کو بڑھانے کا ارادہ کرنا

انگریزی مؤرخ بیان کرتے ہین کہ مُلک اودھ مین ایک حقدار تخت سلطنت پر بیٹھ گیا تھا مگر اُس سے وہ خرابیان اور دشواریان کہ اس مُلک مین پیش تھین کم نہ ہوئین غریب رعایا پر تحصیل زر مالگذاری مین وہ ظلم وستم ہوتا تھا کہ خدا کی پناہ - مگر پھر بھی سرکار کمپنی کے زر موعود کا پورا نہ پڑتا تھا ہمیشہ باقیات رہتی تھین - عدالت وانصاف کو سارے مُلک مین چراغ لیکر ڈھونڈھیے تو کہین اُسکا سُراغ نہ پایئے فوج کو دیکھئے تو خوگیر کی بھرتی غریبون کو ستائے اپنے ہی آقا کو دھمکائے میدان جنگ مین کبھی نہ جائے اور جو جائے تو نامرد ہاتھی بن جائے - دشمن سامنے آئے تو اُسکو موت نظر آئے - جب ہندوستانی سرکار و نکا ادبار آتا ہے تو یہ بُرائیان اُن مین ہوا کرتی ہین - مگر اودھ مین ایک اور طرّہ اُسپر یہ چڑھا کہ بعض فرنگیون نے یہان اپنا جُدا ہی فرنگی محل مُلک کے اُجاڑنے کے لیے آباد کیا یہ سارے فرنگی بندۂ زر اپنی قوم مین بدنام تھے - بگڑی ہوئی ہندوستانی ریاستین اُن کے لیے کان زر تھین لباس وصورت فرنگستانی کے سبب سے اُن کے پوبارے ہوتے تھے اور سب اُن کے آگے مات ہوتے تھے - پس ہندوستانی سرکارون مین مُلک اودھ سے زیادہ اپنے جوہر لیاقت دکھانے کا موقع کہین اور نہ تھا اُن کی بدگہری کے خریدار تو یہین کے جوہری تھے - ہندوستانیون کی زشت کاری کے چہرے پر جب فرنگستانی غازہ ملا گیا تو پھر اُس کا اور ہی روپ ہوگیا

الماس علی خاں نے اپنی الماس کاری سے اور بھی اُس کو رونق دیدی اُس کو بڑا
اقتدار اور اختیار حاصل تھا بندے سے خداوند ہو گیا تھا سب اُس کا لوہا مانتے تھے
وہ سب کے لئے سونشی الماس تھا خطاب اُس کا رُکن الدولہ نصیر الملک
محمد الماس علی خاں بہادر فتح جنگ تھا - غرض یہ سب معاملات ایسے پیش آئے
کہ ارل مارننگٹن معروف بہ مارکوئیس ولزلی پر واجب اور فرض ہوا کہ وہ اپنی توجہ کو
اس طرف مشغول کریں اُنھوں نے ۱۷۹۸ء میں رزیڈنٹ کو یہ لکھا کہ مہمات دکن
کی وجہ سے مجھکو لکھنؤ میں آنے کی فرصت نہیں ملی اور جب مجھے ایسی فراغت نصیب
ہوئی کہ میں اپنے دل وجان سے بالکل توجہ نواب اودھ کی اصلاح معاملات پر
کرتا اب میں تمکو دو باتیں لکھتا ہوں جب تم کو موقع ملے اُنکی اصلاح اور انتظام کی
طرف کمال جدوجہد کرو جب کبھی الماس علی خان مرے تو تم اس میں کوشش کرنا کہ
سرحان شور کے عہدنامے میں جو زر موعود ٹھہرا ہے اسکی اصلاح ہو اور الماس علی خان کو جو اختیارات
دوآبے میں حاصل تھے وہ سرکار کمپنی کو حاصل ہو جائیں اور اُسکے عوض زر موعود میں تخفیف
کی جائے اُسکے مرنے کے وقت تو تمکو یہ سمجھنا چاہئے کہ اگر کوئی دوسرا اُس کا قائم مقام مثل
اُس کے صاحب لیاقت اور عالی حوصلہ اور صاحب تدبیر مقرر کیا جائے گا تو ملک کے اندر
فساد برپا ہونے کا اندیشہ ہے اور اگر کوئی نالائق مقرر ہو گا یا ملک مختلف زمینداروں کو
تقسیم کر دیا جائے گا تو سرحد اودھ ایسی ضعیف ہو جائیگی کہ پھر اُس میں اندرونی لشکرکشی
یا کسی اور حملے اور سپاہ کے مقابلے کی قوت نہ رہے گی اس سب سے بہتر یہی تدبیر
ہو گی کہ دوآبے کو سرکار کمپنی جو دلپنے قبضے میں کرے نواب سعادت علی خان کی سپاہ
کی بُرائیاں تم خود ہی جانتے ہو مجھے اُسکے بیان کرنے کی ضرورت نہیں یہ ارادہ ہے کہ جب

کبھی قابو بنے تو مین نواب کو سمجھاؤن کہ وہ اپنی سپاہ کو بالکل موقوف کرین فقط اتنی سپاہ رہنے دین جو تحصیل مالگذاری کے لیے کافی ہو اور افسر ایسے عالی خاندان اور شریف منتخب کرکے نوکر رکھین کہ جن کو کچھ اپنے کام اور پیشے کی شرم ہو اور کچھ اپنی شرافت خاندانی کی ننگ ہو گو لکھنؤ مین ایسے آدمیون کا ملنا عنقا ہے۔ یہان سپاہیانہ طبیعت کا آدمی تلاش کرنا گھاس کے ڈھیر مین سوئی کا ڈھونڈھنا ہے۔ یہان کے سپاہی تو وہ نامرد ہین کہ جو انمرد دشمنون کو ملک مین بیٹھے بلاتے ہین اور اپنے ڈرپوک نواب کو ڈراتے ہین وہ سب نکالدیے جائین اور اُنکی جگھ سرکار کمپنی کے سوار اور پیدلون کی رجمنٹین بھرتی کی جائین اور اُن کا سارا خرچ وقت پر نواب دیا کرین سوا اس کے جو فرنگی یون ہی نواب کی ریاست مین گھس آئے ہین اور کامون مین بہت طرح کی خرابیان پیدا کرتے ہین۔ انسانیت کے ساتھ اُنکے خارج کرنے کی تدبیرین سوچی جائین۔

لارڈ ولزلی کی نیت مین جو اودے معاملات اودھ مین تھے اُنکی بسم اللہ یہ چیٹھی تھی۔

اصلاح سپاہ کے باب مین انگریزون کا تجویزات پیش کرنا نواب سعادت علی خان کی طرف سے اُس مین التوا ہونا

لارڈ ولزلی نے پھر رزیڈنٹ کو یاد دلایا کہ اُن ہماری ہدایتون کی تعمیل کرو اور نواب کو اُس سے اطلاع دو اور سمجھا دو کہ زمان شاہ دریاے سندھ سے پار آگیا ہے وہ ضرور ادھر حملہ کرے گا روہیلے اودھ کی بغل مین بیٹھے ہین ضرور اپنے ہم قومون کے ساتھ شریک ہونگے اب امن کے زمانے مین ایسی تدبیر کر لو کہ جس سے یہ خوف جاتا رہے سپاہ کے کارخانون کی خرابیون کے نواب خود مقر تھے یہ سپاہ نکمی ہی نہ تھی بلکہ اندیشہ ناک بھی تھی

جسوقت انگریزی سپاہ کو سرحد پر ایک ہیبت ناک کام کرنے کے لیے ضرورت ہوئی تو اس بات کی حاجت پڑی کہ ایک حصہ اُسکا نواب کی جان کی حفاظت کے لیے لکھنؤ میں بھی چھوڑا جائے کہ وہ اُن کی خود سپاہ کی شورش کو نہ ہونے دے پس ان واقعات سے صاف یہ نتیجہ نکلتا تھا کہ نواب کے ملک کی حفاظت باہر کے حملوں سے اور ملک کا اندرونی امن وامان یوں ہی حاصل ہو سکتا ہے کہ یہ بیکار سپاہ کم کر دیجائے جس کی تنخواہ نواب کے خزانے سے ملتی تھی اس معاملے کی خط وکتابت میں کچھ التوا اس سبب سے ہوا کہ لو صاحب رزیڈنٹ نے استعفا دیدیا تھا اور کرنیل سکوٹ صاحب اُس کی جگہ مقرر ہو کر آئے تھے اور وہ ایک چٹھی کونسل کے وائس پریسیڈنٹ سر الیورڈ کلارک صاحب کی نواب کے نام لائے تھے جس میں اصلاح سپاہ کی طرف متوجہ ہونے کی ضرورت کی وجوہات لکھی ہوئی تھیں اتفاق سے اس چٹھی کو پیش کرنے کا یہ موقع خوب ملا کہ نواب نے رزیڈنٹ سے اپنی سپاہ کی پلٹنوں کی بغاوت کی شکایت کی تھی اُس کو نواب نے پڑھا اور جو کچھ اصلاح سپاہ کے باب میں لکھا تھا اُسکو پسند کیا اُس پر رزیڈنٹ نے عرض کیا کہ حضور اس معاملے کو بہت جلد طے فرمائیں اور سپاہ کی قسم اور تعداد اور خرچ جو حضور کو منظور ہو اُسکا پورا پورا حال لکھکر مرحمت فرمائیں مگر بیس روز کا عرصہ گذر گیا کہ نواب نے کچھ جواب نہ دیا اور جب رزیڈنٹ کا سخت تقاضا ہوا تو اس معاملے پر مباحثہ کرنے کے لیے ایکدن مقرر ہوا مشرقی آداب کا قاعدہ ہے کہ جب بڑے کوئی بات کہتے ہیں تو چھوٹے صاف اُس کے قبول کرنے میں انکار نہیں کرتے ۔ نواب نے بھی اپنے مطلب کو لباس بیار مندی میں یوں ادا کیا کہ جو تدبیر میرے سامنے پیش کی گئی ہے اُسکی تعمیل ممکن تو ہے مگر مجھے یقین ہے کہ اُسکی تعمیل میری مرضی کے موافق نہ ہو گی۔ سوا اسکے اُنھوں نے یہ بھی کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ ایک

بات کی درخواست کرون جس مین میرا بھی آرام ہے میری رعایا کی بھی آسایش ہے۔ میری سلطنت کی بھی بہبودی اور فلاح ہے مگر مین اُس بات کا اتا پتا ابھی نہین بتلاؤن گا جبتک گورنر جنرل سے میری ملاقات جسکی توقع جلد ہے۔ لیکن وُہ نہوگی یا تو اُس رازِ سربستہ کو اُنکے سامنے کھولون گا یا اُس وقت کہ کسی رزیڈنٹ کے نام اُس میرے منصوبے کی تعمیل کا حکم آئے گا۔ غرض ایک پہیلی سی کہدی جسکو کوئی بوجھ نہ سکتا تھا۔ ہرچند رزیڈنٹ نے اُس کا حال دریافت کیا۔ مگر کچھ نہ بتلایا اور ایک دوسرا روز اور ملاقات کے واسطے ٹھہرایا اور کہا کہ مین ایک یادداشت لکھکر پیش کرون گا۔ مگر جب ملاقات ہوئی تو وہی باتین تھین جو اول روز ہوئی تھین۔ اب رزیڈنٹ نے بدلائل نواب کے سامنے اُس امر کو بیان کیا کہ جو منصوبہ مخفی آپ کے دل مین ہے اگر اُس پر اصلاح سپاہ موقوف کیجائے تو بہت عرصہ اُس مین لگے گا اُس منصوبے کا کھلنا دو باتون پر موقوف ہے یا تو گورنر جنرل سے ملاقات ہو سو وہ بھی ابھی ہوگی نہین یا گورنر جنرل اس آپ کے منصوبے کی تعمیل کے لیے کوئی اپنا نائب مقرر کرین یا رزیڈنٹ سے کہین تو جب تک منصوبے کا معمّا کھلے گا نہین کیسے گورنر جنرل اُس کی تعمیل کے لیے کسی کو اپنی طرف سے مقرر کرین گے اس کے جواب مین نواب چُپ ہوگئے یہ ملاقات بھی یونہین ختم ہوئی۔ کوئی اُس کا ثمرہ نہ حاصل ہوا۔ اب نواب کے منصوبے کی پہیلی بوجھنے مین لوگون نے قیاسات اپنے لگائے رزیڈنٹ کا یہ قیاس دوڑا کہ نواب شاید اپنے نائب کو موقوف کرانا اور اُن کے عہدے ہی کو مٹانا چاہتے ہین کیونکہ اُنھون نے پہلے رزیڈنٹ سے کہا بھی تھا کہ آپ گورنر جنرل کو تحریر کرین کہ نواب آصف الدولہ ہمیشہ عیش وعشرت مین مشغول رہتے تھے اُن کو اس لیے نائب کی ضرورت تھی اور مین بذات خود تمام مُلک کے انتظام کی طرف متوجہ ہون مجھے نائب کی حاجت نہین پچیس ہزار

روپیہ ماہواری صرف بیجا گوارا کر نا خلاف دانشمندی ہے حسن رضا خاں سرکار کمپنی کی سفارش اور مشورے سے مقرر ہوئے تھے نواب اُن سے دق تھے وہ ریذیڈنٹ سے جو چاہتے لگا بجھا آتے یہ سبب بدنظمی کے سابق اسباب پر اور اضافہ ہو گیا تھا۔ جب ریذیڈنٹ کی اس صورت حال کی عرضداشت گورنر جنرل کی خدمت مین گئی تو انھوں نے حکم بھیجدیا کہ حسن رضا خان نائب جن سے نواب ناراض ہین موقوف کر دیے جائین۔ اور کوئی دوسرا لائق آدمی جو سرکار کمپنی کی تدبیر اصلاح سیاہ کا بھی مددمعاون ہو مقرر کیا جائے ریذیڈنٹ نے یہ بھی لکھا کہ تحصیل مالگذاری مین جو رعایا پر پہلے جور و ستم ہوتے تھے اُس مین کچھ کمی نہین ہوئی ہے پہلے یہ روپیہ زمیندار اور نواب کے درمیان کے واسطہ دار غبن کر کے کھا جاتے تھے اور کچھ نواب کے حوالے میں اُس کے گھیرے اُڑانے کے لیے داخل کر دیتے تھے اب اس نواب کے عہد میں یہ فرق ہو گیا کہ سارا ظلم کا روپیہ نواب کی جیب خاص میں داخل ہونے لگا اور کفایت اندیشی اور حرص سے خزانہ خانگی مین تھیلیون کا ڈھیر لگنے لگا۔ غرض تباہی ملک کی جو اور نوابون کی مسرفی اور کاہلی اور عیاشی اور اوباشی سے شروع ہوئی وہ اس نواب کی کفایت شعاری اور حرص سے اور ترقی ہوئی ہے۔ سرکار کمپنی نے بعض ہندوستانی سرکارون سے یہ عہد و پیمان کر لیا تھا کہ اُنکے ملک کی حفاظت سرکار کی سپاہ کرے گی اور اس خدمت کے عوض مین وہ رئیس زر مقررہ سالانہ دین گے اور وعدہ کر لیا تھا کہ اندرونی انتظام ملکی مین وہ دست انداز نہوگی اب یہ معاملہ نازک ایسا آن پڑا کہ سرکار کمپنی کسی عنوان نہ بچ سکتی تھی اگر سرکار انتظام ملکی بالکل اختیار مین اُن ریاستون کے رئیسون کے کر دیتی تو اسکے یہ معنے تھے کہ رعایا کا حال جو جی مین آئے کر دو تو سرکار پر یہ الزام لگایا جاتا کہ دیکھو بھیڑون پر بھیڑیے چھوڑ دیئے

ہین - بیگناہون کو ظالمون کے پنجے مین پھنسا دیا ہے - جن برائیون کا روکنا اُسکا کام تھا اُس مین اور تائید کی ہے اور جب سرکار احتیاط اور اعتدال کے ساتھ انتظام ملکی مین مداخلت کرتی اور اُسکو خود لے لیتی تو یہ کہا جاتا کہ دیکھو عہد شکنی کی اور شخصون کے حق تلف کرکے خود غصب کر لیے مگر مدبّران و منتظمان ملکی جو اپنی دیانت و امانت خلوص صداقت پر اعتماد رکھتے ہین وہ ایسی بے اصل بدنامیون سے نہین ڈرتے ہین - مسافر اپنی راہ کو کتّون کی بھون بھون سے کبھی نہین چھوڑتے ہین وہ اپنے ایمان سے کام کرتے ہین اور اس مین ذرا بھی لغزش و لرزش اس دھیان سے نہین آتی کہ آیا کسی کام کے کرنے سے لوگ ہم کو برا کہین گے یا بھلا کہین گے جن مدبّران ملکی کو ایسا خیال ہوتا تھا کہ ایسا کام کیجیے کہ جس سے سب ہم کو اچھا کہین وہ ایمان سے دیسی ریاستون کے معاملات کا تصفیہ نہین کر سکتے تھے - لارڈ ولزلی اس قسم کے مدبر نہ تھے کہ وہ اوپر کی بات کا خیال کرتے اُنھون نے جیسی حالتین دیکھین اُن کے مناسب کام امانت دیانت اور خلوص صداقت سے کیے نیکنامی اور بدنامی کا کچھ خیال نہین کیا اصلاح سپاہ کو وہ اپنے سچّے دل سے نیک جانتے تھے اُس کے باب مین پھر اُنھون نے نواب کو خط لکھا -

نواب اور سپاہ کے درمیان فساد

اُسی زمانے مین نواب اور اُنکی سپاہ کی بعض پلٹنونکے درمیان ایک معاملہ ایسا آن کر پڑا جس سے صاف بات کھل گئی کہ نواب اور سپاہ کے درمیان کس قسم کا رشتہ و علاقہ ہے اور باہم ایک کو دوسرے پر کتنا بھروسا اور اعتبار ہے - ایک پلٹن لکھنؤ مین تھی اور کسی مقام پر بضرورت جانے کا حکم ہوا اُس نے کہا کہ اگر ہماری چڑھی ہوئی تنخواہ کا ایک حصّہ

ادا کر دو تو ہم وہاں جائیں گے نہیں تو نہیں جائیں گے یہ اس ملک کا پرانا دستور چلا آتا ہے کہ والی ملک سپاہ کی تنخواہ بہت دنوں کی چڑھا رکھتا ہے کہ جس کے سبب سے سپاہی ہمیشہ مفلس رہیں تنخواہ پاکر دولت کے نشہ میں مست ہو جائیں۔ نواب سعادت علی خان بھی اس قاعدے کے پابند تھے سپاہ کی تنخواہ بہت دنوں کی چڑھا رکھی تھی۔ جب یہ تنخواہ کا تقاضا ہوا تو اُن کو ایسا ناگوار گذرا کہ اُنھوں نے سپاہ سے کہا کہ اچھا تنخواہ ابھی لیلو مگر آیندہ نوکری سے ہاتھ اُٹھاؤ۔ کرنیل سکوٹ صاحب رزیڈنٹ لکھنؤ کو یہ بات پسند آئی اس لیے کہ اس میں سپاہ کو اسی نافرمانی اور بدخواہی کی سزا ملتی تھی اور آیندہ اُس کے موقوف ہونے کا وہ طریقہ نکلتا تھا جس سے توقع ہوتی تھی کہ گورنر جنرل کے حسب دلخواہ بتدریج اصلاح سپاہ ہو جائیگی۔ مگر مشرقی ملکوں میں تنخواہ چکنے کا حساب بڑے جھمیلے سے ہوتا ہے سپاہ نے کہا کہ ہمارے پانچ مہینے چاہییں نواب نے کہا کہ نہیں تین مہینے جب یہ قضیہ فیصل ہوا تو اُس کے بعد یہ جھگڑا کھڑا ہوا کہ جرگے میں آؤ اور تنخواہ لیجاؤ اور ہتھیار رکھ جاؤ سپاہ کو اس سے یہ اندیشہ ہوا کہ معلوم نہیں کہ نواب اس میں کیا دغا کریں اُنھوں نے کہا کہ تنخواہ ہماری پلٹن میں بھجوا دو۔ رزیڈنٹ نے اس تکرار کو بھی چکایا تو پھر نواب نے حساب میں ایک اور جھگڑا ڈال دیا۔ مگر رزیڈنٹ نے نواب کو سمجھا کر سپاہ کی تنخواہ دلا دی اور ہتھیار لیکے لیے۔

گورنر جنرل کا تقاضا اصلاح پر اور اُس پر مختلف رائیں

اب ہم اصلاح سپاہ کا ذکر کرتے ہیں گورنر جنرل کا خط نواب کے پاس آیا تو اُس کا جواب اُنھوں نے گورنر جنرل کو یہ لکھا کہ سپاہ کی اصلاح کا خیال مجھے آپ سے زیادہ ہے

اور مین اُن فائدون کو خوب سمجھتا ہون جو زمانۂ حال و استقبال مین حاصل ہون گے
مین اس اصلاح کے باب مین بہت جلد کرنیل سکوٹ سے مشورہ اور صلاح کرونگا
جو ہم دونون کی صلاح کا نتیجہ ہوگا اُس سے اطلاع دونگا اس اقرار کو اُنھون نے پورا کیا
مگر مشکل سے جیسی اُنکی عادت تھی آخر کو نتیجہ نہین مبتدا کی خبر نہین کرنیل سکوٹ نے
نواب کی عادت کو یون بیان کیا ہے کہ نواب عالیجناب وہ شخص ہین کہ اُن سے کسی معاملہ کا
طے کرنا مراسم آداب و تعظیم کے ساتھ ایسا مشکل ہے کہ اُس کا اشکال خیال مین نہین آتا
جب کوئی بات اُن سے کہی جاتی ہے تو وہ اُس کے جواب مین خاموش ہین۔ یہان
خاموشی سے یہ معنے سمجھے جاتے ہین کہ اب وہ آگے بحث و تکرار اُس معاملے مین
نہین کرین گے مگر درحقیقت وہ چپ کچھ اور سبب سے ہوتے ہین پھر جس بات کا وہ قرار
کرتے ہین اُس کے پورا کرنے کا ذرا خیال نہین کرتے اُس کے لیے تصنع و تکلف دلائل پیش
کرتے ہین جب گورنر جنرل کے پاس نواب کا جواب جس کا وعدہ تھا نہ پہونچا تو ۵ نومبر
۱۷۹۹ء کو لارڈ ولزلی نے صاف صاف لکھ بھیجا کہ ضرور تین ایسی داعی ہین کہ جو
سپاہ کے انتظام کی تدابیر پیش کی گئی ہین اور اُس پر نواب کو خوب علم ہو گیا ہے اور اُنہین
نواب کو بھی میرے ساتھ اتفاق ہے بے تامل بہ تعجیل اُن کی تعمیل کی جائے۔ اس جلدی
کی ضرورت یہ ہے کہ عہدنامے کے موافق مُلک اودھ کی حفاظت تمام دشمنون سے
برٹش گورنمنٹ کے ذمے واجب اور لازم ہے بالفعل جتنی سپاہ انگریزی نواب کے مُلک مین
ہے وہ غیر کافی ہے اب اُن کے مُلک پر زمان شاہ یا شاید کسی اور دشمن کا حملہ ہونے والا ہے
پس جبتک اصلاح سپاہ نہ ہو گی اور سرکار کمپنی کی سپاہ اُنکے مُلک مین زیادہ نہوگی اور جبتک اُنکی
خود سپاہ بے ترتیب و بے تربیت نہ موقوف ہو گی اور اُس کی تنخواہ کی بچت سے انگریزون کے

لشکر کے خرچ کی تدبیر ہوگی مشکل ہے کہ سرکار کمپنی سپاہ کا انصرام مثاورت حملے کی صورت میں کرسکے میں نواب کو وہ عمدہ تدبیر بتلاتا ہوں کہ جس سے لارڈ کو ہمیشہ ایسی ضرورتوں کی حالت مین اپنی سپاہ کی کمک کی حاجت ہی رہے آخر مین خط کے یہ اور لکھدیا کہ عنقریب نواب کے ملک میں سپاہ کی تقویت کے واسطے ایک حصہ اُس سپاہ کا بھیجا جاتا ہے جو افزائش کے لیے تحریر کی گئی ہے اور باقی سپاہ بعد اُسکے بھیجی جائے گی

ایک مباحثہ عظیم اس پر یہ ہے کہ اس افزائش سپاہ کا اختیار گورنر جنرل کو عہدنامے کے موافق تھا یا نہیں بعض اس کے مخالف رائے رکھتے ہیں بعض موافق ہم دونوں کو بیان کرتے ہیں۔

اب موافقین کی رائے یہ ہے کہ گورنر جنرل نے اپنے کام کے انصاف کے موافق ہونے کی دلیل بیان کردی کہ سرجان شور اور نواب سعادت علی خاں کے درمیان جو عہدنامہ لکھا گیا تھا اُسکی ساتویں دفعہ یہ تھی کہ جب کسی ضرورت سے فوج انگریزی ولایتی و ہندوستانی پیادہ و سوار و توپخانہ مُلک اودھ میں تیرہ ہزار سے زیادہ کی جائے گی تو نواب سعادت علی خان وعدہ کرتے ہیں کہ جو سپاہ زیادہ تعداد مذکورہ بالا سے ہوگی اُس کا خرچہ وہ علاوہ دینگے۔

اب سوال یہ ہے کہ اس ضرورت کے وقت مجوز کون ہوگا اس کا جواب کہیں عہدنامہ میں موجود نہ تھا اب کیا نواب سعادت علی خان اُس کے مجوز ہوتے تو وہ اپنی بات مین ہٹ کے پورے تھے روپے کی محبت میں ایسے اندھے تھے کہ ضرورت کا وقت جب سب کو دن کی طرح دکھائی دیتا تو وہ اندھوں کی طرح ہاتھ سے ہی ٹٹولتے کہ کہاں ہے کدھر ہے اگر اس ٹٹول ٹٹال میں کہدیتے کہ کیوں بہکاتے ہو ضرورت کا وقت

نہین ہے تو دشمن کے ہاتھ سے ملک پامال ہو جاتا اور پھر سرکار کمپنی کو وہ وقت اور دشواریان اٹھانی پڑتین جن کو وہ پہلے سے اپنی عمدہ تدبیر سے رفع کر سکتی تھی شرط عہدنامہ یہ تھی کہ ملک کی حفاظت سپاہ سے کیجائے گی سپاہ کی تعداد کی قید نہ تھی تو اُس کی حراست ایسی سپاہ سے کہ جو اُسکی حفاظت کے واسطے کافی نہوا ایک بیہودہ اور حماقت کی حرکت تھی اس لیے افزائش سپاہ کی شرط ضرورت کے وقت لگائی گئی تھی۔ اب یہ لارڈ ولزلی کا حق تھا کہ جب اپنی ضرورت سمجھین سپاہ کو زیادہ کرین اگر یہ اختیار نواب کو دیا جاتا تو سرکار کمپنی کو ملک کی حفاظت کرنا محال تھا۔ لارڈ ولزلی نے نواب کو لکھا کہ عہدنامے کی ساتوین دفعہ مین یہ لکھا ہے کہ نواب کے ملک مین بحسب ضرورت گاہے گاہے ازدیاد سپاہ کا بھی اختیار سرکار کمپنی کو ہوگا یہ عبارت غلط ہے۔ حقیقت مین عہدنامے مین یہ لکھا ہوا ہے کہ سرکار کمپنی کو اختیار ہے کہ جسوقت اُسکو ضرورت افزائش سپاہ کی معلوم ہو تو وہ زیادہ کرے پس اس افزایش سپاہ کے ساتھ کوئی قید نہین لگی ہوئی ہے کہ وہ بالاستقلال دوام کیواسطے ہو یا گاہے گاہے پس گورنر جنرل کو اختیار ہے کہ اس عہدنامے کے بموجب جسقدر افزایش سپاہ کو چاہے مستقل اور مدام کے واسطے تجویز کردے۔

مخالفین اس دلیل کا یون مضحکہ کرتے ہین کہ جیسے دین ملک داری کے فتوے سے جُدا ہوتا ہے ایسے ہی منطق جہانداری کے براہین بھی انوکھے ہوتے ہین زبردست کی زبردستی کے ساتھ ایسی ہی دلیل ہوا کرتی ہے جیسی کہ اوپر بیان ہوئی اُن مین بڑے چھوٹون سے ایسے صغرے وکبرے بنا کر نتیجے نکالا کرتے ہین عہدنامے کے موافق یہ امر طے ہوگیا کہ سرکار کمپنی کو افزائش سپاہ کا اختیار حاصل ہے۔ اب اُس کے خرچ کے واسطے روپے کا نواب کے ذمے تجویز کرنا سرکار کی عنایت ورعایت پر موقوف ہے جب نواب نے اپنی

ضعف حالی کے سبب اپنے ملک کی حفاظت سرکار کمپنی کی سپاہ کے حوالے کی اور اس معاملے میں اپنا قائم مقام بنا دیا اور اسکے واسطے شرائط کو قبول کر لیا۔ اور اپنے تئیں سرکار کے ہاتھ بیچ کر چند فوائد مول لیے ہوں تو اس کا اب یہ حق نہیں رہا کہ ان شرائط کے ایفا کا جب تقاضا اس پر کیا جائے تو وہ اُن پر اعتراض کرے۔ گر برٹش گورنمنٹ کا یہ فرض ہو گیا کہ ایفائے شرائط کے لیے کوئی وجہ ہو تو نواب سے ضرور شرائط کو پورا کرائے اور نواب کو کچھ عذر حیلہ انکی تعمیل میں ہو مگر ناحق اور بیوجہ نواب کو دبانا برٹش گورنمنٹ کو بھی ناجائز تھا۔

دوسرا سوال تحقیق طلب یہ ہے کہ آیا اس وقت ضرور تھا کہ نواب کو افزائش سپاہ کے لیے مجبور کریں اس کا جواب آسانی سے یہ دیا جاتا ہے کہ ادھر زمان شاہ حملے کرنے کو تھا وہ لاہور میں تو آ پہونچا تھا اگرچہ وہ اس وقت اُلٹا اپنے وطن کو ضرورت کے سبب سے واپس چلا گیا تھا۔ مگر پھر اس کا آنا آسان تھا۔ سیندھیا بھی اودھ کی تاک میں بیٹھا تھا کہ جب موقع ملے تو اس کے غلّے لگا لے۔ روہیلے بھی تیار بیٹھے تھے۔ نواب کے سارے ملک کی رعایا اور سپاہ بگڑی بیٹھی تھی اُس سے بھی بُرے وقت میں حملہ کرنے کا اندیشہ لگا ہوا تھا۔ اب نواب کی سپاہ کا حال تم پڑھ ہی چکے ہو اگر اور زیادہ حال معلوم کرنا ہو تو سودا کے یہ اشعار پڑھ لو۔

اب سامنے میرے جو کوئی پیر و جواں ہے	دعویٰ نہ کرے یہ کہ مرے منھ میں زباں ہے
میں حضرت سودا کو سنا بولتے یارو	اللہ رے اللہ رے کیا نظم و بیاں ہے
اتنا میں کیا عرض کہ فرمائیے حضرت	آرام سے کٹنے کی طرح کوئی بھی یاں ہے
سن کر یہ لگے کہنے کہ خاموش ہی رہ جا	اس امر میں قاصر تو فرشتے کی زباں ہے
کیا کیا میں بتاؤں کہ زمانے کی کئی شکل	ہے وجہ معاش اپنی سو جس کا یہ بیاں ہے

گھوڑا لے اگر نوکری کرتے ہین کسو کی — تنخواہ کا پھر عالم بالا پہ نشان ہے
گذرے ہے سدا یون علف و دانہ کی خاطر — شمشیر جو گھر مین تو سپر بنیئے کے یان ہے
ثابت ہو جو دکلا تو نہین موزون مین کچھ حال — تیرون مین ہو پر گیر تو بے چلہ کمان ہے
کہتا ہے نفر غرّے کو صرّاف سے جا کر — بی بی نے تو کچھ کھایا ہے فاقے سے میان ہے
یہ سن کے دیا کچھ تو ہوئی عید و گر نہ — شوال بھی پھر ماہ مبارک رمضان ہے
اس رنج سے جب چڑھ گئے چھتیس تھپنے — تنخواہ کا پھر پٹتا اس شکل سے یان ہے
لیتے ہین بایں روسیہی وہ تو دو ماہہ — ٹک دھونس دھڑلے کی جنھین تاب و توان ہے

سر جمیس کریگ صاحب جو سپہ سالار انگریزی سپاہ کے مُلک اودھ مین تھے وہ گورنر جنرل کو لکھتے ہین کہ نواب سعادت علی خان کی سپاہ کا عدم و وجود برابر ہے نواب کی کفایت شعاری اور کنجوسی نے سپاہ کی صورت منحوس بنا رکھی ہے نہ اُسکے پاس ہتھیار ہین نہ وردی ہے نہ کوئی توپ ہے جب ایک موقع پر مین نے نواب سے وردی اور ہتھیار اور توپین سپاہ کے لیے مانگین تو نواب نے کہا کہ میرے پاس یہ سب چیزین فقط اتنی ہین کہ جو سپاہ میری اردلی مین رہتی ہے اُسی کے لیے کافی ہین اور زیادہ نہین جو بھیجون غرض نواب کی سپاہ بالکل نکمّی ہے مجھے خوف ہے کہ اگر اس تبہ مزاج سپاہ کا پہلے سے علاج نہ ہوگا تو اُس کی سیہ کاری کا مرض مضرت رسان ہو جائے گا مین اگر کہین جاؤن اور اس سپاہ کو پیچھے چھوڑ جاؤن تو مجھے اُس سے ایسا ہی خوف معلوم ہوتا ہے جیسا کوئی قلعہ دشمن کے پاس چھوڑ دینے سے خطر ہوتا ہے پس جب ملک کی رعایا اور سپاہ کا یہ حال ہو کہ ایک والی ملک کی جان کو رو رہی ہو اور دوسری اُسکے خون کی پیاسی ہو اور پھر اُس پر زمان شاہ کے حملے کا اندیشہ ہو جو دلّی کے بادشاہ کو

بحال کرکے مسلمانون کی سلطنت جمانے کا ہندوستان مین دل سے ارادہ رکھتا ہو مرہٹون کے ایفاے وعدہ کا اعتبار نہو۔ رہ ہیلے لغلی دشمن موجود ہوں پھر کیا ایسے حال میں گورنر جنرل مارکیاد کے شادیانے بجاتے کہ شمال ومغرب میں بالکل امن و امان ہے کیوں اودھ میں افزایش سپاہ کیجئے۔

اس وقت لارڈ ولزلی نے خیال نہیں کیا کہ چند روزہ کی تعریف اور ستایش کے لیے اپنی راست بینی اور دریادلی سے ہاتھ اُٹھائیں اور اپنے مقاصد اعظم کو حاصل کرنے سے باز رہیں وہ یہ سمجھے تھے کہ نواب اودھ کے معاملات مین اس دخل اندازی سے ضرور متعصب ناعاقبت اندیش نامعاملہ فہم اُن کی تذلیل کے درپے ہون گے لعنت ملامت کا حل مچائیں گے مگر وہ ایسے بے سرے راگون پر کب کان لگاتے تھے اس کی نظر عالی ان مقاصد اقصلی پر تھی کہ ہندوستان میں امن وامان رہے برٹش گورنمنٹ سلامت رہے انکی قوم اور ملک کا نام آفتاب کی طرح روشن ہو۔ اس اپنے استقلال سے وہ جانتے تھے کہ اودھ کا نواب بحال ہوگا اور اُس کی رعایا دولت امن سے مالامال ہوگی گو اسوقت غیظ وغضب کے سبب سے اسکو یہ سودمند امر نظر نہیں آتا تھوڑے دنون کے بعد وہ یہ دم بھرنے لگے گا ع دردم از یار است درمان نیز ہم

خلاصہ یہ ہے کہ یہ عالی ہمت والا نعمت اپنے عزم مین مستقل تھا اور کسی مشکل اور دقت سے جو اسکو پیش آتی نہیں ڈرتا تھا۔

محققین کی رائے اس کے خلاف میں سُنیے وہ یہ کہتے ہین کہ لارڈ ولزلی نے جیسی انوکھی بات اسوقت نواب سعادت علی خان کو اپنے خط مورخہ ۵۔ نومبر ۱۷۹۹ء میں لکھی ہے ویسی کمتر انسان کے منھ سے نکلا کرتی ہے اسکے یہ معنی تھے کہ امن وامان کی حالت میں

بھی سپاہ کے وہی کارخانے اور خرچ رہین جو لڑائی کے وقت مین ہوتے ہین عمدہ گورنمنٹ کے اصول مین یہ امر داخل ہے کہ امن کے وقت سپاہ کے تمام صیغون کا خرچ جس قدر ممکن ہے کم کیا جائے خراب گورنمنٹ کا اصول اس کے برعکس ہے۔ اُس مین سپاہ کا خرچ امن کے وقت مین بھی وہی ہوتا ہے جو نہایت اشد ضرورت جنگ کے زمانے مین ہوتا ہے ملک اودھ کا حال ایسا نہ تھا کہ اُس مین امن کے وقت مین سپاہ کا وہ خرچ رکھا جاتا جو جنگ کے وقت مین ضرور تھا اُسکی آدھی سرحد تو سرکار کمپنی کے ملک سے ملحق تھی اُسپر تو کوئی حملے کا گمان اور اندیشہ ہی نہ تھا دوسرے آدھی طرف زمان شاہ کے حملے کا خوف اُسوقت ہوتا کہ وہ تمام درمیانی سلطنتون کو فتح کر کے طے کر لیتا اُسکے لیے تو ہنوز دلی دور تھی۔ رہے مرہٹے وہ آپس کے نفاق کی بلاؤن مین مبتلا تھے اُن کو اپنی جان بچانی مشکل پڑی تھی اور کس کی خبر لیتے۔ پس افغانون کے حملون کے خوف سے ملک اودھ مین سپاہ کے اُن کارخانون کا قائم کرنا جو جنگ کے وقت ہوتے ہین ایسا بیہودہ کام تھا جیسے انگلستان مین ترکون کے خوف سے یہ کام کیا جائے غرض زمان شاہ کا دھڑکا نواب سعادت علی خان کو دینا ایسا تھا جیسے کوئی بچے کو ہوّے سے ڈراتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ محققین کے ایک گروہ کے نزدیک یہ امر پیش از مرگ واویلا تھا دوسرونکے نزدیک علاج واقعہ پیش از وقوع باید کرد پر عمل تھا۔

نواب کا ترک سلطنت کا وعدہ کرنا اور پھر اُسکو پورا نکرنا

نواب سعادت علی خان سرکار کمپنی کے مقاصد اصلی پر پہونچ گئے تھے وہ یہ

چاہتے تھے کہ اُس کا مطلب یہ ہے کہ میری فوج کو بالکل تباہ و برباد کر دے اور ملک کی حالت ایسی سیاہ کے حوالے کرے غرض اُن کا دل سلطنت سے ایسا اُٹھ گیا تھا کہ وہ رزیڈنٹ سے اشاروں اور کنایوں میں ایسی باتیں کیا کرتے تھے کہ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ سلطنت کے کام سے برداشتہ خاطر ہیں اور اُس کے چھوڑنے کا قصد ہے باتیں تو اُن کی ایسی تھیں مگر کام اُن کے ایسے تھے کہ جس سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ ہمیشہ لکھنؤ میں رہنا چاہتے تھے۔ تعمیر عمارت کی تیاریاں تو ایں سلطنت کے بڑے بڑے منصوبے امور حاکمی کا نہایت انتظام آخر دل کی بات نہ چھپ سکی اور ایک روز رزیڈنٹ کے سامنے زبان پر آہی گئی کہ "نہ میں رعایا سے خوش ہوں اور نہ رعایا مجھ سے۔ سپاہ میری نہ وفادار ہے نہ فرمابردار رعایا و سپاہ دونوں سرکش و فساد اندیش اس لیے مجھے سلطنت سے نفرت ہے میں اس بار سلطنت کو سر پر نہیں اُٹھا سکتا اور خلق جو ودیعت الٰہی ہے اُس کی خبرگیری اچھی طرح نہیں کر سکتا میں تو سلطنت چھوڑتا ہوں اور مجھے اِس کا یقین ہے کہ سرکار انگلشیہ میرے بیٹے کو میرا جانشین کرے گی جس سے میرا نام آیندہ باقی رہے گا اور میرے عزیزوں و بیگاموں کا وظیفہ بھی کر دے گی جس سے اُن کا گزارہ اچھی طرح ہو سکے گا میرے پاس جو کچھ سرمایہ ہے وہ زندگی بسر کرنے کے لیے کافی ہے میں اُسے ساتھ لیجاؤں گا"۔ جب رزیڈنٹ نے یہ باتیں سُنیں تو اُن سے کہا کہ آپ لیے اس منصوبے کو گورنر جنرل کے پاس لکھ کر بھجدیں اُس پر نواب نے فرمایا کہ آپ ہی یہ تکلیف کریں مجھے کسی اور پر اعتبار نہیں کہ میں اپنے راز کی باتیں اُس سے کہوں۔ غرض رزیڈنٹ نے یہ تمام احوال اور گفتگوئیں جو ہوئی تھیں قلمبند کر کے گورنر کے پاس بھجدیں اور اُس پر یہ حاشیے بھی چڑھا دیے کہ نواب کے بیٹے بہت ہیں مگر سب حرامی حرامے کا حال یہ ہے کہ نواب حزانۂ عامرہ سے

روپیہ اپنی محلسرا سے مین لے گئے ہین آصف الدولہ کے قرض مین آدھی بھی نہین دی ہے ملازمان سرکار کی تنخواہین چڑھی ہوئی ہین پنشن دارون کی پنشن کا بہت روپیہ دینا ہے نواب اُس مین سے کسی کو پھوٹی کوڑی نہین دینگے - نواب نے اس وقت تک سات کروڑ روپے جمع کیے تھے - گورنر جنرل نے ۱۶ - دسمبر ۱۷۹۹ء کو اس کا لمبا چوڑا جواب لکھا کہ "مین نواب کو ترک سلطنت و عزلت نشینی کی اجازت دیتا ہون بشرطیکہ وہ سرکار کمپنی کی عملداری مین ہمیشہ سکونت اختیار کرین اور سلطنت اودھ کو ہمیشہ کے لیے سرکار کمپنی کے حوالے کرین مگر یہ اجازت نہین دیتا ہون کہ وہ اُس خزانۂ عامرہ کو ساتھ لیجائین جو مصارف سلطنت کے واسطے جمع ہوا ہے" گورنر جنرل نے خیال کیا کہ نواب کی عزلت نشینی سے جب ہی بہت سے فائدے حاصل ہو سکتے ہین کہ وہ بالکل اپنے ملک کو سرکار انگریزی کے حوالے کر دین ورنہ کوئی اُن کا جانشین مقرر ہو گا تو وہی بات رہے گی - "خرہمان خرست اما پالان دیگرست" جب نواب کے پاس گورنر جنرل کا یہ جواب آیا تو اُنھون نے کہا کہ مین سلطنت سے اس لیے دست بردار ہوتا تھا کہ میرا بیٹا سلطنت کرے نہ یہ کہ سرکار کمپنی میری جانشین ہو - نواب نے کہا کہ آبائی سلطنت سو برس کے عرصے سے چلی آتی ہے اگر مین اُس کو گورنر جنرل کی مرضی کے موافق ترک کرتا ہون تو ساری دنیا مین میرا منھ کالا ہو گا کہ اپنے آرام و راحت کے لیے سلطنت کو کھو دیا اور باپ دادا کا نام ڈبو دیا اولاد کو سلطنت سے محروم کر دیا اس لیے اب مین نے ترک سلطنت کا عزم ترک کیا جب نواب کے اس ارادے سے کرنیل سکوٹ نے لارڈ ولزلی کو اطلاع دی تو وہ بہت غیظ و غضب مین ہوئے اور اُنھون نے ۲۷ - دسمبر کو رزیڈنٹ کو لکھوایا کہ مین نواب کی اس دورنگی اور مکاری سے نہایت ناراض ہوا -

یہ الزام لگانا بھی ستم تھا اس میں دورنگی اور مکاری کیا تھی انکا ترک سلطنت ہونا اپنے بیٹے کی جانشینی پر موعود تھا جب یہ نہوا تو وہ بھی نہوا۔

گورنر جنرل کا نواب کے ملک مین اُنکی مرضی کے بغیر سپاہ انگریزی کو بڑھا دینا اور نواب کے دلائل کو گستاخی بتلانا نواب کی کچھ سپاہ کا موقوف ہونا

رزیڈنٹ کے پاس یہ حکم لارڈ ولزلی کا آگیا تھا کہ وہ کان پور سے فلان فلان سپاہ بُلاکر جہاں مناسب سمجھے نواب کے ملک مین بھیجدے اور نواب کو اطلاع دیدے اسکی جلدی اس سبب سے پڑی تھی کہ فوج کے سفر کا موسم نکلا جاتا تھا اس ترک سلطنت منصوبے کو ترک کردینے کے سبب سے نواب کو اطلاع دی گئی کہ جس قدر سپاہ کی افزائش منظور تھی اُس کا پہلا ڈویزن (غول) نواب کی عملداری میں داخل ہونے کو ہے۔جہاں حکم ہو بھیجا جائے۔ نواب نے کہا کہ سفر سپاہ میں چندے توقف فرمایئے کہ میں اپنی درخواستوں کو لکھکر پیش کرون اس پر رزیڈنٹ نے جواب دیا کہ سفر سپاہ میں التوا ناممکن ہے تمام اسکے وجوہات حضور کے گوش گزار ہو چکے ہیں اسکا جواب نواب نے دیا میں نے افزائش سپاہ کو کبھی منظور نہین کیا اگر میری منظوری کی ضرورت نہیں تو مجھ سے اس بات میں صلاح و مشورت عبث ہے پھر اس کا جواب رزیڈنٹ نے کچھ نہین دیا اور باتیں ہونے لگین۔

۱۵۔جنوری ۱۸۰۰ء کو نواب نے رزیڈنٹ کو لکھا کہ میرے اور گورنر جنرل کے درمیان

جو تحریرات ہوئی ہین اُن مین مین نے کبھی یہ نہین لکھا کہ افزائش سپاہ مجھے منظور ہے مگر گورنر جنرل کے خط سے یہ امر ظاہر ہے کہ اُنھون نے مجھے لکھا تھا کہ اُسوقت تک افزائش سپاہ کا انتظام نہین کیا جائیگا جبتک کہ اُسکے خرچ کے واسطے میری سپاہ کے موقوف کرنے سے روپیہ کا انصرام نہوگا ابھی میری فوج بدستور نوکر ہے موقوف نہین ہوئی انگریزی سپاہ میرے مُلک مین آموجود ہوئی اُس کا خرچ کس کے گھر سے دیا جائے گا سر دست کوئی اُسکے واسطے سامان نہین سپاہ کا موقوف کرنا کوئی لڑکون کا کھیل نہین سیکڑون خطرے اُس مین ہوتے ہین ہزارون آدمی بیکار ہون گے سیکڑون مفسدہ پردازی پر آمادہ ہونگے بہت سے بیچارے بیٹھ کر پیٹ کو روئین گے مگر مجھکو تو سب سے زیادہ گورنر جنرل کی ناراضی کا خوف ہے فقط اُنکی خوشی کے لیے اُنکی تجویز کو قبول کرتا ہون قہر درویش برجان درویش اب مین اُن شرائط کو بیان کرتا ہون جو اس افزائش سپاہ کے باب مین عہدنامے مین مرقوم ہون۔ اول شرط یہ ہے کہ افزائش سپاہ ایسی کبھی نہین کیجائے گی کہ نواب اُسکے خرچ کا بار نہ اُٹھا سکے۔ دوم سپاہ زائد کا ایک ڈویژن ہوگا اور وہ ایک جگہہ وہان رہے گا جہان زمان شاہ اور دشمنونکے حملے کو روک سکے گا اور فقط اُس کا یہی کام ہوگا۔ سوم افسران سپاہ کو اختیار نہوگا کہ تحصیل محصول مین دست اندازی کرین اور کچھ اور چھوٹی چھوٹی باتین لکھ کر یہ مستمندانہ فقرہ لکھا کہ مجھے سرکار دولتمدار کے لطف و کرم سے یہ امید ہے کہ اس دفعہ تو مین نے گورنر جنرل کی ناراضی کے اندیشے سے اس سپاہ کے داخل ہونے کو قبول کرلیا ہے مگر آیندہ مجھے اور زیادہ تکلیف ایسی تدابیر سے نہ دیجائیگی۔

۱۵۔ جنوری کو ایک مراسلہ نواب نے گورنر جنرل کے پاس بھیجا جس کے آغاز مین اپنے خاندان کی قدامت کا بیان کیا اور سرکار سے جو روابط و اتحاد تھے اُس کا حال مشرح لکھا

اور پھر یہ تحریر کیا کہ اس زمانے میں جو سرکار دولتمدار نے تجویزیں فرمائی ہیں وہ پہلے
کبھی نہیں ہوئیں دنیا کا یہ دستور قدیم سے چلا آتا ہے کہ بڑے چھوٹوں کی دستگیری کرتے ہیں
جب بڑے شہنشاہ چھوٹے رئیسوں اور امیروں کے سر پر ہاتھ دھرتے ہیں تو انکی اعانت
میں سپاہ اور خزانے سے امداد کرنے میں کسی طرح کا دریغ نہیں فرماتے ہیں اس لیے مجھے سرکار
دولتمدار کے لطف و کرم سے یہ توقع ہے کہ میں اس امر پر مجبور نہ کیا جاؤں کہ اپنی سپاہ کو
موقوف کروں اور ہزاروں آدمیوں کو بھوکا ماروں اور اس سے طرح طرح کے خطروں میں پڑوں
اور سرکار کی سپاہ کو پھیلاؤں جس سے رعایا کی نظروں میں میرا رعب وداب نہ ہے مجھے
یقین ہے کہ گورنر جنرل کا منشا ہرگز یہ نہ ہوگا کہ میں ذلیل و خوار ہو جاؤں یہاں تک
تو یہ نیازمندی کی باتیں تھیں آگے تدابیر سند کے علاوہ یہ دلائل بیان کیں کہ عہدنامہ
کی دوسری دفعہ سے حضور کی رائے پر روشن ہوگا کہ میں جب مسند ریاست پر بیٹھا تھا
تو اس سلطنت کی حفاظت کے واسطے جس قدر سپاہ پہلے زمانے میں رہتی تھی اُس سے
بہت زیادہ اُسوقت موجود تھی میں نے اُسکے خرچ ادا کرنے کا اقرار کیا مگر کہیں اُس میں
یہ نہیں لکھا کہ بعد ایک عرصے کے اضافہ سپاہ مستقل طور سے کیا جائے گا اور اُس کا خرچ
میرے ذمے مقرر ہوگا پس شرط سے انحراف کرنا نے ضرور معلوم ہوتا ہے عہدنامے
کی ساتویں دفعہ کے ملاحظے سے حضور پر واضح ہوگا کہ اضافہ سپاہ کا اختیار سرکار کو بے ضرورت
نہیں ہے اور ضرورت کی حالت میں حسب حال ضرورت اور وہ بھی مستقل نہیں بلکہ تا ضرورت
پھر دفعہ ۱۷ کو دیکھئے کہ دونوں سرکاروں میں کام صدق دلی اور موافقت سے کیا جائیگا
اور مجھے بالکل اختیار اپنے امور خانگی میں انتظام ملکی ہیں اپنے موروثی ملک کی سلطنت
میں سپاہ پر رعایا پر اِن سب پر ہوگا - پس جب میری فوج موقوف کر دیگی تو میں پوچھتا ہوں

کہ میری سلطنت اور حکومت کہان رہی بے سپاہ نہ امور خانگی مین کچھ کرسکتا ہون نہ رعایا پر رُعب و داب بٹھا سکتا ہون نہ آبائی سلطنت پر حکومت کرسکتا ہون کسی کام کا نہین رہتا ہون اس لیے سرکار دولتمدار کی شاہانہ عنایت اور رافت کا اُمیدوار یہ خاکسار بیمقدار ہے کہ جو تدابیر تجویز کی گئی ہین وہ سب موقوف کیجائین۔

موجبات شکایت کا جواب دینا تو مشکل تھا مگر محکوم حاکم کی لڑائی تھی محکوم کا کب یہ منصب تھا کہ وہ یہ کہے کہ یہ ہو اور وہ نہو زبردست کا بس زبردست پر کیا استدلال سے چل سکتا ہے اُسوقت لارڈ ولزلی اور ہی چال چلے اُنھون نے اس خط کو دیکھکر کہا کہ یہ تحریر گستاخانہ قابل جواب نہین اور سکرٹری سے رزیڈنٹ کو لکھوایا کہ تمھاری چھٹی کے ساتھ جو نواب کا خط بجواب چھٹی گورنر جنرل مورخہ ۵- نومبر کے آیا تھا وہ واپس بھیجا جاتا ہے تم نواب کو وہ دیدو اور ہماری طرف سے نواب کو یہ سُنادو کہ اُس سرکاری تحریر کے جواب مین جسپر گورنر جنرل کی مُہر ثبت ہو جو نواب نے اس دفعہ طرز اختیار کی ہے وہ نہایت گستاخانہ اور بیباکانہ ہے سلطنت انگلشیہ کا ادب و تعظیم جو اُنپر واجب ہے اُس سے اُنھون نے باہر قدم رکھا ہے اس لیے اس خط کی تحریر جواب پر گورنر جنرل کچھ توجہ نہین فرماتے ہین بلکہ اپنی چھٹی مورخہ ۵- نومبر کا جواب مانگتے ہین اگر ابکی دفعہ نواب نے سرکار انگلشیہ کی عہد شکنی کے اظہار کے واسطے وہی پوچ براہین پیش کین اور وہی خط کی طرز تحریر اختیار کی تو سرکار کو اس گستاخی کی خبرگیری کرنی پڑے گی- غرض اس چھٹی کا ترجمہ رزیڈنٹ نے فارسی مین نواب کو سنوا دیا بعد اسکے بحثین ہوتی رہین آخر کار نواب نے مجبور ہوکر فروری ۱۸۰۰ء مین اپنی سپاہ کا ایک حصہ موقوف کردیا تاکہ سرکار کمپنی کی سپاہ کا خرچ اُسکی تنخواہ سے نکل آئے یہ فوج ضرور دنگا و فساد مچاتی مگر رزیڈنٹ نے اُسکی چڑھی ہوئی تنخواہ دلاکر چڑھائی سے باز رکھا اور فساد نہ برپا ہونے دیا-

گورنر کا نواب کو تخت سلطنت سے محروم کرنے کی دھمکی دینا اور اودھ کا بہت سا ملک کاٹ کر سرکار کمپنی کی عملداری میں داخل کر لینا

نومبر ۱۸۰۱ء میں نواب سے پھر درخواست کی گئی کہ سپاہ جس قدر اور زیادہ ملک کے رہنے کے لیے تجویز کی گئی تھی اور اُسکے ایک حصّے کے لیے تو انتظام ہو گیا اب دوسرے حصّے کے لیے اور خرچ کی تجویز کیجئے نواب نے عذر کیا کہ بڑی مشکل سے ملک کی آمدنی وصول ہوتی ہے میں روپیہ دینے کا عہد و پیمان جب تک نہیں کر سکتا کہ اپنے میں قابلیت اُس کے بہم پہونچانے اور ادا کرنے کی نہ دیکھوں اگر بغیر سوچ بچار کے اقرار خرچ کا کر دونگا اور اُس کا انصرام نہ کر سکوں گا تو پھر عہد شکنی کا مجرم ٹھہرونگا ایسے حراجی شکر لے کی معرفت تمام ملک کی آمدنی کا حساب مرتب کرا کے گورنر جنرل کے پاس ریزیڈنٹ کی معرفت بھیجدیا اس حساب کو گورنر جنرل نے ملاحظہ فرما کر لکھا کہ اگر ایسا ہی ہولناک زمانہ آنیوالا ہے کہ جس میں نواب اپنے اقراروں کو گورنمنٹ کے ساتھ ایفا نہیں کر سکتے تو رئیس گورنمنٹ پر یہ واجب ہوا کہ نواب کی خود اصلاح مقاصد اور فلاح آثار کے لیے اور سرکار کمپنی کے منفعت اور فائدے کی خاطر ملک میں ایسی مداخلت کرے کہ جس سے نواب کی سلطنت کے مخارج آمدنی کی نوبت اس حد تک نہ پہونچے کہ اُس سے نہ نواب کا کام چلے نہ سرکار کا اودھ جیسے سرسبز و شاداب ملک میں جو ویرانی اور بربادی پھیلی ہے وہ صرف نواب کی بدنظمی و نقص تدبیر کے سبب سے ہے اُس پر کوئی آفت ارضی و سماوی ایسی نہیں واقع ہوئی کہ جس سے ملک ویران ہو اُسکے برابر کے ملک سارے آباد اور خوشحال ہیں غرض مدتوں سے نواب کو فہمائش ہو رہی ہے کہ وہ اپنے ملک کا انتظام کریں اور رعایا پر متوجہ ہوں مگر سلطے بیدو

نصائح نقش برآب وگرہ درہوا ہین۔ آخر کار مُلک کی بربادی وویرانی کی وہ نوبت پہونچ جائیگی کہ زرموعود بھی سرکار کمپنی کا ادا نہو سکے گا اس لیے بہتر ہوگا کہ اس سراسر ظلم کی بھری ہوئی حکومت اور زہر کی بُجھی ہوئی سلطنت کی قائم مقام وہ گورنمنٹ قائم ہو جس سے رفاہ حال رعایا آسودگی برایا مُلک کی سرسبزی اور شادابی۔ نام وناموس جان ومال رعیت کی نگہبانی اور فضل وہنر کی کامرانی تجارت وزراعت کی ترقی غرض تمام اسباب خوشحالی خلق مہیا ہو جائین۔ تاکہ سپاہ فرمانبردار اور رعایا خیرخواہ ہو جائے۔ یہ سب باتین ممکن نہین کہ کسی اور طرح حاصل ہون جب تک کہ نواب سارے مُلک کا انتظام مالی ومُلکی اور جنگی سرکار کمپنی کو نہ دیدین اور خود سلطنت سے دست بردار نہون اُن کے واسطے اور تمام اُنکے دوست آشنا خویش وبیگانون کے واسطے وظیفے معقول مقرر ہو جائین گے صرف یہی تدبیر ہے کہ جو مُلک اودھ کو نہال اور رعایا کو مالا مال کرے گی ورنہ وہ کسی طور سے آفات اور مصائب کی لکدکوب سے نہین بچ سکتا۔ لارڈ ولزلی نے اس پر عمل کیا کہ "بمرگش گیر تا بہ تپ راضی شود" رزیڈنٹ کو لکھا کہ اس امر کو وہ مصالحت سے طے کرے اور اگر نواب اس مصالحت کا معاہدہ نکرین تو پھر نواب سے نہایت ادب کے ساتھ وہ یہ عرض کرے کہ پہلی اور حال کی سپاہ زائد یعنی کل سپاہ کے خرچ کے واسطے کوئی ایسا مخزن مقرر کر دین کہ جس سے زرموعود عین وقت پر وصول ہو جایا کرے اور اس مین کچھ خلل نہ آیا کرے اسکے واسطے یہ تدبیر بتلائی کہ وہ اپنے مُلک کا حصّہ ہمیشہ کے لیے سرکار کو دیدین کہ اُس سے تمام سپاہ کا خرچ چل جائے۔ جو مُلک تفویض کرنے کے لیے تجویز ہوا تھا وہ اضلاع دوآب وروہیلکھنڈ مع اضلاع علی گڈھ وگورکھپور تھے اس تفویض سے نواب کا مُلک امن کا گنبد ہو جاتا تین طرف سے

اُسکی حفاظت سرکار کمپنی کی عملداری کرتی اور اُن اطراف سے غیر ریاستوں کے حملے کا خوف نواب صاحب کو نہ رہتا اور سرکار کمپنی کو یہ کھٹکا جاتا رہتا کہ کہیں نواب اور غیر ریاستوں سے سازش نکرے۔ انھیں دنوں مین لارڈ ولزلی نے ایک خط نواب سعادت علی خاں کو لکھا کہ جب سے تم مسند ریاست پر بیٹھے ہو تو مین اپنے اوپر یہ فرض سمجھتا ہوں کہ موافق اُن اصول کے جو ہماری گورنمنٹ نے نہایت استقلال سے اختیار کیے ہیں وہ کام کروں جو میں نے آپ کو پہلے خطوں میں لکھے ہیں یہ سارے کام مقتضا اس سب سے بھی کرنے پڑے کہ آپ اپنے ملک کی بدنظمی کو روک نہیں سکتے اور نہ انتظام کرسکتے ہیں نہ بیچاری رعایا کے جان و مال کی حفاظت کرسکتے ہین۔ غرض یہ اصول گورنر جنرل نے قائم رکھا کہ جو فرمانروا اپنی سلطنت کا انتظام نکرسکے اور رعایا اُس کی بدخواہ اور ناراض ہو وہ تو ترک سلطنت کرے یا وہ اپنی سلطنت کے کاموں سے بحکم معزول کیا جائے سرجان شور کے عہدنامے کے موافق خرچ سپاہ نواب سعادت علی خاں سے ۷۶ لاکھ روپیہ سالانہ ٹھہرا تھا اور اب اس افزائش سپاہ کا خرچ ۵۴۱۲۹۹۹ روپیہ سالانہ ہوا یہ دونوں مل کر ۱۳۰۱۲۹۹۹ روپیہ ہوا اس لیے نواب سے درخواست کی گئی کہ جس ملک کی آمدنی اس قدر روپے کی اس ویرانی کی حالت میں سوائے خرچ تحصیل مالگزاری کے ہو ہمیشہ کے لیے سرکار کمپنی کو دیدیا جائے جب اول درخواست کُل ملک کے حوالے کرنے کی نواب کے سامنے پیش ہوئی تو اُس پر ریذیڈنٹ سے اُنھوں نے بڑے بڑے مباحثے کیے اور تحریر دن کے بلے مارسکے بلے مار لکھے نواب نے کہا کہ مجھے تعجب ہے کہ پہلے نوابوں کے عہد میں زرموعودکی اقساط تحت یہ میں ادا کی گئیں اور میں نے کبھی ادائے زر قسط میں ایک لمحہ کا توقف نہیں کیا ایک کوڑی میرے ذمے

باقی نہین لیکن مجھسے وہ درخواست کیجاتی ہے جو پہلے کسی نواب سے نہین ہوئی بھلا مین کیسے آبائی سلطنت اپنی چھوڑکر خود ترک سلطنت کرون مین ایسی درخواست کو ہرگز نہ مانونگا۔ سرکار نے سپاہ کے خرچ کے لیے جو ملک دیدینے مین یہ عذر پیش کیے ہین سنے کون سی قسط ادا نہین کی کہ جس کے عوض مین اپنا ملک دیدون مجھے خود اُمید ہے کہ اپنے نظم ونسق سے ملک کو سرسبز وشاداب کرون گا اگر ملک دیدونگا تو میری ساری امیدین منقطع ہوجائینگی اور میرا بڑا نقصان ہوگا اور نہ مین اپنے ملک کا حصہ دیسکتا ہون ان باتون کا جواب گورنرجنرل نے بھی ۵۔ اپریل ۱۸۰۱ء کو رزیڈنٹ کو لکھا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ نواب نے میری دونون درخواستون کو نامنظور کیا نہایت افسوس کا مقام ہے۔ مگر آپ سے صاف صاف کہے دیتا ہون کہ میرا اب یہ عزم مصمم ہے کہ ملک اودھ کو زیادہ برباد ہونے دون اور بندگان خدا پر رحم کرون جو ملک کی ویرانی اور اُس کی کمی کا حال ہوتا جاتا ہے وہ سب نواب پر روشن ہے اور وہ خود اس کے مقر ہین اس ملک کے لینے مین سرکار کمپنی کی سپاہ کے خرچ کی پوری کفالت ہوتی ہے اور ملک کی بھی بہبودی۔ غرضکہ گورنرجنرل نے اصلاح گورنمنٹ کا اصول یہ قائم کیا کہ جو گورنمنٹ پرلے درجے کی خراب ہو اُس کا علاج یہی ہے کہ وہ بالکل نیست ونابود ہوجائے جس عضو کی صحت کی امید نہو اُس کا کاٹ ڈالنا ہی اُس کی شفا ہے حالت ردی مین اُس کی ناحق مرہم پٹی کرنا مرض اور تکلیف کو بڑھانا ہے۔ نواب کو اُنھون نے سمجھایا کہ جب اصلاح اختیار مین نہین ہے تو وہ اورون کو کیون نہین اختیار دیدیتے کہ اصلاح کرین وہی مثل ہوئی کہ "نہ خود خورد نہ بکس دہد گندہ کند بہ سگ دہد" نواب کا کلیجا اس معاملے مین تقریر و تحریر سے پک گیا تو مجبور ہو کر اُنھون نے کہا کہ مجھے کربلا کی زیارت کی

اجازت ہو اور میرا بیٹا میرا نائب میری عیبت میں مقرر ہو جو کام ہونے والے ہیں وہ میری عیبت میں ہوں ایسی آنکھوں کے سامنے یہ ملک دینے کی بلا نہیں دیکھی جائے گی میں نہ سرکار کمپنی سے لڑسکتا ہوں نہ مقابلہ کرسکتا ہوں جو وہ چاہے کرے ملک اور خزانہ سب حاضر ہے عرض یہاں عذر و بیار کے لباس میں انکار تھا وہاں ستاہا عتاب و مار میں اسی بات پر اصرار تھا۔ لارڈ ولزلی نے ایسی تحریرات کے اندر حقیقت میں سلطنت انگلستان کی سطوت وصولت کو دکھایا جو اس کام کے لیے سزاوار تھی کہ انھوں نے جو اتنی حجتیں کیں تھا اس لیے کہ انکو یہ منظور تھا کہ یہ امر ظاہر ہو کہ جبر و قہر سے ملک نہیں لیا جاتا ہے وہ دل سے چاہتے تھے کہ نواب اپنا ملک دیدیں سانپ مرجائے لاٹھی نہ ٹوٹے اس لیے انھوں نے اپنے بھائی ہنری ولزلی کو اپنا پرائیویٹ سکرٹری بناکر نواب سعادت علی خاں کے پاس بھیجا کہ شاید میرا بھائی نواب کی ہٹ کو دور کردے ۳۔ دسمبر ۱۸۰۱ء کو وہ لکھنؤ میں آگئے اور ۶۔ کو نواب کو سمجھایا کہ یہ آپکی غلطی ہے کہ آپ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر میں ملک دیدوں گا تو میں تخت سے محروم ہو جاؤنگا اور میری سلطنت کالعدم ہو جائیگی بلکہ برخلاف اسکے اس سے آپکی اولاد کے لیے تخت سلطنت زیادہ استقلال کے ساتھ برقرار ہو جائے گا وہی اعزاز و اکرام شاہانہ آپ کا باقی رہے گا اس میں کچھ فرق نہیں آئیگا کوئی آپ کو تخت سلطنت سے محروم نہیں کرنا نواب نے اس کا جواب صاف نہ دیا ۱۹۔ دسمبر کو گورنر جنرل نے ریذیڈنٹ کو یہ ہدایتیں لکھیں کہ اگر نواب کو دونوں درخواستوں میں سے ایک کے بھی منظور کرنے میں اصرار چلا جائے تو تم تمام ملک میں اپنا بندوبست کرلو اور یہ اسکے ساتھ معمولی دلائل بھی بیان کردیں کہ بیشک نواب ان دونوں درخواستوں میں سے کسی ایک کو نہ قبول کرنیگے تو ملک اودھ میں عمدہ انتظام نہیں ہوگا اور سرکار کمپنی کی سلامتی ہوگی اس لیے

یہ امر فقط مناسب ہی نہین بلکہ فرض ہوگا کہ تمام سلطنت نواب سے لے لی جائے
انکے خوب کان اور دل کے کواڑ کھول کر سمجھادو کہ سرکار کمپنی نے ملک اودھ کے تمام مالی اور
ملکی انتظام لینے کا عزم مصمم کرلیا ہے پس اگر اپنی ہٹ سے نہ ہٹین تو اُنکی سپاہ کو معزول
کردو اور سارے ملک کے انتظام کی تدابیر کامل کرلو اور اُس پر قبضہ جمالو نواب نے اُسی روز
کہ یہ ہدایات رزیڈنٹ کو لکھی گئی تھین رزیڈنٹ کو لکھ بھیجا کہ مجھے دوسری درخواست حصۂ ملک
کے تفویض کرنے کی منظور ہے بشرطیکہ مجھے حج اور زیارت کربلا جانے کی اجازت ہو اور میرا بیٹا
میرا جانشین ہو وجہ اسکی یہ بیان کی کہ ملک کے دیدینے کے بعد میری غیرت کا یہ اقتضا
نہین ہے کہ یہان اپنے ہمسرون کو اپنا مُنھ دکھاؤن اگرچہ اس آخری شرط سے ایک
حرف سرکار کمپنی پر آتا تھا مگر بعد غور و تامل کے رزیڈنٹ اور ہنری ولزلی نے نواب کی اس
درخواست کو منظور کرلیا اور دستخط اپنے کرکے بھیجدیے - ۲۷ - کو پھر نواب نے لکھا کہ مجھے باقی
میرے ملک مین اختیار کلی دیا جائے اور کسی کو اُس مین دخل نہو اُس پر جواب دیا گیا
کہ اس معاملے مین پہلے بہت گفتگو ہوچکی ہے یہ ملک تو صرف سپاہ کے خرچ کے لیے
جُدا کیا گیا ہے برٹش گورنمنٹ کو تمھارے سارے ملک کی حفاظت کرنے کا اور اُس مین عمدہ
حکومت قائم کرنے کا استحقاق حاصل ہے اس پر نواب نے ۲۹ - کو اپنے خط مین لکھا کہ آپکی
اس تحریر سے مجھے معلوم ہوا کہ ملک دینے سے کچھ فائدہ نہین ہوا کیونکہ جو ملک باقی رہا اُس مین
بھی ساقط الاعتبار رہا غرض بعد بہت سی تکرار اور مباحثے کے ۱۰ - نومبر سنہ ۱۸۰۱ع مطابق ۲ -
رجب سنہ ۱۲۱۶ ہجری کو نواب نے عہدنامے پر جو پہلے سے مرتب تھا دستخط کردیے اور ۱۴ - نومبر کو
بنارس مین دریاے گنگا کے کنارے لارڈ ولزلی نے اُسکو اپنے نام سے مزین کیا اس عہدنامے
کے موافق سرکار کمپنی کو وہ ملک حاصل ہوا جسکی آمدنی سکۂ لکھنؤ سے ایک کروڑ پینتیس لاکھ

بارہ ہزار آٹھ سو اکہتر روپیہ بارہ آنہ تین پائی مع خرچۂ تحصیل کے تھی۔

تفصیل جمع

چکلہ کوڑہ و کڑا چکلۂ اٹاوہ	۵۵۴۸۵۷۶	روپیہ -	۱۱ آنہ -	۹ پائی
کھر وغیرہ	۵۲۳۳۷۷	روپیہ -		۶ پائی
فرح آباد وغیرہ	۴۵ ۱	روپیہ		
کھیر اگڈھ وغیرہ	۲۱ ۱	روپیہ		
اعظم گڈھ وغیرہ	۶۹۵۶۲۴	روپیہ	۷ آنہ -	۶ پائی
گورکھپور و ٹول	۵۴۹۸۵۴	روپیہ	۸ آنہ -	
صوبۂ الہ آباد وغیرہ	۹۳۴۳۶۳	روپیہ	۱۱ آنہ	۳ پائی
روہیلکھنڈ	۴۳۱۳۴۵۷	روپیہ	۱۱ آنہ	۳ پائی
نواب گنج کھلی وغیرہ	۱۱۹۲۴۲	روپیہ	۴ آنہ	
محال وغیرہ باستثنائے تعلقہ	۱۶۸۳۷۸	روپیہ	۴ آنہ	

اردل۔

نواب گنج کے پاس اس ملک کے نکل جانے کے بعد کروڑ روپے کا ملک باقی رہا جیسا کہ انگریزی تاریخوں میں ہے لیکن بعض کہتے ہیں کہ ایک کروڑ چھتیس لاکھ روپے کا ملک باقی رہا تھا جسقدر ملک ہاتھ سے گیا اُس میں وہ خراج بھی جو نواب فرح آباد نواب اودھ کو دیتا تھا دیدیا گیا۔ اور جو ملک باقی رہا اُسکی حفاظت ہوئی اور اُسکی نسبت عہدنامے میں لکھا گیا کہ آنر ایبل ایسٹ انڈیا کمپنی عہد واثق کرتی ہے کہ نواب سعادت علی خان اور اُن کے

جانشینون اور وارثون کو اُس قدر مُلک پر جو ایسٹ انڈیا کمپنی کو علاقہ سپرد کر دینے کے
بعد نواب کے پاس باقی رہے گا حکومت و سلطنت بلا مزاحمت کرنے دیگی۔ اور نواب کیطرف سے
یہ اقرار ہوا کہ وہ باقی ماندہ علاقے مین اپنے اہلکارون کے ذریعے سے ایسا انتظام کرینگے
جس سے رعایا کی بہبودی اور اُس کی جان و مال کی حفاظت متصور ہوگی اور نواب ہمیشہ
حسب ہدایت وصلاح افسران کمپنی کے کاربند ہونگے اور چونکہ یہ حصۂ ملک بعوض سالانہ
خرچ فوج اور تمام دوسرے اخراجات کے جو کمپنی کے نواب وزیر کے مُلک وغیرہ کی
حفاظت مین واقع ہوتے تھے دیا گیا اس لیے کمپنی نے اقرار کر لیا کہ ہمیشہ کے لیے وہ سالانہ
موقوف ہو گیا اب اگر ایسٹ انڈیا کمپنی کو اودھ اور اُسکے متعلقات کی حفاظت کے لیے فوج
اور بڑھانے کی ضرورت ہوگی تو ادائے اخراجات آیزاد فوج کا نواب سے مطالبہ نہ ہوگا اور
آیندہ جو خرچ کمپنی کا فوج کے جمع کرنے مین یا دشمن کا حملہ دفع کرنے یا توہم حملہ کے روکنے کے
لیے ہوگا یا اُس فوج کی بابت ہوگا جو ضرورت کے وقت سرکشی یا بدانتظامی مٹانے کے لیے
فراہم ہوگی یا جنگ یا کسی اور وجہ سے ہوگا تو اُس کا مطالبہ نواب کے خزانے سے نہوگا
اور ایک حصہ انگریزی فوج کا اور تھوڑا توپخانہ ہمیشہ نواب کی اردلی مین رہنا قرار پایا
مگر خرچ اس کا بھی کمپنی کے ذمے رہا نواب اس کے روپے سے بھی سبکدوش رکھے گئے
اور کمپنی نے یہ بھی وعدہ کیا کہ جو ملک نواب وزیر کے پاس باقی رہا ہے اُس کی حفاظت بیرونی
اور اندرونی دشمنون کے مقابلے مین وہ کریگی بشرطیکہ یہ امر گورنمنٹ انگریزی کے اختیار
مین رہے کہ جہان اسکو ضرورت معلوم ہو وہان اپنی فوج نواب وزیر کے علاقے مین رکھے
اور یہ بھی شرط کی گئی کہ نواب اپنی فوج کو کم کرکے پیادون کی چار پلٹنین اور ایک ایک پلٹن
نجیب اور میواتیون کی اور دو ہزار سوار اور تین سو گولہ انداز رکھین اور بموجب عہدنامہ

مذکور کے۔ یہی قرار پایا کہ دریائے گنگا اور ممالک مغربی کے دوسرے سرحدی دریاؤں میں جہاز رانی بلا مزاحمت ہوا کرے اور کوئی کشتی محصول طلب کرنے کے لیے نہ روکی جائے اور نہ اُس کشتی سے محصول طلب ہو جو فریقین معاہدے کے ملک میں اس نیت سے قیام کرے کہ وہاں اسباب وہاں نہ اُتارے گی مگر یہ اختیار دونوں سرکاروں کو رہا کہ اُس اسباب پر جو اُنکے ممالک میں آئے یا اُنکے ملک سے جائے محصول جسکی تعداد رواج اور شرح حال سے زیادہ ہو لیں۔ اور یہ بھی وعدہ ہوا کہ جو تیس نواب کے ملک میں فوج مقیم علاقہ سپرد شدہ کے صرف کے لیے خریدی جائیگی اُنکی نسبت دعویٰ مستحق ہونے کا نہیں کیا جائیگا اور اُسوقت میں یہی حسب مذکور کمپنی کے افسروں کو دیجائیگی۔

ایک شخص نے شعر ذیل سے اِس معاملے کی تاریخ نکالی ہے۔

خود بخود این دور دور نگی گرفت ملک نواب فرنگی گرفت

دیگر

شور صاحب لیس بلوریر علی کہ جلوسش بہ درخور تسلیم
سحاب یمین دولت دنگ داد ملک وریاست از تکریم
اریں چار سال حسب شرط لیک قسمت گرفت ملک بہ بیم
سال تاریخ یافت قرآنق کہ شدہ الماصعیہ تقسیم

گورنر جنرل نے ولایت کو یہ خبر بھیجی کہ مُلک پر قبضہ بغیر کسی فتنہ و فساد کے آسانی سے ہو گیا اور اُس سے یہ فوائد حاصل ہوئے کہ نواب کی سپاہ کی قوت بالکل جاتی رہی لشکر سرکاری جو ملک بنگال میں ہے اُس کا بہت سا خرچ سے حاصل شدہ ملک سے کم ہو گیا اور موعودہ دولت کے لیے لیا جاتا ہے اُسکے وصول ہوجانے میں آیندہ کچھ کھٹکا نہیں رہا

وہ ظلم وستم اور جور وجفا اور زیادتی وسختگیری جو رعایا پر ہو رہی تھی اور ملک مین سخت ابتری پڑ رہی تھی اُس سے نجات ہوئی۔ ملک کا وہ حصہ جو روے زمین پر اپنی زرخیزی مین جواب نہین رکھتا تھا اور وہ ایک ہندوستانی حکومت کے ظلم کے تو دون کے نیچے دبکر خاک مین ملا جاتا تھا پھر اُسکے بھلے دن آئے خزان کے دن گئے بہار کے دن آئے سرکار انگریزی کی پیشانی پر جو اس بدنامی کا دھبہ تھا مٹ گیا کہ اُسنے اس بدنظمی اور تباہی خلقت کے روکنے مین اپنی ہیبت اور صولت کو نہین دکھایا اور خدا کا ترس نہین آیا

تنبیہ لیکن یہان یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ہندوستان مین اُس وقت ایسی کئی ریاستین موجود تھین جنکی رعایا کی حالت اودھ کی رعایا کی حالت سے کچھ بہتر نہ تھی نہ اُن کا انتظام ہی یہان کے انتظام سے اچھا تھا مگر اُنکے حق مین یہ گل فشانیان اور کارروائیان نہ تھین کیونکہ وہ ایسے لوگونکے ماتحت تھین جن مین جنگی قابلیت تھی۔ اودھ کے فرمانرواؤن مین کئی باتین ایسی تھین کہ انگریز یا دوسرے کسی سمجھ کے اہل دل جو کچھ اُنکی نسبت لکھین کم ہے ایک تو وہ فوج کی طرف سے بالکل غافل تھے اسکی خبرگیری کی مطلق پروا نہین کرتے تھے **دوسرے** فوج کی کمان ایسے لوگون کے ہاتھون مین دیتے تھے جو سراسر اس کام کی اہلیت سے عاری ہوتے تھے **تیسرے** ایسے کامون مین جن پر سلطنت کی ہیبت اور رعب ووقار کا دار ومدار ہوتا بیدریغ خرچ کرتے تھے اور ضروری کامون مین ایک کوڑی لگانے سے دل چھپتا تھا چوتھے اودھ مین جو رئیس کام کرنے کی قابلیت رکھتا اُسکے تو ہاتھ پانوٗن بندھے ہوتے اور جو خود اپنی پیچ کمی اپنا آپ کرنیکا اور اک نہین رکھتا وہ آزاد ہوتا تھا پانچوین یہانکے رئیس سپاہیانہ خو بو خود بھی نہ رکھتے تھے انہین شجاع الدولہ بڑے بہادر مانے گئے ہین مگر ان کا کارنامہ دیکھو تو کہ باوجود کثرت دولت وحشمت اور اثر

سامان کے اُنھوں نے سینہ سپر کیا اور ہلکر سے عشر عشیر بھی میدان جنگ میں کام نہ کیا اور ایک شکست میں ایسے بھرے کہ پھر کبھی سنبھل نہ سکے اور مردوں کے سامنے معرکۂ کارزار میں دو دو ہاتھ دکھانے کے قابل نہ بن سکے اور جہاں کہیں اُنھوں نے فتح پائی وہ انگریزی لشکر کی مدد سے پائی۔

لارڈ ولزلی اور نواب سعادت علی خان کی ملاقات

۱۹-جنوری ۱۸۰۲ء کو لارڈ ولزلی بنارس سے کانپور میں رونق افروز ہوئے تو نواب سعادت علی خان بھی یہاں استقبال کے لیے آئے اور ملاقات سے سعادت یاب ہوئے گورنر جنرل نے اپنی شیریں کلامی اور خاطر داری سے اُنکے رنج وغم کو کم کیا اور دل کو خوش کیا۔ لکھنؤ میں آئے اور نواب سے ملاقاتیں ہوئیں اُس میں گورنر جنرل نے اُن سے فرمایا کہ تمکو یہ کام کرنے ضرور ہیں اوّل یہ کہ اڑتالیس لاکھ روپیہ جو سپاہ بڑھانے کے خرچ کا باقی ہے وہ جلد ادا کردو اور موافق عہدنامے کے اپنی سپاہ کو گھٹا دو جو یا نگک سرکار نے لیا ہے اُس کا ایک ضلع بدل دو جس سے سرکار کمپنی کی سرحد میں فصل نہ پڑے اور اپنے حویلی و یگانوں کی قیمتیں جو سرکار کمپنی نے مقرر کی ہے وقت پر ادا کرتے رہو اور سپاہ انگریزی جو متفرق مقامات پر ہے اُن سب کو لکھنؤ کے قرب وجوار میں ایک جگہ جمع کردو۔ نواب سعادت علی خان نے سب کاموں کو خواہ رضامندی سے یا مجبوری سے منظور کرلیا بعد روپیہ دینے کے واسطے مہلت چاہی۔ مگر سپاہ کے یکجا کرنے کے لیے لکھنؤ میں اُنھوں نے یہ کہا کہ اُس کی کچھ ضرورت نہیں ہے اُس سے کچھ فائدہ ہے۔ اس مطلب دلی گورنر جنرل کا یہ تھا کہ اُنھوں نے نواب سے کہا کہ اپنے ملک کا انتظام نہایت عمدہ کردو اس پر نواب نے کہا کہ میں بھی اس بات کو

دل سے چاہتا ہون مگر انتظام عمدہ تو جب ہو کہ مجھے کچھ اختیار بھی ہو بغیر اختیار و اقتدار کے کچھ نہین ہو سکتا جب ہاتھ پیر باندھ دیے جائین تو کوئی کیا کر سکتا ہے رزیڈنٹ کی بھی کچھ شکایت کی اور یہ چاہا کہ مجھے بالکل مطلق العنان کر دیجئے تو پھر دیکھئے کہ مین کیسا اچھا نظم و نسق کرتا ہون گو اُنھون نے صاف نہین کہا مگر اس مین اشارہ تھا کہ کرنیل سکوٹ موقوف ہو جائین مگر گورنر جنرل نے ایسی درخواستون پر کان نہ رکھا تو اُنھون نے دق ہو کر یا کسی حکمت عملی کے لیے یہ درخواست کی کہ مجھے زیارت حج پاکر بلا جانے کی اجازت دیجیے اور میرے بیٹے کو میرا جانشین کر دیجئے اس پر گورنر جنرل نے کہا کہ مجھے آپکو اجازت دینے مین عذر نہین ہے مگر اُسکے اندر بعض خرابیان بیان کین - پھر نواب نے جب یہ کہا کہ زر باقی جب ادا ہو گا کہ میری یہ درخواست منظور ہوگی تو گورنر جنرل نہایت افروختہ خاطر ہو گئے -

تنبیہ - فاعتبروا یا اولی الابصار وزیر علی خان جو بہ نسبت نواب سعادت علی خان کے سپاہی طبع اور سپاہ دوست تھا اُسکو نواب نے نہایت توڑ جوڑ کے ساتھ بغیر صدور کسی قصور کے بڑی اہانت کے ساتھ معزول کرایا مگر اس دلفریب سلطنت سے اُنھون نے خاطر خواہ حظ حاصل نہ کیا بلکہ یہان تک اُس سے دق ہوئے کہ ترک کرنے پر آمادہ تھے کبھی دنیا مین بھی مکافات ہو جاتی ہے -

جو امور عہد نامۂ مرقومۂ ۱۰ - نومبر ۱۸۰۱ء مین صاف نہ تھے گورنر جنرل کا بالمشافہہ اُنکی تصریح کرنا اور اکثر ایسے امور کی تفہیم کرنا جن سے اتحاد اور رسم دونون گورنمنٹون کے درمیان قائم اور جاری رہین

۱۵ - فروری ۱۸۰۲ء کو نواب نے ایک کاغذ پر چند درخواستین لکھکر گورنر جنرل کے

پاس منظوری کو بھیجا اُنھون نے غور و تامل کے بعد جوابات مناسب ہر ایک درخواست کے تحریر کرکے واپس کیا اس کے بعد نواب نے ۲۲ فروری کو گورنر جنرل کے چند جوابات اور ایسی چند درخواستون کی ترمیم چاہی اور ۲۴ فروری کی ملاقات مین اس معاملے کی نسبت زبانی گفتگو ہوئی اس گفتگو کا یہ نتیجہ نکلا کہ بعض درخواستیں اصل کاغذ کی بالکل موقوف کیجائین اور تیسری تحریر کے جواب گورنر جنرل دیگر نواب کی درخواستون کے مطابق انمیں ترمیم کریں اور اسی گفتگو مین نواب نے گورنر جنرل کی اس بات کے جواب مین جو نواب سے انکی دوسری درخواست کے جواب میں کہی گئی تھی کہ نواب کوئی شخص بطور وزیر کے اجراے کار معمولی کے لیے مقرر کریں بیان کیا کہ وہ اپنے دوسرے بیٹے مرزا احمد علی خان کو اُس کام پر مقرر کرنا چاہتے ہیں گورنر جنرل نے اس گفتگو میں یہ بھی مناسب تصور کیا کہ اُن مراتب کو بیان کر دیا جائے جو دونون سرکارون کی دوستی و اتفاق کے قیام و ثبات کے مد متصور تھے اور عہدنامہ ۱۰ نومبر کے نتیجے کے طور پر تھے۔ اور اس لحاظ سے کہ آیندہ کسی طرح کا شک و شبہہ اس تحریر و تقریر کے نتیجے اور مطالب میں نہ رہے گورنر جنرل نے اپنی اور نواب کی تمام بات چیت کا ماحصل تحریر کرکے اپنے دستخط اور مہر اُس پر کی اور اُس کی ایک نقل گورنر جنرل کی دستخطی و مُہری نواب کو دی گئی۔

درخواست کوئی شخص جیسا اب تک ہوتا ہے آیندہ کسی شخص کا محافظ و مددگار ہو تاکہ ہماری تعلقے واجبی کے طریق وصول میں سدراہ ہو بلکہ بخلاف اسکے ریذیڈنٹ سلطنت تحصیل بقایاے مالگزاری میں مدد دیں اگر ریذیڈنٹ کی خواہش یہ ہو کہ وہ کسی مقدمہ میں منع کیا چاہیں تو انکو لازم ہے کہ مجھسے خلوت میں اُسکا ذکر کریں اور چونکہ میری نیت ہرگز نہین

کہ بے انصافی ہو اس لیے یا تو مین رزیڈنٹ کو اس مقدمے سے آگاہ کر دونگا یا وہ مجھے قائل کر دینگے - اگر وہ مجھے قائل کر دینگے تو مین اُنکی فہمائش کے بموجب اُس معاملے سے کنارہ کرونگا اور کسی پر ہماری راے کی نااتفاقی کا اظہار نہوگا -

جواب - اس مین عیب نہین ہے کہ اسکا لحاظ رہے گا نواب صاحب رزیڈنٹ کے پاس اطلاعًا معاملے کی راستی کے دلائل اور اسناد ثبوت بھیجدیا کرین -

درخواست باقاعدہ عدالتین جس مین میری اپنی غرض بالکل متعلق نہوگی صرف شرع محمدی کے جاری کرنے اور واجبی دعاوی کی دادرسی اور رعایا کی حفاظت جان و مال کے لیے مقرر ہونگی پس یہ لازم ہے کہ ہر ایک شخص اُنکی متابعت کرے اور اگر کوئی اُن کے احکام کی خلاف ورزی کرے یا اُن کی حکومت منظور نہ کرے تو افسران کمپنی مدد کر کے اُنکے حکم کی تعمیل کرائین -

جواب - یہ فعل نہایت عقل و دانائی کا ہے اور بہت مناسب ہے -

درخواست مین نواب بہو بیگم صاحبہ کو اپنا بزرگ جانتا ہون اور میری عین خواہش یہ ہے کہ اُنکی توقیر اور مرتبہ اور اُنکی آسائش زیادہ ہو مجھے کچھ تعلق اُنکی جاگیر کی آمدنی اور پیداوار سے نہین ہے اور نہ کسی دوسرے جاگیردار کی - مگر مظلومونکی دادرہی اور تصفیہ تنازعات کے بعد عدالت کی حکومت اور دیوانی و فوجداری کی سزادہی کی تعمیل کرانا اور دادرہی کے متعلق دوسرے مقدمات میرے حکم کے بموجب شہر لکھنؤ اور فیض آباد اور تمام جاگیرات مین ہونے چاہیین کیونکہ یہ امور والی ملک سے متعلق ہوا کرتے ہین جسکا کام یہی ہوتا ہے کہ ظلم و زیادتی نہونے دے بہو بیگم صاحبہ کے آدمیون کو نچاہیئے کہ ایسے معاملات مین مداخلت کرین کیونکہ حکومت مین شرکت ناممکن ہے خود بیگم صاحبہ کی نیکنامی

اسی میں ہے کہ وہ مجھسے ایسے معاملات میں اتنا نہ کیوں بیان کر دیا کریں تاکہ انکی مرضی کے موجب میرے اہلکاروں کی معرفت وقوع میں آیا کرے اتنک یہ حال رہا ہے کہ اکثر جوریاں اور فساد فیض آباد میں اور نواب بہو بیگم صاحبہ کی جاگیر میں رہا کرتا ہے اور میری تحریر و تقریر کچھ خیال بیگم صاحبہ نے نہیں کیا میرے برادر مرحوم کے عہد حکومت میں جاگیر کے تنازعات سلطنت سے متعلق تھے۔

جواب بیگم صاحبہ کی جاگیر میں انصاف نواب کے زیر حکم رہے گا اور بیگم کے نوکر انکے مطیع رہیں گے اور عدالتہاے نواب کے احکام کی تعمیل بذریعہ قوت انگریزی ہوگی۔

درخواست میں چاہتا ہوں کہ گورنر جنرل بہادر از راہ مہربانی داراب علی خان کو طلب فرمائیں اور میری خواہش یہ ہے کہ جاگیر کے سوا جو سرکاری جائداد متل ریں اور بازار و لع بکثرت بیگم صاحبہ کے اہلکاروں نے لا استحقاق اور بغیر موجودگی سد ضروری کے چار سال کے عرصے سے لی ہے جسکے حال سے میر لندی صاحب اور مولوی غلام قادر خان منشی اور دوسرے معتبر آدمی جیسے الماس علی خان اور داراب علی خان اور انکے وکلا بخوبی واقف ہیں اور تصدیق اسکی کر سکتے ہیں اور سابق خود بیگم صاحبہ نے اسکا اقبال کیا تھا اور اس حال اقبال کو سرکاری بعض معتبر اہلکار جیسے جے سکھ رائے وغیرہ جانتے ہیں اور اُن کے کاغذات سے ایسی جائداد کی تفصیل حاصل ہو سکتی ہے اور اس جائداد کے لے لیسے سے میرا نہایت نقصان متصور ہے خصوصاً ایسے وقت میں کہ جس میں متحمل ایک ذرا بھی نقصان کا نہیں ہو سکتا یہ جائداد مجھے واپس ملے اور جو نفع اس جائداد کا اُن کو وصول ہوا ہے وہ بھی مجھے واپس دیا جائے تاکہ میرے نقصان کا معاوضہ ہو اور یہ امر بیگم صاحبہ کے اقرار کے مطابق ہے۔

جواب تمام مقدمات جو نواب اور بہو بیگم کے درمیان ہین اُنپر لحاظ کامل ہوگا اور اُنکے درمیان مین معاملہ اس طرح طے کرایا جائیگا جو انصاف اور عدل کے مطابق ہوگا۔
درخواست میرے ملک کے مفرورون کو پناہ نہ دیجائے بلکہ مین جب طلب کرون مجھے دیے جائین ورنہ ملک سے خارج کیے جائین۔
جواب تمام مجرم حوالے ایک دوسرے کے کیے جائینگے سرکارین کی ایسی رعایا جسکی نسبت کوئی جرم عائد نہوگا اُسکو اختیار حاصل رہیگا کہ وہ ایک مُلک سے دوسرے ملک مین بلا مزاحمت سفر کرے اور جہان چاہے آباد ہو۔
درخواست اگر اس سرکار کا کوئی متوسل علاقہ سپرد شدہ مین متاجری کی درخواست دے تو اُس سے تحریر لیجائے کہ اُسکو مستاجری اس شرط سے مل سکتی ہے کہ وہ ثابت کرے کہ سلطنت اودھ کا باقی دار نہین ہے۔
جواب تمام بقایاے حال یا جو آیندہ سلطنت کی باقی رہیگی اُسکے واسطے ایک میعاد مقرر کیجائے اور تمام باقی دارون سے اقرار لکھائے جائین کہ میعاد مقررہ مین باقی ادا کرین۔
درخواست اکثر ہمارے عامل جنکی زمین علاقہ سپرد شدہ مین ہے وہ سلطنت کے باقیدار ہین یا تو اُنکے ذمے کے روپے کی معتبری ہمکو دیجائے اور یا وہ عامل ہمارے سپرد کیے جائین تاکہ زر باقی واجبی طور پر ہم وصول کرکے اُنکو رہا کرین اور جب وہ اپنا حساب کتاب ہم سے طے کرلین بعد اسکے مسٹر ویلزلی صاحب کو اختیار ہے اُن سے اپنا معاملہ جسطرح چاہین کرین۔
جواب نواب کے کسی عامل کے ساتھ علاقہ سپرد شدہ مین معاملہ نہین ہوا۔
درخواست۔ سلطنت کے اکثر باغات اور دوسری جائداد اس علاقے مین واقع ہے جو مصارف فوج کے لیے دیا گیا ہے اور وہ جائداد مالگزاری سے جُدا ہے مثلاً اب بنارس مین

ایک جائداد میرے قبضے میں ہے میں چاہتا ہوں کہ لارڈ صاحب حکم اس مضمون کا صادر فرمائیں کہ اس طرح کی جائداد واقع علاقہ مذکور کی ہمارے آدمیوں کے سپرد کیجائے ایک فہرست اس طرح کی جائداد اور باغات وغیرہ کی داخل کیجائیگی۔

جواب اس قسم کی کوئی جائداد جسکا ثبوت نواب حسب اطمینان لارڈ صاحب کو دیں گے وہ البتہ انکے ملازمون کے سپرد کیجائیگی۔

درخواست مین نے اضلاع معلومہ وجہ کے مصارف کے لیے صرف لارڈ صاحب کی رضاجوئی کی نیت سے سپرد کیے ہین اور یہ امر ہمکو مناسب معلوم ہوا جب ولزلی صاحب آئے تو ہمکو لارڈ صاحب کی خوشی خاطر اور انکے حکم کی تعمیل ضروری متصور ہوئی پس اس مضمون کے احکام جاری ہون کہ کوئی شخص مساجد اور مقابر اور امام باڑہ وغیرہ سے جو علاقہ سپردشدہ مین واقع ہیں متعرض اور مزاحم نہو اور کوئی اُن کو خراب و مسمار نکرے۔

جواب احکام اس کے مطابق صادر ہونگے۔

درخواست یہ وعدہ ہوا تھا کہ جو روپیہ الہ آباد کے گھاٹ پر آئے گا وہ سلطنت اودھ کو دیا جائے گا چار برس کا عرصہ گذرتا ہے کہ ہرچند متواتر تحریرات اس بارے میں ریذیڈنٹ کو بھیجی گئین مگر آج کی تاریخ تک نہیں دیا گیا اس سے ہمارا بڑا نقصان ہوتا ہے احکام صادر ہون کہ حسب وعدہ روپیہ دیا جائے۔

جواب اس حساب کے طے کرنے کو حکم صادر ہوگا۔

درخواست نواب وزیر چاہتے ہین کہ اُنکا بیٹا مرزا احمد علی خان انتظام کار ریاست کے لیے نائب مقرر کیا جائے۔

جواب گورنر جنرل بہادر اس سے مطابقت کرکے مرزا احمد علی خان کی

تقرری کو منظور کرتے ہین۔
درخواست عنایات گورنر جنرل بہادر سے مجھے امید ہے کہ وہ میرے روبرو مراتب مذکورۂ بالا رزیڈنٹ کو سمجھا دینگے اور حکم دینگے کہ اسکے مطابق کام کیا کرین اور لارڈ صاحب رزیڈنٹ کو یہ بھی حکم دینگے کہ لارڈ صاحب کی روانگی کے بعد وہ میری روانگی کی نسبت کچھ تساہل وہرج نکرینگے بلکہ سامان سفر کی تیاری مین امداد کرین گے۔
جواب نواب کی درخواست کے مطابق ۲۴ فروری کو مراتب بالا کے احکام اور اطلاع نواب صاحب کے روبرو رزیڈنٹ کو دی گئی۔

ازجانب نواب گورنر جنرل

اب نواب گورنر جنرل بہادر اُن مراتب عامہ کو بیان کرتے ہین جن کے مطابق دونون سرکارون مین اسکے بعد رسم اتفاق اور مراسلت زیب اجرا پائیگی عہد نامۂ ۱۰۔ نومبر ۱۸۰۱ء کی روسے قرار پایا ہے کہ نواب کی حکومت کلیۃً باقیماندہ علاقے مین مقرر ہوئی ہے اور اُنکے اپنے اہلکار اور ملازم کارروا ہون گے اور گورنمنٹ انگریزی وعدہ کرتی ہے کہ وہ نواب کی حکومت اُن کے باقیماندہ علاقے مین قائم کرائے گی اور اُنکے اہلکارونکی معرفت ملک کا انتظام کرائے گی اور گورنر جنرل بہادر اس سے ہرگز انحراف نہ کرین گے نواب نے وعدہ کیا ہے کہ وہ اپنے باقیماندہ مُلک مین ایسا انتظام کرینگے جس سے رعایا کی بہبودی ہوگی اور باشندون کی جان ومال کی حفاظت ظہور مین آئے گی اور یہ انتظام نواب کے اہلکار اور ملازمون کی معرفت ہوگا۔نواب نے یہ بھی وعدہ کیا ہے کہ وہ ہمیشہ افسران کمپنی کی صلاح اور نصیحت کے مطابق کارروائی کرینگے اس لیے باقیماندہ علاقے مین عمدہ انتظام

قائم کرے ہیں اور علاقہ مذکور کے تمام امور انتظامی میں اور عام کارروائی میں نواب حسب صلاح گورنمنٹ انگریزی کے اور مطابق اُنکی نصیحت کے کام کرینگے یہ صلاح اور نصائح ہمیشہ نواب کو دوستانہ اور اعتبار و لحاظ باہمی کے طریق پر دیجائیگی۔ جس کسی بڑے کام میں خاص گورنر جنرل بہادر کی صلاح درکار ہوگی اور ضرورت وقت ایسی ہوگی کہ اُسکی تحریر نواب کو جلدی کرنی ہوگی تو گورنر جنرل صلاح جو گورنمنٹ انگریزی کی اُس بارے میں ہوگی براہ راست بذریعہ تحریر یا بدایات خود دینگے۔ رزیڈنٹ مقیم لکھنؤ گورنمنٹ انگریزی کے سفیر کے طور پر ہے اور تمام مقدمات کی تحریرات میں باہمی واسطہ ہے اس لیے رزیڈنٹ عام طور کارروائی میں نواب کو صلاح جو گورنمنٹ انگریزی کی ہوگی گورنر جنرل کے نام سے دیا کریگا اور جس مقدمے میں رزیڈنٹ صلاح دیگا وہ بطور صلاح گورنر جنرل بہادر کے متصور ہوگا۔ یہ صلاح رزیڈنٹ تمام مقدمات معمولی میں حسب احکام عام یا خاص گورنر جنرل بہادر کے دیا کریگا رزیڈنٹ کو چاہیے کہ نواب کو صلاح یکدلی و یکجہتی سے دے اور اجرائے کار میں نواب کے ساتھ اتفاق کی کوشش کرے اور نواب کے ساتھ اتفاق کرکے اُنکے اہلکاروں کی معرفت اُن تدابیر کا اجرا کرے جو گورنمنٹ انگریزی کی صلاح سے قرار پائی ہیں۔ جن مقدمات میں انگریزی فوج کی اعانت و امداد کی ضرورت ہوگی اُن میں حسب ضرورت وقت اعانت اور امداد کیجائیگی۔ رزیڈنٹ کو چاہیئے کہ نواب کی نسبت تمام امور میں عایت درجے کی تعظیم اور اتفاق کے ساتھ پیش آئے اور تمام اُمور میں اُنکے ساتھ دلی اتفاق اور دوستی رکھے اُنکی حکومت کو قیام اور استحکام دے رزیڈنٹ کو چاہیئے کہ تا قیام مدہ علاقے کے کسی کام میں اول بغیر مشورہ کرنے نواب سے یا اُنکے اہلکاروں سے ہرگز دست انداز نہو اور رزیڈنٹ کو چاہیئے کہ مشورے میں نہایت رازداری کیا کرے اور جب تک کوئی امر مشورے میں قرار

نیائے اُسکے افشا ہونے مین جہد بلیغ رکھے۔ ان عقائد کے بموجب گورنر جنرل بہادر کو امید ہے کہ نواب رزیڈنٹ کے مشورے اور صلاح سے کام کرینگے۔ اور چونکہ گورنمنٹ انگریزی اور نواب کے درمیان کوئی دقّت طلب بات باقی نہین رہی اسلیئے گورنر جنرل بہادر کو یقین امید ہے کہ آیندہ کچھ دقت اجراے امور مین واقع نہوگی۔

نواب اودھ کے معاملات مین محققین کی رائین

افزایش سپاہ کی نسبت تو ہم محققین کی مخالف اور موافق رائین پہلے لکھ چکے ہین اب اس امر کی نسبت لکھتے ہین کہ گورنر جنرل نے جو نواب سے یہ دو درخواستین کین کہ یا کل اپنا ملک دیدین یا ایک حصہ ملک کا دیدین وہ عدالت کے موافق ان درخواستون کے مجاز تھے یا نہین اور پھر جو انھون نے ملک کا ایک حصہ لے لیا وہ بھی مقتضاے انصاف تھا یا نہین۔ ظاہر ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص سے یا ایک گروہ دوسرے گروہ سے یا ایک سرکار دوسری سرکار سے یہ کہے کہ تم ہمکو اپنی فلان چیز ان شرائط پر دیدو تو یہ درخواست نہ اخلاق کے خلاف ہے نہ انصاف سے باہر ہے اگر جانب ثانی انکار کرے اور اُس سے وہ چیز لے لیجائے تو البتہ بعض صورتون مین وہ بڑا گناہ ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ برٹش گورنمنٹ کا دونون درخواستون کا کرنا نواب سے نہ اخلاق کے خلاف تھا نہ عدالت کے مخالف۔ اب جو اُس نے ملک لے لیا اُسکی نسبت بحث کرنی چاہیئے کہ وہ انصاف تھا یا یون ہی ناحق زبردستی و جبر و قہر تھا۔ اس مین کچھ شبہہ نہین کہ نواب کی مسند حکومت انگریزی سنگینونکی نوک پر تھمی ہوئی تھی جسوقت وہ اُس سے اُنھین علٰحدہ کرلیتی وہ خاک مین مل جاتی یہ انگریزی سہارا نہ لگا ہوا ہوتا تو نواب کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا ہوتا۔ انگریزون نے

غیروں سے بچانے کا کام لیے دے لیا اور ملک اودھ کو بھی اپنی عملداری کا ایک حصہ بنا لیا۔ سپاہ سے حمایت و حفاظت کرنی موقوف رہ موعود تھی جو سال بہ سال وقت پر ادا ہوتا رہے اب اُسکے لیے اطمینان کی حالت حاصل کرنا ضرور تھا۔ سرکار کمپنی کی طرح کوئی بھاڑے کا ٹٹو ہتھیارے کا نہ تھا کہ جس تک جی چاہا چڑھے پھر کرایہ دیکر کہدیا کہ چلدے اس سپاہ کے لیے تو اقرار ہمیشہ کے لیے تھا پس اُسکے خرچ کے واسطے محاصل کا مستقل ہونا ضرور تھا وہ سوائے ملک کے اور ہو نہیں سکتا تھا اس لیے ملک کا لیا کوئی ظلم کی بات نہ تھی اودھ سے جو تعلق سرکار کو تھا اُس میں دو باتوں کا ہونا ضرور تھا ایک یہ کہ عہدنامہ کی شرائط کا ایفا ہو دوسرے ملک میں امن و امان رہے پس ملک میں امن و امان رکھنے کا فرض ایسا گورنمنٹ انگریزی کے ذمے تھا کہ اگر شرائط ٹوٹ بھی جاتیں تو کچھ خیال نہ کیا جاتا رعایا پر جو ظلم و ستم برپا ہو رہا تھا وہ آنکھوں کے سامنے تھا جسکا خود نواب کو اقرار تھا اور اسی خوف سے وہ خود تارک السلطنت ہوا چاہتے تھے یہ اتفاق کی بات ہے کہ اُنکے سب بیٹوں کی ولادت اس طرح سے ہوئی تھی کہ وراثت کا حق وہی باقی تھا جو باپ اُنکو دیدے یہ تو اُنکے حق میں ظلم تھا کہ اُنکو اس قدر نہ دیا جاتا کہ وہ آسائش اور آرام سے نہ رہ سکیں مگر باپ کے کہنے سے کسی کو سلطنت کا دیدینا خوف و خطر سے خالی نہ تھا اگر یہ کیا جاتا تو بیچاری غریب رعایا کی چھاتی پر اور مونگ دلی جاتی بد سے بدتر حالت ہو جاتی تو اس میں بعض امیروں اور تعلقہ داروں کے پو بارے ہوتے مگر بیچاری رعایا کے تو طامع حاکموں کے پنجے میں پھنسکر چھکے چھوٹ جاتے غرض گورنر جنرل کو خواہ عہدنامے کے موافق دیکھو خواہ آئین ملک داری کے لحاظ سے دیکھو ملک کے لینے کا استحقاق حاصل تھا اُس وقت ملک اودھ سرکار کمپنی کی عملداری کا ایک حصہ تھا اُس کے انتظام کے واسطے جو مناسب ہوتا وہ گورنر جنرل پر

واجب اور فرض تھا نواب سرکار کمپنی کے محکوم تھے پس محکوم جو کسی پر ظلم کرے اور حاکم اُس کو نہ روکے تو وہ بھی حاکم کا ظلم تھا - پس اگر سرکار کمپنی اس ظلم و ستم کا انسداد یون نکرتی تو خود ظالم بنتی کہ ایک ملک کا حصہ خود لیکر اُسکی رعایا کو موذیون کے پھندے سے چھڑایا اور باقی ملک کے عمدہ انتظام کے لیے نواب سے اقرار مستحکم کرایا - غرض جو کچھ کیا عین عدالت اور انصاف کا مقتضی تھا -

اب جو اُسکے خلاف راے رکھتے ہین وہ اسپر اعتراضونکی بھرمار کرتے ہین کہ نواب کی سپاہ کو اول بالکل برباد کردینا سرکار کمپنی کی ریاکاری کا کام تھا - جس سے حقیقت مین نواب سعادت علی خان اپنی سلطنت سے محروم ہوگئے گو سب چیزین اُنکی سلطنت کی ویسی ہی نظر آتی تھین جیسی تھین - سلطنت کا زور سپاہ سے ہوتا ہے جب وہ نرہا تو کیا رہا مُردے کو زندے کے لباس مین دکھایا - اب بڑی گفتگو اس مین آن پڑتی ہے کہ بعض محققین اسکو بدیہیات سے مانتے ہین کہ سرکار کمپنی کی عملداری مین جو مُلک آگیا وہ نہال ہوگیا - اور اہل مُلک اپنی عبادات - قضایا و معاملات مین معدلت سے کامیاب ہوگئے - ایسے ہی اُنکے مخالفین کہتے ہین کہ نہایت عمدہ شہادتون اور مشاہدون اور تجربون سے ثابت ہوا ہے کہ ملک کے انتظام اور حفاظت مین جو روپیہ گورنمنٹ انگریزی کا خرچ ہوتا تھا مشکل سے وہ مُلک کی آمدنی سے حاصل ہوتا تھا پس جو حفاظت اور انتظام کم قیمت مین رعایا کو حاصل ہوسکتا تھا اُسکو زیادہ قیمت لیکر اُسکے حق مین ظلم و ستم کرنا اور اُسکو لوٹنا تھا پس سرکار کمپنی کو اپنی فراست اور حکمت کو یون کام مین لانا چاہیئے تھا کہ سعادت علی خان کے ہاتھ سے عمدہ انتظام کرایا ہوتا - ملک اودھ کی بدنظمیونکے بیان کرنے مین گورنر جنرل نے منشی نویسی و مبالغہ آمیزی خرچ کی ہے مرض کی تو خوب تشریح و تشخیص کی مگر نسخہ جو اُسکے لیے

لکھا ہے وہ ہیضہ کے واسطے اسہول مستقی کے واسطے فصد اور محموں کے واسطے تیز نشتر ہی تھا پہلی بُرائی یہ بیان کی کہ نواب کی سپاہ ۔ اوباش ۔ عیاش ۔ آرام طلب ہے ۔ وہ غریب رعایا کو ستانے جاتی ہے ۔ اسکا علاج تو یہ کر دیا گیا کہ اُس سپاہ ہی کو باقی نہیں رکھا سب کو نواب سے موقوف کرا دیا ۔ یہ علاج مرض کے موافق ہوا ۔ آنکھ پھوٹی پیر گئی ۔ دوسری بُرائی یہ بیان کی کہ تمام ملک مین کہیں محکمہ عدالت نہین جس سے رعایا کی جان و مال کی حفاظت ہو ۔ مجرم سزایاے جرمون کا انسداد ہو رعایا ایسے قصایا کا انفصال اُنہیں کرانے تیسری خراج ستانی کے دستور ظلم وستم سے بھرے ہوئے تھے جو بڑا زر دیتا اور زیادہ دینے کا وعدہ کرتا اُسی کو زمین دیجاتی ۔ پھر عاملوں کے ظلم زمیندارون پر اور زمیندارون کے ظلم غریب رعایا پر جو ہوتے تھے اُسکے بیان کرنے سے کلیجہ منھ کو آتا ہے ۔ جو تحریری صاحب بھی ایکس مین اُن میں ہوتے تھے اُنکا پاس ولحاظ کچھ نہیں ہوتا ۔ غرض جو طریقہ زر مالگزاری کے جمع کرانے کا تھا وہ بُرا ہی تھا ۔ اب اُن دونوں بُرائیوں کے دور کرنے کے واسطے گورنر جنرل نے ہر ضلع میں کلکٹر اور مجسٹریٹ اور اپیل کے محکمے اور پولیس وغیرہ مقرر کیے ۔ اور سچ یہ ہے کہ جو کچھ گورنر جنرل نے اودھ کے حق مین کیا وہی عدالت اور انصاف کے موافق تھا ۔ مگر جس طرح سے کیا وہ نامناسب تھا اُنکو لازم تھا جیسا کہ حاکم محکوم یا زبردست زیر دست کو حکم بھیجتا ہے کہ یہ کام کرو اسی طرح اودھ کے معاملے میں نواب سعادت علی خاں کو ایک مختصر سا حکم لکھ بھیجا ہوتا کہ یہ کام یون کرو جسقدر نواب سے سخت کلامی کی گئی وہ اُنکو بہلا نہ معلوم ہوئی اگر پہلے ہی سے تلخ دوا حکم قطعی کی اُنکو کھلا دیجاتی تو وہ اُنکو ایسی ناگوار ہوتی ۔ پہلے حتی شکر کھلائی پھر اتنی ہی تلخ دوا پلائی بڑی جیسا کہ اب بعد تحریرات کے نواب کی مرضی کے بغیر ملک لیا گیا ویسا ہی اول سے لیا ہوتا ۔

باقی ماندہ علاقے کی کیفیت

نواب کا سارا ملک تین حصّون پر منقسم تھا - لکھنؤ - بہرائچ - خیرآباد - حدود اربعہ اُسکی یہ تھین شمال مین نیپال - جنوب مین الہ آباد - مشرق مین صوبہ بہار - اور مغرب مین دریاے گنگا یہ صوبہ ۲۵۰ میل لمبا اور سو میل چوڑا اور وسعت مین ۲۵۱۰۰ میل مربع تھا بعض مورخون نے اس کو تخمیناً ۲۳ ہزار میل مربع لکھا ہے یہان لاجورد کی کان ہے اور یہان یہ پتھر بہت صاف اور باآب وتاب اور بیش قیمت ہوتا ہے زمین برابر اور پانی کی کثرت سے بہت سیراب ہے - غلہ کثرت سے پیدا ہوتا تھا - گیہون چاول گنا - نیل - افیون اچھی طرح اور آسانی سے پیدا ہوتے تھے - اور اب بھی ہوتے ہین اور ہر قسم کے پھل پھول کثرت سے ہوتے ہین - ملک بسبب کثرت دریا اور ندیون کے ہندوستان کا گویا ایک باغ ہے کثرت آبادی وزراعت و مردم شماری وپیداواری مین ہندوستان کے اور بلاد سے جو اکثر مقابلہ ہوا ہے سب باتون مین صوبۂ اودھ کو ترجیح رہی پہاڑ بالکل ندارد ہین لیکن شاہان اودھ کی بدانتظامی سے آمدنی نے ترقی کی جگھ تنزل اختیار کیا ہمیشہ سے اس ملک مین معافی اور سنکلپ بھی بہت ہے کہ اُس سے گزارہ یہان کی خلائق کا ہوتا تھا -

بڑے دریا اور ندیان اس ملک کے یہ شمار کیے گئے ہین - گنگا - گھاگرہ سرجو - گومتی - راپتی - چوکا - گنگا اس ملک کی سرحد غربی پر بہتی ہے - اور گھاگرہ شرقی پر اور بھی بعض ندیان ہین جو بارھون مہینے روان رہتی ہین ---

سرفرازالدولہ حسن رضاخان کا حال

یہ سلطنت اودھ کے قدیمی افسر۔ نایب[1] مختار۔ و توشہ[2] خانہ۔ و دیوان[3] خانہ تھے شجاع الدولہ کے عہد سے وہ اس کام پر مامور تھے نواب آصف الدولہ کے عہد میں بیس برس سے زیادہ عرصے تک اُنھوں نے نیابت کا کام کیا۔ علمی لیاقت سے محروم تھے مگر عقل کے پتلے تھے اور ذہن رسا تھا۔ فارسی کوئی سمجھتے تھے اور جب تک دربار میں نہیں آتے تھے اور کسی کو مجرے کی نوبت نہیں پہونچتی تھی گو آخر آخر میں نواب آصف الدولہ کا دل اُنکی طرف سے کبیدہ ہو گیا تھا۔ نواب سعادت علی خان نے مسند ریاست پر بیٹھتے ہی گورنر جنرل کے ایما سے عہدۂ نیابت سے علاقہ فصل حسیبانکی ہٹا کر اُنکو مقرر کیا کیونکہ یہ سرکار کمپنی کی تدبیرات کے موئد تھے اور سلطنت اودھ کو حسن سلیقے میں ڈھالنے کے لیے تجویزیں ہو رہی تھیں اُن کا یہ بھی ایک بردست آلہ تھے

نواب سعادت علی خان جملہ معاملات ملکی اور خانگی میں بذات خود دستو حسہ تھے کاغذات کے ملاحظے اور اجراے احکام کے وقت انگریزوں کی طرح کرسی پر بیٹھ کر کام کرتے تھے مسند سے بہت کم رغبت تھی البتہ خلوت میں مسند پر بیٹھتے تھے۔ نواب موصوف سرفرازالدولہ سے جس ملکی کاغذ کا سوال کرتے سرفرازالدولہ جواب میں عاجز ہوتے تھے۔ اس نظر سے نواب اکثر اوقات مسٹر جان بلسڈن ریذیڈنٹ لکھنؤ سے اُنکی عدم واقفیت اور ناجواندگی اور خرابی کی شکایت کرتے سرفرازالدولہ نواب آصف الدولہ کی مہربانیوں کے عادی تھے اور حلیم و شمیم آدمی تھے۔ نواب کے کاغذات کے ملاحظے کے وقت اور معاملات کی روبکاری میں

[1] دیکھو جلد دوم تصیح الاصلاتی آثار اودھ ۱۲ [2] دیکھو عماد السعادت ۱۲ [3] دیکھو فرح بخش ولعہ محمد فیض بخش ۱۲-

کھڑا رہنا اُن پر نہایت دشوار تھا اور کاغذات کی جوابدہی بازپُرس کے وقت اُن پر بیحد گران تھی اسوجہ سے نواب وزیر اُن سے خوش نہ تھے اور مرزا کا انگریزی متوسلون مین شمار تھا اسلیے یکلخت موقوف بھی نہین کرسکتے تھے - سرفرازالدولہ بھی نواب کے ساتھ نہایت خوشامد سے پیش آتے تھے اور نواب کی بادہ کشی کے وقت جسکے نواب بہت شوقین تھے شراب اپنے ہاتھ سے مرزا کو حاضر کرنے مین دریغ نہ تھا - اور اپنے مصارف کو بھی گھٹا دیا تھا تاکہ نواب کی نظرون مین نہ کھٹکین - مگر نواب کو حسن رضا خان کا تنگ کرنا منظور تھا ظاہرداری وعیاری کی راہ سے سفر وحضر مین حاضر باشی اور سواری اور خواصی کی اجازت دی تھی - نواب نے اپنی سواری کے ہاتھی کا حوضہ نہایت مختصر اور تنگ تیار کرایا تھا - سرفرازالدولہ کو خواصی مین بیٹھنا شکنجۂ عذاب کے صدمے سے کم نہ تھا - آخرکار دن رات کی محنت اور حاضر باشی دربار سے نہایت تنگ آ گئے جو وقت انکے خواب وآرام کا تھا وہ نواب کے ملاحظۂ کاغذات کا وقت قرار پایا مرزا کے خواب وخور اور بول وبراز مین خلاف عادت فرق پڑا مبتلاے عارضہ ہوکر سنہ ۱۲۱۶ ہجری مین دنیا سے گذرے - مرزا نواب سعادت علی خان کے عہد مین تین چار لاکھ روپیے کے قرضدار ہو گئے تھے - کیونکہ اس وقت مین بالائی آمدنی تو مسدود ہو گئی تھی مواجب کے سوا اور کوئی شکل آمدنی کی نہ تھی کثرت مصارف اور قلت آمدنی نے قرضدار کردیا تھا جب نواب کو پرچۂ اخبار کے ذریعہ سے مرزا کے مقروض ہونے کا حال معلوم ہوا تو حکم دیا کہ مستغیث عدالت مین استغاثہ کرین اور وارثون سے لین ادھر تو یہ حکم ہوا اور اُدھر اسباب شوکت ظاہری مثلاً نوبت نقارہ اور ہاتھی گھوڑے وغیرہ جو جلوس سرکاری تھا سرکار مین طلب کرلیا گیا - باقی اسباب توپخانہ اور اصطبل وغیرہ جو مرزا کا خاص ذاتی تھا اُسکی نسبت حکم ہوا کہ نیلام ہوکر زر نیلام قرض خواہون کو دلادیا جائے - اور نیلام کی یہ صورت تھی کہ سو روپیے کا مال تیس چالیس روپے کی بولی پر چھوڑ دیا جاتا تھا

نواب نے اپنے بیٹے مرزا کاظم علی خان کی شادی سرفراز الدولہ حسن رضا خان کی بھتیجی کے ساتھ قرار دی۔ عمدہ عمدہ اسباب اقربائے سرفراز الدولہ نے متروکہ سرفراز الدولہ سے چھانٹ کر دولھن کے جہیز کے واسطے مقرر کیا اور باقی مہاجنان شہر کے قبضہ میں گیا۔ سرفراز الدولہ کے ایک بیٹا محمد رضا خان نامی تھا عہدہ جرنیلی اس سے نامزد تھا یہ شخص آوارہ مزاج تھا مرض صرع اور خلل دماغ مین آخر عمر تک مبتلا رہا نواب نے عہدۂ جرنیلی اُس لڑکے سے نکال لیا۔

متفرق واقعات

(۱) نواب سعادت علی خان نے اپنے بڑے بیٹے رفعت الدولہ غازی الدین حیدر کو اپنا ولی عہد کیا اور اس منصب کا جملہ انتظام اُنکے سپرد کیا اور دوسرے بیٹے نصیر الدولہ کے نام نیابت قرار پائی اور شمس الدولہ تیسرے بیٹے کے نام جرنیلی مقرر ہوئی۔ مگر کاغذات مہمات خود ملاحظہ فرماتے تھے۔ یا کبھی جنرل صاحب کو یا نواب نصیر الدولہ کو حکم دیتے تھے مرزا حسن رضا خان سرفراز الدولہ کی تنخواہ ان تینون صاحبزادوں پر تقسیم کردی غازی الدین حیدر کو مرشد زادے کا خطاب ملا اور حکم ہوا کہ اعلیٰ و ادنیٰ تحریر و تقریر مین اُنکو اس خطاب سے یاد کرین تنبیہ بعض کتب تواریخ مین اسی طرح لکھا ہے لیکن دوسری مستند روایت یہ ہے کہ شمس الدولہ کو نیابت ملی تھی جو دوسرے بیٹے تھے۔

(۲) مرشد زادے نے عالم فریفتگی مین اپنی رغبت سے شیر خان نجومی کی بیٹی کے ساتھ ۱۲۰۵ ہجری مین بنارس کے اندر نواب کی اجازت سے نکاح کر لیا تھا اور نصیر الدولہ کا بیاہ نواب نے اپنے عہد مین امام الدین خان[۱] نبیرۂ قمر الدین خان وزیر اعظم محمد شاہ کی بیٹی

---

[۱] بعض روایتون مین امام الدین خان کی جگہ حسین الدین خان نام لکھا ہے ۔۱۲

سے کیا اور شمس الدولہ کی شادی مرزا جمّا پسر سالار جنگ کی بیٹی کے ساتھ کی اور چوتھے بیٹے صادق علی خان کو مدار الدولہ کی بیٹی کے ساتھ منعقد کیا - اور پانچوین بیٹے کاظم علی خان کا بیاہ سرفراز الدولہ کی بھتیجی کے ساتھ کیا تھا۔

(۳۳) ۱۴ - جنوری ۱۸۱۲ء مطابق ۲۸ ذی الحجہ ۱۲۲۶ھ ہجری کو نواب سعادت علی خان اور انگریزون مین ایک عہدنامہ اس سبب سے منعقد ہوا کہ جو اکثر تکرار سرحد کے باب مین طغیانی یا فرو ہونے دریا کے باعث سے واقع ہوتی تھی وہ رفع ہو - اس عہدنامے مین صرف تکرار کا انسداد دونون سرکارون کے درمیان مین تھا اور کوئی مضمون حقوق زمینداری کی بابت نہ تھا۔

بہو بیگم کا حال

۱۷۹۹ء مین نواب سعادت علی خان - اور سکوٹ صاحب رزیڈنٹ مین انگریزی فوج کے اخراجات کے واسطے سرکار کمپنی کو ملک تفویض کر دینے کی گفتگو ہو رہی تھی تو نواب نے یہ کہا تھا کہ مین نواب آصف الدولہ کا جانشین ہون جو اُنکو اختیارات حاصل تھے وہ مجھے بھی ہونے چاہئین - رزیڈنٹ نے اس مقمے کے یہ معنی بیان کئے کہ اُنکا ارادہ ہے کہ بہو بیگم کی دولت اور جاگیر پر ہاتھ مارین - یہ بیگم امیر الدولہ حیدر بیگ خان کی ماری اور جلائی ہوئی اتباک زندہ تھی - اور اس عہد دولت مین خود مختاری اور مطلق العنانی کے ساتھ اپنی جاگیر اور دولت پر قابض تھی - اس بیگم کی بدولت ہزارون شریف اور آبرودار آدمی حرمت اور امارت کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے - فیض آباد مین رہتی تھی اسکی جاگیر نہایت سیر حاصل تھی - خزانہ معمور تھا - نواب سعادت علی خان اس جاگیر اور بیگم کے مال و دولت کی ہمیشہ تاک مین رہے جب کبھی بیگم کی طبیعت کسلمند ہوتی تو سیر و شکار کے پردے مین فیض آباد کے

قریب پہونچتے تھے کہ ایسا نہو کہ بیگم کا چراغ حیات گل ہو جائے خواجہ سرا اور کار ماے خزانہ اور توشہ خانہ وغیرہ پر ہاتھ صاف کریں۔ اسوجہ سے بیگم نواب سعادت علی خاں سے صاف نہ تھی۔ اور جب اُس نے نواب کی حرص کا دامن دراز دیکھا تو خوف کے مارے اس آزمند کو چھوڑکر گورنمنٹ انگلشیہ کی نیازمند ہی اور گورنمنٹ انگریزی سے درخواست کی کہ وہ اسکو اپنا وارث قرار دیگی اگر وہ نواب سعادت علی خاں کی اطاعت سے بری کی جائے اور اُسکے رشتہ داروں واسطہ دار بلا مزاحمت اپنی اپنی جائداد پر قبضہ رکھیں ۱۸۰۸ء میں بیگم نے ایک وصیت نامہ درست کیا اور اُس مین گورنمنٹ انگریزی کو اپنے باقی ماندہ علاقہ کا وارث کیا یعنی اسقدر علاقے کا جو بعد وضع جاگیر و نقدی کے اور بعد اخراجات مقبرہ وغیرہ کے بچا تھا۔ نواب سعادت علی خان نے بنظر فراست عاقبت اندیشی سے کام لیا اس سے قبل کہ اس وصیت نامہ کا معاملہ شہرت پذیر ہو اور جان بیلی صاحب ریذیڈنٹ اُسکے مضمون سے گورنمنٹ کو مطلع کرین نواب نے ایک فتوی اسماے فرضی کے ساتھ تیار کرایا جسکا مضمون یہ تھا۔

علماے دین اور مفتیان شرع متین اس باب مین کیا فرماتے ہیں کہ ایک شخص زید نام ناحق شناسی کی وجہ سے وارث شرعی کے موجود ہوتے اپنا ترکہ عمرو کے حوالے کرتا ہے اور ورثہ شرعی کو مطلق محروم رکھا چاہتا ہے یہ ہبہ شرع شریف کے موافق درست ہے یا نہین علماے لکھنؤ اور دوسرے بلاد نے فتوی دیا کہ وارث شرعی کا ترکہ سے محروم رہنا شرع کے خلاف ہے۔ جب یہ فتوی تیار ہوچکا تو کلکتے پہونچا وہاں کے یادریوں نے کہ اصل مطلب کا علم نہ تھا علماے لکھنؤ کے فتوے کے موافق دستخط کر دیے جب وہ کاغذ مکمل ہوچکا تو جان بیلی صاحب کو بیحد ملال ہوا اور تمام خوشی جاتی رہی اور کونسل کلکتہ کے ممبر بھی نواب سعادت علی خان کی دانشمندی سے جو بنظر تقدم بالحفظ ظہور میں آئی تھی

متعجب ہو کر دریاے حیرت مین ڈوب گئے۔ گورنر جنرل کی مرضی تھی کہ بہو بیگم کی درخواست کی منظوری دین مگر تدابیر اُسکی ختم نہ ہوئین اور مصلحتًا اس بات کو منظور نہین کیا کہ سرکار کمپنی بہو بیگم کی دولت وجاگیر کی وارث ہو۔ آخر کار وصیت نامہ مذکور منسوخ ہوا۔

شہزادۂ جہانگیر کی لکھنؤ مین آمد

شاہزادۂ جہانگیر اکبر شاہ ثانی بادشاہ دہلی ابن شاہ عالم ثانی کے بڑے بیٹے تھے۔ ۱۸۰۹ء مین اُنھون نے برسٹن صاحب رزیڈنٹ دہلی کے طمانچہ مار دیا اس سبب سے انگریزون نے اُنکو دہلی چھوڑنے پر مجبور کیا ۳ صفر ۱۲۲۷ھ ہجری کو بڑے ساز و سامان کے ساتھ لکھنؤ کے ارادے سے دہلی سے روانہ ہوئے اور بعد قطع منازل رونق افروز لکھنؤ ہوئے۔ نواب سعادت علی خان نے کوئی دقیقہ اُنکی عظمت و پاسداری مین فروگذاشت نہین کیا۔ استقبال کر کے خواصی مین بیٹھکر شہزادے کو دھوم دھام سے شہر لکھنؤ مین ساتھ لائے اور جو خلعت شاہزادے نے دیا تھا پہنا اور بکمال دلجوئی کے ساتھ پیش آئے۔ ناپسندیدہ حرکتین شاہزادے مین موجود تھین اور طبیعت مطلق العنان تھی۔ سرفرط نشہ شراب مین گھوڑے پر سوار ہو کر لکھنؤ کے تنگ کوچون مین پھرتے تھے بازاری لوگ اور چلنے والے پامال سم توسن برق رفتار ہوتے تھے۔ اور شہر کی طوائفین باوجود سلوک ہونے کے شہزادے پر مستغیث ہوتی تھین جس مالزادی کو چاہا بجبر داخل محل کیا اور جس طوائف کو چاہا اپنے نوکر کے ساتھ ہم آغوش کر دیا اور اس اوضاع نامطبوع کے ساتھ طرّہ یہ تھا کہ درگاہ حضرت عباس مین اپنے جانے کے لیے ممانعت تبرا کی درخواست رکھتے تھے۔ یہ صورتین محل قیام لکھنؤ ہوئین صاحب رزیڈنٹ اور کونسل کلکتہ کو ہرگز پسند نہ آئین آخر کار شہر لکھنؤ سے کانپور کو اور کانپور سے الہ آباد کی طرف روانہ کیے گئے۔

بعض امرایان لکھنؤ کی پنشنون اور جاگیرون کا تقرر محالات خالصہ کی آمدنی - اور بعض عاملون کا بیان

علامہ تفضل حسین خان کشمیری کے پاس ساٹھ ہزار روپیہ سال کی جاگیر تھی نواب سعادت علی خان نے اُسکی سند نسلاً بعد نسلٍ اور بطناً بعد بطنٍ کے لیے عطا کی - اور ایک ہزار روپیے ماہوار خانماران مختار الدولہ کے نام سرکار انگریزی کے ایما سے مقرر کیا گیا اور امیر الدولہ حیدر بیگ خان کے دو بیٹون کے لیے دو ہزار روپے ماہوار قرار پائے - اور آفرین علیخان خواجہ سرا جو نواب سعادت علی خان کی اطاعت مین سرگرم تھا اُسکو بیدو مقامات بیواڑہ کا محال جاگیر مین دیا جسکی آمدنی ساٹھ ہزار روپیہ سالانہ تھی - اور تحسین علی خان خواجہ سرا کا درماہہ وثیقہ محل آصف الدولہ مین قرار پایا اور اُسکی طرف سے میان بدیع شمس عرف شہاب الدین مختار رہا اور تحسین علی خان کی وفات کے بعد تقسیم وثیقہ کی مختاری اُسی سے متعلق ہوئی - نواب مظفر جنگ والی فرخ آباد کا بڑا بیٹا رستم علی خان اپنے باپ کو زہر دینے کے جرم مین لکھنؤ مین جلاوطن کیا گیا تھا میجر جان بیلی رزیڈنٹ کی سفارش سے اُسکی تنخواہ بھی مقرر ہوئی - اور پھر مسٹر کو ساٹھ ہزار روپے کی آمدنی کا علاقہ تھا - نواب مدار الدولہ کے نام کیا گیا نواب سعادت علی خان کے طریقہ انتظام سے علاقہ کی آمدنی بہت بڑھ گئی جسکی تفصیل یہ ہے

نام چکلہ	تعداد محال	جمع سالانہ
گونڈہ	١٥	١٤٧٨٥٠٠ روپیہ
بیواڑہ	٢٣	٣٢٠٥٠٠ روپیہ
مانکپور	٩	٧٣٢٠٠٠ روپیہ

نام چکلہ	تعداد محال	جمع سالانہ
پچھم راٹھ	۴	۴۵۲۷۰۰ روپیہ
جگدیس پور	۳	۲۲۵۰۰۰ روپیہ
خیرآباد	۳۳	۲۲۴۹۵۰۰ روپیہ
دیوی دسترکھ وغیرہ	۹	۶۳۱۰۰۰ روپیہ
دریاباد وغیرہ	۹	۵۵۸۰۰۰ روپیہ
رام نگر	۳	۵۷۴۰۰۰ روپیہ
محمدی	۱۸	۶۹۵۵۰۰ روپیہ
سنڈیلہ رسول آباد وصفی پور	۱۱	۱۵۶۵۰۰۰ روپیہ
سلطان پور	۲۹	۲۰۰۰۰۰۰ روپیہ
گوشائین گنج	۴	۳۲۵۰۰۰ روپیہ
مانک پور بہار	۲	۲۱۲۹۰۰ روپیہ
حضور تحصیل		۳۴۳۰۰۰ روپیہ
املاک صفدرگنج واقع دہلی		۱۲۰۰۰ روپیہ
املاک بنارس زرخرید نواب سعادت علی خان		۱۲۰۰۰ روپیہ
	میزان کل	(۱۵۲۶۱۱۰۰ ر)

سائر اور کوتوالی اور گنجیات اور جوہری بازار اور نخاس اور دارالضرب کی آمدنی جو تخمیناً تین لاکھ روپیہ سالانہ سے کم ہوگی جمع مال کے علاوہ تھی مستاجری اخبار مین جو اس عہد سے پیشتر بیس تیس ہزار روپیہ سال سے زیادہ نہین آتا تھا۔ اب اسکی نوبت دو لاکھ روپیے

جمع کو پہونچی اور اسیطرح حملہ گنجیات مین جمع نے ترقی پائی۔ ایک بات بڑے غور سے
نی چاہیئے کہ جسوقت نواب نے گورنمنٹ انگریزی کو ملک دیا چاہا اور سرکار انگریزی
، کا غذ طلب کیا تو الماس علی خان اور مہدی علی خان اور کاظم علی خان وغیرہ عاملون
نے آپس میں یہ قرار دیا کہ اگر اپنے ایام مستاجری کی جمع شخصہ دام دام حضور مین گذرانتے ہین
نواب صاحب نہایت کاغذی اور جزرس ہیں ایسا نہ ہو کہ محاسبہ تو فیر ملک کی بابت
لکھنے میں کھینچیں اور توفیر مانگین اس نظر سے جو کاغذ انگریزون کی جانب لیا گیا اسکی توفیر ونتیجہ
فی تشخیص کے وقت اُن محالات میں جمع کی زیادتی اور افزونی ظہور مین آئی اور نواب
کی سرکار مین اُسکے برعکس کمی کی صورت سال بسال واقع ہوئی اور یہ امر نواب کی طبیعت
کے اوپر شاق گذرا حکم دیا کہ ان لوگون کو ملک مستاجری مین نہ ملے جدید عامل مقرر ہون
مرزا مہدی علی خان نے باقی کے مطالبہ مین قید ہو کر زندان حیات سے بواسطہ اجل رہائی
پائی اور مرزا مہدی علی خان کا بھائی حسین علی خان رسولی کی چکلہ داری سے معزول ہوکر
لکھنؤ مین آیا نواب نے یہ تصور کیا کہ یہ شخص بڑا دولتمند اور محاسبے سے پاک ہے اسکو کسی علاقے
کی مستاجری دیکر یا کسی طرح محاسبے مین لیکر روپیہ کھینچنا چاہیئے مگر وہ نواب کے مافی الضمیر پر
آگاہ ہو چکا تھا رضامند نہ ہوا۔ مرزا جعفر کی بیٹی اُسکے فرزند کے ساتھ منسوب تھی اور وہ
جان بیلی صاحب رزیڈنٹ کا متوسل تھا حسین علی خان نے اسکی صحبت مین خانہ نشینی
کے دن بسر کیے اور دار وگیر کے صدمے سے محفوظ رہا فضل علی خان اور مرزا خانی
وغیرہ اقربائے مرزا مہدی علی خان نے علاقہ داری قنول کی اور ظلمتون سے خلع ہو گئے
کاظم علیخان پسر میر زین العابدین خان چکلہ دار اعظم گڈھ نے نواب کی کم التفاتی پر اطلاع
پائی تو لکھنؤ نہ آیا حیدرآباد دکن کو چلا گیا الماس علی خان جسکی دولتمندی تمام اہل لکھنؤ سے

بڑھی ہوئی تھی اُس نے سپاہ موقوف کر کے عیش و عشرت مین کر و فر کے ساتھ اپنی زندگی بسر کی
اس دولتمند کی عالی ہمتی مشہور زمانہ تھی۔ یہ شخص نواب آصف الدولہ کی ماں کے ساتھ جہیز
مین آیا تھا اور بہو بیگم کے ساتھ کے تمام خواجہ سرایون مین ممتاز تھا الماس علی خان جس وقت
مرض الموت مین مبتلا ہوا کرورون روپیہ اسکے پاس تھا۔ کالکتہ اور حیدرآباد اور بمبئی اور راجپوتانہ وغیرہ
مین اسکی کوٹھیان جاری تھین اور لاکھون روپیہ اُسکا امراے لکھنؤ پر قرض تھا جنکی دستاویزین اُسکے
پاس موجود تھین۔ جب اس شخص کو یہ یقین کامل ہوگیا کہ اجل کے ہاتھ سے اب رہائی غیر ممکن ہے
تو ایک دن اپنی مسجد مین آکر حوض کے کنارے بیٹھا اور صندوقچہ منگواکر اُن دستاویزون کے
کاغذ حوض مین ڈالدیے اور میان رحمت بچگانہ وغیرہ اپنے عملے کو بلاکر کہا کہ اکثر ارباب شہر شریف
اور نجیب اُس شخص کے قرضدار ہین اور نواب کے مزاج کی کیفیت معلوم ہے اگر دستاویزین
انکو دستیاب ہوئین تو وہ بیچارے عذاب سخت مین مبتلا ہونگے اسلیے مین نے سب کو معاف کردیا
اب مناسب ہے کہ اُن مین سے کوئی شخص اپنے آپکو میرا قرضدار ظاہر نکرے اور یہ باقی لوازمۂ
ظاہری جو موجود ہے وہ بہر کیف نواب کے اختیار مین ہے اور قسمت لوگون کی نواب
سعادت علی خان کو الماس علی خان کی یہ بات نہایت ناگوار گذری جسوقت الماس علی خان
نے قضا کی اُسکا چیلہ حیدر بخش اور جملہ متوسل مدت تک گرفتار بلا رہے۔ آخرکار حیدر بخش وغیرہ
نے مرزا جعفر سے ملکر رزیڈنٹ کی بدولت لکھنؤ سے رہائی پائی۔ جہان آباد اور کوڑے مین
جو انگریزی عملداری مین تھا جاکر سکونت پذیر ہوئے اس رہائی مین پچاس ہزار روپیہ
صرف ہوا۔ درمیان والون نے مال مارا تاہم ان لوگون کے پاس املاک کے سوا لاکھون
روپیہ موجود تھا اور الماس علی خان کی املاک اور چھاونی اور باغات اور عمارات اور امام باڑہ
اور مسجد اور خانقاہ وغیرہ اور جملہ کارخانجات امارت ظاہری نواب کی سرکار مین ضبط ہوئے

نواب کی سپاہ

نواب آصف الدولہ کے آخر عہد تک با وجود ہر طرح اور کمی کے اسی پلٹنیں پیادوں کی اور پندرہ ہزار سے زیادہ سوار ملازم تھے اور بعض مورخوں نے اس سے زیادہ بھی بیان کیا ہے۔

"اب نواب سعادت علی خاں نے لارڈ ولزلی سے معاہدہ ہو جانے کے بعد حکم دیا کہ کل چالیس پلٹنیں اور تین ہزار سوار ملازم رہیں اور باقی موقوف ہوں اسی بھی راجہ رتن ناتھ نے ایک جزرسی کو کام فرمایا کہ سواروں کی فی روپیہ دو آنے اور پیادوں کی فی روپیہ ایک آنہ تنخواہ کم کر کے کفایت کی صورت نکالی اور مورد عنایت ہوا۔ ۳۶ ہزار زیادہ سوار نواب سعادت علی خاں کے ملازم رہے۔ مگر انگریزوں کی چھ پلٹنیں بیرونی دشمنوں کی حفاظت کے لئے مامور ہوئیں۔ اُن کی چھاؤنی تین جگہ قرار پائی۔ ایک چھاؤنی مڑیاؤں میں جو لکھنؤ سے دو کوس کے فاصلے پر شمال و مشرق کی سمت واقع ہے ایک کرنیل اور کپتان یہاں مقیم تھا اور ریذیڈنٹ میدان سرداروں کے بنگلوں اور سپاہیوں کی بارکوں کے لئے اور قواعد سپاہ کے واسطے جداگانہ پیمائش ہو کر کمان افسر کے تفویض ہوا۔ اور دوسری چھاؤنی سیتاپور ضلع محمدی میں معین ہوئی اور تیسری چھاؤنی سلطان پور میں مقرر ہوئی اور ایک متصدی پچاس ساٹھ روپیہ ماہوار کا تینوں مقاموں میں بطور وکیل کے ریاست کی طرف سے مامور ہوا کہ اہل چھاؤنی کو ضرورت کے وقت گاڑیاں درمردور اور کہار وغیرہ بہم پہنچاتا رہے اور رسد رسانی کرے اور ریاست کے عاملوں اور انگریز

افسرون مین واسطہ رہے۔ نواب کی جملہ سپاہ کی تنخواہ ساٹھ لاکھ روپیہ سالانہ تخمیناً قرار پائی۔ اور چار چار مہینے کے بعد تنخواہ اُن کی نقد خزانے سے ملتی تھی۔ اور پلٹنون مین شرح یہ تھی۔ سپاہی کے چار روپے جمعدار کے پانچ روپے نائب تمندار کے دس روپے تمندار کے پندرہ روپے اور کمیدان کے اسّی روپے ماہوار مقرر تھے اور سررشتہ دار پندرہ روپے کا اور وکیل دس روپے کا مقرر تھا اور سوارون مین سپاہی کی تنخواہ علی العموم بیس روپے ماہوار تھی اور اُن کے افسرون کی تنخواہ رتبے کے موافق ہوتی تھی جملہ سردارون مین عبدالرحمن خان قندھاری ممتاز تھا۔

قندھاریون کے حالات

یوسف خان قندھاری افغانستان سے حافظ رحمت خان والی بریلی کے پاس آیا تھا حافظ صاحب نے اُسے عہدۂ رسالہ داری پر پہونچا دیا تھا۔ یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ اُسوقت کا رسالہ دار بھی سو آدمیون کا افسر ہوتا تھا۔ جیسا کہ آج کل ہوتا ہے۔ اُسوقت کا رسالہ ہزار پندرہ سو بلکہ دو ہزار سوارون کا مجموعہ ہوتا تھا اور رسالہ دار کو اپنے رسالے کے آدمیون کی موقوفی اور بحالی کے پورے پورے اختیارات حاصل ہوتے تھے وہ آج کل کے جنرل سے بدرجہا زیادہ اختیارات رکھتا تھا نقارہ و نشان اُسکے ہمراہ ہوتا تھا اور بڑی جاگیر اور ہزارون روپے کی تنخواہ رکھتا تھا۔ عبدالرحمن خان اور محمد سعداللہ خان اُسکے بیٹے تھے حافظ صاحب نے ان دونون کے لیئے علحدہ علحدہ رسالے مقرر کر دیے تھے جب نواب ضابطہ خان بن نواب نجیب الدولہ کو مرہٹون کے ہاتھ سے ۱۱۸۵ ہجری مین شکست ہوئی اور مرہٹے روہیلکھنڈ مین پھیلے تو اس زمانے مین یوسف خان قندھاری

یسلی کھیت سے حافظ رحمت خاں کی نوکری چھوڑکر شجاع الدولہ کے پاس چلا گیا۔
سیدی بشیر کی سپاہ میں شجاع الدولہ نے اُسکو رسالہ دار کرا۔ یا اور اس خیال سے کہ
یہ شخص حافظ صاحب کے متوسلوں میں سے ہے نواب شجاع الدولہ اُس کی بہت عزت
کرتے تھے۔ یوسف خاں کے بعد عبدالرحمن خاں باپ کا قائم مقام ہوا۔ شجاع الدولہ
اس کی بھی بہت خاطر کرتے تھے اور آصف الدولہ بھی نہایت مہربانی سے پیش آتے
تھے۔ مگر پہلے صرف پانسو سواروں کا رسالہ عبدالرحمن خاں کے متعلق ہوا تھا جب
فوج انگریزی کے ساتھ کمک کے لیے متعین ہو کر دکن کو گیا اور مرہٹوں کی لڑائی
میں کارنمایاں کیے تو رسالے نے ترقی پائی سولہ سترہ سو سواروں کا رسالہ دار ہوا
گو نواب سعادت علی خاں نے اُس کے سواروں کو کم کر دیا۔ لیکن عزت و توقیر
میں کمی نہ کی۔ اور وزیر علی خاں کی معزولی کے محضر پر اُسکے مہر نہ کرنے سے نواب
سعادت علی خاں کے دل میں ملال آیا تھا۔ مگر نمک حلال مشہور تھا آخر اسی
برس کی عمر میں شہسوار اجل نے اس کا کام تمام کیا۔ اُس کے رسالے میں عمدہ اور
عالی خاندان آدمی نوکر تھے۔ عبدالرحمن خاں اپنے پاس سے اکثر جمعداروں اور
دوسرے افسروں کو پانسو چارسو تین سو دوسو روپیہ ماہوار دیتا تھا۔ عالی ہمتی میں
بے نظیر تھا۔ اُس کے چار پانچ بیٹے تھے۔ سب میں بڑا حبیب اللہ خاں تھا یہ شخص
باپ کی طرح شجاع اور سخی تھا۔ جب بھائیوں میں نزاع کی صورت پیدا ہوئی اور
حبیب اللہ خاں نے نواب سعادت علی خاں کی چشم عنایت پھری ہوئی دیکھی
تو لکھنؤ سے چلا گیا اور مرہٹوں کی نوکری کر لی اور اُن کے ساتھ لڑائیوں میں
عمدہ عمدہ کام کیے حبیب اللہ خاں کے جانے کے بعد رسالہ عبدالرحمن خاں کے

دوسرے بیٹے عبدالہادی خان کے نام مقرر ہوا۔ حبیب اللہ خان کا بیٹا خلیل اللہ خان
پھر لکھنؤ مین آیا اور نوکری کرلی اور فقیر محمد خان اور حبیب الرحمن خان کے ساتھ تھا
عبدالرحمن خان قندھاری کا نواسہ مصطفےٰ خان نصیرالدین حیدر نبیرۂ نواب
سعادت علی خان کے عہد تک صاحب رتبہ تھا اور فریدون بخت عرف مناجان
کے ہنگامے مین مارا گیا۔

نواب سعادت علی خان کو گھوڑون کا شوق

نواب کو گھوڑون کا بڑا شوق تھا۔ ایرانی۔ ترکستانی۔ عربی۔ ہندی قسم قسم
کے نہایت عمدہ گھوڑے اپنے اصطبل مین جمع کیے تھے اور خانہ زاد بچھیرے یہان
بہم پہونچائے تھے اور لاکھون روپیہ رمنے کی تیاری مین صرف کیا جہان نواب
کے گھوڑے نہایت آرام سے چرتے تھے اور ولایت کی گھانس اُس رمنے مین
بوائی۔ اور گھوڑ جئی کی زراعت کرائی۔ دریاے گومتی اُس رمنے کے درمیان مین
ہوکر بہتا تھا۔ ارنے بھینسے بھی بہت سے جمع کیے تھے اور گجراتی بیل دکن سے
منگوائے تھے۔ اور گھوڑون کی اتنی آسائش منظور تھی کہ خانہ زاد بچھیرون کو گایون
کا دودھ پلایا جاتا تھا۔ اور گھوڑون کو دانہ دودھ مین بھگو کر کھلایا جاتا تھا۔

شہر کا انتظام اور غلّے کا بندوبست

نواب نے مال تجارت اور غلّے اور کرایے کے محصول کا ایسا انتظام کیا کہ گنجون
کی جمع پہلے وقت سے چوگنی ہوگئی اور تاجرون کو بھی خاطر خواہ نفع حاصل ہونے لگا

رہے زمین کی ہر قسم کی جنس شہر لکھنؤ مین آسانی کے ساتھ میسر آنے لگی نواب صاحب کو سعادت گنج کی آبادی کا بڑا خیال تھا۔ نواب جس وقت مرزا مجھلی جان کے لشکر سے لکھنؤ مین آئے تھے تو اُس زمین پر آکر مقیم ہوئے تھے اور اپنے قیام کی جگہ کے پاس چند دوکانین اور ایک بازار بنایا تھا اور اُس کا نام سعادت گنج رکھا تھا اب اسوقت کہ صاحب ملک ہوئے سعادت گنج کا نام گنج مبارک رکھا اور تمام سوداگرون کو حکم تھا کہ وہیں جاکر دوکانیں کھولیں۔ اور کوتوالی کا مکان بڑے تکلف سے تعمیر کرایا تھا۔ کوتوال شہر کے حد اختیار سے گنج مبارک کے مقدمات خارج تھے۔ اُسکی کوتوالی علیحدہ مقرر کی تھی۔ سعادت گنج کی کوتوالی کا حکم دور دور قصبات اور اطراف میں دریائے گنگا اور دریائے گھاگرہ اور کوہستان شمالی کے دامن تک جاری تھا اور یہ حکم تھا کہ جو کوئی گنج مبارک میں سکونت اختیار کرے اُس پر حاکم گمیات اور کوتوالی شہر کا حکم نافذ نہیں اور قرض خواہ کو قدرت نہ تھی کہ وہان جاکر مقروض پر تقاضا کرتا اور جو مجرم وہاں جاکر پناہ لیتا تھا قصاص اور سزا سے محفوظ رہتا تھا۔ اس وجہ سے اُسکی آبادی نے نہایت رونق پائی تھی اور وہان جاکر اکثر ہندو مسلمانوں نے قیام کیا تھا۔ اس گنج کی حفاظت خاص نواب کی ذات سے متعلق تھی۔ حضرت عباس کی درگاہ بھی سعادت گنج سے متعلق تھی تمام ناکون پر نواب نے حکم بھیجدیا تھا کہ جو مسافر باہر سے شہر میں آئے اُس سے کسی طرح کی مزاحمت نہو اور جو مسافر شہر لکھنؤ سے باہر جائے تو اُس کے مال واسباب کا جائزہ لیا جائے نقدی کی نسبت یہ حکم تھا کہ مصارف سے زیادہ جو منزل مقصود تک پہونچا دے کوئی شخص نہ لیجائے اور پروانۂ راہداری سے کے

حاصل کیے بغیر مجال نہ تھی کہ پرندہ بھی ناکۂ شہر سے نکل جائے ۔
نواب صاحب کو اس بات کا یقین تھا کہ شہر لکھنؤ کی آبادی طوائفوں کے باعث سے زیادہ ہے اس لیے حکم دیا کہ کوئی طوائف لکھنؤ سے نہ نکلنے پائے اسوقت لکھنؤ مین باون گنج اور بہت سے بازار مشہور تھے ۔ نواب سعادت علی خان کے عہد سے پیشتر مستاجری جمع گنجیات کی دو لاکھ سے زیادہ نہ بڑھی ۔ اسوقت مین چار پانچ لاکھ روپے کی نوبت پہونچی ۔ پہلے گنجیات کا سررشتہ میر بہادر علی کوتوال شہر سے متعلق تھا ۔ بعد اسکے گنج بہاری لال پسر بینی بہادر کے تفویض ہوا اس شخص نے خوب نام پیدا کیا ۔ علاقۂ پرمٹ و سائر و گنجیات مین لاکھون روپے پیدا کیے گنجبہاری دلال کی کوشش سے سائر اور چھاپہ اور پارچہ کی جمع بھی ایک لاکھ روپے سے دو لاکھ چالیس ہزار تک پہونچ گئی اور بڑی احتیاط کے ساتھ ہر ایک امر کی نگرانی رکھی جاتی تھی ۔
نرخ غلہ کا انتظام جو نواب سعادت علی خان نے کیا وہ نہایت تعریف کے قابل ہے ۔ رعیت کی پرورش کی نظر سے غلّے کی کمی بیشی پر بھی ہمیشہ نظر رکھتے تھے سنہ ۱۲۱۲ فصلی مین کمی بارش کی وجہ سے غلّے کا نرخ گران ہونے لگا گنجون کے مستاجرون اور تاجرون کو بلاکر پہلی مرتبہ تاکید فرمائی کہ اس ملک کا غلہ دوسرے ملک مین نہ جانے پائے جب اس حکم پر بھی ارزانی کی صورت ظہور مین نہ آئی تو یہ حکم جاری کیا کہ سوداگر جس قدر غلہ زمین کے اندر مدفون رکھتے ہون آج بیچ ڈالین اُن سے کچھ مواخذہ نہین مگر کل اگر قلمرو سرکار کی زمین مین غلہ دفن رہا تو زمین کا روزانہ محصول جسکی مالک سرکار ہے سرکار کو

دینا پڑے گا چونکہ یہ صورت غیر ممکن تھی تمام بقال اور تاجر رجوع ہوئے اور جس قدر غلہ
اُنکے پاس زمین میں دفن تھا اُس کا حساب حاضر کیا اُسکے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ اس
قلمرو میں ابھی اتنا غلہ موجود ہے کہ خدا نخواستہ اگر تین برس برابر بارش نہو تو بھی کفایت کر سکتا
ہے۔ نواب نے حکم دیا کہ تین برس تک غلہ معمولی نرخ پر یعنی گیہوں تین سیر فروخت ہون
اور لکھنؤ کا سیر ۹۶ روپیے بھر کا ہوتا تھا۔

نواب صاحب کے عہد مین لکھنؤ کی آبادی نے بڑی ترقی پائی شہر کی آبادی تکیہ
پودلی سے لی پی پور تک جن کے درمیان پانچ کوس سے فاصلہ کم نہ تھا اور عرض مین
چارباغ سے علی گنج اور بانس منڈی یعنی دریاے گومتی کے اُس پار تک کہ اُن میں تین
کوس کی وسعت تھی پہونچ گئی تھی اس طول وعرض کے اندر سیکڑون محلے اور کٹرے
آباد ہوگئے۔ نواب سعادت علی خاں کے عہد حکومت سے قبل یہاں زیادہ تر جنگل اور
ٹیلے تھے دور تک زمین ہموار کالستان نہ تھا۔ شہر مین اسباب امارت اس کثرت سے
آگیا اور اس خوبی کے ساتھ دوکانیں آراستہ ہوئین کہ جن چیزون کا آنکھوں سے دیکھنا مشکل
تھا وہ ارزان قیمت پر ہاتھ آنے لگین۔

سرشتۂ اخبار کی عجیب وغریب کیفیت

نواب کو پرچۂ اخبار سے بہت شوق تھا سرکاری نیک وبد کی اطلاع دینے کے لیے
ضلعون میں ہرکارے مقرر کیے تھے اور شہر مین بھی ہر ایک امیر وسردار اور اہل خدمات
ومحل کی ڈیوڑھیوں پر ہرکارے خبر لکھنے کے لیے مقرر تھے اور کوئی سرشتہ سرکاری ایسا
نہ تھا جس میں ہرکارہ ہو ہرکارون کا خاص یہ کام تھا کہ سود دریان ریاست کے متعلق

اور خاص خبرین بالتحقیق بہم پہونچاکر دار الاخبار کے افسر اعلی کے پاس پہونچاوین جو انکو نواب تک پہونچادیتا تھا بلکہ نہایت اہم اور ضروری خبرین بلا واسطہ نواب تک پہونچاکرتی تھین۔ محکمۂ اخبار کے ہرکارے تمام ضروری مقامات پر متعین رہتے تھے اور ہرکارون کے فرائض مین یہ بات داخل تھی کہ روزانہ اخبار قابل اطلاع نواب تک پہونچاتے رہین۔ مفصلات کے ہرکارون کے پرچے بذریعۂ ڈاک آیا کرتے تھے۔ یہ سررشتہ مستاجری مین دیاجاتا تھا جسکی آمدنی دو لاکھ روپیہ سالانہ تک پہونچ گئی تھی مستاجر کو داروغۂ اخبار کہتے تھے۔ لوگون کو اس بات کے سننے سے بڑا تعجب ہوگا کہ سررشتۂ اخبار کے متعلق کونسی جاگیر تھی جسکی آمدنی سے نوکرون کو تنخواہ دیجاتی اور سرکاری ٹھیکے کا روپیہ بھی ادا کیاجاتا اور مستاجر بھی مزے اڑاتا۔ اس مین بڑا نفع پردے مین منھ چھپائے ہوئے تھا جسکو مین آشکارا کرتا ہون کہ جن امیرون اور سردارون اور حاکمون کے یہان اخبار نویس متعین رہتے تھے وہ اپنی عزت وآبرو اور نقصان کے خوف سے ہزارون روپے اخبار نویس کی تواضع کیا کرتے تھے اور بالا بالا مستاجر اخبار کو بھی دیتے تھے۔ مستاجر اخبار اُسی اخبار نویس کو اس کام پر بھیجتا تھا جو سب سے زیادہ نذرانہ دینے کا وعدہ کرتا تھا اور اُسی سے حاکم اور عامل اور شریف کی عزت محفوظ رہتی اور دام بلا کا شکار نہوتا جو عملۂ اخبار کو خوب دیتا رہتا تھا۔ مثلاً اخبار نویس یا داروغۂ اخبار نے کسی کو یہ دھمکی دی کہ مین نواب تک یہ خبر پہونچادونگا کہ انکی بہو بیٹی یا یہ خود بدچلن ہین یا انکے یہان بدمعاشونکا مجمع ہوتا ہے۔ یا نواب کے حق مین یہ مخالفانہ الفاظ کہے تھے یا یہ افسر رشوت خوار ہے۔ رعایا پر جبر وظلم کرتا ہے خواہ یہ الزام غلط ہی ہو۔ مگر وہ اُنکی مٹھی گرم کرکے اپنا پیچھا چھوڑاتا تھا اور پھر جو چاہتا تھا اودھم مچاتا تھا۔ ہر آدمی خیال کرسکتا ہے کہ ایسی کارروائی کا جو عام اثر ہوگا وہ کتنا روح فرسا اور جانگزا ہوگا۔ اگرچہ نواب نے خبر نویس ہرکارون پر اور خفیہ نویس ہرکارے مامور کیے تھے جو

اخبار نویس کے صدق و کذب سے خبر دیتے رہیں مگر اس گھر میں سب گھُسے تھے حیلہ جویوں میں بھی سوائے طماعی کے دوسری بات نہ تھی۔میرے ماموں حکیم محمد اعظم خاں صاحب مرحوم مولف اکسیر اعظم بیان کرتے تھے کہ جب ہم سکندر بیگم والیہ بھوپال سے رخصت لیکر لکھنؤ کو گئے تو اُس زمانے میں واجد علی شاہ والی اودھ علیل تھے حکیم صاحب کرنیل سلیمن صاحب رزیڈنٹ سے ملے جس سے مالوے سے ملاقات تھی اُنھوں نے سلطنت لکھنؤ کی شکایتوں کے ضمن میں یہ بھی بیان کیا کہ سررشتۂ اخبار مستاجری میں دیا جاتا ہے جس سے بڑی بیکلی پھیلی ہوئی ہے یہ تو خیر پچھلے زمانے کی بات ہے کہ جب لکھنؤ میں بالکل گڑبڑ مچی ہوئی تھی۔نواب سعادت علی خان کے وقت میں بھی کہ جو انتظام کا زمانہ سمجھا جاتا ہے بوجہ مستاجری کے اخبار کا صیغہ رعایا اور ملازمین کے حق میں کوئی مفید نہ تھا بجز سرکاری برائے نام فائدے کے یا ملازمان اخبار کے نفع کے کوئی بہبود اُس سے متصور نہ تھا۔اخبار نویس نہایت سرگرمی سے سرکاری فائدوں اور دوسروں کے اسباب نقصان رسانی کی تلاش میں رہتے تھے۔ایک حکایت اُنکی ہوشیاری کی یہاں اسی پر لکھنے کے قابل ہے کہ رائے رتن چند نے اپنی حکومت کے زمانے میں کئی بار یہ چاہا کہ اپنا زرِ نقد جو جمع کیا تھا مرادآباد کو جو اُسکا وطن خاص تھا روانہ کرے۔مگر نواب کا حکم یہ تھا کہ کوئی شخص زر نقد لیکر ناکے سے نکل جانے پائے ایک بار رتن چند نے نہایت اہتمام کے ساتھ اچار اور مربے کے گھڑوں میں کئی ہزار اشرفیاں بھر کر اور خیموں میں در پردہ سلوا کر چھکڑوں پر روانہ کیں مگر ہرکارے اخبار نے یہ خبر صاف سرکار میں پہونچا دی۔نواب نے مال مال منگا کر خزانۂ عامرہ میں داخل کیں اور رتن چند کے روبرو فرماتے تھے کہ اچار اور مربے اور خیمے رائے صاحب سے بہتر دوسرا شخص تیار کرا نہیں جانتا ہے۔اور کسی روز طبیعت جب مزاج پر آجاتی تھی تو کہتے تھے کہ رائے صاحب اُس قسم کے مربے اور اچار ہمارے واسطے بھی تیار کرنا چاہئے جیسا کہ اپنے گھر کے واسطے بھیجتے ہو۔

عدالتون کا نظم ونسق - چوری اور غارتگری کا بندوبست

نواب آصف الدولہ کے عہد تک مقدمات کا فیصلہ کوتوال کی تجویز اور پنچون کی رائے اور احکام شرع پر ہوتا تھا اب سررشتہ عدالت تین صورتون پر منقسم ہوا - فوجداری - دیوانی مرافعہ عدالت فوجداری کوتوالی شہر سے متعلق ہوئی تھی - میر بہادر علی اور میر خیرات علی مہتمم تھے بعد انکے خواجہ محمود کے تفویض ہوئی - پھر دھومی بیگ کوتوال کے حوالے ہوئی اور پلٹنین کوتوال کے ساتھ تھانہ بندی کے لیے مقرر کی گئین - شہر مین شبخون اور ڈاکہ زنی کی وارداتون کا بیرونی آدمیون کے ہاتھون سے بخوبی انسداد ہو گیا - مگر شہر کے لُچے شہدے اکثر شہر مین مفسدے برپا کرتے تھے - انکے کئی گروہ ہو گئے - ہاتھون مین تلوارین اور بندوقین لیے ہوئے شب کو اہل شہر کے گھرون مین گھس پڑتے تھے - اور انکا مال واسباب لوٹ لیجاتے تھے اور تھانہ دار اُنسے مقابلہ کرتے تھے اگر مکانون کے دروازے ان بدمعاشون کو کھلے نہ ملتے تو دیوارون پر سیڑھیان لگا کر مکانون مین کودتے دولتمندون کے مال واسباب سے گذر جانا بنتی تھی آخر کار نواب نے کوتوال شہر پر انکی گرفتاری کے لیے بہت تاکید کی اُسکی کوشش سے اکثر زندہ گرفتار ہوئے اور کچھ مارے گئے - اُس زمانے مین شہر کا ایک آدمی فتّو نامے نہایت بدمعاش تھا یہ شخص چوری کیا سینہ زوری کرتا تھا بڑے بڑے مکانون پر چڑھ جانا اور پھر اُن پر سے کود پڑنا اُسکے نزدیک ایک کھیل تھا - رنڈیون کو ہزارون روپے کھلاتا تھا - گانجہ اور چرس وغیرہ نشون سے صحبت گرم رکھتا تھا - غریب اور محتاجون کے مال پر ہاتھ نہین ڈالتا تھا - بلکہ اُن کی حاجت براری کرتا تھا - ایکدن مرغ بازی کے جلسے مین فتّو بھی پہونچا - لکھنؤ کے ایک امیر کے پاس ولائتی پستول کی جوڑی دیکھکر فتّو نے اُس سے مانگی اُس امیر نے نہ دی فتّو نے کہا کہ حضرت یہ ہمارا مال ہے

آپ ہوشیاری سے رکھئے۔ اُس دن سے وہ امیر بڑی ہوشیاری سے اُن پستولوں کو رکھنے لگا
مگر کسی ترکیب سے فتھوے اُڑا لی صاحب مال نے اُنکی تلاش مین بہت کوشش کی مگر پتہ نہ ملا
دوسرے دن فتھو تے وہ جوڑی لیجاکر اُس امیر کو دکھائی کہ یہ حاضر ہے اُس دو تمنچے کچھ رفقا
سمیت وہ جوڑی فتھو ہی کو دیدی ایکبار فتھو قید تھا عشرۂ محرم قریب آیا محافظوں سے کہا کہ مجھکو رہا
کردو عشرۂ محرم کے بعد پل کا پابند حاضر ہونگا۔ لیکن مطلعی کی صورت ظہور میں نہ آئی ایکدن محافظونکو
مغالطہ دیکر زنجیر آہنی توڑکر جیلخانہ سے نکل گیا اور کسی سے اُسکی محافظت نہو سکی مگر تعزیہ داری سے
فارغ ہوکر عشرۂ محرم کے بعد جیلخانہ مین آموجود ہوا آخر کار نواب سعادت علی خان نے اُسکی تنخواہ
مقرر کردی اور کوتوالی کے نظر باروں مین مقرر رہا اسیطرح اور بھی کئی نامی چور گرفتار ہو کر کوتوالی
کی خدمات پر نوکر ہوگئے جس سے مفسدہ پردازی کا سدباب ہوا اور بیرونی چور اکثر نواح سلطانپور
سے چلکر آتے تھے اُنکی حرکات بھی انجاز سے کم نہ تھین اس عہد مین چورون کی پرورش کا باعث
یہ تھا کہ نواب آصف الدولہ کے عہد تک عامل لوگ چورون کو زندہ نہیں چھوڑتے تھے اب جو ریزی
کی بڑی ممانعت تھی اسوجہ سے چورون کا بازار گرم تھا اور رعایا پریشان و سرگردان تھی۔ مگر
چورون کی پناہ کے لیے شہر مین جگہ نہ تھی علاقے میں سکونت رکھتے تھے۔ علاقے کا یہ حال تھا
کہ زمیندار لوگ فصل ربیع کا غلہ اپنے صرف میں لے آتے تھے اور معہ جماعت دیگر ادائے زر کا وعدہ
ماہ جیٹھ اور اساڑھ کا کرتے تھے وجہ یہ تھی کہ ایام بارش کے قریب انگریزی تلنگے رخصت لے کر
بہتے اپنے گھروں کو جاتے تھے اور اُنکی کمرون مین اشرفیوں کا ہونا مشہور تھا اسلیے یہ زمیندار
قطاع الطریق اُنکو لوٹ لیتے تھے اور عمال مستاجری حیلہ حوالہ لیکر مالامال ہوتے تھے اسواسطے
کم تدارک اُنکا ظہور مین آتا تھا اور اخبار نویس بھی اس عہد میں مستاجر ہوتے تھے اُنکو بھی سوائے
زر کے دوسرا کام نہ تھا اسوجہ سے نواب سعادت علی خان اُسکے تدارک واقعی سے مجبور تھے

ورنہ نواب کی طبیعت رعیت پروری کی طرف بہت تھی - نواب کے حقیقی بھائی شہامت علی خان نے ایک زمیندار سے قطعہ زمین لیکر اُسکی عورتون کو ظلم سے نکال دیا تھا اور منظور تھا کہ وہان عمارت بنوائین نواب کو یہ امر ناگوار گذرا اور انکو شہر سے نکال دیا -

عدالت دیوانی - ابتدا مین یہ محکمہ مولوی سدن اور اُن کے بعد مولوی ظہور اللہ خان کے متعلق رہا -

عدالت مرافعہ - اس محکمے مین ہفتے مین ایک مرتبہ نواب بذات خاص اجلاس فرماتے تھے اور مقدمات کا فیصلہ کرتے تھے اس عدالت کا اجلاس حسن باغ مین قرار پایا تھا اور باہر ایک صندوق رکھا جاتا تھا جس مین مستغیث اپنی عرضیان ڈلتے تھے اور نواب اُن کو نکالکر حکم لکھتے تھے -

ابتدائے مسندنشینی سے انتقال تک نواب کا کوئی دن ملاحظہ کاغذات سے خالی نہین گیا اور جس کمرے مین کاغذات ملاحظہ کرتے تھے اُسکے دروازے کے باہر پردے کے قریب ایک طرف نواب کے بیٹے نصیر الدولہ اور راجہ دیاکرشن مع ضروری عملے کے اور عاملون کے وکیل حاضر رہتے تھے اور دوسری طرف نواب کے بیٹے شمس الدولہ اور رتن چند اور اہل انشا اور بعض افسران فوج حاضر رہتے تھے اور ایک طرف طوائفون اور رقاصون کی چوکی جمع رہتی تھی ان پریوں پیکرون اور نواب کے درمیان ایک دروازہ شیشے کے کواڑون کا حائل تھا جسوقت نواب کا دل ملاحظہ کاغذات سے اُکتا جاتا تھا تو کرسی سے اُٹھکر شیشون مین سے نظارہ بازی کرتے اور رقص وغیرہ کا تماشہ دیکھتے تھے - جس امر مین نواب سعادت علی خان نے قاعدہ اور قانون جاری کیا آخر عمر تک بخوبی انجام کو پہونچایا -

نواب سعادت علی خان کا ایک جانکاہ حادثے سے بچ جانا

سلیمان خان اسد لکھوی نبیرہ زادۂ حافظ رحمت خان شمس سلیمان میں لکھتے ہیں کہ خواجہ حسین چشتی نام ایک سید محبت خان بن حافظ رحمت خان کی مصاحبت میں رہتے تھے اُنکی سیادت کی وجہ سے آصف الدولہ اور اُن کے بھائی سعادت علی خان انکی عزت کرتے تھے حسب اتفاق ایک روز نواب سعادت علی خان راجہ ٹکیت رائے کے باغ میں ناچ دیکھ رہے تھے اور اُماگر طوائف مجرا کر رہی تھی۔ سید خواجہ حسین چشتی بھی شریک جلسہ تھا۔ نواب موصوف ان دنوں تک سے نوشی کا شغل کرتے تھے۔ پس نشے کی حالت میں اُس رنڈی سے یہ فرمایا کہ اُماگر میاں صاحب کی گود میں بیٹھ جا اُس نے قصد کیا تو میاں صاحب نے اشارہ سے روک دیا چند ساعت کے بعد پھر نواب صاحب نے اُس طوائف سے یہی کہا اُس نے پھر قصد کیا میاں صاحب نے اُسکو جھڑکا تو وہ الگ ہو گئی۔ لیکن میاں صاحب کے دل کو یہ بات سخت ناگوار گذری اور خیال کیا کہ نواب صاحب خلاف عادت اسوقت مجھ سے تمسخر کرتے ہیں۔ نواب صاحب نے پھر تیسری مرتبہ برہم ہو کر اُس طوائف سے فرمایا کہ ہم تجھ سے چند مرتبہ کہہ چکے تو میاں صاحب کی گود میں نہیں بیٹھ جاتی اُسوقت وہ رنڈی خوف حاکم سے مجبور ہو کر بہت قریب میاں صاحب کے آگئی اور قصد گود میں بیٹھ جانے کا کیا میاں صاحب نے اُسکو ہاتھ سے ڈھکیل کر یہ فرمایا کہ دور ہو یہاں سے یہ گودی مالزادیوں کے بیٹھنے کے لائق نہیں اس میں وزیرزادیاں اور شہزادیاں بیٹھیں تو کیا مضائقہ ہے یہ بات اُس نشہ کی حالت میں نواب سعادت علی خان کو بہت ناگوار گذری اور کلمۂ نامناسب یعنی بجائے تم کے تو کی لفظ سے میاں صاحب کی طرف

مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ کیا بات بیہودہ کہی - اُسوقت میان صاحب کو غصہ ضبط کرنے کی تاب نہ رہی اور چھپرسے پر ہاتھ ڈال کر فرمایا کہ اے دختر شجاع الدولہ خموش اگر دوبارہ ایسا کلمہ زبان سے نکالا تو اسی وقت اپنی جان اور تمھاری جان ایک کردونگا اور سینہ پر چڑھ کر لہو پی جاؤن گا یہ سخن میان صاحب کی زبان سے نواب سعادت علی خان سُن کر دم بخود ہو گئے اور گردن جھکالی وہ جلسہ درہم و برہم ہو گیا میان صاحب چند ساعت توقف کر کے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ سلام علیک کرکے نہایت ہوشیاری کے ساتھ دہنے بائین دیکھتے ہوئے باغ مذکور سے نکلکر پالکی مین سوار ہو مکان پر چلے آئے - نواب سعادت علی خان نے بھی فی الحقیقت بپاس و لحاظ سادات نہایت تحمل کو کام فرمایا ورنہ حاکم اور محکوم مین بڑا تفاوت ہے - میان صاحب کی جان جانے مین کیا تامل تھا اُسدن سے نواب سعادت علی خان اور میان صاحب سے یک لخت ملاقات ترک ہوگئی اور نواب صاحب نے وہ پانسو روپیہ ماہوار جو نواب آصف الدولہ کے عہد سے میان صاحب کو ملتا چلا آتا تھا بالکل بند کر دیا دو ایک ماہ کے بعد سے میان صاحب کو اخراجات کی تکلیف ہونے لگی نواب محبت خان اور میان صاحب کے بڑے بھائی شاہ خواجہ حسن صاحب نے سید خواجہ حسین کو بہت کچھ سمجھایا کہ تم بغیر طلب نواب سعادت علی خان کے پاس چلے جاؤ اُسوقت نشے کی حالت مین اُن سے یہ ایک حرکت خلاف ہو گئی اور تمکو بھی غصہ آگیا جسوقت تمھارا اور اُنکا سامنا ہو جائیگا تو یقین ہے کہ باہم صفائی ہو جائیگی اور کدورت نہ رہیگی - لیکن میان صاحب نے یہی کہا کہ اب جب تک نواب سعادت علی خان ازخود مجھے طلب نکرینگے مین ہرگز نجاؤن گا اس مین جو ہو سو ہو یہانتک کہ اسبات کو عرصہ قریب آٹھ دس ماہ کے گذر گیا اور میان صاحب کو بسبب بند ہو جانے تنخواہ کے ہر طرح کی تکلیف ہونے لگی کیونکہ مصارف میان صاحب کے کثیر تھے اور اولاد وغیرہ بھی کثرت سے موجود ہو گئی تھی لیکن ضد کے مارے نواب سعادت علی خان کا سامنا نکرتے تھے

اتفاقاً ایک روز نواب سعادت علی خان کو موسم گرما میں یہ خبر پہونچی کہ بول گنج کے قریب جو لکھنؤ سے سات کوس کے فاصلے پر واقع ہے اور اُس کے ملے ہوئے اس گنج کے قریب کسی قدر جنگل بھی تھا ایک شیر آگیا ہے اور اُس نے کسی قدر مویشی وغیرہ کو مارا ہے باشندگان بول گنج نہایت خائف و ترسان ہیں نواب صاحب نے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالےٰ کل ہم خود جاکر اُس شیر کا شکار کرینگے چنانچہ دوسرے دن شکار کے لیے لکھنؤ سے جانب بول گنج روانہ ہوئے۔ یہ خبر نواب محبت خاں کو پہونچی۔ ان میں اور سید خواجہ حسین صاحب میں کمال اتحاد تھا اس لیے محبت خاں اپنے مکاں سے ہوادار پر سوار ہوکر میاں صاحب کے مکان پر آئے۔ میاں صاحب اُسوقت خط بنواتے تھے دور ہی سے جھانکا اور دیکھا اور آشنائی وغیرہ جو نظر آئی تو اپنے ایک ملازم سے کہا کہ دور کر دیکھ تو کیا نواب محبت خاں آتے ہیں اُس نے دیکھکر عرض کیا کہ وہی آتے ہیں۔ میاں صاحب ویسے ہی اُٹھ کھڑے ہوئے اور حسب معمول قدیم نواب محبت خاں کو تا صحن مکان آکے لیگئے اور فرمایا کہ برادر اسوقت تمنے کیوں تکلیف کی مجھکو طلب کر لیا ہوتا۔ نواب محبت خاں نے کہا کہ اسوقت میاں صاحب میں تمھارے پاس سخت ضرورت سے آیا ہوں جو میں کہوں وہ تمکو قبول کرنا پڑے گا۔ میاں صاحب نے جواب دیا کہ برادر تمام اثاث البیت اور مکان اور لڑکے بالے وغیرہ سب تمھارے ہیں مجھسے کسی بات کے پوچھنے اور کہنے کی کیا ضرورت ہے۔ نواب محبت خاں نے فرمایا کہ وہ بات تمسے ہی کہنے کی ہے اور تمکو ضرور اسوقت منظور کرنا ہوگی۔ میاں صاحب نے استفسار کیا تو محبت خاں نے کہا کہ تم میرے سر کی قسم کھالو کہ میں منظور کرونگا اُسوقت میں بیان کرونگا اول تو میاں صاحب نے کچھ عذر کیے جب محبت خاں نے اصرار کیا تو میاں صاحب نے اُنکے سر کی قسم کھائی اُسوقت محبت خاں نے میاں صاحب سے کہا کہ نواب سعادت علی خاں

شیر کے شکار کے لیے نول گنج کی طرف تھوڑا عرصہ ہوا تشریف لے گئے ہین اسلیئے مین تم سے کہنے آیا ہون اور سواری کے لیے ہاتھی کی تیاری کا بھی حکم دے آیا ہون تم میرے کہنے سے اسوقت نواب سعادت علی خان کے پاس فوراً چلے جاؤ ورنہ مجھے ملال ہو گا - میان صاحب نے یہ بات سُن کر کسی قدر تامل اور انکار کیا - محبت خان نے کہا کہ میان صاحب تم میرے سر کی قسم کھا چکے ہو اسکا خیال کرنا چاہیئے اور انکے بڑے بھائی خواجہ حسن نے بھی سمجھایا - خواجہ حسین صاحب نے نہایت اپنا سر دُھنا اور محبت خان سے کہا کہ برادر تم نے اسوقت دھوکے مین اپنے سر کی قسم مجھ سے لے لی اچھا الامر فوق الادب مین جاؤن گا لیکن خط بنوا لون محبت خان نے کہا کہ خط اسوقت نہ بنوائیے میرے کہنے سے سوار ہو جائیے - ناچار میان صاحب نے کپڑے پہنے ہاتھ مین سیرا گی اور کمر مین پیش قبض لگایا اور ہاتھی پر سوار ہو کر نول گنج کی طرف روانہ ہوئے -

نواب سعادت علی خان اُس مقام پر پہونچے جہان شیر کا پتہ لگا تھا ہانکہ وغیرہ حسب معمول کیا گیا تو کہین شیر کا سُراغ نہ ملا بس نواب موصوف منغض اور بدمزہ ہو کر وہان سے پلٹے اور بسبب اُسکے کہ ہاتھیون اور سوارونکے ہمراہ ہونے سے گرد بہت اُڑتی تھی نواب صاحب نے حکم دیا کہ ہمسے جملہ ہمراہیان سواری بہت دور پیچھے رہین فقط بذات خود پالکی مین سوار اور چند کہار و خدمتگار اُنکے ہمراہ رہے اور باقی سب لوگ پیچھے رہگئے اُسوقت میان صاحب پہونچے اور انھون نے بھی اپنا فیل سواری اُنھین ہاتھیون کے ساتھ جو کہ پیچھے نواب صاحب کی سواری کے آتے تھے ملا یا اور آہستہ آہستہ دوسرے اشخاص سے باتین کرتے ہوئے واپس آتے تھے کہ ایک نشیب مین نواب سعادت علی خان کی پالکی اُتری اور لوگونکی نظرون سے اوجھل ہو گئی چند ساعت کے بعد صلابت خان چیلہ کہ جو میان صاحب کی خواصی مین بیٹھا تھا اُس نے جھک کر پیچھے سے میان صاحب کے کان مین کہا کہ ملاحظہ تو کیجئے مجھے نواب صاحب کی پالکی پر تلوار چمکتی نظر

آتی ہے میاں صاحب نے بھی جو غور سے دیکھا تو اُس کا کہنا سچ معلوم ہوا - اسلیے میاں صاحب نے
فیلبان سے کہا کہ ہاتھی دوڑا - فیلبان نے موافق حکم میاں صاحب کے ہاتھی بہت تیز
دوڑایا دوسرے ہمراہیوں کو یہ شبہہ ہوا کہ شاید میاں صاحب کو نواب صاحب نے طلب
فرمایا ہے جو یہ ایسا ہاتھی اسقدر تیز بھگائے ہوئے جاتے ہین طرفہ یہ کہ تلوار کی چمک کسی کو نظر آئی
خلاصہ یہ ہے کہ جب میاں صاحب قریب پہونچے تو دیکھا کہ ایک شخص تلوارین پالکی پر مار رہا ہے
اُنھوں نے فیلبان سے کہا کہ ارے جلد ہاتھی بٹھا اُس نے ہاتھی بٹھایا سیڑھی لگانے کی نوبت
نہ آنے پائی تھی کہ میاں صاحب فوراً ہاتھی پر سے کود پڑے جسکے سبب سے کسیقدر صدمہ اُنکے
ایک پانوٴن میں آیا لیکن اُنھوں نے کچھ خیال اُسکا کیا فوراً جھپٹ کر اُس شخص کو للکارا اور کہا کہ او
مردود یہ کیا کرتا ہے اور میاں صاحب بہت قریب اُسکے جا پہونچے تھے کہ اُس شخص نے پالکی کو
چھوڑ کر ایک تلوار میاں صاحب کو ماری میاں صاحب کے ہاتھ میں جو سیر آگئی تھی اُنھوں نے
اُسپر روکی اُس نے اور دوسری تلوار ماری وہ بھی میاں صاحب نے سیر آگی پر روکی اور بہت
قریب اُس سے ملکر وہی سیر آگی گھما کر اُسکے سر پر ماری کہ وہ شخص اُس چوٹ کے صدمہ سے چکرا گیا
پس میاں صاحب نے بچا لیا کی تمام خم اوس سیر آگی کا اُس شخص کی گردن میں ڈالکر ایک جھٹکا
زور سے مارا کہ وہ زمین پر گر پڑا اور میاں صاحب پیش قبض کمر سے نکال کر اُسکے سینے پر چڑھ بیٹھے
اور یہ قصد کیا کہ اُسے ہلاک کروں اس درمیان میں نواب سعادت علی خاں پالکی کے پٹ کھول کر
باہر نکل آئے اور فرمایا میاں صاحب تمھیں میرے سر کی قسم اسے مارنا نہیں اسلیئے میاں صاحب نے
اپنا ہاتھ روک لیا اس اثنا میں دوسرے نوکر ہمراہیان سواری بھی آ پہونچے اور اُس شخص کی
مشکیں باندھ لین بعد اُسکے اُس سے دریافت کیا کہ تو نے یہ حرکت نالائق کس واسطے کی تو اُس نے
بیان کیا کہ میں فلاں پلٹن میں تلنگوں کے زمرے میں نوکر تھا عرصہ ہوا کہ تخفیف میں آ کر برطرف ہو گیا

جسکی کہ اب نوبت میری فاقہ کشی کو پہونچی تو دل مین یہ خیال آیا کہ تو مرتا تو ہے پس کسی ایسے شخص کو مار کر مرکہ جس سے نام دنیا مین رہجائے اسوجہ سے مین نے یہ حرکت کی تھی۔ غرضکہ نواب سعادت علیخان بعد اس قصے کے پالکی مین سوار ہوئے اور میان صاحب سے فرمایا کہ ہمارے ساتھ آؤ۔ جب دولتخانہ پر پہونچے اور جملہ ہمراہی پہونچاکر رخصت ہوئے تو میان صاحب کو نواب صاحب لپنے ساتھ کوٹھی مین لے گئے اور میان صاحب کی نہایت شکرگزاری و مدح وثنا کی اور باہستگی غلامی خان خانساماں کو حکم دیا کہ کشتی ہاے خلعت لاؤ چنانچہ اُس نے فوراً اکیس کشتیان لاکر حاضر کین اُسوقت نواب صاحب نے میان صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ میان صاحب یہ کشتیان خلعت وغیرہ کی موجود ہین ہمراہ لیجاؤ میان صاحب نے اُسکے لینے مین انکار کیا اور عرض کیا کہ مین ان کشتیون کے لینے کا مستحق نہین۔ اگر یہ کام آپ کے ملازمان مین سے کوئی رسالدار یا کمیدان یا دوسرا کوئی افسر فوج کرتا تو البتہ اس انعام کا مستحق تھا۔ مین بیچارہ ایک فقیر ٹکڑ گدا کوئی بانکا یا سپاہی نہین کہ یہ انعام لون مجھ سے جو کچھ ظہور مین آیا یہ سب فقط آپ کے اقبال کا باعث تھا ایک گنوار کو پکڑ لیا تو کیا فخر کیا۔ مین یہ خلعت و انعام کسیطرح پر نہ لونگا اس سے مجھے معاف فرمانا چاہیئے ناچار نواب صاحب خاموش ہو گئے اور دل مین سمجھے کہ میان صاحب ہرگز اسے قبول نکرینگے اسکے بعد میان صاحب رخصت ہو کر اپنے مکان پر آئے۔ دوسرے روز نواب سعادت علیخان نے میان صاحب کی چڑھی ہوئی تنخواہ ایک ہزار روپیہ ماہوار کے حساب سے اُنکے مکان پر بھجوادی اور اُنکو طلب کیا اُس روز سے صفائی کامل نواب صاحب اور میان صاحب کے درمیان دوبارہ ہوگئی اور ہزار روپیہ ماہانہ مقرر ہوا اور آمد و رفت میان صاحب کی نواب کے پاس بدستور ہوگئی۔

عماراتِ جدید

نواب آصف الدولہ کی عمارتین ایسے موقع پر تعمیر تھین کہ برسات کا پانی جمع ہو کر لوگوں کی آمد و رفت اُدھر سے مشکل ہو جاتی تھی خاص چوک اور فرنگی محل مین کہ ناف شہر ہے ایسی تنگ گلیاں خس اور خراب ہوتی تھیں کہ گرمی اور جاڑے کے دنون مین بھی اُدھر سے گذر دشوار ہوتا تھا نواب سعادت علی خان کو یہ عمارات پسند نہ تھین اور دوسری بات ان عمارات کی طرف سے مکدر پیدا ہونے کی یہ تھی کہ نواب آصف الدولہ کے انتقال کے وقت انگریزی تلنگونکے دو پہرے دولت خانۂ قدیم آصفی مین مامور ہو گئے تھے اور اتبک اپنے مقامون پر قائم تھے علاوہ ان باتوں کے نواب کو نئی عمارتین جدید نقشوں پر بنانے کا شوق بھی تھا اور چاہا کہ کلکتے کی وضع کا ایک نیا شہر بسائیں اسوجہ سے شہر اور بی بی پور کے درمیان مین جہاں کی زمین کچھ بلند اور کچھ ہموار تھی عمارات بنوانا چاہین۔ نواب آصف الدولہ کے عہد مین جنرل مارٹین ایک انگریزی تاجر نے کہ نہایت متمول تھا دو کوٹھیاں بنوائی تھین۔ ایک کوٹھی شہر سے ملی ہوئی تھی اسکو پچیس ہزار روپے کو نواب سعادت علی خاں نے مول لے لیا اور اپنی عمارات جدید مین ملا لیا اور مسند نشینی سے پانچ چھ برس کے بعد اپنے رہنے کے مکانون کو چھوڑ دیا اور سرطان کی بیماری میں جو نواب کو عارض ہوئی تھی بطور نقل مکان کے دولتخانے سے اُٹھ گئے وہان انکو شفا ہوئی اس لئے اُسکا نام فرح بخش رکھا۔ نواب نے پانچ چھ کوٹھیان اور بھی نئی نہایت اعلی نقشے پر تعمیر کرائین آلات شیشہ سادہ و منقش اور آئینے قد آدم سے اونچے اور انگریزی لمپے اور گھڑیان اور طرح طرح کے ہتھیار اور لاکھوں روپے کا سامان مول لیکر ان مین سجایا اور باغون مین قسم قسم کے میوؤں کے درخت لگائے۔ شہر کی کثافت دفع ہو گئی اور ہر ایک امیر کو حکم ہوا کہ عمارات عالی تعمیر کرائے اور دو سو سقے

اور دو تین سو گھڑے والے صبح و شام سڑکون پر چھڑکاؤ کے واسطے مقرر کیے اور کئی سو لالٹینین سونے چاندی کی نفیس نفیس بنوائین جو رات کے وقت نواب کی سواری کے ساتھ رہتی تھین اور اُن مین مومی شمعین روشن ہوتی تھین۔

فرح بخش - اس مین نواب ہمیشہ اجلاس کرتے - اس کوٹھی مین ایک نہر کاٹ کر تہ خانون کے اندر لائی گئی تھی اور نہر کے اندر صحن مین کوڑیان منقش اور رنگین اسطرح بچھائی تھین کہ دو انگل بلندی سے پانی اُن پر ریزش کرتا تھا اور مخمل اور اطلس کے پردے کارچوبی کام کے نہایت مکلف اُس مکان مین لگے تھے اور کرسیان سادہ اور مرصع جا بجا بچھائی تھین اور طائران خوش الحان جن پر قدرت کے ہزار رنگ نثار تھے طلائی پنجرون مین آویزان تھے اور چھوٹے بڑے آئینے نزدیک بین اور دور بین اور معکوس بین اور ہزار بین اکثر مقامون پر نصب تھے اور سر راہ بارہ دری بنوائی تھی اور دو رویہ دوکانین کلکتے کی وضع پر تعمیر کرائی تھین - فیلخانہ - اصطبل - شاگرد پیشہ اور سپاہ کی چھاونی کے مکانات پختہ تعمیر کرائے اور چوڑی سڑکین بنوائین کوٹھی فرح بخش مین تختگاہ تھی جس کو قصر السلطان کہتے تھے یہ مکان صرف واسطے دربار شاہی کے آراستہ ہوتا تھا اور جب کبھی کوئی بادشاہ جلوس کرتا تھا تو اُسکی تخت نشینی کی رسم یہین ادا ہوتی تھی کوٹھی فرح بخش سعادت علی خان کے عہد سے محل شاہی تھی اور اس مین واجد علی شاہ کے اول عہد تک مقام قیام شاہان رہا جب تک قیصر باغ تیار نہین ہوا تھا اس کوٹھی کی وہ جانب جو دریا کی طرف ہے جنرل مارٹین کی تیار کردہ ہے باقی تعمیرات جو اُسکے ملحق تھین اور تخت گاہ سب سعادت علی خان نے بنوائی تھین اب یہ مکان یادگارانہ مرمت ہوکر خالی پڑا ہے۔

درگاہ حضرت عباس - مفتاح التواریخ مین لکھا ہے کہ روضۂ حضرت عباس کی تعمیر ابتک خام تھی کچی چھت تھی اور کچی دیواریں تھین سنہ ۱۲۱۳ ہجری مین نواب نے عالیشان عمارت تیار کرائی

اور طلائی گنبد رکھوایا بارہ دروانے اُس میں رکھے مرزا قتیل نے یہ تاریخ اس عمارت کی کہی ہے
؎ این گنبد جدید بنائے سعادت است۔
کوٹھی دلکشا۔ اس کو نواب سعادت علی خان نے لیے سیر و شکار کے واسطے بنوایا تھا اور گرد و پیش کے جنگل کو صاف کروا کر ایک چراگاہ مقرر کی تھی اور اُس میں جانوران شکاری مثل ہرن وغیرہ چھوڑوا دیے تھے اس کوٹھی میں اکثر بیگمات بھی سیر کے واسطے آیا کرتی تھیں۔
موتی محل۔ احاطے کے شمال کی جانب ہے اور موتی محل اسکا اس واسطے نام رکھا گیا تھا کہ اس میں ایک برج بنا تھا جو موتی کی شکل پر تھا مگر اب مسمار ہوگیا ہے۔
شاہ منزل۔ جس مقام پر اب قیصر باغ تیار ہوا ہے واسطے لڑائی حیوانات کے تعمیر ہوا تھا چھوٹے چھوٹے جانوروں کی لڑائی احاطہ شاہ منزل میں ہوا کرتی تھی اور شیر وغیرہ کی لڑائی بھی اُسی احاطے میں ہوتی تھی اسواسطے مضبوط کٹہرے اور مستحکم مامن تماشا دیکھنے والون کے واسطے تعمیر ہوئے تھے مگر لڑائی ہاتھی اور گینڈے کی دریا پار میدان میں حضور باغ کے سامنے ہوا کرتی تھی کیونکہ ایسے حیوانات کی لڑائی کی سیر کے واسطے فاصلہ بہت ضرور ہے لہٰذا صاحب اور دیگر ارکان سلطنت برآمدہ شاہ منزل پر سے دیکھا کرتے تھے۔
خورشید منزل۔ اس تعمیر کو سعادت علی خان نے شروع کیا تھا اور غازی الدین حیدر نے ختم کیا۔
ماہ منزل۔ یہ کوٹھی بھی نواب موصوف نے بنائی تھی۔
موسیٰ باغ۔ یہ باغ نواب آصف الدولہ نے تیار کرایا تھا اور جو تعمیرات اُس میں ہیں اُن کو سعادت علی خان نے واسطے سیرگاہ خاص کے بنوایا تھا اسکے اول وقت میں لڑائی حیوانات کی اُس میں ہوا کرتی تھی اس نام کی روایت مشہور یہ ہے کہ ایک دن آصف الدولہ سوار اُس طرف

جاتے تھے اور سب ہمراہی پیچھے تھے کہ وہان ایک موش یعنی چوہا نکلا اور نواب کے گھوڑے کی ٹاپ سے وہ مر گیا اُسکے مرنے سے کچھ دل مین نواب کے رنج آیا اور اسلیے حکم دیا کہ ایک قبر اُس موش کی اُس مقام پر تیار ہو اور باغ بھی بنے اور اُس موش کے نام سے یہ تعمیر مشہور ہوئی کیونکہ موش کو ہندی مین موسا کہتے ہین مگر ایک روایت قرین قیاس یہ ہے کہ سعادت علی خان نے یہ تعمیر باہتمام ایک فرانسیس کے تیار کروائی تھی مہتمم کا اور نام تو بھول گئے مگر اُسکے اول کا حرف یعنی موسیو یاد رہا کثرت استعمال سے تخفیف ہوکر موسیٰ رہگیا۔

دیگر تعمیرات عہد سعادت علی خان

عمارات مفصلۂ ذیل بھی سعادت علی خان نے بنوائی تھین تاکہ شہر غربی جانب سے ویسا ہی آراستہ ہو جیسا کہ آصف الدولہ نے شرقی جانب کو درست کیا تھا (۱) کوٹھی حیات بخش (۲) کوٹھی دار الشفا (۳) کوٹھی بیگم (۴) کنکر والی کوٹھی (۵) کوٹھی نور بخش (۶) چینی بازار (۷) ٹیڑھی کوٹھی ۔ ان مکانات مین اکثر صاحبزادے رہا کرتے تھے جس مکان کے لیے اُنکے دل مین آتا اُس مین سیر و تماشا کیا کرتے تھے اور ٹیڑھی کوٹھی واسطے سرانجام امور ملکی کے تیار ہوئی تھی جو کام ملکی ہوتا تھا وہ وہان در پیش ہوتا تھا ان مکانات مین سے اکثر مکانون کے نام غدر کے بلوے مین مشہور ہو گئے ۔

خزانے کا حال

نواب سعادت علی خان کے پاس بنارس مین چالیس لاکھ روپیہ جمع ہو گئے تھے اسی کو خزانہ قدیم کہتے تھے۔ مسند نشینی کے بعد ملک کی آمدنی اور جرمانہ وغیرہ مین تیرہ کروڑ روپیون کے قریب

اپنے آخر عہد تک جمع کر لیے ان میں سے چوراسی لاکھ روپے نواب نصیر الدولہ کی تحویل میں تھے اور ایک کروڑ روپے شمس الدولہ کے پاس رہتے تھے اور ایک کروڑ روپے خاص محل کی تحویل میں رہتے تھے اور آٹھ کروڑ روپے بڑے خزانے میں جمع تھے جسکا نام خزانۂ عامرہ تھا اور وہ ظفر الدولہ کے سپرد تھا اور دو کروڑ روپے ساہ کے خزانے میں رکھے تھے اور یہ خزانہ گلزاری مل خزانچی کے تفویض تھا سلطان الاخبار میں ہے کہ نو کروڑ روپیہ اور چند لاکھ اشرفی سوائے جواہر بیش بہا اور قیمتۂ نفیسہ کے چھوڑا۔

دو چار آدمی ایسے دولتمند نواب کے ملیح تھے جس سے نواب نے دیدہ و دانستہ چشم پوشی کی تھی نواب انکو اپنی جیب خاص تصور کرتے تھے وہ یہ لوگ ہیں حکیم مہدی علی خان کا ایک کروڑ روپے سے زیادہ کا گمان تھا دوسرا غلام حسین چکلہ دار سلطان پور یہ شخص چالیس یا پچاس لاکھ سے زیادہ نقد روپے اپنے پاس رکھتا تھا اسی طرح مشرف علی خان اور تجمل حسین خان اہل ثروت تھے۔ نواب آصف الدولہ کے عہد میں ملک المضاعف تھا اگر یہ دولت و خزانہ انکو دستیاب ہوا اُنکے عہد میں ہر سال صرف تقدیس پانچ لاکھ روپے ریاست پر قرض ہو جاتے تھے اور نواب شجاع الدولہ نے بھی باوصف اولوالعزمی اور دعویٰ ملک گیری کے اتنا خزانہ نہیں دیکھا بلکہ جب انگریزوں سے مصالحہ ہوا تو بمشکل پچاس لاکھ روپے اُن سے فراہم ہو سکے نواب سعادت علی خان اکثر کہا کرتے تھے کہ اسقدر روپیہ جو خزانۂ عامرہ میں جمع کیا ہے اصل تو یہ ہے کہ روز رزمیں ایک وقت لڑتے ہوئے جو سکے لیے بھی یہ روپیہ کفایت نہیں کر سکےگا سبحان اللہ طبیعت کیا رکتی پر مائل تھی۔

نواب سعادت علی خان کی صحبت ریذیڈنٹوں کے ساتھ

ظاہر ہے کہ جسقدر نواب صاحب نے اپنی بے امتیازی میں غلطیاں کیں جو اپنی اختیار دا ایسے

آدمی سے بڑی مشکل ہین اسی سبب سے بہت سے رزیڈنٹون سے اُنکے مزاج مین کدورت آجاتی تھی اُنکے شروع عہد ریاست مین مسٹر جان لمسڈن عہدۂ رزیڈنٹی پر مامور تھے اور غلام قادر خان جائسی میر منشی تھے اور اُنکے بعد کرنیل ولیم سکوٹ رزیڈنٹ ہوکے آئے اُنھون نے نواب کا قافیہ بہت تنگ کیا پھر یہان سے عہدۂ رزیڈنٹی دہلی پر مقرر ہوکر روانہ ہوئے تھے کہ رستے مین قزاق اجل نے قافلۂ حیات لوٹ لیا کرنیل سکوٹ کی جگہ عہدۂ رزیڈنسی لکھنؤ پر کرنیل کولنس آئے جنھون نے وزیر علی خان کو جے پور سے بلا لیا تھا - اور اس عہد مین میر منشی کا عہدہ مرزا باقر علی کے تفویض تھا مگر کرنیل کولنس مرض نقرس مین مبتلا ہوکر لکھنؤ مین مر گئے اُنکا مقبرہ مشہور تھا - بعد اسکے جان بیلی صاحب اودھ کے رزیڈنٹ مقرر ہوکر آئے یہ صاحب ایک مدت تک بوندیلکھنڈ اور اضلاع باندہ و کالپی مین جو انگریزون نے مرہٹون کے ہاتھ سے تازہ فتح کیے تھے مامور تھے - مرزا جعفر جو سرفراز الدولہ کا ہمزلف اور اُنکا خالہ زاد بھائی تھا مسٹر جان بیلی کا اُستاد تھا - مرزا حاجی اُسکا بیٹا تھا یہ باپ بیٹے ہمیشہ رزیڈنٹ کے ہمراہ رہتے تھے -

کرنیل کولنس تک سوائے سکوٹ صاحب کے اور رزیڈنٹونکی صحبت نواب سعادت علی خان کے ساتھ اچھی رہی اور لطف سے گذری اب چند وجہون سے صورت مخالفت ظہور مین آئی جنکی تفصیل یہ ہے -

(۱) ایکبار مرزا جعفر کو بیلی صاحب نے اپنے ہمراہ نواب کے پاس لاکر کھانے پر بیٹھنے کا حکم دیا نواب نے طوعاً و کرہاً اجازت تو دیدی مگر یہ امر نہایت ناگوار گذرا - اسلیے کہ نوکرون مین فقط چند شخصون کو بیٹھنے کا حکم تھا مرزا جعفر لکھنؤ کے معاملات سے بخوبی واقف تھا اور چالاک آدمی تھا اکثر سہل معاملات کی رپورٹ رزیڈنٹ سے مشکل تقریرون مین گورنر جنرل کو لکھاتا تھا کہ رزیڈنٹ کا دبدبہ نواب پر قائم ہو اس زمانے مین عہدۂ گورنر جنرلی پر لارڈ منٹو تھے اُنھون نے

رزیڈنٹ کی کسی تحریر کا ایسا جواب نہیں دیا کہ جو نواب کے خلاف ہو۔ نواب کو مرزا جعفر کا
رزیڈنٹ کو دخل دینا ناگوار تھا۔ انھون نے مسٹر اوربی کو جو اُنکے مصاحبوں سے تھا۔ کسی
فرمائش کے بہم پہونچانے کے بہانے سے لندن کو بھیجا در پردہ یہ مقصود تھا کہ وہان حاکم
میران پارلیمنٹ اور شاہ لندن سے معاملات مین سوال وجواب کرے یہ سب کیفیت ملاٹیڈ پر
کھل گئی اُنھون نے کاغذ کے گھوڑے دوڑائے اور دلون مین کدورتین پیدا ہوگئین اور
تحریرون مین مضمون پُرپیچ وتہ دار قلمبند ہونے لگے اور زبان قلم پر ترش کلام آنے لگے
دونون طرف سے یہانتک طبیعتین کھنچین کہ اگر سر راہ باہم سواریان دو چار ہوگئین توسلام
وکلام سے تعرض رہا۔ اس رنجش وملال نے یہانتک طول کھینچا کہ نواب کے آخر عہد مین یہ بات
مشہور ہوئی کہ اُنھون نے رزیڈنٹ کے سترہ قصور لائق سزاے سنگین کے لکھکر تیار کیے ہین
اور رزیڈنٹ نے جواب ترکی بترکی تیار کیے ہیں۔ نواب کو جان بیلی صاحب رزیڈنٹ کی
تبدیلی مدنظور تھی مگر مرزا جعفر کی مستحکم تدبیرون اور رزیڈنٹ کی دانشمندی کی وجہ سے
وہ صورت وقوع میں نہین آئی اور باوجود ان شرارتوں کے مرزا جعفر کے ساتھ نواب نے
مراعات سے چشم پوشی نہیں کی بیٹیوں کی شادیون مین دیدہ ودانستہ اعانتین کین۔
(۲) علامہ تفضل حسین خاں جو کلکتے میں نواب کی طرف سے سفیر تھے کسی کام کے واسطے لکھنؤ
کیطرف روانہ ہوئے مگر کلکتے سے مرض الموت بھی ساتھ ہوا کلکتہ اور مرشدآباد کے درمیان مین
۱۵ا شوال ۱۲۱۵ھ ہجری کو قابض ارواح کے ہاتھ سے جان دی۔ شاہ محمد اجمل
الہ آبادی نے اُنکی تاریخ وفات مین کہاہے۔

گر بپرسد سال تاریخش ... ماسرِ حیف وغم بگوا فسوس

نواب سعادت علی خان کو اُنکی جاگیر کی قرقی منظور تھی اور جان بیلی صاحب اور کلکتے کے

اکثر انگریزون کو خان مرحوم کی اولاد کی حمایت منظور تھی اسلیے نواب کی وہ خواہش ظہور مین نہ آئی

(۳) خانہ زاد خان اور حیدر بخش خان الماس علی خان کے چیلے تھے نواب نے اُنکے مال و اسباب کی ضبطی کی بڑی کوشش کی مگر مرزا جعفر کی حمایت کی وجہ سے مراد پوری نہوئی اور وہ دونون لکھنؤ سے تمام مال و اسباب لیکر نکل گئے۔

(۴) محمد رضا خان بن سرفراز الدولہ کے انتقال کے بعد اس گھرانے مین دو بھائی باقی تھے ایک غلام رضا خان دوسرا موسی رضا خان جان بیلی صاحب نے سرفراز الدولہ کے متعلقین کی تنخواہ کے لیے اور مرزا جعفر کی تنخواہ کے واسطے بہت کوشش کی مگر نواب سعادت علی خان نے قبول نکیا آخر کار سرکار کمپنی کے یہان سے ایک ہزار روپے ماہوار سرفراز الدولہ کے ورثا کے لیے اور تین سو روپیہ ماہوار مرزا جعفر کے لیے مقرر کرالئے۔

(۵) حسین علی خان بریلی کا چکلہ دار اور مرزا جعفر کا سمدھی تھا جب وہ بریلی سے معزول ہوکر آیا تو نواب سعادت علی خان چاہتے تھے کہ اُسکو عذاب محاسبہ مین مبتلا کرین مگر مرزا جعفر کی وجہ سے رزیڈنٹ نے اُسکو بچادیا۔

ایسی ایسی صورتین نواب کی اور رزیڈنٹ کی ناچاقی کا باعث ہوئین نواب سعادت علی خان تو رزیڈنٹ کی اسقدر منزلت سمجھتے تھے کہ وہ سرکار انگریزی کی طرف سے فقط اخبار خیر و عافیت کے دریافت کرنے کے لیے مامور ہے اور طرفین کے خطوط و کاغذات کا پہونچانا اُس سے متعلق ہے اور دوسرے کسی کام مین اُسکو مداخلت نہین اور رزیڈنٹ اسکے خلاف اپنے آپکو تصور کرتا تھا اور اپنی جان کو ریاست کا نگران اور حاکم اعلی سمجھتا تھا پس یہ صورتین مخالفت کی تھین یہانتک کہ رزیڈنٹ نے نواب سعادت علی خان کا ناک مین دم کر رکھا تھا ہر کام مین اُنکے دخل دیتا تھا خود ایسے نازک مزاج بنے تھے کہ نواب کے نوبتخانے مین حکم تھا کہ نقار خانے مین نقارے پر

ڈنکے کی چوٹ نہ پڑے کہ اس سے ہماری بندا چھٹتی ہے اس عذاب سے نواب کوچھٹانے کا وعدہ لارڈ مائرا الملقب بہ مارکوئس ہیسٹنگز نے کیا نواب نے بھی گورنمنٹ کے خوش کرنے کو ایک کروڑ روپیہ دینے کا وعدہ کیا کیونکہ اسوقت سرکار کمپنی کاخزانہ خالی تھا اور گورکھون کے ساتھ لڑائی چھیڑنے کا ارادہ تھا مگر جب لارڈ مائرا ۱۸۱۴ع مین لکھنؤ کی طرف چلے تو نواب سعادت علی خان مرگئے ؀

ملخص تاریخ اودھ مین لکھا ہے کہ فی الحقیقہ کرنیل جان بیلی کا کچھ قصور نہین کیونکہ بعض امراء انکو بہکاتے تھے اور اپنے تئین سرکار کمپنی کا خیرخواہ ٹھہراتے تھے جب لارڈ مائرا نے اول بار کوٹھی رزیڈنٹی مین کرنیل بیلی سے ان لوگونکا حال پوچھا تو اُنھون نے کہا کہ یہ لوگ سرکار کمپنی کے متوسل اور خیرخواہ ہین لارڈ صاحب نے فرمایا کہ کس معنی سے آیا اُنھون نے ضرورت کے وقت کمپنی کی مدد روپے سے کی یا فوج اور اسباب سے بلکہ ہماری دانست مین یہ سب نعمت نواب صاحب مین ہے کہ ہر طرح سرکار کمپنی کے شریک دولت رہتے ہین اور یہ لوگ تو محض اپنے بچاؤ کے واسطے ہماری پناہ مین آگئے ہیں۔ جب اس طرح اُنھون نے فرمایا تب ان لوگون کے چہرے بگڑ گئے۔

نواب کو مسموم کیے جانے کی وجہ

ملخص تاریخ اودھ مین لکھا ہے کہ گور ردلزلی صاحب جونواب صاحب کے خاص مصاحب اور نہایت دوست تھے اور یہان کے حال سے بالکل واقف تھے اور بطریق رخصت ولایت کو گئے تھے اُنھوں نے ولایت میں یہ چاہا کہ اگر ایسے وقت میں نواب صاحب کے حق مین مجھ سے کچھ بہتری ہوسکے تو بڑا نام ہوگا اور اس امر کی درستی کے واسطے کوئی تدبیر

سوجھتی نہ تھی آخر معلوم ہوا لارڈ مائرا بادشاہ وقت یعنی جارج چہارم کے بڑے رفیق ہین لیکن قرضداری کے سبب اُنکی سب املاک رہن ہوگئی ہین گورنر ولزلی صاحب نے خیال کیا کہ اگر نواب صاحب ایسے وقت مین اُنکے ساتھ سلوک کرین تو اسکا ثمرہ کسی وقت مل رہیگا چنانچہ نواب صاحب کو اس مضمون کی ایک چٹھی بھیجی اور نواب صاحب نے جسطرح بنا بطور تحفہ وغیرہ کے اُنکے پاس بہت کچھ بھونچایا۔ لارڈ مائرا اس دوستی غائبانہ سے اُنکے بہت احسانمند ہوے جب جو تھے جارج کے وقت مین یہ کلکتے کے گورنر جنرل ہوے تو اُنھون نے نواب صاحب کو ایک خط لکھا کہ مین ہندوستان اسی آرزو سے آیا ہون کہ پہلے آپ کے مقدمات کی درستی کرون نواب صاحب اسبات سے بہت خوش ہوئے یہانتک کہ اکثر اپنی صحبت مین کہتے تھے کہ گورنر جنرل آوین تو ہم نمکحرامون سے یون سمجھین گے اور اُنکے حق مین یہ یہ کرینگے ان باتون کو سنکر نمکحرام جو کہتے ہوگئے اور اپنی جان و مال کے خطرے سے نواب صاحب کی جان کے خواہان ہوے قیصر التواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ نواب صاحب نے بحیلۂ طلب تحائف چھ لاکھ روپے بھیجے تھے اور اُسی ضمن مین تین لاکھ روپے پل آہنی کی خریداری کے لیے بظاہر روانہ کیے۔

افضل التواریخ مین رام سہاے نے لکھا ہے کہ نصف ملک دینے کا صدمہ سعادت علی خان کے دل سے محو نہوا اور ہمیشہ تدبیر و اپسی ملک منقسم و حصول دیگر ممالک مین مصروف رہے اور کوشش بلیغ سے وہ معاملہ صدر سرکار انگریزی سے درست ہوگیا قریب تھا کہ ظہور اُس کا خاص و عام مین ہو سعادت علی خان نے قفل حزم و ہوشیاری کو کلید زبان سے کھول دیا اعزۂ حاضر کی مجالس مین یہ لب پر آگیا راز فاش ہوا زمانہ کمین گاہ مین مترصد وقت تھا ایک عزیز خاص جسکو مار آستین کہنا چاہیے مطلع ہوا اُس نے اُسی شب نواب کو زہر ہلاہل سے شہید کیا۔

(سم) لکھنؤ کے بے فکرے حبشین کھانے کے ہضم کرنے سے زیادہ کوئی کام دشوار نہین اُن کے

وقت گذارنے کے لیے ایک عجیب جورنل تیار ہوا تھا اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض انگریزوں خصوصاً اوسلی صاحب کی معرفت نواب صاحب نے بادشاہ لندن اور ممبران پارلیمنٹ سے اس امر کی درخواست کی تھی کہ مملکت ہندوستان میں جس قدر حصہ سرکار کمپنی کے قبضے میں ہے اُسکی مستاجری نواب کو دیدیجائے۔ مصارف افواج اور ملازموں کی تنخواہ منہا ہونے کے بعد جسقدر روپیہ پس انداز ہوتا ہے اُسکو نواب ادا کرتے رہیں گے اور سال بسال اضافہ بھی قبول کیا۔ ہندوستان کا جمع خرچ اُس زمانے میں ۴۵ کروڑ روپے کا تھا اور ہندوستان سے کمپنی کو بجز فاضلات کے کچھ پس انداز نہیں ہوتا تھا۔ اس لیے یہ بات وہاں پسند کی گئی کہ نواب سعادت علی خان کو تمام ہندوستان کی مستاجری دیدیجائے کیونکہ نواب کی دولتمندی کا ہندوستان بھر میں جواب نہ تھا چنانچہ لارڈ مائرا اس کام کی درستی کے لیے لندن سے گورنر جنرل کر کے بھیجے گئے تھے مگر گورنر جنرل کی تشریف آوری سے پیشتر ہی نواب کا انتقال ہوگیا یہ بات طلسم ہند میں بیان کی گئی ہے۔

انتقال نواب سعادت علی خان

نواب کی عمر ساٹھ برس سے تجاوز کر گئی تھی اور ورم جگر و استسقا کے مرض میں مبتلا تھے کئی مہینے تک حکیم علی شریف نے معالجہ کیا مگر اُنکا کوئی علاج راست نہ آیا کسی قدر افاقہ ہوا تھا کہ حکیم صاحب کی اجازت سے نواب بتقریب غسل صحت ناممحان پر سوار ہوئے اور تھوڑے سے مصاحبوں کو اپنے ساتھ لیکر درگاہ حضرت عباسؑ کی زیارت سے مشرف ہوکر تماشائے رقص و سرود میں مصروف ہوئے۔ پھر رات گئے آب یخنی طلب کیا نواب کے سالے رمضان علی خان نے جو دیا کھانے اور آبدار خانے اور دوا خانے کا افسر تھا حاضر کیا

بعض کہتے ہین کہ جواہر علی خان خواجہ سرا نے اپنے ہاتھ سے دیا وہ پی کر پلنگ پر آرام کیا ابھی آنکھ نہ لگنے پائی تھی کہ طبیعت کا رنگ بدلنے لگا ایک بیک چونک کر تین بار حضرت عباس علی کا نام مبارک لیا اور کلمات یاس زبان پر آئے اور عجلت کے ساتھ ولی عہد بہادر کو یاد فرمایا حکیم مرزا علی اور عصابردار ابھی ولیعہد کے پاس نہین پہونچنے پائے تھے کہ روح نواب کے جسم سے مفارقت کر گئی منگل کا دن تھا اور پہر بھر رات گذری تھی اور ۶۳ برس اور کئی مہینے کی عمر تھی۔ قیصر التواریخ مین ۷۰ یا ۷۲ برس کی عمر غلط بتائی ہے کیونکہ وہ ۱۱۶۷ھ مین پیدا ہوے تھے۔ اُسی وقت جان بیلی رزیڈنٹ مع ایک ڈاکٹر اور چند سرداران انگریزی کے پہونچ گئے یہان شب حیات تمام تھی مُنھ سے خون جاری تھا۔

رزیڈنٹ نے نواب مرحوم کے سرہانے پہونچکر اُنکے اوپر سے دوشالہ اُٹھوا دیا اور ڈاکٹر ویلسن نے رفع شک کیواسطے اُنکے گلے مین تسمہ ڈالکر دونون کنپٹیون مین نشتر مارا کہ ایک طرف سے درہما خون اور دوسری جانب سے کچھ چربی نکلکر رہ گئی پس اُنکو مرجانے کا یقین ہوگیا یہ بات ملخص تاریخ اودھ مین مذکور ہے۔

سید دلدار علی صاحب مجتہد نے آکر لاش کو غسل دیکر کفن پہنایا حاضرین کا بیان ہے کہ سینے پر نیلگون لکیر تھی رمضان علی خان کی نسبت زہرخورانی کا شبہہ ہوا تجہیز و تکفین کے بعد جس مکان مین غازی الدین حیدر خود رہتے تھے اُس مین مدفون ہوئے مشہور ہے کہ جب غازی الدین حیدر مسند نشین ہوے تو ظاہر کیا کہ جب مین نواب مرحوم کی مسند اور محل پر قابض ہوا تو مجھے لازم ہے کہ اپنا مکان اُنکو دون اس خیال سے فوراً حکم دیا کہ جس مکان مین وہ رہتے تھے اُسکو مسمار کر کے ایک قبر نواب مرحوم کی تعمیر ہو۔ یہ سانحہ جانگداز ۱۱۔ جولائی ۱۸۱۴ء مطابق ۲۱ رجب ۱۲۲۹ھ کو ہوا مگر بعض تاریخون مین تاریخ انتقال اسکے خلاف بیان کی ہے اُنکا لقب بعد وفات جنت آرامگاہ مقرر ہوا

تاریخ وفات زبان ملیح سے ۔

افسوس کہ نواب یمین الدولہ ۔ از ملک فنا رفت بحکم تقدیر
تاریخ وفات او نوشتم ناسخ ۔ افسوس وزیر بود صف تدبیر

دیگر

دستور جہان بحبت آمد

دیگر

ہاتف گفت آہ شدہ لکھنو خراب

دیگر

ناگہاں رحلت ازیں عالم نمود ۔ زینت افزا شد بفردوس بریں
من شنیدم سال تاریخش زغیب ۔ آہ شد گنج سعادت در زمین

دیگر

توقع ندارد ز دور چرخ مقرنس ۔ کہ دارد مدار قرارش بیک کس
فنا رے دہر گر گلے را رخارے ۔ برآرد ز شاخ دگر نور نورس
سعادت علی خان بہادر کہ بودہ ۔ بکلی و جزئی کل آگاہ و حزرس
ز بست و دوم از رجب اول شب ۔ رتسیم سے جوہرے سخت وناکس
بناگاہ جام شہادت چشیدہ ۔ فغاں زد کہ عباس فریاد مارس
بتاریخ فوتش رقم کرد واثق ۔ کہ شد جست آرام گاہ مقدس

فائدہ مجموعۂ تحریرات خاندان مجتہد سے معلوم ہوتا ہے کہ نواب نے حالت بیماری میں
مولوی سدل وغیرہ کی وساطت سے سر سلوشی کی اجازت بطور علاج کے چاہی لیکر

اجازت اس بات کی نہ دیگئی اس سے معلوم ہوا کہ نواب آخر عمر مین مے کشی سے تائب ہو چکے تھے۔

نواب کی عادات اور دلی شوق۔میلان طبعی اہل علم وشرفا کی قدردانی

نواب سعادت علی خان ارباب کمال کے ساتھ لطف وعنایت سے پیش آتے تھے ایک شخص خاندان مجدالدولہ عبدالمجید خان سے جو شاہ عالم ثانی کے امرا سے تھا ادب وقاعدۂ سلطنت سے آشنا وضع قدیم پر پگڑی باندھے اور کپڑے پہنے سرسواری باریاب مجرا ہوا نواب نے تاڑ لیا کہ یہ چراغ کسی عمدہ خاندان کا ہے بلا کر نوکر رکھا اور بیش قرار تنخواہ مقرر کر دی میر ابوالقاسم خان کے جو بنگالے کے رئیسون سے تھے سات سو روپے مقرر کیے اور انکی بہت پاسداری کرتے تھے۔سبحان علی خان اور تاج الدین حسین خان کنبوہ بھی اُنکی قدردانی سے سرفراز تھے یہ دونون شخص سرکار انگریزی مین تحصیلدار تھے لیکن انکی ثروت اور دولتمندی کی بنیاد اس عہد کے بعد سے پڑی۔خواجہ باسط کے نواسے میر امیر علی ایک سوزخوان تھے کہ علم موسیقی مین اُنھون نے پایۂ کمال حاصل کیا تھا مگر اپنے گھر ہی مین مجلس کر کے پڑھتے تھے نواب نے انکے شہرۂ کمال سے مشتاق ہو کر طلب کیا اُنھون نے انکار کیا اور کئی پیام وسلام کے بعد یہ بھی کہا کہ اگر وہ حاکم وقت ہین تو مین سیادت کے اعتبار سے شاہزادہ ہون اُنھین میرے یہان آنے سے عار کیا ہے نواب نے کہا کہ سید میرے یہان ہزارون سے زیادہ ہین میر صاحب نے اگر فخر سیدا کیا تو یہی کیا کہ سید تھے اب ڈوم بھی ہو گئے خیر اُنھین اختیار ہے۔امیر علی صاحب نے یہ سُن کر خیالات چند در چند سے دکن کا ارادہ کیا۔سید انشاءاللہ خان کے بھتیجے بھانجے بھی

انکے شاگرد تھے - یہ لوگ بھی اُستاد کی رفاقت مین ترک وطن پر آمادہ ہوئے انشاءاللہ خان نے امیر علی صاحب کے جانے کا سبب پوچھا تو وہ معاملہ معلوم ہوا سید صاحب نواب کے نہایت مقرب تھے اُسی وقت دربار مین پہونچے نواب سعادت علی خان نے دوبارہ آنیکا سبب دریافت کیا اُنھون نے ایک غزل پڑھی جسکا ایک شعر یہ ہے -

دولت بنی ہے اور سعادت علی میاں   یارب بنا بنی میں ہمیشہ بنی رہے

پھر کہا کہ حضور غلام جو اسوقت رخصت ہو کر ملا تو دل سے کہا کہ اپنے دولھا کی دُلھن (عروس سلطنت) کو ذرا دیکھوں - حضور واقعی کہ بارہ ابھرن سولہ سنگھار سے سجی تھی - سر پر جھومر وہ کون مولوی دلدار علی صاحب کانون میں جھمکے وہ کون دونون صاحبزادے گلے میں نو لکھا ہار وہ کون تفضل حسین خان علامہ - غرض اسی طرح چند زیورون کا نام لیکر کہا کہ حضور غور جو کرتا ہون تو ناک میں نتھ نہین دل دھک سے ہو گیا کہ اللہ سہاگ کو قائم رکھے - کیا نواب نے پوچھا وہ کون کہا حضور نتھ امیر علی صاحب بعد اسکے کیفیت مفصل بیان کی نواب نے ہنسکر کہا کہ انکی درانداز یان بہانہ ہیں - میں ایسے صاحب کمال کو فخر لکھنؤ سمجھتا ہون غرض انکی تسلی کے لیے دو سو روپیہ درماہہ خانہ نشینی مقرر کر کے پروانہ اور ۵۰۰ روپے کا خلعت امیر علی صاحب کے واسطے انشاءاللہ خاں کے ہاتھ بھیجا -

مرزا محمد حسین قتیل جو پہلے ہندو مذہب فرید آباد کے کھتری تھے پھر مسلمان ہو گئے - نظم و نثر میں اُستادی کے رتبے کو پہونچ گئے تھے قواعد فارسی وغیرہ کے بیان مین انکے کئی چھوٹے چھوٹے رسالے اور ایک دیوان فارسی انکا مشہور و معروف ہے اور ۱۲۳۳ ہجری مین وفات پائی - مگر حافظ شیخ محمد ساکن قصبۂ دیوا علاقہ لکھنؤ نے جو مرزا کے ایک مصرع سے تاریخ وفات نکالی ہے اُس سے ۱۲۳۲ھ مین انتقال کرنا ثابت ہوتا ہے -

خود آن کافر بگفتا با سر کفر   قتیل کافر ایسا نے ندارد

ایکدن انکو بھی نواب سعادت علی خان نے طلب فرمایا اور ملاقات چاہی گر یہ شخص بہت آزاد وضع تھا عرض کرایا کہ حصول دولت ملازمت عین سعادت ہے لیکن چند عادات اپنی وضع آزادنے پسند کی ہین ایک یہ کہ مداریہ (حقۂ گلی) سے طبیعت بہت مانوس ہے اور اُس سے ہر دم شغل رہتا ہے۔ دوسرے دستار سے طبیعت اُلجھتی ہے فقط کلاہ سادہ مطبوع طبع ہے تیسرے جو علم حاصل کیا ہے اُسکی تعظیم و تکریم کا امیدوار ہون۔ اگر یہ تینون صورتین ناگوار خاطر عالی نہون تو طلب فرمائین فقیر حاضر ہے اور اگر خلاف راے بندگان حضور ہے تو قیام شہر نامنظور ہے۔ نواب نے کہ علم دوست اور ہنر آشنا تھے یہ باتین قبول فرمائین اور بے تکلف آنیکی اجازت دی۔ مگر تعظیم کو کس پردے مین بچایا کہ جسوقت مرزا قتیل کے دروازے پر پہونچ جانے کی خبر ہوئی پہلے سے اُٹھکر ٹہلنا شروع کیا جسوقت مرزا نے دروازے مین قدم رکھا پہلے کھڑے کھڑے ملاقات ہوئی بعد اُسکے بیٹھے باقی حقہ رہا ادھر اُسکی طرف نواب نے آپ توجہ نہین فرمائی اور اُدھر مرزا نے بھی دم نہین مارا۔ رہی کلاہ سادہ وہ زیب سر تھی۔ نواب کی انشا پردازی بھی مشہور تھی اور نواب ہر امر مین سلیقہ اور صفائی کے پابند تھے اُنھون نے حکم دیا تھا کہ اہل قلم خوشخط لکھین اور فی غلطی حرف پانچ روپیہ جرمانہ اور فی لفظ ایک روپیہ جرمانہ اتفاقاً اعلے درجے کے اہل انشا مین مولوی یحیٰ ایک شخص تھے اُنھون نے فرد حساب مین اجناس کو اجناً لکھدیا۔ نواب سعادت علی خان تو خود ہر شے پر نظر رکھتے تھے اُنکی بھی نگاہ پڑگئی مولویون کو جواب دینے مین کمال ہوتا ہے اُنھون نے کچھ قاموس اور کچھ صراح سے اجناً کے معنی بتاے کچھ قواعد نحو سے ترجیح مین لگگئے نواب نے سید انشاءاللہ خان شاعر کو اشارہ کیا اُنھون نے ملے ہے رباعیون اور قطعون کے اُتو کردیا ایک منشی نے نوع کو نو لکھدیا تھا نواب نے اپنے خاص

قلم سے یہ فقرہ تحریر کیا "منشی را کہ لفظ نوع را بطور نوشتہ عین خط کرد لہذا عطائے دو روپیہ جرمانہ گیر" مدّ اس میں لطف یہ رکھا تھا کہ لفظ عین کے ستر عدد ہیں اتفاقاً کسی جلسے میں نواب کے قلم سے املا غلط نکل گیا منشی بھولا ناتھ مہتمم منشی خانہ نے وہ کاغذ حضور میں لا کر عرض کیا کہ آج صحت اس لفظ کی جانب راد کو ہوئی کہ اس املا سے درست ہے نواب نے اپنی نسبت اس طرح جرمانہ کیا کہ منشی خانے کے جملہ منشیوں کی تنخواہ دو چند ہو گئی اُس وقت کا فن کمال یہی تھا کہ زبان فارسی یا اُردو یا عربی میں نظم و نثر لکھ لینا بعض قریب الفہم محسنات بدیعی اور بیان یا افتادہ اوزان شعر سے واقفیت رکھنا یا ارسطو کے فلسفے کی موٹی موٹی باتیں زبان عربی میں طوطے کی طرح رٹ لینا وغیرہ وغیرہ۔

ایک خیاط نوکر قدیم نے عرضی اضافہ معاش کی گذرانی نواب نے اُسپر دستخط کیے ؎

گر زمین را بآسمان دوزی ندہندت زیادہ از روزی

انشاء اللہ خاں دریائے لطافت میں سعادت علی خاں کی فصاحت لسانی کی بڑی تعریف کرتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ جس کسی کو میرے قول میں خوشامد کا گمان ہو اُسکو نواب کے حضور میں خاص کر ہولی کے موسم میں آنا ضرور ہے تاکہ دیکھے کہ راجہ اندر پریوں کے اکھاڑے میں اچھا معلوم ہوتا ہے یا نواب خورشید زادہ کے مجمع میں اور اس قدردانی کی وجہ سے دہلی کے تمام اہل کمال لکھنؤ میں چلے آئے اور جو کچھ اہل دہلی کو نواب کے سایۂ عاطفت میں میسر ہے وہ دہلی میں خواب میں بھی میسر نہیں۔

نواب سعادت علی خاں ارباب نشاط کے بھی بڑے قدر دان تھے۔ ایک شخص رگھناتھ الہ آباد سے آیا تھا اور لکھنؤ میں پیسے والوں سے گوئے سبقت لے گیا تھا تاشے اور کوڑی پر رقص کرتا تھا اور کوئی دقیقہ علم موسیقی کا اُس سے فرو گذاشت نہیں ہوتا تھا

نواب تک پہونچا نواب نے اُسکی بیش قرار تنخواہ مقرر کرکے جا بجا جانیکی ممانعت کی۔ سُندر طوائف نواب آصف الدولہ کی نوکر تھی اور وہ وزیر علی خان کے عہد مین محل سے نکلی تھی خیال گانے مین یکتا تھی اور حُسن وجمال مین بے مثل تھی نواب سعادت علی خان بھی اُس کے حُسن پر فریفتہ ہوکر جو ملے مواصلت تھے۔ جب یہ نواب ہوے تو وہ طوائف سید قاسم علی فرزند میر انور داستان گو پر فریفتہ تھی نواب نے یہ خبر سُن لی تو اکثر اُس سے فرماتے تھے کہ ہر چند دل سے تجھپر رغبت ہے لیکن تیری طبیعت دوسری جانب گرفتار ہے اسلیے مجھکو تیرے وصل سے انکار ہے کہ بے لذت ہے۔ غرض اس قدر طبیعت پر قابو تھا کہ گو اُسپر مائل تھے لیکن عالم مے کشی مین بھی کہ حیا وحجاب کا خون کرتی ہے اُسکی طرف ہاتھ نہین بڑھایا اور انعام وغیرہ دیتے رہے نواب ایسے حُسن دوست تھے کہ اہل شہر حُسن پرستی کا لفظ اُنکی نسبت اطلاق کرتے تھے نواب کو دانشمندون اور صاحب کمالون سے صحبت مین گرم جوشیان تھین اور بے علمون سے نفرت کلی تھی۔ ایکدن ایک گدھا رمنہ خاص مین گھس آیا اور بھیڑون کا دانہ کھانے لگا نواب کی نظر پر چڑھ گیا گرفتار ہوا منسارام نام رکھا گیا اور وجہ تسمیہ یہ تھی کہ ایک شخص منسارام نہایت احمق تھا اُسکو خر کہتے تھے۔ یہ گدھا چند گدھیون پر چھوڑا گیا ابتک سے بچے پیدا ہوئے۔ ایکدن نواب محل مین داخل ہوئے محل کی عورتون کو دیکھا کہ بادلہ اور مقیش سے زیور تیار کرکے گردن اور گلے مین پہنا ہے خواجہ سراؤن کو حکم دیا کہ تمام طلائی اور مرصع کار زیور اُنکے چھین لو اس حکم کی تعمیل ہوئی چند روز ضبط رہا اور پھر عنایت ہوا۔

لیکن نہایت افسوس کا مقام ہے کہ اسوقت مین بھی اہل لکھنؤ نے کوئی اخلاقی اور مادی ترقی نکی اور نہ علم وفنون مین کار آمد تصنیفات کا ذخیرہ جمع ہوا جس سے لکھنؤ اور اہل لکھنؤ کو نیکنامی اور دولت وپائداری حاصل ہوتی عیش وعشرت ولہو ولعب اور ہنسی ومذاق کی

تمام گلزار لکھنؤ میں بہار تھی اگرچہ شگفتہ طبعی ہر حیثیت سے کچھ نہ کچھ ضرور ہے مگر نہ اس قدر
جیساکہ اہل لکھنؤ نے اس میں حصہ لیا تھا اور دلیل اس پر یہ ہے کہ میر انشاء اللہ خاں متخلص
بہ انشا نے جو نواب سعادت علی خاں کے بڑے مصاحب اور انکی خلوت و جلوت کے شریک
تھے نواب کے حکم اور انکے نہایت شوق سے کتاب دریائے لطافت زبان اُردو کی صرف
و نحو و منطق و عروض و قافیہ و بیان میں لکھی ہے اور جیساکہ زبان عربی و فارسی میں ان علوم
کی تحقیق کیگئی ہے اسی کے مطابق اس کتاب کو آراستہ کرنے کا دعوے کیا ہے اور ذخیرۂ
جاودانی سمجھا ہے اس کتاب میں ایسے تمسخر اور استہزا و فحش کا خاکہ اُڑایا ہے کہ اسکو دیکھ کر
شایستگی کبھی آنکھیں بند کر لیتی ہے کبھی کانوں میں اُنگلیاں دے لیتی ہے اس کتاب کے
دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل لکھنؤ کی طبیعتیں عوام سے لیکر خواص تک عیاشی کی طرف نہایت
مائل تھیں اور اصلی تہذیب و شایستگی مزاجوں میں بہت کم باقی تھی اور اسکی تصنیف میں مرزا محمد حسن
قتیل بھی شریک ہیں مگر اس حمام میں سب ننگے تھے انکے بیان بھی سوائے شہدپن کے کوئی بات
نہیں تمام کتاب میں مثالیں بھی وہی دی ہیں جن میں عورتوں کے متعلق خرافات ہے
مثلاً مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن کی جگہ پری خانم پری خانم پری خانم پری خانم
کہتے ہیں فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن کی جگہ چیت لگن چیت لگن چیت لگن چیت لگن مفعول
مفاعیل مفعول مفاعیلن کی جگہ بی جان پری خانم بی جان پری خانم لکھتے ہیں اور فعول
فعلان فعول فعلان کی جگہ کہتے ہیں لنگوڑی جان لنگوڑی جان۔ صنعت عکس کی مثال میں
لکھتے ہیں ؎ پیازہ میں دیگی ملا کر بی گالی۔ صنعت توشیح کی مثال میں لکھتے ہیں جیسا کہ
آج کیا کہ یار نے بندی کے گھر ناحق ناحق الفو کے سامنے مار گھر میں سندری تھی سو وہ دو شالے
کی گاتی باندھے جوڑی بجا رہی تھی خوب جب غل ہوا تو اُٹھ گئی اور کوٹھے پر جا کر لیٹ رہی

اور جو نوچیان تھیں ہے ہے کرنے لگیں سرفراز و تورونی" صنعت معرب کی شال مین لکھتے ہین "اے تیری بہن کے تیسے ہین منع ایضاً چنیا ل کب کا وعدہ کرگیا ہے مان کا نوڑا ابتک آتاہے ایضاً جوتم مجھکو کون دو تو تم کو گلدم دون" اور زحاف کا نام سنڈگار رکھاہے اور رکن سالم کا صاحب طائفہ رقاصہ و خانگی اور فرع کا نوچۂ صاحب طائفہ یا کنیزان خانگی نام مقرر کیاہے۔ اس سے معلوم ہوتاہے کہ اہل لکھنؤ ایسی باتون کے نہایت دل دادہ تھے انکو عیش و نشاط اور صحبت ارباب نشاط کے سوا کسی امر ترقی ملک و قوم اور رفاہ خلائق کی طرف توجہ بہت ہی کم تھی اور نواب بھی ادھر بخوبی رغبت رکھتے تھے جس کی بدولت زنانہ مزاجی و بے ہمتی اور بزدلی عام لوگون مین پیدا ہو گئی تھی۔

نواب سعادت علی خان کی ازواج و اولاد

ہرون صاحب نے تاریخ فرخ آباد مین لکھاہے کہ خان خانان پسر اکبر خان خلف پنجمین نواب محمد خان بنگش والی فرخ آباد کی بیٹی نواب سعادت علی خان کو منسوب ہوئی تھی۔ لیکن نواب احمد خان نے شادی روکدی اور کہا کہ جبتک لکھنؤ کے خاندان کی کوئی لڑکی میرے بیٹے محمود خان کو نہ ملے گی تب تک خان خانان کی لڑکی لکھنؤ نہ جائیگی نواب سعادت علی خان کی اُس بی بی کا نام جس سے اکبر آباد مین بیاہ ہوا تھا اور خاص محل کہلاتی تھی افضل بیگم ہے اس کے باپ کا نام مدار الدولہ سید یوسف علی خان تھا اور مان کا نام مستورہ بیگم بنارس مین انتقال کیا درگاکنڈ کے پاس مقبرہ ہے۔ اس بیگم سے دو بیٹے پیدا ہوئے تھے ایک کا نام امیر مرزا خان تھا اور دوسرے کا امراؤ مرزا خان ایک چیچک سے دوسرا مرض الموت سے طفولیت مین مرگیا۔

نواب سعادت علی خاں کو اپنی تمام بیگمات میں جلال الدولہ کی ماں سے زیادہ محبت تھی بنارس میں اُسکو ابھی زوجہ بنایا تھا۔ پہلے یہ بیگم ٹاٹ محل کے نام سے مشہور تھی اب خاص محل خطاب ہوا کہتے ہیں کہ اس بیگم کے پاؤں میں پدم تھا ایک نجومی نے نواب سے عرض کیا تھا کہ اسکا خاصہ یہ ہے کہ بادشاہ یا وزیر کی بی بی ہو۔ مگر مجھے تعجب ہوتا ہے کہ حضور نے اُسے عوام سے داخل خواص محل کیا۔ نواب نے اپنی مسند نشینی کے بعد اسکو نوابگنج کا علاقہ جسکی جمع ایک لاکھ بیس ہزار روپیہ تھی عطا کیا۔

تنبیہ جب میں نواب کی اولاد پر نظر کرتا ہوں تو افسوس ہوتا ہے کہ اُنکا جانشین ایسا صاحب توفیق نہوا کہ اُنکے مصالح کی پیروی کرتا اور دست و بازو دولت و اقبال کا ہوتا نواب کی زبان سے شمس الدولہ اور جلال الدولہ کی نسبت کبھی کبھی نکل جاتا تھا کہ بڑے مرزا سے تو یہ دونوں ہونہار معلوم ہوتے ہیں۔ مگر بڑے بیٹے کے ہوتے انکا کچھ حق نہ تھا۔

نواب سعادت علی خان کے بیٹے صاحبات محل سے

(۱) نواب غازی الدین حیدر خاں عرف بڑے مرزا۔

(۲) نواب احمد علی خان المخاطب بہ شمس الدولہ نجم الملک صولت جنگ انکی شادی حضرت بیگم بنت نواب شوکت الدولہ عرف مرزا جھا سے ہوئی۔

(۳) نصیر الدولہ مرزا محمد علی خاں۔ یہ جہان آرا بیگم عرف کھیتو بیگم بنت نواب حسین الدین خاں سے کتخدا ہوئے نقش سلیمان میں لکھا ہے کہ یہ حسین الدین خاں ذریات قمر الدین وزیر اعظم محمد شاہ سے تھے اور آصف الدولہ کے عہد میں لکھنؤ میں آکر مقیم ہوئے تھے انکے ایک بیٹا تھا جسکا نام امام الدین خاں عرف جوجم صاحب تھا اور ایک بیٹی تھی جو نواب نصیر الدولہ سے

بعض کہتے ہین کہ جواہر علی خان خواجہ سرا نے اپنے ہاتھ سے دیا وہ پی کر پلنگ پر آرام کیا ابھی آنکھ نہ لگنے پائی تھی کہ طبیعت کا رنگ بدلنے لگا ایک بیک چونک کر تین بار حضرت عباس علی کا نام مبارک لیا اور کلمات یاس زبان پر آئے اور عجلت کے ساتھ ولی عہد بہادر کو یاد فرمایا حکیم مرزا علی اور عصا بردار ابھی ولیعہد کے پاس نہین ہونچنے پائے تھے کہ روح نواب کے جسم سے مفارقت کر گئی منگل کا دن تھا اور پہر بھر رات گذری تھی اور ۶۳ برس اور کئی مہینے کی عمر تھی۔ قیصر التواریخ مین ۷۰ یا ۷۲ برس کی عمر غلط بتائی ہے کیونکہ وہ ۱۱۶۷ھ مین پیدا ہوئے تھے۔ اُسی وقت جان بیلی رزیڈنٹ مع ایک ڈاکٹر اور چند سرداران انگریزی کے پہونچ گئے یہان شب حیات تمام تھی مُنھ سے خون جاری تھا۔

رزیڈنٹ نے نواب مرحوم کے سرہانے پہونچکر اُنکے اوپر سے دوشالہ اُٹھوادیا اور ڈاکٹر ولسین نے رفع شک کیواسطے اُنکے گلے مین تسمہ ڈالکر دونون کنپٹیون مین نشتر مارا کہ ایک طرف سے درمیانی خون اور دوسری جانب سے کچھ چربی نکلکر رہ گئی پس اُنکو مرجانے کا یقین ہوگیا یہ بات ملخص تاریخ اودھ مین مذکور ہے۔

سید دلدار علی صاحب مجتہد نے آکر لاش کو غسل دیکر کفن پہنایا حاضرین کا بیان ہے کہ سینے پر نیلگون لکیر تھی رمضان علی خان کی نسبت زہر خورانی کا شبہہ ہوا تجہیز و تکفین کے بعد جس مکان مین غازی الدین حیدر خود رہتے تھے اُس مین مدفون ہوئے مشہور ہے کہ جب غازی الدین حیدر مسند نشین ہوئے تو ظاہر کیا کہ جب مین نواب مرحوم کی مسند اور محل پر قابض ہوا تو مجھے لازم ہے کہ اپنا مکان اُنکو دون اس خیال سے فوراً حکم دیا کہ جس مکان مین وہ رہتے تھے اُسکو مسمار کرکے ایک قبر نواب مرحوم کی تعمیر ہو۔ یہ سانحہ جانگداز ۱۱ جولائی ۱۸۱۴ء مطابق ۲۱ رجب ۱۲۲۹ھ کو گذرا بعض تاریخون مین تاریخ انتقال اسکے خلاف بیان کی ہے اُنکا لقب بعد وفات جنت آرام گاہ مقرر ہوا

تاریخ وفات زبان ناسخ سے۔

افسوس کہ نواب یمین الدولہ | از ملک فنا رفت بحکم تقدیر
تاریخ وفاتش او نوشتم ناسخ | افسوس وزیر بود حیف تدبیر

دیگر

دستور جہان بجنت آمد

دیگر

ہاتف بگفت آہ شدہ لکھنو خراب

دیگر

ناگہان رحلت ازین عالم نمود | زینت افزا شد بفردوس برین
من شنیدم سال تاریخش زغیب | آہ شد گنج سعادت در زمین

دیگر

توقع نہ دارد و زچرخ مقرس | کہ دارد مدار قرارش بیک کس
فنارے دہر گر گلے را رخارے | برآرد رتاج دگر نور نورس
سعادت علی خان بہادر کہ بودہ | بکلی وجزئی گل آگاہ وحرزس
بہ بست و دوم از رجب اول شب | زتسیمے جوہرے سخت وناکس
بناگاہ جام شہادت چشیدہ | عیان زد کہ عباس فریاد مارس
بتاریخ وقتش رقم کرد داتق | کہ شد جنت آرام گاہ مقدس

فائدہ مجموعۂ تحریرات خاندان مجتہد سے معلوم ہوتا ہے کہ نواب نے حالت بیماری میں مولوی سندل وغیرہ کی وساطت سے شراب نوشی کی اجازت بطور علاج کے چاہی لیکن

اجازت اس بات کی نہ دیگئی اس سے معلوم ہوا کہ نواب آخر عمر مین مے کشی سے تائب ہو چکے تھے۔

نواب کی عادات اور دلی شوق۔میلان طبعی اہل علم وشرفا کی قدر دانی

نواب سعادت علی خان ارباب کمال کے ساتھ لطف وعنایت سے پیش آتے تھے ایک شخص خاندان مجدالدولہ عبدالمجید خان سے جو شاہ عالم ثانی کے امراسے تھا ادب وقاعدۂ سلطنت سے آشنا وضع قدیم پر پگڑی باندھے اور کپڑے پہنے سرسواری باریاب مجرا ہوا نواب نے تاڑ لیا کہ یہ چراغ کسی عمدہ خاندان کا ہے بلا کر نوکر رکھا اور بیش قرار تنخواہ مقرر کردی میرابوالقاسم خان کے جو بنگالے کے رئیسون سے تھے سات سو روپے مقرر کیے اور اُنکی بہت پاسداری کرتے تھے۔سبحان علی خان اور تاج الدین حسین خان کنبوہ بھی اُنکی قدردانی سے سرفراز تھے یہ دونون شخص سرکار انگریزی مین تحصیلدار تھے لیکن انکی ثروت اور دولتمندی کی بنیاد اس عہد کے بعد سے پڑی۔خواجہ باسط کے نواسے میرامیر علی ایک سوزخوان تھے کہ علم موسیقی مین اُنھون نے پایۂ کمال حاصل کیا تھا مگر اپنے گھر ہی مین مجلس کرکے پڑھتے تھے نواب نے انکے شہرۂ کمال سے مشتاق ہوکر طلب کیا اُنھون نے انکار کیا اور کئی پیام وسلام کے بعد یہ بھی کہا کہ اگروہ حاکم وقت ہین تو مین سیادت کے اعتبار سے شاہزادہ ہون اُنھین میرے یہان آنے سے عار کیا ہے نواب نے کہا کہ سید میرے یہان ہزارون سے زیادہ ہین میرصاحب نے اگر فخر پیدا کیا تو یہی کیا کہ سید تھے اب ڈوم بھی ہوگئے خیر اُنھین اختیار ہے۔امیر علی صاحب نے یہ سُن کر خیالات چند در چند سے دکن کا ارادہ کیا۔سید انشاء اللہ خان کے بھتیجے بھانجے بھی

اُنکے شاگرد تھے - یہ لوگ بھی اُستاد کی رفاقت مین ترک وطن پر آمادہ ہوئے انشاءاللہ خان نے امیر علی صاحب کے جانے کا سبب پوچھا تو وہ معاملہ معلوم ہوا سید صاحب نواب کے نہایت مقرب تھے اُسی وقت دربار میں پہونچے نواب سعادت علی خان نے دوبارہ آپکا سبب دریافت کیا اُنھوں نے ایک غزل پڑھی جسکا ایک شعر یہ ہے -

دولت بنی ہے اور سعادت علی میاں ۔ یارب یا سی میں ہمیشہ بنی رہے

پھر کہا کہ حضور غلام جو اسوقت رخصت ہو کر ملا تو دل سے کہا کہ اپنے دولہا کی دُلھن (عروس سلطنت) کو ذرا دیکھوں - حضور واقعی کہ بارہ ابھرن سولہ سنگھار سے سجی تھی - سر پر جھومر وہ کون مولوی دلدار علی صاحب کانوں میں جھمکے وہ کون دونون صاحبزادے گلے میں نو لکھا ہار وہ کون تفضل حسین خاں علامہ - غرض اسی طرح چند زیوروں کا نام لیکر کہا کہ حضور جو غور کرتا ہون تو ناک میں نتھ نہین دل دھک سے ہو گیا کہ اللہ سہاگ کو قائم رکھے یہ کیا نواب نے پوچھا وہ کون کہا حضور نتھ امیر علی صاحب بعد اسکے کیفیت مفصل بیان کی نواب نے ہنسکر کہا کہ اُنکی دوراندیشیاں بیجا ہین - مین ایسے صاحب کمال کو فخر لکھنؤ سمجھتا ہوں عرض اُنکی تسلی کے لیے دو سو روپیہ درماہہ خانہ نشینی مقرر کرکے پروانہ اور ۵۰۰ روپے کا خلعت امیر علی صاحب کے واسطے انشاءاللہ خاں کے ہاتھ بھیجا -

مرزا محمد حسین قتیل جو پہلے ہندو مذہب فرید آباد کے کھتری تھے پھر مسلمان ہوگئے - نظم و نثر میں اُستادی کے رتبے کو پہونچ گئے تھے قواعد فارسی وغیرہ کے بیان مین اُنکے کئی چھوٹے چھوٹے رسالے اور ایک دیوان فارسی اُنکا مشہور و معروف ہے اور ۱۲۳۳ھ ہجری مین وفات پائی - مگر حافظ شیخ محمد ساکن قصبۂ دیوا علاقہ لکھنؤ نے جو مرزا کے ایک مصرع سے تاریخ وفات نکالی ہے اُس سے ۱۲۳۲ھ مین انتقال کرنا ثابت ہوتا ہے -

خود آن کافر گفتنا با سر کفر　　　قتیل کافر ایسا نے ندارد

ایکدن انکو بھی نواب سعادت علی خان نے طلب فرمایا اور ملاقات چاہی گر یہ شخص بہت آزاد وضع تھا عرض کرایا کہ حصول دولت ملازمت عین سعادت ہے لیکن چند عادات اپنی وضع آزادانہ پسند کی ہین ایک یہ کہ مداریہ (حقہ لگلی) سے طبیعت بہت مانوس ہے اور اس سے ہر دم شغل رہتا ہے۔ دوسرے دستار سے طبیعت اُلجھتی ہے فقط کلاہ سادہ مطبوع طبع ہے تیسرے جو علم حاصل کیا ہے اسکی تعظیم و تکریم کا امیدوار ہون۔ اگر یہ تینون صورتین ناگوار خاطر عالی نہون تو طلب فرمایئن فقیر حاضر ہے اور اگر خلاف اسکے بندگان حضور ہے تو شیام نامنظور ہے۔ نواب نے کہ علم دوست اور ہنر آشنا تھے یہ باتین قبول فرمایئن اور بے تکلف آنیکی اجازت دی۔ گر تعظیم کو کس پردے مین بچایا کہ جسوقت مرزا قتیل کے دروازے پر پہونچ جانے کی خبر ہوئی پہلے سے اُٹھکر ٹہلنا شروع کیا جسوقت مرزا نے دروازے مین قدم رکھا پہلے کھڑے کھڑے ملاقات ہوئی بعد اُسکے بیٹھے باقی حقہ رہا ادھر اُسکی طرف نواب نے آپ توجہ نہین فرمائی اور اُدھر مرزا نے بھی دم نہین مارا۔ رہی کلاہ سادہ وہ زیب سر تھی۔ نواب کی انشا پردازی بھی مشہور تھی اور نواب ہر امر مین سلیقہ اور صفائی کے پابند تھے اُنھون نے حکم دیا تھا کہ اہل قلم خوشخط لکھین اور فی غلطی حرف پانچ روپیہ جرمانہ اور فی لفظ ایک روپیہ جرمانہ اتفاقاً اسی اعلے درجے کے اہل انشا مین مولوی یحییٰ ایک شخص تھے اُنھون نے فرد حساب مین اجناس کو اجناس لکھدیا۔ نواب سعادت علی خان تو خود ہر شے پر نظر رکھتے تھے اُنکی بھی نگاہ پڑگئی مولویون کو جواب دینے مین کمال ہوتا ہے اُنھون نے کچھ قاموس اور کچھ صراح سے اجناس کے معنی بتائے کچھ قواعد نحو سے ترخیم مین لیگئے نواب نے سید انشاء اللہ خان شاعر کو اشارہ کیا اُنھون نے مارے رباعیون اور قطعون کے اُلّو کر دیا ایک منشی نے نوع کو نو لکھدیا تھا نواب نے اپنے خاص

قلم سے یہ فقرہ تحریر کیا مستی بوکہ لفظ نوع را نظر بود نوشتہ عین خطا کرد لہذا ہمارد سیہ جرمانہ گیرند اس میں لطف یہ رکھا تھا کہ لفظ عین کے شمار عدد ہیں اتفاقاً کسی جلسے میں نواب کے قلم سے املا غلط نکل گیا منشی بھولا ناتھ مہتمم منشی خانے وہ کاغذ حضور میں لاکر عرض کیا کہ آج صحت اس لفظ کی خانہ زاد کو ہوئی کہ اس املا سے درست ہے نواب نے اپنی نسبت اطرح جرمانہ کیا کہ منشی خانے کے جملہ منشیوں کی تنخواہ دوچند ہو گئی اُسوقت کا فن کمال یہی تھا کہ زبان فارسی یا اُردو یا عربی میں نظم و نثر لکھ لینا بعض قریب الفہم محسنات بدیعی اور بیشِ پا افتادہ اوزان شعر سے واقفیت رکھنا یا ارسطو کے فلسفے کی موٹی موٹی باتیں زبان عربی میں طوطے کی طرح رٹ لینا وغیرہ وغیرہ۔

ایک خیاط نوکر قدیم نے عرضی اضافۂ معاش کی گذرانی نواب نے اُسپر دستخط کیے ~

گر زمین را آسمان دوزی   نہ دہندت زیادہ از روزی

انشاء اللہ خاں دریائے لطافت میں سعادت علی خاں کی فصاحت لسانی کی بڑی تعریف کرتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ جس کسی کو میرے قول میں خوشامد کا گمان ہو اُسکو نواب کے حضور میں خاص کر ہولی کے موسم میں آنا پڑتا ہے تاکہ دیکھے کہ راجہ اندر پریوں سے کیسا کھاڑے میں اچھا معلوم ہوتا ہے یا نواب حور نژاد و کے مجمع میں اور اس قدردانی کی وجہ سے دہلی کے تمام اہل کمال لکھنؤ میں چلے گئے اور جو کچھ اہل دہلی کو نواب کے سایۂ عاطفت میں میسر ہے وہ دہلی میں خواب میں بھی میسر نہیں۔

نواب سعادت علی خان ارباب نشاط کے بھی بڑے قدردان تھے۔ ایک شخص برکاتش نامے الہ آباد سے آیا تھا اور لکھنؤ میں لیے مں دالوں سے گوئے سبقت لے گیا تھا تاشے اور کوڑی پر رقص کرتا تھا اور کوئی دقیقہ علم موسیقی کا اُس سے فروگذاشت نہیں ہوتا تھا

نواب تک پہونچا نواب نے اُسکی بیش قرار تنخواہ مقرر کرکے جابجا جانیکی ممانعت کی۔ سُندر طوائف نواب آصف الدولہ کی نوکر تھی اور وہ وزیر علی خان کے عہد مین محل سے نکلی تھی خیال گانے مین یکتا تھی اور حسن وجمال مین بے مثل تھی نواب سعادت علی خان بھی اُس کے حُسن پر فریفتہ ہوکر حیلے مواصلت تھے۔ جب یہ نواب ہوے تو وہ طوائف سید قاسم علی فرزند میر انور داستان گو پر فریفتہ تھی نواب نے یہ خبر سُن لی تو اکثر اُس سے فرماتے تھے کہ ہرچند دل سے تجھپر رغبت ہے لیکن تیری طبیعت دوسری جانب گرفتار ہے اسلیے مجھکو تیرے وصل سے انکار ہے کہ بے لذت ہے۔ غرض اس قدر طبیعت پر قابو تھا کہ گو اُسپر مائل تھے لیکن عالم مے کشی مین بھی کہ حیا وحجاب کا خون کرتی ہے اُسکی طرف ہاتھ نہین بڑھایا اور انعام وغیرہ دیتے رہے نواب ایسے حُسن دوست تھے کہ اہل شہر حُسن پرستی کا لفظ اُنکی نسبت اطلاق کرتے تھے نواب کو دانشمندون اور صاحب کمالون سے صحبت مین گرمجوشیان تھین اور بے علمون سے نفرت کلی تھی۔ ایکدن ایک گدھا رسئہ خاص مین گھُس آیا اور بھیڑون کا دانہ کھانے لگا نواب کی نظر پر چڑھ گیا گرفتار ہوا منسارام نام رکھا گیا اور وجہ تسمیہ یہ تھی کہ ایک شخص منسارام نہایت احمق تھا اُسکو خر کہتے تھے۔ یہ گدھا چند گدھیون پر چھوڑا گیا بہت سے بچے پیدا ہوئے۔ ایکدن نواب محل مین داخل ہوئے محل کی عورتون کو دیکھا کہ بادلہ اور مقیش سے زیور تیار کرکے گردن اور گلے مین پہناہے خواجہ سراؤن کو حکم دیا کہ تمام طلائی اور مرصع کار زیور اُنکے چھین لو اس حکم کی تعمیل ہوئی چند روز ضبط رہا اور پھر عنایت ہوا۔

لیکن نہایت افسوس کا مقام ہے کہ اسوقت مین بھی اہل لکھنؤ نے کوئی اخلاقی اور مادی ترقی نکی اور نہ علم وفنون مین کارآمد تصنیفات کا ذخیرہ جمع ہوا جس سے لکھنؤ اور اہل لکھنؤ کو نیکنامی اور دولت و پائداری حاصل ہوتی عیش وعشرت ولہو ولعب اور ہنسی و مذاق کی

تمام گلزار لکھنؤ مین بہار تھی اگرچہ شگفتہ طبعی ہر مینے حی کے لیے کچھ نہ کچھ ضرور ہے مگر نہ اس قدر جیسا کہ اہل لکھنؤ نے اس مین حصہ لیا تھا اور دلیل اس پر یہ ہے کہ میر انشاء اللہ خان متخلص بہ انشا نے جو نواب سعادت علی خان کے بڑے مصاحب اور انکی خلوت و جلوت کے شریک تھے نواب کے حکم اور اُنکے نہایت شوق سے کتاب دریاے لطافت زبان اُردو کی صرف ونحو ومنطق وعروض وقافیہ وبیان مین لکھی ہے اور جیسا کہ زبان عربی اور فارسی میں ان علوم کی تحقیق کیگئی ہے اُسی کے مطابق اس کتاب کو آراستہ کرنے کا دعوے کیا ہے اور ذخیرہ جاودانی سمجھا ہے اس کتاب مین ایسے تمسخر اور استہزا و فحش کا خاکہ اُڑایا ہے کہ اسکو دیکھ کر شایستگی کبھی آنکھین بند کر لیتی ہے کبھی کانون مین اُنگلیاں دے لیتی ہے اس کتاب کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل لکھنؤ کی طبعیتین عوام سے لیکر خواص تک عیاشی کی طرف نہایت مائل تھین اور اصلی تہذیب وشایستگی مزاجون مین بہت کم باقی تھی اور اسکی تصنیف مین مرزا محمد حسن قتیل بھی شریک ہیں مگر اس حمام مین سب ننگے تھے اُنکے یہان بھی سواے شہدپن کے کوئی بات نہین تمام کتاب مین مثالیں بھی وہی دی ہین جن میں عورتون کے متعلق خرافات ہے مثلاً مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن کی جگہ پری خانم پری خانم پری خانم پری خانم کہتے ہین فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن کی جگہ جیت لگن جیت لگن جیت لگن جیت لگن مفعول مفاعیلن مفعول مفاعیلن کی جگہ بی جان پری خانم بی جان پری خانم لکھتے ہین اور فعول فعلان فعول فعلان کی جگہ کہتے ہین لگوڑی جان لگوڑی جان ۔ صنعت عکس کی مثال میں لکھتے ہیں ؎ پیازو ہین ویگی ملا کرئی کالی ۔ صنعت توشیح کی مثال میں لکھتے ہیں بیٹیاں کو آج کیا کے یا لے سندی کے گھر باجت ناحق الفو کے سامنے مار اگھر مین سدری تھی سودہ دوشالے کی گاتی باندھے جوڑی بہار ہی تھی جو سب عل ہوا تو اُٹھ گئی اور کوٹھے پر جا کر لیٹ رہی

اور جو نوچیان تھیں یہ ہے کرتے لگیں سرفراز و تورونی "صنعت معرب کی مثال میں لکھتے ہیں "اے تیری بیٹی کے پیچھے میں منج ایضاً چنیا ل کب کا وعدہ کرگیا ہے ماں کا لوڑا ابتک آتا ہے ایضاً جو تم مجھکو نون دو تو تم کو گلدم دون " اور زحاف کا نام سنگار رکھا ہے اور رکن سالم کا صاحب طائفہ رقاصہ و خانگی اور فرع کا نوچہ صاحب طائفہ یا کنیزان خانگی نام مقرر کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل لکھنؤ ایسی باتون کے نہایت دل دادہ تھے انکو عیش و نشاط اور صحبت ارباب نشاط کے سوا کسی امر ترقی ملک و قوم اور رفاہ خلائق کی طرف توجہ بہت ہی کم تھی اور نواب بھی ادھر بخوبی رغبت رکھتے تھے جس کی بدولت زنانہ مزاجی و بے ہمتی اور بزدلی عام لوگون مین پیدا ہو گئی تھی۔

نواب سعادت علی خان کی ازواج واولاد

آرون صاحب نے تاریخ فرخ آباد مین لکھا ہے کہ خان خانان پسر اکبر خان خلف نجمین نواب محمد خان بنگش والی فرخ آباد کی بیٹی نواب سعادت علی خان کو منسوب ہوئی تھی لیکن نواب احمد خان نے شادی روک دی اور کہا کہ جب تک لکھنؤ کے خاندان کی کوئی لڑکی میرے بیٹے محمود خان کو نہ ملے گی تب تک خان خانان کی لڑکی لکھنؤ نہ جائیگی نواب سعادت علی خان کی اُس بی بی کا نام جس سے اکبر آباد مین بیاہ ہوا تھا اور خاص محل کہلاتی تھی افضل بیگم ہے اس کے باپ کا نام مدار الدولہ سید یوسف علی خان تھا اور ماں کا نام مستورہ بیگم بنارس مین انتقال کیا درگا کنڈ کے پاس مقبرہ ہے۔ اس بیگم سے دو بیٹے پیدا ہوئے تھے ایک کا نام امیر مرزا خان تھا اور دوسرے کا امراؤ مرزا خان ایک چیچک سے دوسرا مرض الموت سے طفولیت مین مرگیا۔

نواب سعادت علی خان کو اپنی تمام بیگمات مین جلال الدولہ کی ماں سے زیادہ محبت تھی ستارہ بین اُسکو اپنی وجہ سا پایا تھا۔ پہلے یہ بیگم ٹاٹ محل کے نام سے مشہور تھی اب خاص محل خطاب ہوا کہتے ہیں کہ اس بیگم کے پائوں میں پدم تھا ایک نجومی نے نواب سے عرض کیا تھا کہ اسکا خاصہ یہ ہے کہ بادشاہ یا وزیر کی بی بی ہو۔ مگر مجھے تعجب ہوتا ہے کہ حضور نے اُسے عوام سے داخل خواص محل کیا۔ نواب نے اپنی مسندنشینی کے بعد اسکو نوابگنج کا علاقہ جسکی جمع ایک لاکھ بیس ہزار روپیہ تھی عطا کیا۔

تنبیہ جب میں نواب کی اولاد پر نظر کرتا ہوں تو افسوس ہوتا ہے کہ اُنکا جانشین ایسا صاحب توفیق نہوا کہ اُنکے مصالح کی پیروی کرتا اور دست و بازو دولت و اقبال کا ہوتا نواب کی زبان سے شمس الدولہ اور جلال الدولہ کی نسبت کبھی کبھی نکل جاتا تھا کہ بڑے مرزا سے تو یہ دونوں ہونہار معلوم ہوتے ہین۔ مگر بڑے بیٹے کے ہوتے انکا کچھ حق نہ تھا۔

نواب سعادت علی خان کے بیٹے صاحبات محل سے

(۱) نواب غازی الدین حیدر خان عرف بڑے مرزا۔

(۲) نواب احمد علی خان المخاطب بہ شمس الدولہ نجم الملک صولت جنگ انکی شادی حضرت بیگم بنت نواب متوکل الدولہ عرف مرزا جھجّا سے ہوئی۔

(۳) نصیر الدولہ مرزا محمد علی خان۔ یہ جہان آرا بیگم عرف کھیتو بیگم بنت نواب حسین الدین خان سے کتخدا ہوئے نقش سلیمان مین لکھا ہے کہ یہ حسین الدین خان ذریات قمر الدین وزیر اعظم محمد شاہ سے تھے اور آصف الدولہ کے عہد میں لکھنؤ میں آکر مقیم ہوئے تھے انکے ایک بیٹا تھا جسکا نام امام الدین خان عرف جوجم صاحب تھا اور ایک بیٹی تھی جو نواب نصیر الدولہ کے

بیاہی گئی - لیکن قیصر التواریخ مین مذکور ہے کہ امام الدین خان کی بیٹی سے نصیر الدولہ کتخدا ہوئے تھے اور یہ امام الدین خان حسین الدین خان کے باپ تھے -

(۴) نواب ضیاء الدولہ مرزا کاظم علی خان بہادر ذوالفقار جنگ انکی شادی لطف علیخان کی بیٹی کے ساتھ ہوئی جو مجنون تھی کوئی اسکے بطن سے اولاد نہوئی -

(۵) نواب اعتماد الدولہ مجاہد الملک مرزا حسین علی خان مہابت جنگ انکی نسبت شہامت علیخان عرف مرزا بھورا کی بیٹی سے ہوئی نصیر الدین حیدر کے وقت مین رخصت عروس ہوئی تھی -

افضل التواریخ مین بہاء الدولہ منیر الملک حسین علی خان بہادر جلادت جنگ لکھا ہے

(۶) نواب عماد الدولہ معین الملک ضرغام جنگ مرزا جعفر علی خان انکا عقد مسماۃ وزیر بیگم بنت میرن صاحب ابن میر نعیم خان سے ہوا -

(۷) نواب صادق علی خان انکی شادی نواب نور علی خان ساکن سرنگ پٹن ایک مدراسی امیر کی بہن کے ساتھ ہوئی -

(۸) نواب جلال الدولہ شجاع الملک مہدی علی خان بہادر شجاعت جنگ انکی شادی نہین ہوئی بنام نامی امرا فقط دو تین حرم تھین افضل التواریخ مین لکھا ہے کہ یہ جلال الدولہ نشاط باغ املاک مہاراجہ ٹکیت رائے مین اکثر مقیم رہتے تھے مشہور یہ ہے کہ دو تین عورات عوام سے صحبت تخلیہ مین حاضر رہتی تھین -

(۹) نواب اقتدار الدولہ مرزا کلب علی خان یہ نواب خاص محل کے پاس رہتے تھے سعادت علی خان کے انتقال کے بعد غازی الدین حیدر نے چار ہزار روپیہ درماہہ مقرر کر دیا اپنے سب بھائیون مین بہت لائق تھے انکی شادی خود پسندی سے ہوئی تھی -

(۱۰) نواب رکن الدولہ ناظم الملک مرزا محمد حسن خان بہادر بہرام جنگ غازی الدین حیدر نے

انکا عقد نکاح نواب سپاس قلی خان کی بیٹی سے کیا تھا جس سے مباعدت رہی مہ اولاد ہی
ایک اور بی بی سے دو بیٹے شمس الدولہ اور آفتاب الدولہ پیدا ہوئے افضل التواریخ مین انکی
اولاد کا نام امیر الدولہ احتشام الملک علی حسین خان بہادر شجاعت جنگ اور شمس الدولہ ممتاز الملک
علی حسن خان بہادر مستقیم جنگ لکھا ہے جبکہ نواب سعادت علی خان کا خطاب ناظم الملک
تھا تو انکی وفات کے بعد یہ خطاب مرزا محمد حسن خان کو ملا ہوگا مین نے افضل التواریخ مین
یہ خطاب انکے نام کے ساتھ دیکھا ہے ۔ یا نظام الملک کو ناظم الملک کر دیا ہے ۔

نواب کی بیٹیاں صاحبات محل سے

(۱) خیر النسا یہ سب سون سے بڑی تھین اور غازی الدین حیدر کی حقیقی بہن تھین
انکی شادی میر شاہ علی بن نواب قاسم علی خان عالیجاہ سے ہوئی انکے بطن سے اولاد ہوئی
انھون نے ایک لڑکی اپنی اولاد کی طرح پرورش کی تھی جسکی شادی غازی الدین حیدر کے
عہد مین مرزا نظام الدین حیدر بن نواب نجابت علی خان سے کی گئی ۔
(۲) فاطمہ بیگم یہ نصیر الدولہ کی حقیقی بہن تھین انکی شادی مرزا ابو طالب خان سے
ہوئی تھی افضل التواریخ مین لکھا ہے کہ انکے بھائی نے اپنے عہد حکومت مین انکو مہد الخواتین عصمت
قباب تقدس احتجاب ملکہ زمان شریف النسا نواب فاطمہ بیگم لقب دیا تھا ۔
(۳) مہر النسا بیگم انکی شادی نواب میر کلو بن نواب قاسم علی خان عالیجاہ سے
ہوئی ان کے ایک بیٹی مسماۃ وزیر بیگم پیدا ہوئی جس کی شادی مرزا شاہ میر خان کے
بیٹے سے ہوئی تھی ۔
(۴) ولایتی بیگم انکی شادی نواب حسین الدین خان بن نواب امام الدین خان سے

ہوئی۔ نواب حسین الدین خان واجد علی شاہ کے نانا تھے جیسا کہ قیصر التواریخ مین ہے۔ لیکن نقش سلیمان مین لکھا ہے کہ امام الدین خان کے ساتھ ولائتی بیگم بیاہی گئی تھین جو حسین الدین خان کے بیٹے تھے۔

(۵) ننھی بیگم انکی شادی نواب احمد علی خان بن نواب محمد علی خان سے ہوئی۔

رفیع الدولہ رفیع الملک غازی الدین حیدر خان شہامت جنگ بن نواب سعادت علی خان

نواب موصوف ۴ ۲۔ اگست ۱۷۶۹ء مطابق عشرۂ ثانیہ جمادی الاخری ۸۹ ۱۲ ہجری کو مقام بسولی مین پیدا ہوئے تھے جیسا کہ تاریخ شاہیہ نیشاپوریہ مین ہے اُسوقت مین شجاع الدولہ روہیلکھنڈ مین روہیلونکے استیصال کے لیے گئے ہوئے تھے انکی عمر مسند نشینی کے وقت اکتالیس برس کی تھی۔

افضل التواریخ مین لکھا ہے کہ نواب سعادت علی خان کا التفات دلی شمس الدولہ پر بہ نسبت دوسرے فرزندونکے بوجہ لیاقت و کارگزاری کے زائد تھا اور اسوجہ سے کار نیابت اُنکے تفویض رہا مرزا غازی الدین حیدر عرف بڑے مرزا سے جو از روے شرع و رواج خاندان مستحق ریاست تھے کشیدہ خاطر رہتے تھے ان وجوہ سے ہر شخص کو یہ گمان قوی تھا کہ بعد رحلت نواب سعادت علی خان کے شمس الدولہ بہ محرومی فرزند اکبر مسند نشین ہون گے ہر دو فریق کے کارپرداز اور خیرخواہ اپنے اپنے آقا کے سود و بہبود مین سرگرم رہتے تھے تاریخ اودھیا مین اجودھیا پرشاد صاحب کہتے ہین کہ نواب سعادت علی خان کے وقت مین اُنکے فرزند دوم شمس الدولہ کارپرداز مہمات سلطنت تھے اور تمام تر اجراے کار ممالک انھین کے

ہاتھوں سے ہوتا تھا انکے بیٹے غازی الدین حیدر بڑے مرزا کے نام سے پکارے جاتے تھے
عیش و عشرت انکی گھٹی میں پڑی تھی مگر مزاج مین جرأت خداداد تھی حسب عوام کی نظر ناسات
ظاہر وارث تخت و تاج مالک باج و خراج ہونے کے واسطے پڑتی تھی تب انکی نگاہ و جو کچھ اور تیر سے لگتی
دیکھی جاتی تھی اور اکثر زبان سے یہی نکل گیا ہے کہ میرے سوا کسکو دست قدرت ہے کہ سریر
سلطنت پر قدم رکھے اس ہمت مردانہ کی سند ایک روایت معتبر سے ملتی ہے کہ ایک مرتبہ
نواب سعادت علی خاں نے اپنے سب فرزندوں کو واسطے تعمیر عمارت کے روپیہ عطا فرمایا
سب نے عمارتیں اپنی اپنی ضرورت کے مطابق بنائیں لیکن انھوں نے دوسرے کاموں میں بنا روپیہ
صرف کر ڈالا جب یہ خبر نواب صاحب کو پہونچی انکو طلب کر کے دریافت کیا کہ تمھارے بھائیوں نے تو اپنی اپنی
عمارتیں تیار کرلیں تم نے ابتک کیوں توقف کیا بڑے مرزا نے عرض کیا کہ جو عمارتیں حضور تعمیر
فرماتے ہین وہی میرے لیے کافی ہین اس جواب سے نواب خاموش رہ گئے اور سمجھ گئے
کہ کاتب تقدیر نے فرمان تخت نشینی اسی دلاور کے نام لکھا ہے چنانچہ وہی معاملہ پیش آیا۔

غازی الدین حیدر کی تخت نشینی

ایک پہر رات باقی تھی کہ نواب رمضان علی خان داروغۂ دیوان خانہ نے
نواب سعادت علی خان کا سالا اور بہت معتمد اور شمس الدولہ کا معین تھا فوراً دوڑ کر
کرنل جان بیلی صاحب رزیڈنٹ کو اس امر کی اطلاع کی انھوں نے اسیوقت ایک سوار کو
حکم دیا کہ منڈیاؤن کی چھاؤنی سے پلٹنوں کو بندوبست کے واسطے لائے اور مرزا جعفر اور
حاجی کو بلانے کے واسطے ایک آدمی کو بھیجا اور ڈاکٹر ونس صاحب اور کپتان فارحن صاحب
۲۳ سپاہیوں کو اپنے ساتھ لیکر فرح بخش میں پہونچے اور سب دروازے ایوان شاہی کے
اور اسکے مناسب موقعوں پر پہرے کھڑے کر دیئے شمس الدولہ اپنی فکر میں مصروف تھے

اور رزیڈنٹ کا خیال بھی شاید بلحاظ کارپردازی انھین کی جانب تھا اور درحقیقت یہ نوجوان
بار فرمانروائی اُٹھانیکی قابلیت بھی رکھتا تھا مگر مشیت ایزدی کچھ اور تھی رزیڈنٹ اس فکر مین
تھے کہ شمس الدولہ نماز پڑھنے کو اپنے مکان کو روانہ ہوئے حکیم ظفر علی خان اُنکے مصاحب نے
عرض کیا کہ اس وقت یہان سے آپکا جانا مناسب نہین مگر اُنکو غرہ تھا کہ ریاست میرے لیے
ہے اگر مین یہان نہ ہونگا تب بھی ضرور ہے کہ طلب کر کے رئیس بنایا جاؤنگا اسلیے جواب دیا
کہ میرے یہان رہنے کی کوئی ضرورت نہین جب تک مین یہان نہ آجاؤنگا یہ امر ملتوی
رہیگا محمد غلامی نواب مرحوم کے ایک اردلی نے نواب غازی الدین حیدر کے پاس جاکر یہ سب
حال کہہ سنایا اور راجہ بختاور سنگھ نے گزارش کیا کہ یہی وقت کشش درکوشش کا ہے خود بدولت فوراً اُٹھ کھڑے
ہوئے تلوار اور دو رفیق مرنے مارنے والے ساتھ تھے ہر طرف کے دروازے بند پائے ہمت نے
کمند ڈالدی مع راجہ بختاور سنگھ ایک دیوار پر چڑھ کر نواب خاص محل کے محل کی سقف سے
بارہ دری مین داخل ہوئے اور اُس مقام پر جا پہونچے جہان لاش نواب کی رکھی تھی تلوار
خونخوار نے ایک ہاتھ چلکر پہرے والے کے سر سے اپنی نذر لی اور یہ بالین پدر پر آکر ایک طرف
بیٹھے خود رو رہے تھے مگر دوسری جانب انکا اقبال ہنس رہا تھا آغا میر بھی کہین سے راہ پاکر
آموجود ہوئے رزیڈنٹ یہ خبر پاکر غور مین پڑ گئے اور اپنے ہمراہیون سے انگریزی مین کچھ گفتگو کی
کہ اس مین شمس الدولہ کا بھی نام آیا اور شمس الدولہ ہاتھی پر سوار ہوکر دروازے پر آگئے تھے
ایک مدت سے آغا میر کو مرزا حاجی کے ساتھ رسوخ تھا اُس وقت مرزا نے آغا میر کے
اشارے سے اپنے باپ مرزا جعفر کو یاد دلایا اور کہا کہ یہی وقت ہے ایسا نہو کہ مدت کی محنت
مفت رائگان جائے مرزا جعفر نے کرنیل صاحب سے کہا کہ مجھے اس وقت کچھ آپ سے کہنا ہے

سلہ دیکھو تاریخ اجودھیا ۱۲

پہلے تو اُنھوں نے کچھ توجہ نکی جب انھوں نے کئی بار کہا تو کرنیل صاحب رو کے ہو کر بولے
کہ ہاں ہاں مجھے معلوم ہے جو آپ کہیں گے وہ دلوانہ ہے مرزا جعفر نے بھی برہم ہو کر کہا کہ میری
ایک بات تو سُن لو کہ قانون اور ضابطہ کے موافق بڑی اولاد کو ریاست کا حق پہونچتا ہے
اگر اسکی دیوانگی صدر مین ثابت ہو جائیگی تو نکے بٹھانے اور اُٹھانے کا سرکار کو اختیار ہے
رزیڈنٹ نے اس بات کو سُن کر مجلس مشورت آراستہ کی بعض اشخاص شمس الدولہ کی قابلیت کو
ترجیح دیتے تھے اور اکثر استحقاق کو مقدم کرتے تھے ہنوز کوئی امر طے ہوئے نہیں پایا تھا کہ
رزیڈنٹ نواب سعادت علی خان کی لاش پر مع ڈاکٹر بہمت تصدیق وفات آئے ہونہار
بادشاہ نے فوراً رزیڈنٹ کا ہاتھ پکڑ لیا جس سے عاجزانہ درخواست دستگیری نکلتی تھی اور ایسی کچھ
تقریر کی کہ انکے خیالات بدل گئے اور قضاے الٰہی انھیں کے قامت زیبا پر راست دیکھی
جو کلمہ رزیڈنٹ کی زبان سے نکلا روایت کیا جاتا ہے کہ آپ مطمئن رہیں آپ ہی مسند نشین
ہونگے رزیڈنٹ اپنے ہمراہی انگریزوں کے ساتھ تھوڑی دیر خلوت میں کچھ گفتگو کرتے رہے
اور پھر غازی الدین حیدر سے تخلیہ کرکے باہم عہد و پیمان مستحکم کر لیا اور نصیر الدولہ وغیرہ
اُنکے دوسرے بھائیوں سے کہا کہ نواب سعادت علی خان کے مرنے کا ہمکو کمال رنج ہے۔ مگر بجز
صبر کے کیا کیا جائے تم بھی صبر کرو اور نواب غازی الدین حیدر کو بسر لے خیالعالی کے تصور کرو
کیونکہ وہ سب سے بڑے بیٹے ہیں یہ بھی برادرانہ طریق سے پیش آکر کوئی مہربانی کا امر دریغ
نہ رکھیں گے کیونکہ یہ خلاف سے دور ہیں سب نے بالاتفاق کہا کہ ہم والد کی حیات ہی میں
انکو باپ سے کم نہیں جانتے تھے اور اب کہ سرکار کمپنی کی اعانت سے رئیس ہوتے ہیں تو پھر
کیسے ہم انکو جناب عالی سے کم سمجھیں گے بہر صورت ہم انکو اسی طرح اب بھی سمجھتے ہیں جبکہ رزیڈنٹ کو
انکی طرف سے اطمینان حاصل ہو گیا تو شمس الدولہ کو جو انگریزی سپاہ کی حالت کی وجہ سے

دریچۂ بارہ دری کی راہ سے اندر نہین گھس سکے تھے طلب کیا جب وہ یہان پہونچے تو دوسرا رنگ دکھا رزیڈنٹ نے ان سے بھی وہی بات کہی جو دوسرے بھائیون سے کہی تھی چونکہ یہ مسند نشینی کے مدعی تھے ان کلمات سے برہم ہو کر بولے کہ ہمکو ان باتون سے سروکار نہین جو کچھ آپ مناسب جانین کرین رزیڈنٹ نے کہا کہ یہ رنجیدگی کا کلام ہے پھر اُس نے کہا کہ زمانے کا رسم یہی ہے کہ باپ کا جانشین بڑا بیٹا ہوتا ہے مین نے جو کچھ آپ سے کہا ہے رسم کے خلاف نہین کہا ہے شمس الدولہ نے جواب دیا کہ یہ بات آپکی درست ہے مگر جبکہ رئیس نے اپنے سامنے کسی کو امتیاز نہ دیا ہو اور مجھکو باپ نے اپنا نائب اور ولیعہد بنایا تھا تو اس صورت مین میرے کام مین پھر کیون تردد کیا جاتا ہے رزیڈنٹ نے جواب دیا کہ اگر اپنے منصب کے خواہان ہو تو وہ اب بھی موجود ہے لیکن ریاست شئے دوسری ہے اور اُسکو جنابعالی نے کسی کے نام پر مقرر نہین کیا ہے یہ فقط بڑے بیٹے کا حق ہے پس وہ رئیس ہوئے اور آپ نائب رہین گے شمس الدولہ بولے کہ مین اپنے باپ کا ولی عہد اور نائب تھا۔ اب مجھکو یہ خدمت دوسرے کے سامنے منظور نہین یہ منصب بھی کسی اور کو دیدیجیے رزیڈنٹ نے جواب دیا کہ آپ کو اختیار ہے۔ غرضکہ رزیڈنٹ نے غازی الدین حیدر سے اس مضمون کی ایک تحریر لیکر کہ نواب سعادت علی خان کے طریق کے خلاف جو صاحبان انگریز خاص کر صاحب رزیڈنٹ کے ساتھ جاری تھا کوئی مالی یا ملکی کام جان بیلی صاحب کے مشورے کے بغیر ظہور مین نہین آئیگا اُنکو جانشین کیا مبارکباد کی توپین سر ہوئین اور حاضرین دربار کو نذر پیش کرنے کا حکم ہوا جب نواب کے دوسرے بھائی شمس الدولہ کی نوبت آئی تو اُنھون نے مجبوراً ایک ہاتھ سے نذر پیش کی غازی الدین حیدر نے ظرافت کے طور پر اس ڈھب سے ہاتھ نذر پر ڈالا کہ اشرفیان زمین پر بکھر گئین اور شکر رنجی مین تحکامی بڑھ گئی تاریخ جلوس اس مصرع سے نکلتی ہے

سہ خرد گفت جشن وزارت مبارک

منشی عبدالاحد رالا نے ایک تاریخ لکھی ہے جسکے نو شعر ہیں اس تاریخ میں یہ صنعت رکھی ہے کہ پہلے مصرعون کی ابتدا سے ایک ایک حرف لیکر انکے عدد نکالیں تو سنہ ہجری پیدا ہوا اور انھیں مصرعون کے آخر کا ایک ایک حرف جمع کر کے عدد لیں تو سنہ فصلی نکلے اور دوسرے مصرعون کے پہلے حروف کے جمع کرنے سے سنہ عیسوی ظاہر ہوا اور ان مصرعون کے حروف آخر کے اعداد سے سمت بکرمی معلوم ہو۔

زہے غازی دین عالیجناب — وزیر الممالک سعادت مآب
بعالم در آمد چو اقبال او — سر مقبلان گشت پامال او
خداوند ملک خداوند جاہ — رعیت نواز و عدالت پناہ
فریدوں جناب بہ نیروے بخت — تہمتن رکاب بہ بازوے لخت
نریمان دستان فولاد دست — ہم دستیش دست یکسر شکست
ملک شاہ ثانی بہ جود و سخا — جہان مروت سحاب عطا
شکوہش ز بس سر رفعت فراشت — شکوہ فلک نام رفعت گذاشت
قدیرے کہ از دست تقدیر خویش — مودہ جہان را بتدبیر خویش
نگہدار دادار الطاف خود است — رساند بخوبی بہر مقصد است
بتاریخ ہندی چو حسین وسیع — کم آمد عدد گفت فی الفور طبع
کہ رابط بکن فکر دور و دراز — بسر نار رگر و پاے نیاز
۵

دیگر

وزیر غازی دوراں و رستم آفاق — لب بے جلوس وزارت نمود بادل شاد

ندا رسید زہاتف بمن کہ تاریخش	بگو سعید بتو دائما وزارت باد

دیگر

بالش خیر وہم سعادت یافت	از جلوسش چو نو سرافرازی
زدہ پاے وسر اعادی گوے	واثقا سال حیدر غازی

دیگر

باطالع سکندر غازی دین حیدر	گردید مسند آرا بالخیر والسعادت
بود از رجب سہ شنبہ بست ودوم خوش آوان	پر نغمہ گوشہا شد از کوسہاے نوبت
سال جلوس واثق می جست بادل خوش	ناگہ سروش شادی داد از فلک بشارت
برخوان سر اعادی برکندہ در حضورش	انوار صد فزودی با مسند وزارت

غازی الدین حیدر کی مسند نشینی کی تاریخ وزیر نامے مین ۳۔ رجب ۱۲۲۹ھ ہجری مطابق ۲۴ جون ۱۸۱۴ء لکھی ہے اور مشہور یہ ہے کہ اُسدن ۱۲۔ جولائی ۱۸۱۴ء مطابق ۲۲ رجب ۱۲۲۹ھ ہجری تھی اوراسی تاریخ لُنکے اور گورنر جنرل کے درمیان ایک عہدنامہ قرار پایا جسکی رو سے سابق کے تمام عہدنامے جو اگلے نوابونکے ساتھ قرار پائے تھے کلیتہً بحال اور برقرار رہے سب مقربین کو خلعت ملے مدار المہامی کا خلعت بلا شرط نیابت آغا میر کو عطا ہوا اور عہدۂ داصل باقی پر دیا کرشن کو منسوب کیا اور اُسکو راجہ کا خطاب دیا مظفر علی بن لطف علی خان نے خلعت توپخانے کا اور اہتمام سواری کا پایا اور ولی عہد کا خلعت مرزا نصیر الدین حیدر کو عنایت ہوا۔ اس وقت سے فخر الدین احمد خان معروف بمرزا جعفر اور قمر الدین احمد خان معروف بمرزا حاجی کا دور ہوا۔ غازی الدین حیدر نے مرزا حاجی کی خدمتون پر نظر کرکے کہا کہ اگر نیابت کا خلعت تم چاہتے ہو تو موجود ہے۔ لیکن

تمھارے باپ کے واسطے میں راضی نہیں ہوں مرزا حاجی نے باپ کا خیال کرکے خلعت نہ لیا انھیں دنوں مرزا جعفر کو غم کے سبب سے دق کی بیماری ہوگئی اور اسی مرض میں انتقال کیا

تاریخ وفات مرزا جعفر

میرزا جعفر کہ دائم از امام جعفرش حب بر دل بود این رہبر دو عالم طاہر ست
بہر تاریخ وفاتش چون تأمل شد مرا آمد از ہاتف ندا جعفر بہ بر جعفر ست

اُس زمانے میں جان بیلی صاحب رزیڈنٹ روزانہ نواب غازی الدین حیدر کے پاس آتے اور نواب خود ہفتے میں دو مرتبہ اُنکی کوٹھی پر جاتے۔

مرزا جعفر کی وفات کے بعد قمر الدین احمد خاں معروف بمرزا حاجی قمر تخلص عہدۂ خزانچی رزیڈنٹی سے مستعفی ہوکر منصب نیابت کی امید پر کارہائے متعلقہ نیابت کو سرانجام دینے لگے۔ رزیڈنٹ کو مرزا حاجی کی یہ بات اچھی نہ معلوم ہوئی کہ بعض ترقی نیابت کے واسطے ہماری خدمات دیرینہ کو چھوڑدیا بس ان دنوں سے کرنیل صاحب کا دربار خالی ہوگیا اور منشی علی نقی خان رزیڈنٹی کا میر منشی بنا یکایک مہاآغا میر جو نیابت کے خلعت کے آرزومند تھے زمانے کو دیکھکر میر منشی سے مل گئے اور اُسے اپنا باپ قرار دیا۔

رزیڈنٹ کا انتظام مُلک کی صورت تجویز کرنا گورنر جنرل کا اودھ میں آنا اور نواب سے قرضہ لینا

اب انتظام کی صورت رزیڈنٹ کی اعانت سے اسطرح قرار پائی کہ ہر تین لاکھ روپیہ کے علاقے پر ایک تحصیلدار مامور ہو اور حق التحصیل اُسکو زر تحصیل سے دہ یک ملے اور

ملازمین اور سہ بندی وغیرہ کے جملہ مصارف اسکے متعلق رہین اور فی سیکڑہ ایک روپے
سے مصارف پولیس کے واسطے امداد ہو اور تھانہ داران پولیس تحصیلدار کے ماتحت رہین اور
بیس بیس لاکھ روپے کے ملک پر ایک ایک ناظم مقرر کیا جائے اور دو دو ہزار روپے ماہوار
تنخواہ ہر ایک کو ملے اور سپاہ ناظم کے ساتھ متعین رہے جب اس مضمون کی رپورٹ رزیڈنٹ
نے کونسل کلکتہ کو بھیجی تو وہان سے جواب ملا کہ عنقریب نواب گورنر جنرل اس ملک مین جانیوالے
ہین نواب اودھ سے ملاقات کر کے انکی رائے سے تجویز ہوگا اس وقت سائر اور پرمٹ کے
محصول پر نظر نہ تھی نواب سعادت علی خان کے عہد مین کوئی شخص اجازت اور جائزے کے
بغیر شہر کے ناکون سے قدم باہر نہین رکھ سکتا تھا اور اس وقت مین کوئی شخص دس روپون سے
زیادہ سرحد ملک سے باہر نہین لیجا سکتا تھا اب یہ روک ٹوک یک لخت موقوف ہو گئی
۱۸۱۴ء مین لارڈ ہیسٹنگز گورنر جنرل جو لارڈ مائرا کے نام سے مشہور و معروف تھے اضلاع
مغرب کی طرف آئے تو نواب نے کانپور سے انکا استقبال کیا وہ دھوم دھام کے ساتھ لکھنؤ
مین رونق افروز ہوئے بیس دن یہان رہے بڑے اہتمام سے دعوتین ہوئین قیصر التواریخ
مین لکھا ہے کہ جب کانپور مین غازی الدین حیدر گورنر جنرل کے خیمے مین داخل ہوئے۔ تین سو
کرسیان میز کے گرد تھین نواب نے یہ قلت تعداد کرسی کہ مبادا او فا نکرے نواب محتشم الیہ سے
کہا کہ ہم اور ہمارے اقربا مہمان ہین اگر تقدیم اپنے مہمانون کی ہوگی تو ہم بھی اسی صورت سے
پیش آئین گے۔ نواب گورنر جنرل نے بطیب خاطر قبول کیا۔ چنانچہ وہی صورت انگریزون
کے واسطے لکھنؤ مین ہوئی۔ امرا دوسرے کمرے مین میز پر بیٹھے اور نیز بخلوص نواب سعادت علیخان
نواب غازی الدین حیدر گورنر جنرل کو القاب عمومی بزرگ لکھتے تھے۔ نواب نے اپنے باپ کا
وعدہ پورا کیا اور ایک کروڑ آٹھ لاکھ پچاس ہزار روپیہ گورنمنٹ انگریزی کو دیا اس روپے کو

لارڈ مائرا یون تو لے نہیں سکتے تھے مگر اسکو قرض کے طور پر لیا جس کا سود بحساب چھ روپیہ
فی صدی سالانہ قرار پایا پرانا قرض آٹھ روپیہ سیکڑا پر تھا اوسکو گورنمنٹ چھ روپیہ سیکڑا کا
سانا چاہتی تھی اسلیے اِس کمی سود کا اشتہار دیا اور لوگون کو قرض کا روپیہ دینا شروع کیا مگر
یہان تو خزانہ خالی تھا پچاس لاکھ روپیہ قرض کا باقی رہ گیا وہ اس نواب کے روپے
مین سے دیا گیا۔

معتمد الدولہ آغا میر کو نیابت ملنے کی وجہ

حکیم مہدی علی خان نے نواب غازی الدین حیدر کو یہ سراغ دکھایا کہ مرزا حاجی
رزیڈنٹ کا متوسل ہے ملک کے تمام معاملات اور راز کے امورات رزیڈنٹ کو بھی تھمی
سوجھاتا ہے جس سے وہ ریاست کے معاملات میں مداخلت کرتے ہیں اور اس سے انگریزی
عمل درحمل پیدا ہونے کا خوف ہے نواب مرحوم نے ہزاروں روپیے انگریزوں کی تنخواہوں مین
صرف کیے ہین اس لیے مصلحت یہ ہے کہ ان انگریزون کے ذریعہ سے گورنر جنرل سے معاملات
ریاست کی درستی کی صورت نکالی جائے چنانچہ ایک انگریز جو ریاست کا ملازم تھا سفیر بنا کر
گورنر جنرل کے حضور مین بھیجا گیا اُس نے یہ بات گورنر جنرل کے خاطر نشین کر دی کہ نواب
غازی الدین حیدر خان بیلی صاحب سے ناخوش ہین گورنر جنرل نے رزیڈنٹ سے کہا کہ نواب
کی سرکار مین تمھاری مداخلت بیجا ہے اگر ایسی ہی کیا مینظور ہے تو نواب سے راضی نامہ لیکر پیش کرو
جب رزیڈنٹ نے یہ سمجھ لیا کہ نواب کے راضی نامہ کے بغیر گورنر جنرل کی خوشنودی مشکل ہے
تو اُنھوں نے منشی علی نقی خان سے جو نواب کی خدمت میں آمد و رفت رکھتا تھا مشورہ کیا
علی نقی خان نے سید محمد خان عرف آغا میر بن میر تقی کو جو اولاد شاہ ترکمان سے تھے

اور نواب غازی الدین حیدر کے یہان ایام صاحبزادگی اور ولی عہدی سے پیش خدمتون کے
زمرے مین ملازم تھے اور اب نواب کی سرکار کے معتمد علیہ تھے اسبات پر آمادہ کیا کہ وہ
نواب سے رزیڈنٹ کے لیے صفائی مزاج کا کاغذ لکھا دین تو اسکے صلے مین رزیڈنٹ انھین
نیابت دلا دینگے اور منصب مین ترقی کرا دینگے کرنیل کلیود صاحب اور ڈاکٹر لا صاحب اور
جو نواب سعادت علی خان کے ہمراز و مصاحب تھے یہ چاہتے تھے کہ اگر نواب پچھلی باتون کا بدلہ
لینے مین ثابت قدم رہین اور راضی نامہ رزیڈنٹ کو نہ دین تو بہت جلد مطلب براری ہو سکتی ہے
لیکن آغا میر کو نواب غازی الدین حیدر کے یہان بہت دخل تھا اور محض نیابت کے مل جانیکی
طمع پر اور منشی علی نقی خان کے سمجھانے سے نواب سے عرض کیا کہ حضور کو ان انگریزون سے اطمینان
ہے کہ ان سے مقدمہ کی درستی ہو جائیگی اور اس سبب سے راضی نامہ دینے مین تامل ہے
اور مجھے یہ اندیشہ ہے کہ شمس الدولہ کی طرف ریاست منتقل نہو جائے اور ہماری برسونکی محنت
رائگان ہو جائے اپنے حق نمک سے ادا ہوتا ہون حضور کو اختیار ہے نواب نے کچھ سوچ سمجھ کر
راضی نامہ اپنی مہر سے مکمل کر کے رزیڈنٹ کو دیدیا جب وہ کاغذ گورنر جنرل کے ملاحظے
مین گذرا تو حکیم مہدی علی خان مغوی قرار پا کر نظرون سے گر گئے اور وہ چار انگریز جو نواب سعادت علیخان
کے عہد سے ملازم تھے موقوف ہوئے اب جان بیلی صاحب کی کوشش سے آغا میر کو عہدۂ نیابت
ملا اور بائیس پارچے کا خلعت اور معتمد الدولہ خطاب عطا ہوا۔ دیکھو بات کہنے مین مزاجا جی کی
صحبت برہم ہو گئی اور وہ خانہ نشین ہوے اور حکیم مہدی علی خان کو حکم ہوا کہ اپنی نظامت
کے علاقۂ خیر آباد مین سرکاری کام کو جاؤ۔

اقبال الدولہ بن مختار الدولہ اور اکبر علی خان بن امیر الدولہ حیدر بیگ خان اور آقا بابائے
سرفراز الدولہ محمد حسن رضا خان اور تفضل حسین خان کے بیٹے جو قدیم سے اس منصب کے امیدوار تھے

اور ہزار درجے آغا میر سے علم و لیاقت میں اچھے تھے محروم رہے آغا میر کے حوصلے سے
یہ عہدہ بڑھا ہوا تھا لکھنؤ کے بعض بڑے آدمیوں نے چند مدت اُنکو ریاست کی نذر دکھانے
میں توہین سمجھ کر اغماض کیا آخر کار اس درجے کو نوبت پہونچی اور ترقی اقبال کا ڈنکا بجا کہ آغا میر کو
سلام کرنا اور اُنکی خدمت تک پہونچنا ایسے بزرگان عمدہ کا افتخار سمجھتے تھے۔

شمس الدولہ کا بنارس کو چلا جانا اور انتظام ملک سے معاملے میں جان بیلی صاحب کی تجویز کا موقوف رہنا اور محاصل ملک میں بہت کمی واقع ہو جانا

شمس الدولہ یہاں کے انتظامات کو دیکھ کر مایوس ہوے اور اپنے تمام اہل و عیال
اور حرلہ اور اسباب امارت اور رفقا کو لیکر بنارس کو چلے چودہ ہزار ایکسو اکہتر روپے
۱۴ آنے ماہوار جو نواب سعادت علی خان کے عہد سے مقرر تھے بدستور بحال رہے
بلکہ دو ہزار چار سو چرانوے روپے ساڑھے بارہ آنے حال میں اضافہ ہوگئے تھے دو سو اونٹ
اور سو کہار باربردار اور پچیس ہاتھی اور دو سو گھوڑے اور پیادہ و سولدار و توشخانہ اور نقارہ
و نشان یہ سب سامان امارت اُن کے ساتھ تھا اب غازی الدین حیدر کا دل مطمئن ہوا
جس وقت شمس الدولہ بنارس کی طرف چلے ہیں تو ان کے پاس دو کروڑ سے زیادہ کا مال
و اسباب اور نقد و جنس تھا جو راجہ مہرا وغیرہ لوگوں کی مصلحت ہو کر نواب مرحوم کے وقت میں
ان کے پاس جمع ہوا تھا کئی دولت خواہوں نے نواب سے عرض کیا کہ تمام نقد و جنس نواب
مرحوم نے جمع کیا تھا کس لیے آپ چھوڑتے ہیں لیکن انھوں نے اپنی ذاتی فیاضی کی وجہ
سے اُن سے تعرض نہ کیا جیسا کہ تاریخ شاہیہ نیشاپوریہ میں مذکور ہے۔

جان بیلی کی مداخلت انتظام مالی وملکی مین باقی نرہی اس لیے جو نقشہ انتظام ملک کا
اُنھون نے تجویز کیا تھا وہ منسوخ ہوا طریقہ مستاجری قدیم کا جاری کیا مگر نظامت اور کلکٹری
کی صورت بدستور قائم رہی دو کلکٹریان علی نقی خان میر منشی کے ذیل مین تھین اُن مین سے
ایک کلکٹری قطب الدین حسین خان سے نامزد تھی اور دوسری جعفر علی خان پسر زین العابدین
خان سے متعلق تھی جو زر کثیر علی نقی خان کو دیکر حاصل کی تھی اور ایک چکلہ معتمد الدولہ کے
فرزند کے نام مقرر ہوا اور اُسکی نیابت بھوانی پرشاد کو ملی اور ایک کلکٹری کنور رتن سنگھ کے
نامزد ہوئی یہ شخص رائے بالکرام کا بیٹا اور راجہ جھاؤلال کا قریبی رشتہ دار اور دیاکرشن کا سمدھی تھا
اور ضلع بریلی سے کئی برس کے بعد آیا تھا نہایت دانشمند اور صاحب علم آدمی تھا زخمی تخلص تھا
مرزا قتیل کا شاگرد تھا اور خیر آباد و محمدی کی کلکٹری حکیم مہدی علی خان کو راجہ دیاکرشن کی کوشش
سے کچھ جمع کی بیشی کے ساتھ ملی باوجود اس انتظام کے ملک کی آمدنی کم ہوئی چالیس لاکھ سے زیادہ
کی کمی پیدا ہوگئی صرف کروڑ روپے وصول ہوے باقیات کی سبیل کے لیے یہ راستہ کھلا
کہ متصدیان محکمۂ دلوانی زر باقیات علاقہ کو جمع حال کے شامل کرکے عامل قدیم یا جدید
سے مُہر کرا لیتے تھے۔

شہر کے عملۂ کوتوالی کی بدنظمی

نواب سعادت علی خان کے عہد مین باہر کے ڈاکو شہر مین نہین آنے پاتے تھے اور
شہر کے رہنے والے اگر کوئی واردات کرتے تھے تو اُن کا بخوبی تدارک ہوتا تھا نواب غازی الدین حیدر
کے عہد مین بالگوبند مہاجن کے گھر پر عین ساہو کارے مین سرشام ڈاکہ پڑا اور اس کا جرم
دھومی بیگ کوتوال کے سر پر رکھا گیا اُس نے بہت عذر کیا کہ یہ چور شہر کے نہ تھے اکثر بدمعاش

میر روشن علی کے گھر میں جو معتمد الدولہ کا بھائی کہلاتا ہے رہتے ہیں کبھی کسی کی مجال ہوئی کہ روشن علی کا نام زبان پر لاسکے کوتوال کا یہ عذر نہ سُنا گیا وہ نقلے آبرو کے لیے کچھ کھاکر مرگیا ڈاکہ برآمد ہوا بعد اسکے شیدی ناصر علی خان کو جو شیدی مولا دخان کی اولاد سے تھا معقول نذرانہ دینے کے بعد کوتوالی کا عہدہ حاصل ہوا۔

بہو بیگم والدہ آصف الدولہ کی جاگیر و زر نقد کا معاملہ

یہ بیگم سلطنت اودھ کے پہلو میں ایک خار تھی اور چند بوالہوس آزار مند لوگوں کے ہاتھ میں گرفتار تھی اسکے طفیل سے بھی اکثر انگریزوں کو سلطنت میں مداخلت کا موقع ملتا تھا اور سلطنت کے رعب وداب میں فرق آتا رہتا تھا اور کبھی اطمینان کے ساتھ اسکی جاگیر میں شور وشر اور فتنہ وفساد کے دبانے کا موقع نہیں ملتا تھا۔ اور خدا کی شان کو دیکھیے کہ عمر کتنی لمبی پائی اگر اتنی لمبی عمر شجاع الدولہ کی ہوتی تو سلطنت نے اتنک جو زوال کا منھ دیکھا تھا اتنا سخت روز بد اسکو دیکھنا نصیب نہوتا اور اُس میں بدنظمی بعقدر نہ آجاتی جس سے بحولی انگریزوں کی والا فطرتی کا شکار ہوگئی۔

جبکہ بہو بیگم کا وہ وصیت نامہ جس میں اُس نے چاہا تھا کہ وہ گورنمنٹ انگریزی کو اپنے علاقے اور زر نقد کا وارث قرار دیگی اگر وہ نواب سعادت علی خان کی اطاعت سے بری کیجائے اور اُسکے رشتہ دار اور واسطہ دار بلا مزاحمت اپنی اپنی جائداد پر قبضہ رکھین مسوخ ہوا تو اُس نے ۲۶ رجب ۱۲۲۸ھ ہجری مطابق ۲۵ جولائی ۱۸۱۳ء کو ایک امانت نامہ گورنمنٹ انگریزی کے نام تحریر کیا جسکا مضمون یہ تھا کہ یہ امانت نامہ نواب بہو بیگم دختر موتمن الدولہ اسحاق خان زوجہ نواب شجاع الدولہ و والدہ نواب

آصف الدولہ کی طرف سے گورنمنٹ آنرایبل کمپنی کے نام ہے جسکا وعدہ حفاظت و امنیت
میرے اور میرے عزیز و لواحقین کے بارے مین بدین مضمون مدت سے قائم ہے کہ میری
جاگیر و مکانات جائداد اور ہر قسم کا اسباب میری زندگی مین میرے قبضۂ اختیار مین رہیگا
اور صرف مجھکو ہی اُسکے صرف کرنے کا اختیار اُن لوگونکی پرورش اور پرداخت مین حاصل
رہیگا جو میرے عزیز اور میرے وابستہ اور رشتہ دار اور خواجہ سرا اور خادم ہین جس طرح
مجھکو مناسب معلوم ہو اُسطرح اُسکو صرف مین لاؤن۔ مگر اس خیال سے کہ زندگی چندروزہ ہے
اور اس نظر سے کہ آیندہ کا بند و بست حتی القائم اور صحیح النفس و العقل ہونے تک ضرور ہے اسلیے
مین تمام جائداد و اسباب نقد و جنس ظروف و جواہرات وغیرہ جو اب میرے قبضے مین ہے
بتعدادی و قیمتی ستر لاکھ روپیہ بموجب بند علحدہ مہری و دستخطی میرے کے بطور امانت کے
گورنمنٹ آنرایبل کمپنی کے حوالے کرتی ہون اور جو بعد اسکے تاایام زندگی میرے پاس جمع
ہوگا اُسکا بھی اختیار گورنمنٹ انگریزی کو اس غرض اور نیت سے دیتی ہون کہ اہالیان
گورنمنٹ مذکور بنظر دوستی قدیمہ جو اُس نے میری زندگی مین میرے ساتھ مرعی رکھی ہے
وہ میرے بعد بھی مرعی رکھکر محافظ میرے اُن تمام لوگون کی ہوگی جو میرے عزیز اور بھانجے
اور بھتیجے اور رشتہ دار اور خواجہ سرا اور متوسل ہین اور اُنکی جاگیرین اور نقد تنخواہین ہر ایک
شخص کی اور اُنکے ورثا کی میرے ذاتی روپیہ کی آمدنی سے قائم اور جاری رکھے گی اُسی قدر
جسقدر مین نے فرد منسلکہ مہری مین درج کی ہے تاکہ اس ذریعے سے اُنکو مستغنی الاحتیاج رکھے
اسکے سوا گورنمنٹ انگریزی میرے اُن رشتہ دارون اور متوسلون کی حفاظت غیر کے
ظلم و زیادتی کے مقابلے مین کریگی اور اُنکی اعانت اُن مکانات اور باغات اور بازار
اور دوکانات وغیرہ کے قبضے مین کریگی جو میری زندگی مین اُنکے قبضے مین ہونگی

اور اسکا بھی لحاظ رکھے گی کہ کوئی شخص انکو یا انکے ورثہ کو انکے مقبوضات کی نسبت تکلیف
نہ دے اور چونکہ میرے ایماندار ملازم دلاب علی خان ناظر نے اور میری سرکار کے دوسرے
نوکروں و خواجہ سراؤں و متوسلوں نے مجھکو ابتک رضامند رکھا ہے اور آیندہ بھی مجھکو
میری زندگی بھر خوش اور رضامند رکھینگے اسلیے مین چاہتی ہون کہ اُن سے کچھ مطالبہ
نکیا جائے اور نہ اُن سے کچھ حساب و کتاب لیا جائے صرف یہ امر ہو کہ میرے بعد فوراً
اُن سے حسب الحکم میرے تمام جائداد و نقدی و اسباب مذکورۂ بالا جو اب میرے قبضے
مین ہے اور اسکے بعد میرے پاس جمع ہوگا آخر اصل کبھی کو دلوا دیں اور اس تمام جائداد
وغیرہ کا حساب وہ ایمانداری دینگے ماسوائے رقوم پرورش مندرجۂ فرد منسلکہ کے میرے
ملازم دلاب علی خان کو تین لاکھ روپیہ سکۂ لکھنؤ میرے مقبرے کی تعمیر کیلیے اور ایک لاکھ روپیہ
مدائنہ کربلا اور نجف اشرف اور دوسرے مقامات متبرکہ کیلیے دیا جائے اور اسکے صرف
مین اختیار اُنہی کا ہے اور چونکہ وہ ایماندار اور راست کردار ہے اسلیے وہ اُس روپے کو
امور مذکورہ مین صرف کرے گا اور مقبرۂ مذکور کے سالانہ صرف کیلیے دیہات پرگنہ
بیگم رائے جنکی آمدنی دس ہزار روپیہ سکۂ لکھنؤ ہے دیے جائین اور جو کچھ آمدنی مین سے بچے
وہ صرف غربا اور مومنوں کی خیرات کے خرچ مین آئے جو اُس مقبرے مین رہتے ہون
تاکہ دلجمعی سے وہان رہین۔ میرے عزیزون بھتیجوں اور بھانجوں اور خواجہ سراؤں اور
اور لوا اور خادموں اور دوسرے متوسلین کا رد تنخواہ وقت پر میری جاگیر اور میری
ذاتی جائداد کی آمدنی سے دلاب علی خان کو دیا جائے اور وہ زر مذکور اُن مین تقسیم کرے گا
اور اُنکی سفارشین اور بیانات اُنکی نسبت جس قسم کے ہون اُسکے مطابق اُس کا لحاظ کیا جائے
تنخواہ اور رقوم مذکورۂ بالا کے دینے اور تمام کرنے کے بعد جو کچھ نقد و جنس میری جائداد

مین سے فاضل رہے اُسکا کل اختیار گورنمنٹ آنرایبل کمپنی کو ہے جو چاہے کرے اور جسطرح چاہے اُسکو صرف مین لائے۔ مگر چونکہ میرے چند واسطہ دار اور رشتہ دار جنکا ذکر فرد منسلکہ مین درج ہے جاگیرات و نقدی وغیرہ عطیہ سرکار وزیر پر قابض ہین اور یہ جاگیر وغیرہ اُنکی وفات پر بخلاف رسم میری سرکار کے ضبط ہو جائیگی تو یہ امر گورنمنٹ انگریزی آنرایبل کمپنی پر فرض ہے کہ وہ تنخواہ وغیرہ مندرجہ فرد تفصیل کے دینے کے بعد اسقدر روپیہ لیکے قبضے مین رکھے کہ وہ اُن رشتہ دارون اور واسطہ دارون کے پسماندگان کی پرورش دوامی کے واسطے کافی ہو جنکی جاگیر وغیرہ وفات کے بعد ضبط ہوگی تاکہ کوئی میرے متوسلین وغیرہ مین سے محتاج ہو کر خوار نہو۔ میجر جان بیلی صاحب رزیڈنٹ فیض آباد خود بیگم صاحبہ کے پاس گئے اور اُنکے ہاتھ سے فرد جمع خزانہ تفصیلی جو نسبتھ لاکھ روپے کی حاصل کی۔ بیگم صاحبہ نے رزیڈنٹ کو یہ بھی اطلاع دی کہ اس رقم کے سوا اُنکے پاس ایک لاکھ روپیہ نقد اور پانچ لاکھ کا جواہرات وغیرہ بھی اُنکے مکانات مین موجود ہے۔ فرد منسلکۂ امانت نامہ کی رو سے کل دو لاکھ چھیانوے ہزار نوسو چھہتر روپیہ سالانہ یا چوبیس ہزار سات سو اڑتالیس روپیہ ماہوار دینا مقرر ہوا۔

اس فرد کے آخر مین بیگم صاحبہ کی طرف سے یہ مضمون تحریر ہوا تھا کہ میرے بھائیون (نواب مرزا علی خان اور نواب سالار جنگ) کے خاندان کی تنخواہ ویسی ہی رہیگی جیسی نواب آصف الدولہ کے عہد مین تھی اور گورنمنٹ انگریزی اُنکی رعایت اور اعانت ہر موقع پر کیا کریگی اور اگر آئندہ قابضان حال کی وفات کے بعد تنخواہ مذکور یا جزو تنخواہ اُنکی نواب وزیر ضبط کرین تو گورنمنٹ انگریزی بموجب درخواست مندرجہ امانت نامہ کے اُن کی نسبت عمل کرے گی یعنی میری جاگیر کی آمدنی مین سے یا میری جائداد مین سے جو اُسکے سپرد ہوگی معقول تنخواہ اُنکی مقرر کردیگی۔ مرزا قاسم علی خان کی تنخواہ بھی اُسی حال پر رہیگی جیسے نواب آصف الدولہ کے عہد مین تھی

اور گورنمنٹ انگریزی انکی بھی اعانت ہر موقع پر میری وجہ سے کریگی اور اگر آیندہ منتظم علیخان کی وفات کے بعد نواب وزیر انکی کل یا جزو تنخواہ ضبط کرین تو گورنمنٹ انگریزی بموجب تحریر امانت نامے کے عمل کیسے یعنی انکے ورثہ کی تنخواہ معقول میری جاگیر یا جائداد امانت سے دلا دے۔ اور لواحقان خاص محل کی تنخواہ محال گونڈے سے مثل سابق ملا کرے اور اُس محال کے اہلکار بموجب فرد مسلکہ کے تنخواہ دیا کرین اور اگر آیندہ لطف النسا اور مرزا محمد تقی خان اور مرزا نصیر یا انکی اولاد کی کل یا جز تنخواہ نواب وزیر ضبط کرین تو گورنمنٹ انگریزی بموجب تحریر امانت نامے کے عمل کرے یعنی میری جاگیر یا جائداد امانت کی آمدنی سے انکی معقول تنخواہ دے۔ مرزا انکی اولاد کی تنخواہ میری وفات کے بعد مثل سابق کے جاری رہے گی اور اگر ضبط ہو جائے تو گورنمنٹ انگریزی انکو گزارے کے لیے میری جاگیر یا جائداد امانت کی آمدنی سے معقول تنخواہ مقرر کرے۔ تنخواہ ماہواری جو ظفر الدولہ کی جاگیر کی عوض مین مقرر ہوئی تھی انکی اولاد اور متوسلو نکو دیجائیگی ورنہ گورنمنٹ انگریزی معقول تنخواہ انکے واسطے میری جاگیر یا جائداد امانت کی آمدنی سے دے یہ اُن تنخواہو نکی نسبت تھا جو سرکار وزیر سے اُن لوگون کے لیے مقرر تھین۔

نواب سعادت علی خان جب تک زندہ رہے انپر اس امانت نامہ کا حال نہین کھلا اُنھون نے ۱۱۔ جولائی ۱۸۱۴ع کو وفات پائی۔ اس امانت نامے کو گورنمنٹ انگریزی نے قبول کر لیا اور انکی تعمیل کی ضامن ہوئی کہ جہانتک اُسکے متعلق ہوگا تعمیل اُسکی ہوگی اور محبت بھی اسکے لیے یہ قائم کر دی کہ بیگم کا رتبہ ایسا عالی ہے اور نواب وزیر سے اُسکا ایسا رشتہ ہے کہ وہ اُنکی رعایا سے مستثنیٰ ہے جسکے سارے ملک کا مالک بادشاہ ہوتا ہے۔ اسلئے انکی جان و مال کی وارث وہی سرکار ہوتی ہے جو خود نواب کی مسند نشینی کا سبب ہوئی ہے۔ بہو بیگم کو اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ اپنی ذاتی دولت کو جس مصرف میں چاہیں خرچ کرین۔ بشرطیکہ دوسرے نواب کی

ریاست کے لیے مضرت رسان نہو اور جب اُن کا انتقال ہوگا تو سرکار کمپنی اُنکی ساری دولت
نواب کو ملک اودھ کے رفاہ عام کے کامون مین خرچ کرنے کے لیے دیدیگی تدابیر مجوزہ کا افشا
بہو بیگم کی مرضی سے نواب غازی الدین حیدر پر کیا گیا اور اُنکا اطمینان کیا کہ بعد وفات بیگم کے
گورنمنٹ اُنکو وارث منظور کریگی بشرطیکہ تمام عہود امانت نامہ کی تعمیل وہ کرین اس تجویز کی نسبت
نواب نے اپنی رضامندی بذریعہ تحریر مرقومہ ۱۴ اگست ۱۸۱۴ء ظاہر کی اور جان بیلی صاحب
رزیڈنٹ کی چٹھی کے جواب مین نواب نے گورنمنٹ انگریزی کی عطوفت اور فیاضی کا اسباب مین
جو شکریہ ادا کیا ہے وہ سُننے کے قابل ہے اُنھون نے رزیڈنٹ کو لکھا کہ میرے پاس آپکی چٹھی مرقومہ
۱۹ جولائی ۱۸۱۴ء پہونچی نہایت خوشی ہوئی آپنے لکھا ہے کہ آپکے پاس گورنر جنرل کا حکم پہونچا
ہے کہ آپ مجھے معاملہ فیض آباد وغیرہ سے اطلاع دین اور مین نے تمام کاغذات مرسلہ نہایت غور
اور خیال سے پڑھے سچ تو یہ ہے کہ اس سرکار کا کبھی کوئی ایسا دوست صمیمی اور رفیق دلی نہ تھا
اور نہ آیندہ ہوگا جو ایسی بے غرضانہ و بے ریا دوستی رکھتا ہو جیسی گورنمنٹ آنرایبل کمپنی رکھتی
ہے جسنے بغیر لحاظ اپنے فائدے کے اسقدر قیمتی جائداد کے لینے سے انکار کیا جو نواب بہو بیگم صاحبہ
اُسکے نام کرتی تھین اور یہ قرار دیا کہ وہ سب جائداد بعد ادا کرنے تنخواہ و سالانہ وغیرہ کے جو
بہو بیگم صاحبہ نے صدق نیت سے اپنے رشتہ دارون اور متوسلون کے نام کیا ہے اور گورنمنٹ
انگریزی نے اُسکے ادا ہونے کا وعدہ کیا ہے مجھکو دیجائے جو میرے دل پر اس کا اثر پیدا ہوا ہے
اُسکے بیان مین نطق قاصر ہے اور بے تامل مین نہایت خوشی سے اُن تجویزون کو منظور کرتا ہون
جو گورنر جنرل نے دہات چھ راٹھ مصارف مقبرہ بہو بیگم صاحبہ اور دوسرے اخراجات
مندرجہ وصیت نامہ کے لیے دینے کو مجھے لکھا ہے بموجب اُس کے مین اس تحریر کی رو سے
اقرار کرتا ہون کہ جب بہ قضاے الٰہی میری دادی اس جہان فانی سے انتقال کرینگی تو دہات

ضلع بیگم راٹھ جبکی دس ہزار روپے سالانہ کے علیحدہ ہوکر مصارف مقبرۂ بیگم صاحبہ کے لیے عطا کیے جائیں گے اور اُس کے سوا تمام تنخواہیں اور زر پرورش جو بیگم صاحبہ کے رشتہ دارون کے نام پر ہے اور اب تک سال کو اس سرکار سے ملتا ہے وہ ہمیشہ کے لیے اُنکے اور اُنکے ورثا کے نام قائم اور جاری رہے گا اور کچھ کمی اُس میں نہو گی آپکو اپنا دوست صمیمی اور خیر خواہ تصور کرکے میں چاہتا ہون کہ آپ بلا توقف یہ سب مراتب گورنر جنرل بہادر کی خوشنودی کے لیے اطلاعاً تحریر فرمائین۔

بہو بیگم کی وفات

بہو بیگم کی عمر چیاسی سال کو پہونچ گئی تھی ضعف و ناتوانی نے مزاج پر غلبہ کیا تھا ان کا برسون سے معمول تھا کہ ابتداے عشرۂ محرم مین تعزیے کی زیارت کے لیے اپنے بھتیجون کے مکانون پر جایا کرتی تھین اور وہان فاتحہ پڑھکر لوٹ آتی تھین موت سے پہلے جو عشرۂ محرم آیا تو اس سال سردی شدت سے تھی ہوا مین برودت کے سوا تیزی تھی وہاں جانے کا قصد کیا داراب علی خان نے عرض کیا کہ فاتحہ یہان سے بھی ہو جائے گی آپ کا وہاں جانا ایسی حالت مین اندیشے سے خالی نہین جواب دیا کہ چونکہ معمول ہے اگر نہین جاؤں گی تو بچون کی دلشکنی ہوگی چار و ناچار سوار ہوئین واپسی مین نزلہ عارض ہو گیا اور ہلکا سا بخار بھی چڑھ گیا اور ان عوارض کو ہر روز ترقی ہونے لگی اطباے اپنے مقدور بھر معالجہ کیا لیکن کچھ فائدہ نہ تھا بیگم بھی سمجھ گئین کہ اب وقت آ رہا ہے اپنی زبان سے کہتی تھین کہ سفر آخرت کی ساعت قریب ہے مرنے سے ایک روز پیشتر فرمایا کہ نواب شجاع الدولہ ہستقبال کے لیے آئے ہیں داراب علی خان نے گھبرا کر پوچھا کہ آپ کیا فرماتی ہین اُسی بات کا اعادہ کیا ۱۳ سنہ ہجری کو جمعرات کے روز کہ دوپہر

چھ گھڑی گذری تھین بیگم کا طائر روح قفس قالب خاکی سے پرواز کر گیا شیخ محمد فیض بخش نے
فرح بخش مین یون ہی لکھا ہے۔ لیکن اس کتاب کے حاشیے پر ایک ثقہ آدمی کی تحریر نظر سے گذری
اُس مین ہے کہ زوال شمس پر شاید ایک گھڑی گذری ہوگی جو بیگم نے انتقال کیا ظاہرا معلوم ہوتا ہے
کہ مردمان اندرونی و بیرونی نے کئی گھڑی تک اُنکی رحلت کی خبر اس لیے مخفی رکھی کہ لاکھون لاکھ کا
نقد و جنس بیگم صاحبہ کا اور اپنا مال بھی کہین چلا دین انتہی۔
بیگم کے پاس دس ہزار پیادہ و سوار اور بہت سے ہاتھی گھوڑے اور بیشمار کارخانے
تھے اتفاقاً اگر کوئی انگریز فیض آباد کی طرف آنکلتا تو اُسکو کہلا دیا جاتا کہ رعیت سے رسد نہ لے
اور کسی پر زیادتی نکرے جو کچھ مطلوب ہو بیگم کی سرکار سے مانگ لے۔ داراب علی خان بیگم کا
معتمد اور وصی تھا اُس نے لاش کو دریا پر لیجا کر غسل اور تجہیز و تکفین شاہانہ طور پر کی اور
نہایت جاہ و جلال کے ساتھ دریا سے جواہر باغ تک لایا یہ مقام قلعہ فیض آباد سے
جنوب کیطرف شہر پناہ کے قریب واقع ہے اور دریا سے کوس بھر کا فاصلہ رکھتا ہے یہان قبر
کھود کر اوّل کربلا کی مٹی جو عرصہ دراز سے جمع کیجاتی تھی سر سے قدم تک قد کے برابر بچھا کر اُس مین
دفن کیا اور رات بھر قبر پر ہزار آدمی جاگتے اور قرآن پڑھتے رہے۔ سیجے کے بعد مرقد پر بہتیں
قرآن خوان مقرر کر دیے بیگم کا ہر ایک آدمی اپنے اپنے کام کی فکر مین انکے مرنے کے بعد مصروف
ہوگیا۔ مرزا نصیر خان مرزا تقی خان اور اُنکی اولاد ہمیشہ بیگم کی حیات مین دعا کرتی رہتی تھی
کہ اللہ اوّل ہمکو اُٹھائے تاکہ بیگم صاحبہ کا روز بد ہمکو دیکھنا نصیب نہو یہ لوگ بیگم کے مرتے ہی اپنے
اپنے مکانون مین جا کر پانوئن پھیلا کر آرام سے سوئے اور جو لوگ بیگم کی غلامی کا دعوے رکھتے تھے
وہ بھی اُسیطرح الگ ہوگئے۔ صبح کے وقت بیگانون کی طرح مرقد پر جا کر فاتحہ کی رسم ادا کی
لیکن کسی کی آنکھ سے ایک قطرۂ اشک بھی نہ ٹپکا۔ بلکہ زر و جواہر کے اُڑانے کی فکر مین تھے اور

دل میں خیال کرتے تھے کہ آخر اسقدر کثیر مال سرکار انگریزی میں جائیگا کچھ اس میں سے ہاتھ لگ سکے تو بچا لیں لیکن کچھ بھی نہ ملا بیگم کی وفات سے تیسرے دن انگریزی تلنگوں کی کمپنی موضع سکرورہ سے کہ دریاے سرجو کے پار واقع ہے دریا کو عبور کر کے فیض آباد میں پہونچی اور جا بجا پہرے بیٹھ گئے بعدہ نواب غازی الدین حیدر کی سرکار سے سپاہ آگر متعین ہوئی بیگم کی جائداد قیمتی ۹۹ لاکھ ۸۴ ہزار ۹ سو ۱۶ روپیے کی چھوڑی فرح بخش میں محمد فیض لکھتا ہے کہ نواب غازی الدین حیدر ایسے بلند حوصلہ تھے کہ اُنھوں نے بیگم کے مال کی ذرا پرواہ کی غیرت ذاتی اور شان امارت کی وجہ سے اسباب زنانہ اور بیگم کے استعمال کے تمام کپڑے زمین میں دفن کرا دیے تاکہ بیگانے کی اُس لباس عصمت پر نظر نہ پڑے - جبکہ لارڈ مارکرا لکھنؤ میں رونق افروز ہوے تو بیگم مرچکی تھیں دلاور علی خان خواجہ سرا جو بیگم صاحبہ کے لکھے ہوئے کاغذ کے سوال و جواب کے لیے لکھنؤ میں آیا تھا خلعت سے سرفراز ہو کر موجود تھا گورنر جنرل تک جب بیگم کی جاگیر اور مال و اسباب فیض آباد کا تصفیہ ہو چکا تو فرمایا کہ نواب صاحب اس ملک کے مالک اور جملہ مال و اسباب کے وارث ہیں رائگاں ہونا اُنکے اسباب کا منظور نہیں ہو بیگم صاحبہ کی وفات کی وجہ سے ہزاروں آدمی بیکار اور بے معاش ہو گئے تھے - اہالیان کمپنی اور ریاست کے افسر فیض آباد میں مامور ہوئے اور سلون اور گونڈہ کا علاقہ بادشاہ بیگم زوجہ غازی الدین حیدر کی جاگیر میں مقرر ہو گیا راجہ بھاؤ سنگھ برہمن جس کو نواب سعادت علی خان نے ترقی دی تھی اور نہایت ہوشیار آدمی تھا ریاست کی جانب سے بہو بیگم کے خزانے کی موجودات کے لیے بھیجا گیا اور اسکے ساتھ نصیرالدین حیدر ولی عہد بھی تھے اور اُنکے ہمراہ کئی متصدی بھی گئے اور ریذیڈنٹ نے اپنے اسسٹنٹ کو بھیجا اور اُسکے ساتھ منشی حیدر گیا اور مرزا پیارے علی مرتبہ گو افسردہ تخلص واقفیت کی وجہ سے اس جماعت کے شریک تھا

داراب علی خان خواجہ سرا نے خزانے کی کنجی اسسٹنٹ کے سپرد کردی اور چند عرصے کے بعد اُس کا انتقال ہوگیا یہ شخص متدین تھا اس کے مرنے کے بعد بہو بیگم کے مال و اسباب مین خیانت پیدا ہونے لگی - راجہ بختاور سنگھ کا صاحب ثروت ہونا اس وقت سے مشہور ہے اور جو کوئی اس معلے مین شریک تھا وہ بھی صاحب دولت بنگیا جو کچھ نقد و جنس بیگم کی سرکار سے ضبطی مین آتا تھا فتح علی خان کی جسکا خطاب ظفر الدولہ بہادر تھا تحویل مین داخل ہوتا تھا اور اُس کے عوض وزیر علی کے خزانے سے زر نقد خزانۂ رزیڈنسی مین داخل ہوتا تھا اور بہو بیگم کے متعلقین کی ڈیوڑھیات کی داروغگی کا عہدہ اصغر علی خان اور مرزا حسین علی خان ابن نواب قاسم علی خان نے رزیڈنٹ سے سفارش کرکے پناہ علی مرثیہ گو کو دلا یا یہ عہدہ اگرچہ گمنام تھا مگر در پردہ فتوح عظیم اس مین حاصل تھی تھوڑے عرصہ مین یہ شخص لاکھون روپے کا آدمی ہو گیا پناہ علی کی وفات کے بعد معتمد الدولہ نے مرزا حسین علی خان کو روغن قاز ملکر اسبات پر راضی کیا کہ پیش کش نذر کرے تو پناہ علی کا قائم مقام بنایا جائے اسکی وجہ یہ تھی کہ حسین علی خان کو نواب سالار جنگ اور قاسم علی خان کے گھرون سے قیمتی جواہرات ہاتھ آگئے تھے اور معتمد الدولہ کو انکا حاصل کرنا منظور تھا لیکن صاحب رزیڈنٹ کو مرزا محمد تقی خان کی پاسداری منظور تھی اس لیے حسین علی خان اُس جگہ پر مقرر نہو سکا - مرزا محمد تقی خان مالک وثیقہ اور گویا فیض آباد کے نواب تھے بی بی لطف النسا بیگم جو بہو بیگم کی روشنی چشم تھی وہ انکے نکاح مین تھی مرزا حیدر خلف مرزا محمد تقی خان اسکے بطن سے تھے رزیڈنٹ نے فیض آباد کے تمام معاملات کا انتظام محمد تقی خان کی راے پر رکھا اور گنگا پرشاد کایستھ تقسیم وثیقہ کے واسطے نوکر ہوا اور چند سال مین اتنی دولت جمع کی کہ نئی عمارتین اور باغات تیار کرلے پھر ایک مدت تک یہ کام مرزا حیدر سے متعلق رہا مگر یہ شخص کورنمکی گنگا پرشاد کی وجہ سے آخر کار کھٹائی مین پڑا اور اسقدر مناقشہ اہل وثائق مین پیدا ہوا کہ اُسکے نفتے دست بدست قرار پائے اور بہو بیگم کے تمام مال و اسباب پر

اختیار کامل نواب غازی الدین حیدر کو رہا - بہو بیگم کی وفات کے بعد یہ تجویز ہوئی تھی کہ اُنکی جائداد کے بارے میں جو شرائط کامل تعمیل گورنمنٹ انگریزی اور نواب کے درمیان ہوں اُنکی نسبت عہدنامہ تحریر ہو مگر نواب اسپر راضی نہوے اور اُنھوں نے بیان کیا کہ جو ایک عہدنامہ ۱۸۱۳ء میں ہو چکا ہے وہ کافی ہے اب اور عہدنامہ کیا ضرور ہے اسلیئے گورنمنٹ انگریزی نے اصرار اس امر میں نہیں کیا - بہو بیگم کی تمام ذاتی جائداد نواب کے سپرد ہوئی اور اُنھوں نے ۵۶ لاکھ ۴۸ ہزار ۲۸ روپے انگریزی حوالے میں داخل کیئے کہ اُسکے سود سے اکثر سیتیں جنکی ادائی بموجب کاغذات داری کے جائداد پس ماندہ بہو بیگم سے مشروط تھی ادا کیجائیں اس قسم کی پنشن کو امانتی کہتے ہیں اسکے سوا اور اکثر جاگیریں ایسی تھیں کہ اُنکا دیا جانا حوالۂ اودھ سے مشروط تھا اور اگر نواب اُن میں کمی کرتے یا اُنکو موقوف کرتے تو گورنمنٹ انگریزی اُسقدر روپیہ وثیقہ دارون کو جائداد پس ماندۂ بیگم سے دلوادیتی اور اس قسم کے وثیقے سے مرزا علی اور سالار جنگ اور اُنکے تینوں بیٹون یعنی مرزا قاسم علی اور اکبر علی اور صغر علی اور خاص محل کے واسطہ دارون کے وثیقے متعلق تھے مرزا علی اور سالار جنگ اور اُنکے تینوں بیٹوں کے وثیقے اُس انتظام مین شامل ہو گئے جو وزیر علی سے پہلے زر قرضہ اودھ کے بارے مین عمل مین آیا تھا اور خاص محل کا وثیقہ جو لطف النسا اور مرزا محمد تقی خاں اور مرزا نصیر اور اُنکی اولاد کے نام پر ہے اور جس کی تعداد ۶ ہزار روپیہ ماہواری ہے - صمانت انگریزی کی رو سے اُس کے تعلق ہوا یہ وثیقہ ضمانتی کہلاتا ہے -

زر قرضہ جو گورنمنٹ انگریزی کو دیا گیا تھا اُس کا سود وثائق مین محسوب ہونا

۱۸۱۴ء میں جو نواب وزیر نے ایک کروڑ آٹھ لاکھ پچاس ہزار روپیہ گورنمنٹ انگریزی کو

قرض دیا تھا اُسکا سود بحساب چھ روپیہ فی صدی سالانہ قرار پایا تھا اُسکے سود کی نسبت یہ قرار پایا کہ سود کا تمام روپیہ جسکا ماہواری چوّن ہزار دوسو پچاس روپیہ اور سالانہ چھ لاکھ اکاون ہزار روپیہ ہوتا ہے وثائق مین دیا جائے اور یہ بھی مقرر ہوگیا کہ جو ضبط ہوجائے اُسکا اصل روپیہ سرکار اودھ کو واپس ملے پنشن مذکور یکم ذیحجہ سنہ ۱۲۲۹ ہجری مطابق ۱۴ نومبر سنہ ۱۸۱۴ء سے شروع ہوئی۔

نام وثیقہ دار	تعداد زر وثیقہ ماہواری	تعداد زر وثیقہ سالانہ
شاہزادہ مرزا سلیمان شکوہ	۶۰۰۰ روپیہ	۷۲۰۰۰ روپیہ
نواب شمس الدولہ مع خاندان ومتوسلان	۱۶۶۶۱ روپیہ ۱۰ ر ۶ پائی	دو لاکھ روپیہ
...عان شمس النسا بیگم ۵ اشخص	۴۰۰۰ روپیہ	۴۸۰۰۰ روپیہ
مرزا شہامت علی خان	۲۸۰۰ روپیہ	۳۳۶۰۰ روپیہ
مرزا منیڈو	۱۶۴۷ روپیہ	۱۹۷۶۴ روپیہ
خاندان مرزا علی خان و سالارجنگ	۶۷۲۷ روپیہ ۱۳ آنہ ۹ پائی	۸۰۷۳۴ روپیہ
مرزا قاسم علی خان	۳۳۹۹ روپیہ	۴۰۷۸۸ روپیہ
ا. علی خان و اصغر علی خان	۲۱۰۹ روپیہ ۶ آنہ	۲۵۳۱۲ روپیہ ۸ آنہ
...ن طیبہ بیگم ۱۴ اشخص	۳۲۶۶ روپیہ ۲ آنہ ۶ پائی	۳۹۱۹۳ روپیہ ۱۴ آنہ
مرزا رمضان علی خان	۴۸۵۱ روپیہ	۵۸۲۱۲ روپیہ
متعلقان حسین علی خان ولد حیدر بیگ خان ۲۴ شخص	۲۰۰۰ روپیہ	۲۴۰۰۰ روپیہ

نام وثیقہ دار	تعداد زر وثیقہ ماہواری	تعداد زر وثیقہ سالانہ
متوسلان ومتعلقان		
تحسین علی خان و ۹ شخص	۷۷۵ روپیہ	۹۳ روپیہ
میزان کل	۵۴۴۴ روپیہ ۹ پائی	۶۵۰۹۴ روپیہ
فاضل	۷ روپیہ ۵ آنہ ۳ پائی	۹۵ روپیہ ۷ آنہ
مجموعۂ ہر دو	۵۴۲۵۰ روپیہ	۶۵۱۰ روپیہ

۱۸۱۵ء مین کثرت مصارف جنگ نیپال کی وجہ سے ایک کروڑ روپے کی سود فی صدی چھ روپے سالانہ پر اور درخواست کی گئی مجبوری وہ بھی اُنھون نے قرض کے طور پر دیدیے مگر جب جنگ ختم ہوئی تو قرض کے عوض ضلع کھیراگڈھ اور ٹکٹ ترائی جو گورکھون سے لیا تھا نواب وزیر کو دیا گیا یہ علاقہ دریاے گھاگرا اور گورکھپور کے درمیان واقع ہے اور نواب وزیر کو پرگنہ نواب گنج بھی جو ضلع گورکھپور کا جز تھا دیکر اُن کا پرگنہ ہنڈیا عرف کیوی جو ضلع پرتاب گڈھ مین شامل تھا اور درمیان اضلاع انگریزی جونپور اور مرزاپور اورالہ آباد کے واقع تھا گورنمنٹ انگریزی نے تبادلے مین خود لے لیا نواب گنج محاصل ہنڈیا کے مساوی تھا۔ اسبارہ میں ایک عہدنامہ یکم مئی ۱۸۱۶ء مطابق ۲ جمادی الاخری ۱۲۳۶ ہجری کو اسٹریچی صاحب رزیڈنٹ کی معرفت لکھا گیا جو رزیڈنسی کو الیا سے مان سلی صاحب کی جگہ مقرر ہو کر آئے تھے نیپال کی مہم میں غازی الدین حیدر نے تین سو ہاتھی بھی انگریزون کے پاس مدد کو بھیجے۔

معتمد الدولہ آغا میر کا قید ہونا

معتمد الدولہ کے زوال کی صورت کئی وجہ سے ظہور مین آئی (۱) کسی شخص نے آمدورفت کے

در وانسے پر اس مضمون کا ایک کاغذ چسپان کر دیا کہ علی نقی میر منشی رزیڈنٹی اور معتمد الدولہ دونون شیر وشکر ہو رہے ہین غازی الدین حیدر کو اس مضمون سے اطلاع ہوگئی تو یہ منظور ہوا کہ معتمد الدولہ کو سزا دیجائے (۲) شہر مین تبرا کا یہ زور ہوا کہ ساتوین اور آٹھوین محرم کو آغا باقر مرحوم کے امام باڑہ مین اہل سنت اور اہل شیعہ مین بہت دنگہ ہوا یہانتک کہ جو علم ڈیوڑھی خاص محل اور خرد محل سے اُٹھے تھے وہ گرا دیے گئے اور نوبت کشت وخون کی آئی اور فرنگی محل کے کوچے مین مرزا جعفر اور مرزا حاجی کے مکانون کے قریب وہ شور وہنگامہ برپا ہوا کہ شیعہ نے اُن اہل شام اور کوفہ کو جو جناب امیر اور اُنکے صاحبزادون سے لڑتے رہے نام لیکر متوسلان کمپنی وسکناے لندن وغیرہ کے حق مین ایسے شور وشر سے تبرّی کی یورش کی کہ رزیڈنٹ نے نواب وزیر سے اسبات کی شکایت کی۔ (۳) کارپردازان گنجیات کی نسبت یہ شکایت پیش ہوئی کہ قحط سالی مین غلّے کی گرانی مین رعایا سے کثرت سے رشوت لیتے رہے جس سے رعایا کو بڑی پریشانی کا سامنا ہوا (۴) معتمد الدولہ نے آمدنی ملک کو اپنی ذات خاص کے مصارف مین اس کثرت سے خرچ کرنا شروع کیا کہ ریاست کے ملازمو نکی تنخواہ تقسیم نہوسکی (۵) معتمد الدولہ کا بھائی میر روشن علی اہل حرفہ پر ظلم وتعدی کرتا تھا کسی سے اگر سو روپیہ کا اسباب مول لیتا تو اُسکو دس روپے بھی بمشکل دیتا تھا اور لوگون کو ہر وقت گالیان دیتا رہتا تھا اور معتمد الدولہ اسکا کچھ انتظام نہین کرتے تھے (۶) معتمد الدولہ نے دولت پورے مین اپنے واسطے عمارت تیار کرائین تو ہزارون مکان پختہ وخام رعایا کے کھود کر خاک مین ملا دیے گئے اور مکانات والے پریشان حال مارے مارے پھرنے لگے اور اگر کسی مکان کا معاوضہ دیا تو ہزار مین سو روپیے دیے اور مکانات کے خریدنے اور خالی کرانے مین وہ عجلت کی کہ مکانات والون کو اپنا اسباب اُٹھانا مشکل تھا غرض اس ظلم وتعدی کے ساتھ کئی محلے کھدکر معتمد الدولہ کی عالیشان عمارات عین ناف شہر مین تیار ہوئین

غریب ہندو مسلمانوں کے نالے گوش فلک تک پہونچے مگر نواب کے کان تک پہونچنا محال دشوار تھا کیونکہ کسی کی عرضی معتمد الدولہ کی نظر ثانی کے بغیر نواب تک جا نہ سکتی تھی اتفاقاً کسی کی عرضی نواب کے ملاحظے تک پہونچ بھی جاتی تھی تو معتمد الدولہ عرض کرتے تھے کہ شہر کے کوچے تنگ ہیں اور بھیڑ ہوتی ہے جسکی وجہ سے بگھی اور سیج گاڑی کا گذر مشکل سے ہوتا ہے مکانوں کی شکست و ریخت آراستگی کے لیے ظہور میں آتی ہے اور مکانوں کی قیمت خاطر خواہ صاحب مکان کو دیجاتی ہے لیکن یہ مفسد لوگ اس پردے میں چاہتے ہیں کہ بندگان عالی کو مجھ سے ناراض کردیں خلاصہ یہ ہے کہ ایک خلق گرداب بلا میں پڑی تھی اور کسی کی بد دعا کا اثر آغا میر پر ہوتا تھا معتمد الدولہ کا دماغ آسمان پر تھا اپنے آپ کو ولی عہد سلطنت سے کم نہیں سمجھتے تھے اور اس معتمد الدولہ کو یہ منظور ہوا کہ عامل سلون کو جو بادشاہ بیگم اور میر فضل علی کی طرف سے مامور تھا موقوف کر کے اپنی طرف سے کسی دوسرے شخص کو وہاں مقرر کریں اور ولی عہد کی سرکار کی دیوانی کسی اپنے رفیق سے متعلق کریں (۷) فرخ آباد کے سفر میں اکثر حرکات نالائق ولی عہد کی نسبت عمل میں آئیں۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ جب گورنر جنرل لارڈ ہاسٹنگز ممالک مغربیہ سے پھر کر فرخ آباد میں آئے تو معتمد الدولہ اور ولی عہد نصیر الدین حیدر ملاقات کو گئے گورنر جنرل کے یہاں سے چار پانچ انگریزی افسر استقبال کو آئے اور ولی عہد کو ایک خیمہ میں ٹھہرایا پہلے دن ولی عہد گورنر جنرل کی ملاقات کو گئے تو محل سرائی میں یورپین لیڈیوں کا ناچ ہوا معتمد الدولہ گورنر جنرل کی خدمت میں معاملات کے سوال و جواب کے لیے آمد و رفت رکھتے تھے انھوں نے گورنر جنرل پر ظاہر کیا کہ نواب کے حوالے یہ گو مجھکو تالو ہ تھا مگر آپ کی استدعا کی وجہ سے نواب کو سمجھا کر روپے کی سبیل ظہور میں لایا اُدھر مولویوں نے ولی عہد کے مزاج میں یہ آگ لگا دی کہ معتمد الدولہ کی گرم بازاری گورنر جنرل کے پاس گرم ہے اور حضور کو کوئی پوچھتا بھی نہیں اور اُن کا

سواری کی رونق حضور کی سواری سے زیادہ ہوتی ہے ولی عہد کے مزاج مین معتمد الدولہ کیطرف سے بل پیدا ہوگیا۔ اتفاقاً ایک دن ایسی آندھی چلی کہ اہل لشکر کے خیمے گرگئے بلکہ جس خیمے مین ولیعہد بہادر تھے وہ بھی سو کو بھی ہوا قریب تھا کہ بالکل گر پڑے اور معتمد الدولہ کے خیمے کو ہزارون فراشونکے سوا امرائے عالیشان دست بدست تھامے ہوئے تھے اس لیے گرنے سے محفوظ رہا ایسی باتون سے بادشاہ بیگم کے دل مین آگ لگ گئی اور معتمد الدولہ کی طرف سے دل مین سرد مہری پیدا ہوگئی اور انگریزونکے ساتھ جو اُنکو خصوصیت حاصل ہوگئی تو اس وجہ سے خود بادشاہ کا مزاج جل بجھا اور یہانتک نوبت پہونچی کہ ایک دن کہنے لگے کہ معتمد الدولہ کو ہم نے آبرو دی مگر انگریزی دوستی نے اُسکا دل ہماری دولت خواہی سے پھیر دیا اسطرح اکثر الفاظ شکایت سر دربار علی محمد خان اور محمد علی خان اور صمصام الدولہ کے روبرو زبان پر لائے جب معتمد الدولہ فرخ آباد سے واپس آئے تو نواب نے اُنکو نظر بند فرما کر ارشاد کیا کہ اب دیکھتا ہون کہ کون اُسکی ضمانت کرتا ہے اور حکم دیدیا کہ بدون طلب ہمارے سلام کو نہ آیا کرے۔

معتمد الدولہ پر قرض خواہون کا تقاضا اور شہر کی شکایتون کا ہنگامہ برپا ہوا یہانتک کہ اُنکے گھر کا اسباب نیلام ہوا۔

اُن عمائد کے حالات جو ان دو برسون کے اندر لکھنؤ مین آئے اور بعض لکھنؤ مین رہکر ملک عدم ہوئے

(۱) نواب منصور علی خان بن اشرف الوزرا شاہ ولی خان وزیر احمد شاہ درّانی تلاش معاش کے لیے لکھنؤ مین آئے اور محلہ حیدر آباد مین جو نیا آباد ہوا تھا ٹھہرے ابھی کوئی مستقل سلسلۂ روزگار پیدا نہوا تھا صرف معتمد الدولہ کے ذریعہ سے مدد خرچ کی صورت ظہور مین آئی تھی کہ بیمار ہوکر دار فنا سے گذرے۔

(۲) عباس قلی خاں جن کے باپ میرالدولہ شاہ عالم کی طرف سے الہ آباد میں ناظم تھے آئے یہ صاحب نہایت متین اور نازک طبع تھے اور اپنے باپ کی جاگیر میں نواح عظیم آباد کی طرف رہتے تھے زیارت کربلائے معلے اور نجف اشرف سے مشرف ہوکر ایران سے لوٹ کر لکھنؤ میں آئے اور مرنے کے وقت تمسّک قیمتی نواب کو نذر کی اور ایک کتاب اپنی تصنیف کی ہوئی پیش کی اس کتاب میں اپنے سفر عرب وعجم کے حالات بیان کیے تھے۔ اقوام ڈکیتی پیشہ کے ہاتھوں جو مصائب اُٹھائے تھے اور انکے نرغہ عذاب میں گرفتار ہوکر دو تین لاکھ روپیہ کا اسباب برباد کیا تھا یہ حال مفصل بیان کیا تھا کئی برس کے بعد انکا کئی ہزار روپیہ مشاہرہ قرار پایا۔

(۳) نواب قاسم علی خان بن نواب سالارجنگ نے قضا کی یہ نواب عمدہ عمدہ کھانوں کے بڑے شوقین تھے بلکہ خود اچار اور مربے بنانے میں مشتاق تھے اور ہاتھی۔ گھوڑے اور تلوار کو خوب پہچانتے تھے نغمہ وسرود اور مرثیہ خوانی میں داؤد ثانی تھے بوجہ دولتمندی کے حکام انگریزی انکی بہت عزت کرتے تھے گورنر جنرل سے بھی روشناس تھے۔ قاسم علی خاں کے بعد انکے بیٹے حسین علی خاں اور بھائی نوازش علی خان اس گھرانے کے سرآوردہ تھے۔

(۴) نوازش علی خاں بن نواب سالارجنگ نے انتقال کیا یہ بھی بڑے دولتمند تھے جو صفات انکے بھائی قاسم علی خاں میں تھے وہ ان میں نہ تھے۔

(۵) رمضان علی خان جن کی بہن نواب سعادت علی خان کی حرموں میں داخل تھی اور اس وجہ سے نواب کے مقرب اور ندیم تھے اور بیش قرار مشاہرہ رکھتے تھے اور دولتمند آدمی تھے اور انکی نسبت نواب سعادت علی خاں کو زہر خورانی کا شبہہ ہوا تھا اسیر ہوئے اصل جسکے انکی تنخواہ انکے بیٹوں پر مقرر ہوئی۔

(۶) گلزاری مل جوہری کا جواہرات قزاق قضا نے لوٹ لیا اس شخص کی عمارت تیس من

دروازے کے قریب اور مینا بازار مین بلند اور وسیع تھی یہ تمام مکانات غدر کے بعد مسمار ہوئے
یہ شخص قوم کا بنیا تھا راجہ رائے رتن چند کی وجہ سے معتمد الدولہ کا ملازم ہوا نواب سعادت علی خان کے
عہد مین تقسیم سپاہ کے خزانے کا جس مین دو کروڑ روپیہ ہمیشہ موجود رہتا تھا خزانچی تھا اس کے
مکان عالیشان کا دروازہ صحن حیدر باغ اور عمارات سنگین محل کے مقابل سر بازار واقع تھا
حکم ہوا کہ وہ کھود کر زمین ہموار کر دیجائے لیکن مکاندار نے کچھ نذرانہ دیکر اُسکی بلندی کچھ پست کر دی
(۷) نواب مدار الدولہ امرائے نامی شاہ جہان آباد سے تھے پرگنہ مچھریٹہ متعلقہ خیرآباد جسکی
جمع ساٹھ ہزار سالانہ تھی اُنکی جاگیر مین تھا یہ نواب مدت سے علیل تھے نواب وزیر کے
اور گورنر جنرل کے دربار مین نقرئی پایون کی کھٹولی پر بیٹھ کر جایا کرتے تھے۔ آخر کار مر گئے
ترکہ کے واسطے ورثہ مین نزاع پیدا ہوا۔ آخر یہ تجویز ہوئی کہ گھر کی سر برآوردگی وسر غنائی محمد علی خان کے
نامزد ہوا اور جاگیر ضبط ہو کر پانچہزار روپیہ ماہوار نقد خزانۂ عامرہ وزارت سے عنایت ہوتا رہے
اور اس رقم مین نواب مہدی علی خان اور نواب احمد علی خان اور نواب امجد علی خان کی بھی تنخواہ
قرار دیجائے۔

(۸) تجمل حسین خان پسر علامہ تفضل حسین خان نے انتقال کیا علاقہ بیسواڑہ مین جو جاگیر
اُنکی ساٹھ ہزار روپے کی تھی وہ انگریزونکی حمایت سے احمد حسین خان اور حیدر حسین خان
فرزندان تجمل حسین خان پر بحال و برقرار رہی۔ گو کارپردازان ریاست نے مداخلت کی
مگر انگریزونکی حمایت کی وجہ سے نہ چل سکی۔

مرزا حاجی کا کار نیابت انجام دینا مگر آخر کار دوبارہ معتمد الدولہ کا بحال ہو جانا

معتمد الدولہ آغا میر کے نظر بند ہونے کے بعد نیابت کا کاروبار مرزا حاجی چلاتے تھے

اور بادشاہ بیگم کی جاگیر کا کام آفرین علی خاں خواجہ سرا کرتا تھا اور سلطان پور کا علاقہ مرزا حاجی کے چھوٹے بھائی مرزا محسن سے متعلق تھا مرزا حاجی اور آفرین علی خاں یہ دونوں نواب غازی الدین حیدر کے منہ چڑھے تھے کچھ دنوں محبت نے رنگ کھایا چین سے گذری باہم شیر و شکر تھے یکایک پیر فلک نے کروٹ لی جسکی تفصیل یہ ہے۔ معتمد الدولہ نے خیال کیا کہ بادشاہ بیگم کی آزردگی اسے منصب نیابت کی بربادی کا باعث ہے اس فکر و تدبیر میں عرق ریزی شروع کی کہ انکا دل صاف ہو جائے کوئی دقیقہ سحر و افسون و طلسم و دعا و تعویذ وغیرہ مذہب اہل سنت و امامیہ سے باقی نہ رہا کہ جو ظہور میں نہیں آیا آخر کار سبحان علیخاں بی بی قطبی کے ذریعہ سے بادشاہ بیگم کا آئینۂ دل زنگ آزردگی سے صاف کیا اور صفائی کی صورت پیدا ہو کر آغا میر اٹھارہ ماہ معطل رہنے کے بعد پھر خلعت نیابت سے مع نوبت و نقارہ سرفراز ہوئے۔ اس عرصے میں مسٹر اسٹریچی رزیڈنٹ لکھنؤ سے چلے گئے اور کچھ دنوں مسٹر ریپیر اسسٹنٹ قائم مقام رزیڈنٹ رہے۔ پھر مسٹر جان کلک جو سابق میں دفتر فارسی کلکتہ میں سکرٹری اور رزیڈنٹ بنگالہ تھے عہدۂ رزیڈنسی لکھنؤ پر مامور ہو کر آئے کچھ دنوں کے بعد یہ بھی مستعفی ہو کر ولایت کو چلے گئے اور اس عہدے پر مسٹر رکس صاحب مقرر ہوئے۔

نواب غازی الدین حیدر کا بادشاہ بننا اور شاہ زمن لقب اختیار کرنا آغا میر کو وزارت ملنا

شاہ عالم ثانی کا سکہ ۱۲۵۲ھ ہجری تک تمام ہندوستان میں انگریزوں سے جاری رکھا جو پیسے دار روپیہ کہلاتا تھا یہ میں نے دیکھا ہے انھوں نے بیاسی برس کی عمر میں ۷۔ رمضان ۱۲۲۱ھ ہجری کو انتقال کیا زمانے تمام ۴۸ سال قمری

اور پانچ مہینے تک بادشاہت کی جن مین سے بارہ برس اور ۵ مہینے بہار اور الہ آباد مین بسر کیے دہلی مین ۷ا برس دونون آنکھونکی بینائی کے ساتھ گزارے اور اُنیس سال نابینائی کی حالت مین کاٹے اُنکے سکّے کا شعر یہ ہے۔

حامیٔ دین محمد سایۂ فضل الہ　　سکّہ زد بر ہفت کشور شاہ عالم بادشاہ

مگر مشہور اس طرح ہے ؎

سکہ زد بر ہفت کشور سایۂ فضل آلہ　　حامی دین محمد شاہ عالم بادشاہ

راجپوتانے کی بعض بعض ریاستون مین ۱۸۱۸ء تک اُنکے نام کا سکہ جاری ہے جو اگلے زمانے کا مسکوک ہے ٹکسال اسکی بند ہے۔

نواب اودھ کی ٹکسال مین جو سکہ جلوس رئیس کا ہر سال بنایا جاتا تھا وہ شاہ عالم کے نام سے مسکوک ہوتا تھا اور کچھ نمونے کے طور پر کلکتے کو بھیجا جاتا تھا نواب غازی الدین حیدر نے اپنے جلوس کے تیسرے سال سکے کی یہ صورت مقرر کی کہ ایک طرف شاہ عالم کا نام تھا اور دوسری جانب مچھلی کی صورت اور اودھ کا نام تھا اور مچھلی کی صورت یہان کی رسم قدیم تھی اموجب سے کہ جب صفدر جنگ صوبۂ اودھ مین داخل ہوئے تو پہلے پہل داخلے کے وقت مچھلی نظر پڑی اسلیے اسکو نیک شگون خیال کرکے سکے مین رواج دیا۔ یہ بیان بعض مورخون کا ہے مگر ہم برہان الملک کے حالات مین ایک اور تاریخ سے لکھ چکے ہین کہ جب برہان الملک صوبہ دار اودھ ہوکر اس ملک کے قبضہ کرنے کے لیے آئے اور گنگا کو عبور کرنے کے لیے کشتی مین سوار ہوئے تو ایک مچھلی جست کرکے اُنکے دامن مین آپڑی اور نواب نے اسکو شگون نیک جان کر رکھ چھوڑا جو واجد علی شاہ کے عہد تک رہی گوشت دور ہوکر ہڈیان رہ گئی تھین۔

بہر صورت نواب نے اس قسم کے سکے مسکوک کراکر کلکتے کو بھیجے۔ جمعیت رائے اور روشن لال

دو بھائی قوم کایست سکینہ اطراف شاہ جہاں پور ملک روہیلکھنڈ سے لکھنؤ میں وارد ہوئے تھے اور سرشتۂ دارالضرب میں نوکر ہوئے تھے انھوں نے ایک جدید صورت سکے کے لیے اختراع کی اور نواب کی خدمت میں پیش کی اسکی صورت یہ تھی کہ دو شیروں کے درمیان تصویر منقش تھی نواب نے اس سکے کو پسند فرمایا اور یہی سکہ جاری کیا گیا اور جدید روپیے حسب دستور کلکتے کو بھیجے گئے کہتے ہیں کہ گورنر جنرل نے اسکے جواب میں نواب کو لکھا کہ نواب صاحب اپنے ملک کے مالک ہیں اور اسی قلمرو کے بادشاہ ہیں اگر سکہ اپنے نام سے مضروب فرماتے تو بھی مناسب تھا معتمد الدولہ نے گورنر جنرل کے مضمون خط سے نواب غازی الدین حیدر کو اطلاع دی تو نواب نے ریذیڈنٹ کی معرفت کونسل کلکتہ میں اس امر کی درخواست کی کہ سکہ ہمارے نام سے جاری ہو۔ سیر المتاخرین میں وجہ اس کی یہ لکھی ہے کہ لارڈ مارا مارکوئس ہیسٹنگز گورنر جنرل ہند کو ۱۸۱۳ء میں جب ہندوستان کے دورے کا اتفاق ہوا تو انھوں نے اکبر شاہ ثانی بادشاہ دہلی بن شاہ عالم ولد عزیز الدین عالمگیر ثانی سے ملاقات کے وقت کرسی کا سوال کیا بادشاہ نے یہ امر جدید بخلاف عہد قدیم کے قبول نفرمایا جبکہ گورنر جنرل کی یہ مراد پوری نہوئی تو دل میں سخت رنج پیدا ہوا اور شاہ دہلی کو مات کرنے کے لیے غازی الدین حیدر کو بادشاہ بنانے کا منصوبہ کیا۔

مختتم جوانی میں اس بات کو یوں لکھا ہے کہ معتمد الدولہ کے دل میں یہ بات پیدا ہوئی کہ رئیس کو عہدۂ وزارت سے مرتبۂ بادشاہت پر پہونچایئں گورنر جنرل کے یہاں سے ایک تحریر آئی تھی جس میں غازی الدین حیدر کو لکھا تھا کہ صاحب اپنے ملک کے آپ بادشاہ ہیں کسی کو آپ کے مقدمات خانگی میں مداخلت نہیں ہے اس تحریر کو سند سمجھ کر نواب اودھ کی جانب سے بادشاہت کا سلسلہ ملایا۔ اور چند ایسے آدمیوں کے نام لکھے کہ وہ سابق میں شاہ ایران کے

ماتحت تھے اور تحریر کیا کہ میرا تعلق بادشاہ دہلی سے کسی قسم کا نہین ہے مین شاہ انگلستان کا تابع ہون اور وہ شاہنشاہ ہین اسلیے میری خواہش یہ ہے کہ عہدۂ وزارت کو ترک کرکے سرکار انگریزی کی مدد سے تخت نشینی اختیار کرون میرے خاندان مین سے پہلے کئی شخص سلطنت کے مرتبے کو پہونچے ہین اور صدر سے فلان تاریخ جو مراسلہ آیا ہے اس مین بھی مندرج ہے کہ آپ اپنے ملک کے بادشاہ ہین پس یہ درخواست قبول کرکے اجازت سے دریغ نکرین جب گورنر جنرل کی کونسل مین یہ مراسلہ پیش ہوا تو تعجب پیدا ہوا اور ممبران کونسل کو اس امر مین اختلاف پیدا ہوگیا ایک فریق کی یہ رائے تھی کہ اس صورت کا پیدا ہونا مناسب نہین اور دوسرے فریق نے وزیر کی درخواست کی تائید کی فریق اول کی دلیل یہ تھی کہ جبتک انکا بادشاہ زندہ ہے یہ امر مناسب نہین ہے دوسرے صفدر جنگ کے عہد سے اس وقت تک کسی نے یہ حوصلہ نہین کیا تھا۔ اب غازی الدین حیدر کا ایسا کرنا خلاف دستور ہے۔ تیسرے جس وقت یہ خبر ممالک مین پھیلے گی تو سرکار کمپنی بدنام ہوگی کہ باوجود تسلط اور اختیار کے اس نامناسب کام سے نہ روکا جو تھے ملاقات اور تحریرات مین نقاد سنا پڑجائیگا اور یہ دستور قدیم کے خلاف ہے۔

دوسرے فریق کی دلیل یہ تھی کہ ہمکو وزیر اور بادشاہ کی خوشنودی اور رنجیدگی سے کوئی غرض نہین جس کام مین سرکار کمپنی کی بہتری ہو وہ ہمارے نزدیک اولے ہے اور اس امر مین نواب کو اجازت دینا سراسر مصلحت کے موافق ہے کیونکہ جتنے عہدنامے سرکار کمپنی اور ریاست اودھ کے درمیان وزارت کے عہد مین منعقد ہوئے تھے وہ تخت نشینی کے وقت کالعدم ہوجاینگے یہ سرکار کمپنی کی خوش اقبالی کے آثار ہین کہ ابتدا اس امر کی نواب کی طرف سے ہوئی دوسرے جس قدر اولاد شجاع الدولہ کی شریک ریاست تھی وہ سب خارج ہوکر سوا امتیاز الدولہ کے دوسرا باقی نہ رہے گا اور اس کا بھی مآل کار دیکھنا چاہیے کہ کہانتک طول کھینچتا ہے تیسرے اودھ کی ریاست تمام ہندوستان مین

وزارت مآب جانتی تھی تمام ہندوستانیوں کے دل متنفر ہو جائیں گے کہ اپنے بادشاہ کو کمزور پاکر اپنے رتبے سے بڑھکر قدم رکھا اور یہ عداوت ہمیشہ باقی رہے گی اور اس صورت میں سرداران ہندوستان کی طرف سے سازش کا اندیشہ جاتا رہیگا اور اس امر میں ہماری تمامی اُسوقت مقصود تھی کہ تحریص سرکار کمپنی کی طرف سے ہوتی حالانکہ ہمارے خواب وخیال میں بھی یہ بات نہ تھی اور یہ کام خلاف قانون و دستور بھی نہیں ہے کیونکہ نواب خود لکھتے ہیں کہ ہمارے بزرگوں میں سے کئی بادشاہ گذرے ہیں اور ممانعت کی اُس وقت میں حکمت تھی کہ نواب اپنے بزرگوں کے خلاف کوئی کام کرنا چاہتے اور یہ کام نواب کا فتنہ و فساد کا احتمال رکھتا تو روکنے کے قابل ہوتا بلکہ یہ تو ایک قسم کے لہو ولعب اور عیش و عشرت کی تلاش ہے پس یہ کام سرکار کمپنی کے لیے عین مصلحت ہے کیونکہ جسقدر عیش و عشرت میں مبتلا ہوں روکنا اُس سے مقتضائے دانائی کے خلاف ہے فتنے کا خواب میں رہنا بہتر ہے بیدار ہونے سے۔ نواب کی یہ تخت نشینی اسی قسم کی ہے اور آداب ملاقات و مراسلات میں تو تفاوت اُس وقت پڑ سکتا ہے کہ اجازت دیجائے گورنر جنرل نے بھی فریق ثانی کی رائے کے ساتھ اتفاق کیا کیونکہ انکو ملاقات کے باب میں بادشاہ دہلی سے رنج پہونچا تھا[1] اور کہا کہ نواب اودھ اپنے ملک میں ہر طرح کا اختیار رکھتا ہے اور بادشاہ دہلی کی شکایت ہم سے ہو نہیں سکتی نواب سے ہوگی جب صدر سے اجازت تخت نشینی کی ہو چکی تو غازی الدین حیدر معتمد الدولہ کے کام سے ایسے راضی ہو گئے کہ کبھی ایسا کوئی مالک اپنے نوکر سے راضی ہوا ہوگا اس مدت کے عملے میں ریاست میں پورے اختیارات بخشے اور دم واپسین تک انکے حق میں کسی شکایت پر التفات نہ کیا۔ اثنا عشریہ کے نزدیک ۱۸ تاریخ ذی حجہ کی مبارک ہے

[1] چونکہ نواب ممدوح از بادشاہ دہلی بر صدد ارباب ملاقات نہ بود لہٰذا گاہی رای ارباب اول رنج دادہ بیکس سلطنت عظمی بود ۱۲ مختتم ثانی نواب ممدوح سے مراد گورنر جنرل ہے ۱۲

کیونکہ ان کا یہ عقیدہ ہے کہ جناب سرور کائنات حجۃ الوداع سے پھرے تو غدیر خم کے مقام پر کہ ایک جگہ مکے اور مدینہ کے درمیان مین ہے ۱۸ - ذیحجہ کو سب صحابہ کو جمع کر کے حضرت علیؑ کی مولائیت کی بشارت دی تھی جس سے مراد یہ ہے کہ وہ پیغمبر خدا کے بعد امامت کے لیے اولے ہین پس اس تاریخ کو ۱۲۳۴ سنہ ہجری مین کہ ۹ - اکتوبر ۱۸۱۹ء سے مطابق تھی شنبہ کے دن نوابی کی صورت سلطنت سے مبدل ہوئی - اور بادشاہ کا لقب ابو المظفر معز الدین شاہ زمن غازی الدین حیدر مقرر ہوا اور بزم جشن جلوس منعقد ہوئی - اب چتر و تخت لوازمہ شاہی کی بھی ضرورت واقع ہوئی جنکی تیاری کے لیے دو کروڑ روپے ساہ گوبند لال پسر ساہ بہاری لال کی تحویل مین جمع ہو کر تخت اور چتر مرصع و مکلل جواہر کار اور کارچوبی شامیانہ تیار ہوئے - اس تخت کی کیفیت یہ ہے کہ یہ چاندی اور سونے سے بنایا گیا تھا اور اُس کے آس پاس چار حاشیے لعل اور زمرد اور یاقوت اور فیروزہ اور پکھراج اور موتی اور مونگے سے اس طرح کاریگرون نے لگائے تھے کہ وہ تارون بھرے آسمان کی طرح بہار دیتا تھا اور اُس تخت پر مخمل سرخ کی مسند بچھی تھی اور اوپر ایک شامیانہ زربفت کا ایستادہ تھا جسکی جھالرون مین موتی اور مقیش ٹکے تھے چوبین اس شامیانے کی سونے اور چاندی کی تھین اور کلابتون کی ڈوریون سے تنا ہوا تھا - تخت اس شامیانے کے تلے تھا اور تخت کے سامنے چالیس گز لمبا بیس گز چوڑا ایک دوسرا شامیانہ کھڑا تھا جس کی تیاری مین سلمہ و ستارہ و مقیش و کلابتون خرچ ہوا تھا -

انگریزونکو بہت کچھ دیا گیا - رکٹس صاحب رزیڈنٹ کو لاکھون روپے اور لاکھون کے تحائف دیے گئے اور تمام بڑے بڑے اہلکارون کو خلعت مرحمت ہوئے سات دن تک جشن رہا -

سکہ جو سبحان علی خان نے موزون کیا ہے یہ ہے -

سکہ زد بر سیم و زر از فضل رب ذو المنن غازی الدین حیدر عالی نسب شاہ زمن

سکے پر ایک طرف یہ بیت تھی اور دوسری جانب دو مچھلیون اور دو شیرون کی تصویرین ایک دوسرے کے

مقابلے میں تھیں اب معتمد الدولہ کا عہدہ نیابت بھی وزارت کے ساتھ مبدل ہوا
شیخ امام بخش نے غازی الدین حیدر کے بادشاہ ہونے کی تاریخ اس طرح موزون کی ہے

بحمد اللہ کہ با اقبال و دولت — بہ تخت زر جلوس شاہ گردید
زمین و آسمان یک بزم عیش است — ز ماہی خرمی تا ماہ گردید
مبارک باد اے آفاق عالم — طلوع آفتاب جاہ گردید
ندا آمد بگوش زود یارب — کہ شاہ امروز شاہنشاہ گردید
پئے سال ہمایون جلوسش — بگو تاریخ کہ ظل اللہ گردید

دیگر

بر تخت شہی جلوس فرمود — زیبائے سریر بادشاہی
آوازۂ جود و فیض بخشی — تا ماہ رسیدہ اش ز ماہی
تا قدر ترشے ست تا ثریا — حکمش ز او امر و نواہی
جاری باد ا بہفت اقلیم — این سکہ و حکم خاص شاہی
تاریخ جلوس ساختہ ورد — واثق بدعائے صبحگاہی
لو تاج شہی و سکہ و ملک — قائم بدوام وے الٰہی ۱۲۳۴

تاریخ جلوس نمودن بر تخت مرصع و وزیر اعظم شدن معتمد الدولہ -

چون شاہ زمن صاحب جود و انصاف — شد بر سر اورنگ مرصع جالس
گردید وزیر اعظمش ضیغم جنگ — کو ہست بمغمار فراست فارس
ساز و قدم شاہ حرف را یاقوت — در خاک در وزیر زر گردد مس
تاریخ سعید کرد تاریخ تحریر - — شہ اسکندر وزیر ارسطاطالیس

صاحب راے کہتا ہے:-

بر تخت چو پادشاہ غازی بنشست — صد شکر خدا داد زبان مردم
تاریخ جلوس او مبارک باشد — ماہ ذی حجہ سہ شنبہ با ہیژدہم

راجہ دیا کرشن کے انتقال ہونے پر اسکے بیٹے نول کرشن کو راجہ کا خطاب اور خالصے کی واصل باقی کی خدمت ملی اور بخشی گری کا عہدہ بشر چند کے تفویض ہوا تھوڑے عرصے میں نول کرشن کا فرد حساب بھی دست اجل نے چاک کیا تو عہدہ دیوانی خالصہ پر راجہ میوہ رام مقرر ہوے اور راجہ بال کرشن پسر راجہ نول کرشن واصل باقی نویس ہوئے نواب روشن الدولہ بن مظفر علی خان بن بندہ علی خان وزیر دوم اور علی محمد خان بن نوازش علی خان بن نواب سالار جنگ وزیر سوم اور صمصام الدولہ مرزا جھجو صاحب برادر محمد تقی خان وزیر چہارم مقرر ہوئے اور میر نذر علیخان فرزند میر افضل علی بائیسی والا کو جو معتمد الدولہ کا داماد تھا جرنیلی کا عہدہ دیا گیا اور اُس کی نیابت پر فقیر محمد خان مقرر ہوئے اور وزیر اعظم کی نیابت کا خلعت سبحان علی خان کو ملا اور خلیل الدین خان خلعت وکالت مطلق سے سرفراز ہوئے اور کچہریوں کے نام اس روش پر تبدیل ہوئے - دارالانشا - دارالاجرا - صدر الصدوری - کچہری سلطانی - دفتر نظامت دفتر جرنیلی - دفتر دیوانخانہ - وغیرہ اور علاقہ لکھنؤ کے زمینداروں نے اپنی عرضداشتین مبارکباد سلطنت کی نذروں کے ساتھ بھیجین اور راجگی اور راے کے خطابوں سے نامآور ہوئے اور بعض کوتہ اندیشوں نے گڑھیاں اور قلعے بنوا کر بغاوت اختیار کی -

معتمد الدولہ وزیر اعظم اور اُن کے مخالفوں کی چھیڑین

آفرین علی خان خواجہ سرا آصف الدولہ کا غلام تھا گو معتمد الدولہ کے بدخواہوں میں

محسوب نہ تھا لیکن مرزا حاجی سے جو معتمد الدولہ کا دشمن تھا موافقت رکھتا تھا اس سبب سے
معتمد الدولہ کا دل اس سے مکدر تھا دربار میں آنے کے واسطے اُسکو ممانعت تھی اس تھوڑے سے
عرصے میں آفرین علی خاں ملک عدم کا راہرو ہوا۔ تاریخ وفات زیب قلم ہوتی ہے۔

چون محمد آفرین رحلت از این عالم نمود — مدفن او شد بخاک آستان شاہ دین
چون نمودم فکر بہر سال تاریخ وفات — بلبلے گفتا کہ ہے ہے کرد رحلت آفرین

اُس کا نائب میر حیدر بخش تھا سے مین مقید ہوا طوق اور زنجیر بھی اور بڑی رسوائی گو ہو کا
پھر ریذیڈنٹ کی سفارش سے جو آفرین علی خاں پر مہربانی رکھتا تھا رہا ہوا مگر دربار مین بادشاہ
کے جانا پھر نصیب نہوا اور آفرین علی خاں نے جو اپنے متروکے مین سے کسیکے لیے وثیقہ
سرکار انگریزی مین مقرر کیا تھا وہ بھی حاصل ہوا۔ یہ شخص مذہب امامیہ مین اتنا غلو رکھتا تھا
کہ صحابہ کے نام لکھ کر فرش کے تلے بچھوا لیے تھے تاکہ پائمال ہون لکھنؤ کی کربلا سے تالکٹورہ مین تک اب
یہ بات موجود ہے میر حیدر بخش نے ایک کربلا بنائی ہے جو بہت مشہور ہے نام اس کا شبیہ
روضہ امام علیہ السلام ہے۔ اُسکی تیاری کی تاریخ یہ ہے

در ایام غازی دستور ہند — کہ ہم نام حیدر بجود و عطاست
نہے رکن اقبال او ناظر ست — جہان آفرین خوان او دائماست
بدربار او سید باوفا — خدا بخش نامش بعیبل خداست
بنا کرد چون کربلا کربلا — بچشم جہان خاک او طوطیاست
زروے بشارت خرد سال او — بگفتا کہ این نقشۂ کربلاست

جب میر حیدر پر ہاتھ صاف ہو چکا تو معتمد الدولہ کی نظر حکیم مہدی علی خاں پر پڑی
پہلے کئی لاکھ روپیہ اُنکے ذمے واجب دعیر واجب نکال کر طلب کیا اُنھوں نے کہ دانشمند

آدمی تھے حکمت عملی سے کام لیا وکیل کی معرفت زر مطلوبہ بلکہ حساب سے کسی قدر زیادہ دیکر
آیندہ کے لیے خلعت کے خواستگار ہوئے معتمد الدولہ بھی مصلحۃً غفلت دہی کے واسطے لطف
وکرم سے پیش آئے اور چکلۂ بہرایچ اُنکے علاقۂ قدیم پر اضافہ کیا۔ حکیم صاحب نے اس علاقے کا
بندوبست بھی بخوبی کیا لیکن اُس علاقے کا ایک چودھری کہ صاحب دولت تھا معتمد الدولہ
کے اشارے سے انتظام مین خلل ڈالنے لگا حکیم صاحب نے اُسکو تدبیر سے کسی شخص کے ہاتھ سے
عدم کا راستہ دکھایا اور اُسکا تمام مال واسباب اپنی سرکار مین داخل کیا معتمد الدولہ کو اس معاملے
سے بڑا صدمہ ہوا۔ حکیم مہدی علی خان ارسطوے وقت تھے اُنھون نے شاہجہانپور عملداری
سرکار کمپنی مین جو محمدی سے نزدیک تھا جاکر عمارات بنوائین اور بتدریج اپنی تمام دولت
وحشمت کو وہان پہونچا دیا اور خود بھی وہان سکونت اختیار کرکے انگریزونکے ذریعہ سے
بادشاہ کی خدمت مین لکھا کہ جو محاسبہ مجھسے لینا منظور ہو انگریزونکی وساطت سے لین مین
اُسکے دینے کو موجود ہون لیکن لکھنؤ مین حاضر ہونے سے قاصر ہون ۔ معتمد الدولہ کے دل مین یہ
خار کھٹکتا ہی رہا۔ اور مجبور ہوکر تھوڑا اس امر کا اپنی خوبی اقبال سے تصور کرکے زر محاسبہ تمام وکمال
طلب کرلیا چونکہ شیخ ناسخ آغامیر کے دوست تھے حکیم صاحب کے چلے جانے کی اُنھون نے
تاریخ کہی جسکا مادہ گریختہ (۱۲۳۵) ہے اور پچھلا مصرع یہ ہے ؎
دکا شوربا لے بخت شلغم گریختہ) اور جب نوبت مرزا حاجی کی آئی تو یہ بھی بلاؤن مین مبتلا ہوے
ایام معطلی مین بھی وزارت کی امید پر اسباب امارت اُسی شان وعظمت کے ساتھ مہیا رکھا
بیس تیس ہاتھی سو ڈیڑھ سو گھوڑے اُنکے فیل خانے اور اصطبل مین رہے اُنکی معطلی کے زمانے
مین اکثر بادشاہ کہا کرتے تھے کہ ہم نے ایک شیر خونخوار پنجرے مین بند کیا ہے جس وقت رہا ہو
دیکھیے کس کس کو لقمہ کرے خلاصہ اس تقریر کا معتمد الدولہ کی طرف اشارہ تھا۔ معتمد الدولہ کو

مرزا حاجی سے قلبی عداوت تھی اس لیے وزیر اعظم نے اُنکے بھائی مرزا محمد محسن کو جنکا محاسبہ سلطان پور کے محاسبے میں جسکو اُس نے مرزا حاجی کی ضمانت سے اجارے پر لیا تھا اور سرکاری روپیہ ادا نکیا تھا گرفتار کیا اور اُسکی علت میں دربار میں آنے کی ممانعت مرزا حاجی کے لیے بادشاہ کیطرف سے صادر کرائی۔ معتمد الدولہ نے یہانتک اُنکی تذلیل کی صورت نکالی کہ شہر سے مع گھر بار کے اخراج کا حکم صادر کرایا اور روانگی میں اتنی عجلت کی جو مرزا حاجی کی شان کے بالکل خلاف تھی مرزا حاجی پیادہ پا سر بازار تمازت آفتاب میں اپنے مکان سے نکلکر روانہ ہوے جو شخص دیکھتا تھا اُنکی شان و ثروت و عظمت و حشمت کو یاد کر کے روتا تھا۔ مرزا محسن بھی اُن کے ساتھ روانہ ہوئے۔ اُنھوں نے یہ تاریخ اپنے اخراج کی فی البدیہہ استخراج کی۔ ہاے غریبی (۱۲۳۸)

تاریخ دیگر

میرزا حاجی کہ آن از سالہا در قید بود ناگہاں اورا برون از شہر کردہ این فلک
سال حال سرگذشتش چون ز ہاتف خواستم گفت مرزا حاجی بیچارہ رفتہ یک بیک

مرزا حاجی کے اخراج کی نسبت جو اسطرح حکم ہوا اُسکی علت یہ تھی کہ اُنھوں نے میر غلام علی پسر میر حامد علی کی صلاح سے ایک رمن یار احدیوت کو جیسا کہ مختصم حواشی میں لکھا ہے اور اُنھوں نے خود میر غلام علی کو کئی ہزار روپے دینا لکھ کر معتمد الدولہ کے قتل پر آمادہ کیا تھا۔ حکیم واحد علی کے بیٹے کی شادی میں ایک دن محفل رقص و سرود منعقد تھی لکھنؤ کے بڑے بڑے آدمی شریک تھے اور معتمد الدولہ بھی بیٹھے ہوئے تھے اور میر غلام علی بھی مسلح شریک محفل تھا اور معتمد الدولہ کے قتل کی تاک میں تھا۔ شیخ امام بخش ناسخ نے جو کہ معتمد الدولہ با اخلاص شاگرد تھے اس بھید سے مطلع ہو کر فقیر محمد خان کی معرفت معتمد الدولہ کو خبردار کرایا فقیر محمد خان نے

بنظر تقدم بالحفظ غلام علی خان سے ہتھیار طلب کیے جب وہ دینے پر راضی ہوا تو فقیر محمد خان نے اُسکے تپنچہ مارا غلام علی خان نے زخم کھا کر فقیر محمد خان کے تلوار ماری کہ اُنکا ہاتھ مجروح ہوا غلام علی گرفتار ہوا۔ جب یہ شخص برہنہ کیا گیا تو مہاجن کی ہنڈی دس ہزار روپے کی اُس کے بازو سے جو تعویذ کی طرح بندھی ہوئی تھی دستیاب ہوئی اس کاغذ نے شہادت عزم مرزا حاجی کی بادشاہ کے روبرو دی اور حکم اخراج کا جاری ہوا۔ اور غلام علی دائم الحبس ہو کر کئی برس کے بعد مر گیا یہ شخص بات کا ایسا پورا تھا کہ معتمد الدولہ نے بہت کچھ چاہا کہ اگر وہ اپنے اور مرزا حاجی کے گناہ کا اقرار غازی الدین حیدر کے سامنے کرے تو اُسکو رہا کر کے زر نقد دے مگر اُس نے نہ مانا

اب معتمد الدولہ کی فکر مظفر علی خان بن لطف علی خان کے دامنگیر ہوئی۔ یہ شخص سپاہی منش اور شجاع تھا اس کے متعلق دیوان خانے اور توپخانے کا کام تھا سوا بادشاہ کے دوسرے کی طرف سر جھکانے سے عار تھی۔ آخر کار امرت لال کایستھ کو جو نظم و نثر مین مرزا قتیل کا شاگرد تھا اور مظفر علی خان کا متصدی تھا پیش کر کے چند قصور مظفر علی خان پر رکھ کر اُسکو خانہ نشین کیا۔

اس کے بعد اسد الدولہ معروف بہ غلامی کی تخریب کی طرف متوجہ ہوے یہ نواب سعادت علی خان کے غلامان پرورش یافتہ مین سے تھا اور اُنکی خدمت مین تقرب رکھتا تھا اور نہایت دلیر تھا اور صاحب ثروت تھا۔ چند متفرق علاقے اُس کے سپرد تھے اُسکی بہادری کے متعلق ایک واقعہ سُن رکھنے کے قابل ہے کہ ایکدن غازی الدین حیدر نے ایک شیر کو پنجرے سے کھول کر حاضرین دربار سے فرمایا کہ دیکھین کون اسکو شمشیر اور چابک سے شکار کر سکتا ہے۔ میان غلامی نے اُسکے مقابل ہو کر چابکون سے اُسکا بدن ایسا اُدھیڑ دیا کہ وہ ناتوان ہو کر بیٹھ گیا اُس وقت سے اسد الدولہ خطاب پایا چار پانسو راجپوت اُسکی رفاقت مین تھے

جب معتمد الدولہ اُس سے پرخاش پر آمادہ ہوئے تو اُن جوانوں کے ساتھ دن کو تمام مال و اسباب لدوا کر بندوقیں چھتیا تا ہوا شہر سے نکلکر کانپور کی طرف روانہ ہوا - اور دولت کے پاس ایک کوٹھی اُسکی بنوائی ہوئی کمال پر تکلف موجود تھی - کانپور پہونچ کر بڑی عمارتیں بنواکر اُن میں رہنے لگا - چند عرصے کے بعد اُسکی لکھنؤ کی کوٹھی مسمار کرادی گئی -

اسی طرح اُمام بخش مرحبے ہاکو کسی قصور کی علت میں کشاں کشاں شہر سے خارج کیا یہ شخص بڑا دولتمند تھا اُس کے بیٹے کی شادی ہوئی تھی تو ہزار جوڑ قاب و کاسہ کے ایک رنگ دسترخوان پر چنے تھے اور دو تین لاکھ روپیہ اس کا بازار میں پھیلا ہوا تھا - امام بخش بریلی کو جو اُس کا قدیمی وطن تھا چلا گیا اور علاقہ زمینداری کا مول لیکر امیرانہ طرح رہنے لگا اور انگریزی دربارداروں میں محسوب ہوا -

خلاصہ یہ ہے کہ معتمد الدولہ نے اپنے کسی مخالف کو باقی نہ چھوڑا اور بادشاہ کے پاس اب کوئی ایسا آدمی باقی نہ رہا جو تہ دل سے اُنکا خیر طلب ہو اور معتمد الدولہ کی بدخواہیونکی روک تھام کرتا ہو -

معتمد الدولہ کا روشن کہار کو زندہ درگور کرنا

روشن کہار جو نواب سعادت علی خان اور غازی الدین حیدر دونوں کا معتمد تھا اور خزانۂ حضور اور جواہر خانے کی کنجیاں اُس کے پاس تھیں - معتمد الدولہ نے ایکدن اُس سے کچھ روپیے طلب کیے اُس نے بادشاہ کی امارت بغیر دینے میں تامل کیا بلکہ بادشاہ سے معتمد الدولہ کی خیانت کی شکایت کی معتمد الدولہ نے بعض رقومات اُس سے زبردستی لیکر اُنکا تغیر و تبدل کیا اور بادشاہ کی دہشت سے اُس کہار کو ایکدن ساتھ لیکر جہاں اپنی عمارت

بن رہی تھی وہان پہونچے اور کسی کو اشارہ کیا کہ اُس نے روشن کو خندق مین ڈھکیل کر مٹی سے اُس کو پاٹ دیا معتمدالدولہ نے بادشاہ کو خبر کی کہ روشن مرگیا۔

خیرخواہان معتمدالدولہ

(۱) اعظم علی خان یہ ایک بازاری شخص محض ناخواندہ لڑکپن سے معتمدالدولہ کا رفیق تھا جب معتمدالدولہ نیابت اور وزارت کی دولت کو پہونچے تو کاغذ اور قلمدان اور نذر کی اشرفیان اعظم علی کے ہاتھ مین رہتی تھین پہلے دوشالہ اور پوشاک وغیرہ انعام مین پاکر معتمدالدولہ کے مزاج مین مداخلت کلی حاصل کی اور رفتہ رفتہ مخفی امور مین محرم راز ہو کر خزانہ اور توپخانہ وغیرہ تمام کارخانون کی افسری حاصل کی اور انعام واکرام اور امانت وخیانت مین اسقدر دولت کثیر ہاتھ آئی کہ کروڑپتی مشہور تھا اسکی عمارتین بھی معتمدالدولہ کی عمارتون کے برابر اچھی کروفر سے تعمیر ہوئین ابتک وہ عمارات باقی ہین اور ایک کوٹھی فلک فرسا نول دروازے مین موجود ہے اور جسوقت سوار ہوتا تھا تو شہر و بازار مین ہزار پانسو روپے فقیرون اور محتاجون کو تقسیم کرتا النابات نہ تھی اُسکے خدمتگار بیش قیمت پوشاکون سے آراستہ رہتے تھے اور ہزارون روپیہ رقص وطرب مین جا وبیجا صرف ہوتا تھا معتمدالدولہ کے نوکرون مین ایسا صاحب ہمت اور نیکنام دوسرا آدمی نہ تھا

(۲) ٹیپو خان جو شتر سوارون مین پندرہ روپے کا نوکر تھا معتمدالدولہ کی رفاقت مین اُسکی دولت نے یہ ترقی کی کہ ہزارون روپیہ کنکریون کے مانند طوائفون کے انعام مین صرف ہوتا تھا نہ حرف شناس تھا نہ کتاب مروت کا سبق پڑھا تھا اکثر چوپایون کے کارخانے اُسکے متعلق تھے۔

(۳) سنگین خان یہ شخص عدالت العالیہ مین مداخلت رکھتا تھا شراب کثرت سے پیتا تھا ہمیشہ نشے مین متوالا رہتا تھا اُسکی بدولت فاحشہ عورتین اور کسبیان مالامال تھین یہ شخص بیکارہ محض تھا۔

(۴) روشن علی یہ شخص سادات کا نام بدنام کرنے والا تھا سفلہ طبع حراب وضع بدزبان فحش گو ممسک وبخیل۔ نہایت بے مروت تھا نوکر کو تنخواہ اور بائع کو جنس کی قیمت دینا اس کے مذہب میں حرام تھا کوئی شخص علی الصباح اس منحوس کا نام زبان پر نہ لاتا تھا

(۵) میر اسد یہ شخص وجیہ سفید پوست لحیم وشحیم تھا چند کوٹھیوں کی تحویلداری اس کے حوالے تھی ایکدن جانے کے وقت ایک گھڑا خاک سے آلودہ کوٹھی میں رکھا ملا اُس کو باہر لاکر دیکھا تو کئی سیر طلائی ورقوں سے بھرا ہوا تھا اُس نے وہ گھڑا اپنے گھر کو بھیجدیا اس قسم کی دولت سے مالامال ہوگیا تھا۔

(۶) اشرف باورچی اس شخص کی بھی بخوبی دال گلی تھی ہزارون روپے جمع کرکے دولتمند ہوگیا تھا۔

(۷) میر سدہ علی بن شاکر علی یہ شخص قوم کا حجامی تھا نہایت ذلیل اوقات تھا مہاراجہ دولت راو سیندھیا کی سرکار میں پہونچ کر مسخرے پن کی بدولت کچھ سرمایہ بہم پہونچایا اور وہان کسی طوائف کی لڑکی پر جو مہاراجہ کی منظور نظر تھی آنکھ ڈالتا تھا اس قصور مین اُس سرکار سے نکالا گیا ٹوپی ترک سوارونکی طرح سر پر رکھتا تھا اپنے آپکو سید کہکر پہلے سیاہ لباس عشرہ محرم کا اور نذر کی اشرفی اور طلائی زنجیر جو ہمیشہ نذر سادات ہوتی تھی معتمد الدولہ کی سرکار سے حاصل کیا کرتا تھا۔ آخر مسخرگی اُنکی باعتقد تھی کہ کبھی حسب الحکم سر پر اُنکی مقعد غیر شمع جلتی تھی اور کبھی مولی اُنکی کون مین رکھکر کریان اُسکے پیچھے دوڑائی جاتی تھیں اور یہ کیفیت دیکھکر معتمد الدولہ اور حضار مجلس ہنستے ہنستے دیوار قہقہہ بن جاتے تھے ایکدن موش مسلم حلق میں اُتار گیا انعین و تیرون مین لاکھوں روپیکا آدمی ہوگیا ایک ایک دن میں پچاس پچاس ہزار روپیہ اور پشمینہ وغیرہ کی گاڑیاں انعام پاتا تھا۔ نوجوان عورتیں اپنے نکاح میں لاکر

محلہ ترسنی گنج مین عالیشان عمارت بنوائی تھی ۔
اس قسم کے بیسیون آدمی معتمد الدولہ کی مصاحبت مین تھے جنکا ذکر طوالت کے خوف سے یہان ترک کیا گیا ۔
ایسے لوگون کے علاوہ عمدہ اور مہذب اور صاحب علم آدمی بھی اس سرکار مین تھے اُنھون نے وہ دولت پیدا کی تھی کہ معتمد الدولہ کے زوال کے بعد برسون عیش و عشرت مین اُن کی اوقات بسر ہوئی اُن مین سے بعض کا یہان تذکرہ کیا جاتا ہے ۔
(۱) سبحان علی خان ۔ یہ شخص علامہ عصر اور ہمہ صفت موصوف ۔ نثار بے نظیر عالی فکر خوش تدبیر تھا معتمد الدولہ انکے بغیر مشورے کے کوئی کام نہ کرتے تھے ۔
(۲) تاج الدین حسین خان ذیعقل ارسطوے عہد تھے کمبوہون کی قوم مین ایسا آدمی کم گذرا ہے ۔
(۳) فقیر محمد خان گویا تخلص یہ صاحب بخشی محمود خان آفریدی مدار المہام نواب قائم خان بنگش والی فرخ آباد کے خاندان سے تھے ۔ شجاع اور دلیر آدمی تھے شعر و سخن سے بہت ذوق و شوق تھا صاحب دیوان ہین شیخ امام بخش ناسخ سے مشورہ تھا ۔
(۴) مینڈو خان یہ صاحب بدل بیگ خان رئیس دہلی کے خاندان سے تھے قوم کے مغل خاندان ترک جیک سے تھے متاجری ملک کی بدولت انھون نے بڑی ثروت پیدا کی تھی
(۵) مولوی خلیل الدین خان فرزند قاضی القضاۃ نجم الدین علی خان خاندان جمیل الدین خان تورانی سے تھے ۔ جو نواب شجاع الدولہ کے عہد مین رسالہ دار تھے اور قصبۂ کاکوری کے رؤسا مین شمار پاتے تھے ۔ خلیل الدین خان جامع فنون صاحب علم و کمال اور دولتمند خوش اقبال تھے ۔
(۶) حکیم واجد علی خان موہانی یہ صاحب علم طب مین جالینوس ثانی تھے ۔
(۷) ساہ بہاری لال فرخ آبادی اور اُس کا بیٹا گوبند لال ساہوکار انکی دولتمندی کا شہرہ

دور دور مشہور تھا۔

معتمد الدولہ کے اسراف کا تھوڑا سا بیان اور بادشاہ کو شراب اور بھنگ کے نشے پر لگا کر غفلت میں ڈال دینا

معتمد الدولہ نے ایکدن ایک فراش کو نہایت مغموم و محزون دیکھا اُس سے سبب دریافت کیا اُس نے عرض کیا کہ میری بیٹی جوان قابل شادی ہو گئی ہے اور میرے پاس اس قدر روپیہ نہیں کہ اُس کے سامان جہیز کے بارگران سے سبکدوش ہو جاؤں۔ معتمد الدولہ نے چوبدار کو حکم دیا کہ اعظم علی خان سے دریافت کرے کہ آج کی آمدنی خزانے میں کس قدر جمع ہے معلوم ہوا کہ لاکھ روپے کسی عامل کے مرسلہ آئے ہیں۔ معتمد الدولہ نے اُس فراش کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ تیری قسمت میں اسی قدر آمدنی تھی جلد اعظم علی خان سے لے لے اُسی وقت وہ روپیہ ناتھیونپر بار ہو کر اُسکے گھر میں پہونچا۔

(۲) ۱۸۳۶ء میں شیخ امام بخش ناسخ کو سوا لاکھ روپیہ قصیدے کے صلے میں دیا۔

(۳) معتمد الدولہ کے ہر ایک رفیق کے مصارف میں دس بارہ ہزار روپے اور کم سے کم دو تین ہزار روپے ماہوار آتے تھے۔

ایسے ایسے مصارف نے سلطنت کے خزانے کو کھوکھل کر دیا تھا معتمد الدولہ کی نیابت اور وزارت کے زمانے میں ایک کوڑی خزانے میں داخل نہوئی تمام آمدنی تک کی معتمد الدولہ کی فرمائشات میں کام آتی تھی ایکدن سبحان علی خان نے معتمد الدولہ کی آنکھوں سے غفلت کے پردے کھولے اور عاقبت اندیشی کی باتیں سمجھائیں اور کہا کہ انجام اس اسراف کا کیا ہونا ہے مناسب ہے کہ وہ فکر کیجائے کہ انتظام ملک و خزانے کی صورت ظہور میں آ سکے

سبحان اللہ معتمد الدولہ نے اسکا انتظام اس طرح کیا کہ بادشاہ کو جو امراض ورم جگر و استسقاو صلابت معدہ وغیرہ مین مبتلا تھے حکیم مرزا علی وغیرہ اطبا ے سلطانی کے سازو باز سے جام شراب اور پیالہ بھنگ پر گو انکا رہتا رکھ لیا اور افراط کی نوبت اس حد کو پہونچی کہ شام سے صبح تک اور صبح سے شام تک عالم مخموری اور نشے مین گذرتی تھی اتفاقاً اگر کسی وقت بادشاہ ہوش مین آکر امور سلطنت کی طرف توجہ فرماتے تھے یا کسی معاملے کا استفسار کرتے تھے تو معتمد الدولہ سر اور دستار اُنکے قدم پر رکھ کر عرض کرتے تھے کہ پہلے حضور جام صحت بخش جو باعث تندرستی اور اعتدال مزاج عالی کا ہے نوش فرمالین پھر خانہ زاد ہر قسم کی کفش کاری کا سزاوار ہے اور سرکاری آبداروں کو تاکید تھی کہ میرے حضور اور غیبت مین کسی وقت پانی مسکرات سے خالی نہ رہے اس پردۂ غفلت مین معتمد الدولہ اپنا کام نکالے جاتے تھے - اور رزیڈنٹ سے منشی غلام حسین خان کی معرفت میل پیدا کر لیا - اور معتمد الدولہ نے مفتی خلیل الدین خان کو کلکتے بھیج کر وہ کارروائی کی کہ اخبار صحیفۂ لکھنؤ کا جو کلکتے مین چھپا کرتا تھا لکھنؤ مین آنا موقوف ہوا بلکہ اہل اخبار کے ساتھ کچھ ایسا سلوک کیا کہ جو پرچہ دفتر شمس الاخبار یا جام جہان نما کا کلکتے سے آتا تھا اُس مین غازی الدین حیدر کی تعریف کے سوا لکھنؤ کے متعلق اور مضمون نہین ہوتا تھا اور رزیڈنٹ بھی معتمد الدولہ کی پاس خاطر سے یہان کی کیفیت گورنر جنرل کو نہین لکھتے تھے جو آخر کار بدنامی کا باعث ہوا -

معتمد الدولہ کی طمّاعی

معتمد الدولہ کو چار فکرین پیدا ہوئین (۱) جس طرح ہو سکے جو کچھ خزانۂ سلطانی سے نکلے میرے گھر مین داخل ہو (۲) ملک کا بندوبست اسطرح قرار دیا جائے کہ سوا میرے

رعیتو کے دوسرد کی مداخلت نہو اور آمدنی ملک میرے قبض و تصرف مین رہے (۳) لکھنو کے متمول لوگون سے جسطرح سے روپیہ لیا جائے (۴) سپاہ شاہی کے مصارف مین کمی ہو اس صیغے سے روپیہ ہاتھ لگے چنانچہ فوج مین ندرانے کا قاعدہ جاری کیا اور ہر پلٹن اور رسالے سے میس ہزار تیس ہزار روپیہ پیشگی دھ ندرانہ میں لینا شروع کیا۔ ساہوکاروں اور اہل حرفہ سے بھی روپیہ کھسوٹنا شروع کیا۔

معتمد الدولہ کا بادشاہ کو انتہا درجے کا دھوکا دینا کہ بعض آدمیون پر انکو بھوت پلید کا یقین دلا دینا اور بعض زندہ آدمیون کو انکے سامنے مردہ ظاہر کرنا اور جبکہ بادشاہ کا کسی موقع پر انکو دیکھکر پہچان لینا تو معتمد الدولہ کا اور انکے ایما سے تمام حاضرین کا انکو جن یا صورت مثالی ثابت کرنا

(۱) کالکا داس گوٹہ کناری والا از مرۂ اہل حرفہ سے ایک دولتمند آدمی تھا اُس نے لاکھ دو لاکھ کا مال فرماکشات محلات معتمد الدولہ میں دیا جب وہ اپنے روپیے مانگنے لگا تو معتمد الدولہ کے کارپردار وں نے اُس حماقت شعار کو یہی کی ملاس طرح شیشے مین اُتارا کہ اگر بادشاہ سلامت کی قدمبوسی تجھکو حاصل ہو جائے تو ہم چشموں میں عزت کا باعث ہو وہ دیوانہ فریب میں آگیا اور معتمد الدولہ کی خدمت مین حاضر ہو کر منت و سماجت کے ساتھ خلعت بادشاہی کا اُمیدوار ہوا۔ معتمد الدولہ کہ اسی فکر میں تھے اُس کو اپنے ساتھ دیوان خاص بارہ دری سلطانی میں لیجاکر ایک مقام پر بٹھا دیا اور کہا کہ میں بادشاہ سے عرض کرکے تدبیر حصول خلعت عمل مین لاتا ہون

یہ کہکر وہ تو سراپردہ سلطانی مین چلے گئے اور یہ دیوانہ پری زدہ تمناے خلعت کے نشاط
مین پھولا ہوا بیٹھا تھا کہ اتفاقاً بادشاہ بارہ دری مین چلے آئے اور اُسکو بہت کریہ لحیم وشحیم
دیکھکر فرمایا کہ یہ کون ہے ملازمون کی مجال نہ تھی کہ معتمد الدولہ کے ساتھ لائے ہوئے کو زبان پر
لائین خاموش رہے بادشاہ نے فرمایا کہ ہم مدت سے سنتے تھے کہ اس جگھہ دیو پلید کا مقام ہے
عجب نہین کہ وہی ہو نظربند رہے حکم سنتے ہی لوگون نے دست بدست پکڑکر گرفتار کیا۔ اور اس درجہ
کشاکش ہوئی کہ وہ سہم گیا سمجھا کہ جان و دولت اور ناموس وعزت پر پانی پھرا اور ہم چشمون مین
ذلیل ہوا۔ معتمد الدولہ کے قدمون پر سر رکھکر زار نالے شروع کیے۔ معتمد الدولہ نے اُس بوالہوس
سے زر مذکور کی فارغخطی لیکر بلکہ شے زائد حساب جرمانہ مین لکھواکر رہا کیا وہ اپنی جان وعزت
لیکر کافور ہوا۔ تھوڑی دیر کے بعد جو بادشاہ پھر وہان آئے دریافت فرمایا کہ وہ دیو کہان ہے
کسی کو مجال و قدرت نہ تھی کہ اصل حال کو بیان کرے ادھر اُدھر اُسکی تلاش مین دوڑے
آخر کار معتمد الدولہ نے عرض کیا کہ اللہ تعالے نے بندگان حضور کو لباس کرامت ظاہری
اور باطنی سے آراستہ فرمایا ہے اصل مین وہ مرد پلید بیشک دیو سیاہ تھا کہ اس چوکی اور
پہرے سے جہان فرشتہ پر نہین مار سکتا عنقا کی صورت غائب ہوگیا اور اُن تینون وزیرون
اور حاضرین نے بھی معتمد الدولہ کے کلام کی تائید کی جس سے وُہ بلا معتمد الدولہ کے سر سے ٹلی۔
(۲) ایک دوسری حکایت اس سے بڑھ کر ناظرین تاریخ سُنین کہ ایک شخص تھا جس پر
غازی الدین حیدر کو نظر التفات تھی اور چند روز سے اُسکی تلاش مین تھے۔ معتمد الدولہ نے
آزردہ ہوکر اُسکو حکم دیا کہ تو اپنے گھر سے باہر قدم نہ رکھنا اور بادشاہ سے یہ بات بیان کی کہ وہ
شخص مرگیا ایکدن شامت اُس بیچارے پر سوار تھی کہ اُس نے قدم گھر سے باہر رکھا تھا کہ اتفاقاً
بادشاہ کی سواری اُس پر نگاہ جا پڑی حکم دیا کہ یہ فلان شخص ہے جلد حاضر کرو معتمد الدولہ

کہ ہمراہ تھے اُنھوں نے چاروں طرف نظر دوڑائی کار پردازاں سواری نے کہ نظر شناس تھے
تعمیل حکم بادشاہ سے چشم پوشی کی اور اپنی جگہ سے ہلے اور وہ تینوں وزیر بھی معتمد الدولہ
کی آنکھیں دیکھتے رہے اور باہم چار آنکھیں ہو کر صورت آئینہ متحیر ہو گئے بادشاہ نے
پوچھا یہ کیا معاملہ ہے۔ سب نے بالاتفاق ایک زبان ہو کر عرض کیا کہ حضور کو اللہ نے
چشم پرنور جہان بین عطا کی ہے ظاہر و باطن کے پردے کھلے ہیں جو کچھ حضرت ملاحظہ
فرماتے ہیں ہم سب لوگ ہرگز نہیں دیکھ سکتے خلاصۂ کلام یہ ہے کہ بادشاہ کی زبان پر یہ کلام تھا
کہ وہ ہے وہ ہے اور ان کور نمکوں کی زبان پر دیدہ و دانستہ یہ حرف تھا کہ کہاں ہے کہاں ہے
بادشاہ کو یقین کامل ہو گیا کہ یہ صورت لباسی تھی۔ اس طرح کی حکایتیں بہت ہیں ناظرین
اُولوالابصار کو بطریق نمونہ اقتدار معتمد الدولہ معلوم کرنے کو اسی قدر کافی ہے۔

نظامتوں کی تقسیم اور انتظام ملک کی کیفیت معتمد الدولہ اور اُنکے رُفقا کا عین المال سلطنت کو خُرد بُرد کرنا

معتمد الدولہ نے چکلۂ بلسواڑہ جسکی آمدنی نواب سعادت علی خاں کے عہد میں
۲۰۵ ۲ روپیہ تھی اپنے سمدھی روشن الدولہ کو سرکار شاہی سے دلایا اس
چکلہ سے چار پانچ لاکھ روپے خسارۂ ملک کے نام سے خزانۂ معتمد الدولہ میں سات برس تک
برابر داخل ہوا کیے اور باقی مع معتمد الدولہ کی فرمائشات اور تنخواہ سپاہ متعینہ اور صرف ناظم
میں لگی ایک کوڑی بھی خزانۂ شاہی میں داخل نہوئی اسی لاکھ روپیے عین المال کے اس عرصے
میں روشن الدولہ نے خرچ کیے۔ روشن الدولہ کے ایک ایک رفیق کا پانچ پانچ سات
سات سو روپیہ درماہہ تھا۔ ۱

چکلۂ محمدی اول ساہ گوبند لال نے اس شرط سے لیا کہ بعد خرچ سپاہ و فرمائشات جو کچھ
پس انداز ہوگا سرکار مین پہونچاتا ہونگا -
علاقۂ سلطان پور - کہ چوبیس لاکھ روپے کا تھا تاج الدین حسین خان کو دیا اور آخر
عہد معتمد الدولہ تک اُن پر بحال رہا - تاج الدین حسین خان کا لشکر محمد شاہ کے لشکر کا جواب
تھا چاندنی چوک آراستہ کیا سیکڑون طائفے ارباب نشاط کے جمع کیے اور دُکانین
ہر پیشے کی جیسے بزازہ اور صرافہ اور نان بائی اور حلوائی وغیرہ موجود تھین اور توپ خانہ و
سپاہ بھی اسی عظمت کے ساتھ تھی - غلام حسین خان سابق چکلہ دار نواب سعادت علی خان کا
آبرو دیا ہوا تھا اور اسقدر دولتمند تھا کہ سو پچاس چھکڑے خزانے سے معمور ہمیشہ اُس کے ساتھ
رہتے تھے یہ شخص کمال جری اور شجاع تھا - اُسکے عہد حکومت مین چکلے کا حال بہت اچھا تھا
چونکہ لاوارث فوت ہوا اُس کا لاکھون روپے کا مال تاج الدین حسین خان کے ہاتھ لگا
اور اسی قوت سے ایسے ہاتھ پاؤن نکالے کہ جادۂ اعتدال سے گذرے - ایک زمیندار
ایک لاکھ اور کئی ہزار روپے کا باقی دار تھا اور قلعہ بند ہوکر اُس نے مقابلہ شروع کیا ایکدن
مجلس عزائے حضرت امام حسینؑ مین تنہا بیک بینی و دو گوش آموجود ہوا اور اپنے نام کا پتا
دیکر بیان کیا کہ مین حضرت امام حسینؑ کی ضمانت سے حاضر خدمت ہوا ہون اب چاہو بخشو
اور چاہو قتل کرو اُس وقت تاج الدین حسین خان سے اسکے سوا کچھ بن نہ آئی کہ اُسکے محاسبے کا
کاغذ اپنے دفتر سے لیکر چاک کرکے پانی کے حوض مین ڈالدیا اور فارغخطی دیکر رخصت کیا عشرۂ
محرم مین تاج الدین حسین خان کا لاکھون روپون کا صرف تھا گویا یہ علاقہ اُنکی جاگیر مین تھا
پہلی دفعہ چکلہ دار سابق کی ضبطی سے تھوڑی سی رقم خزانۂ شاہی مین داخل ہوئی اور بعد
اسکے کچھ آمدنی دست بردا شتہ معتمد الدولہ اور سبحان علی خان کی فرمائشات مین آئی تھی بلکہ

تاج الدین حسین خاں اور سپاہ متعینہ کے صرف میں خرچ ہوتی تھی ایک حصہ سُلطانی حوالے
میں داخل ہوا۔ تاج الدین حسین خاں نے سارس اور کاپیور میں ہنڈی کی ڈاک میں کھولین
اور لکھنؤ و کاپیور میں بڑی بڑی عمارتیں سوائین مصطفیٰ حاکم سالوں کے سوا بائیس لاکھ روپے
نقد آمدنی سرکاری کے حال مذکور پر متصدیان دفتر کے حساب سے واجب الادا تھے۔

اور اسی طرح جو علاقہ او چکلہ نقیر محمد خان اور منڈو خاں کے تفویض تھا اُنکی آمدنی
انکے رسالونکی تنخواہ میں محسوب تھی اور کچھ معتمد الدولہ کی در مالگذاری میں صرف ہوتی تھی سرکاری
حوالے سے کچھ واسطہ نہ تھا۔

اور جو علاقہ شاہ جی کے متعلق تھا وہ معتمد الدولہ کی جیب خاص کہلاتا تھا
چکلۂ بہرائچ میر ہادی خاں مخاطب بہ سیف الدولہ بن میر زین العابدین خاں کے
متعلق تھا یہ علاقہ نہایت سرسبز اور شاداب تھا۔ اس چکلہ میں محصولات زمین کی آمدنی
کے سوا ایک دوسری آمدنی یہ تھی کہ ایک قوم نٹ کھٹوا یعنی گیدڑ اور سانپ کی
کھانے والی دردی پیشہ ڈاکہ زن بڑی بھاری جمعیت کے ساتھ گنگا اور گھاگرہ کے کنارے
دشوار گزار مقام میں رہتی تھی اور سوداگرون۔ مہاجنوں اور مسافرون کا مال واسباب
لوٹتی تھی اور سپاہ انگریزی کے آدمی جو اپنی فوجون سے رخصت یا رضا لیکر اپنے وطن کو جاتے
تھے انکو جنگل میں مار کر انکی کمرونکی ہمیانیاں کھول لیتی تھی سیف الدولہ نے اس قوم کا ایسا
قلع وقمع کیا تھا کہ اُس کے انتظام سے سب اطاعت و فرمانبرداری کا دم بھرنے لگے تھے
اور بہت سا روپیہ مدد کرتے تھے یہاں سے بھی معتمد الدولہ کی سرکار میں نصف روپیہ
پہونچتا تھا اور دفتر دیوانی کے متصدی مالامال تھے۔

عاملوں کی طرف سے خزانۂ شاہی میں روپیہ کی ارسال آمد ہو گئی اور عاملوں سے

ایک ادنی محرر تک کسی کو اس بات کی پروا نہ تھی کہ کوئی شخص ہمارا گریبان گیر ہو گا اور علاقونکی آمدنی کے گلچھرے اڑانے مین مصروف تھے - ظفر الدولہ کپتان فتح علی افسر خزانہ اس بات سے نہایت برافروختہ خاطر تھے کہ بادشاہ کو آمدنی کی کچھ پروا نہین ہے جو کچھ صرف ہوتا تھا خزانے سے نکلتا تھا - جب بادشاہ کے رشتہ دارون اور سپاہ اور شاگرد پیشہ اور امراے لکھنؤ کی تنخواہ کا تقاضہ ہوتا تو انکو کچھ علی الحساب دیکر انکی زبان بندی ہوتی تھی یا خزانے پر گذرتی تھی اور سائر اور گنجیات شہر کی آمدنی اسقدر نہ تھی جو اس خرچ کو کفایت کرتی اور غلّے کی گرانی اس درجہ ترقی پذیر ہوئی کہ نواب سعادت علی خان کے عہد مین گیہون ایک روپیہ مین بیس سیر سے کم نہین بکے اور اس عہد دولت مین ابتداے جلوس سے آخر تک آٹھ دس سیر سے زیادہ فروخت نہین ہوئے

ظفر الدولہ فتح علی خان کپتان اور معتمد الدولہ مین نزاع پیدا ہونا

حقیقت مین ظفر الدولہ ریاست کے بہت بڑے خیر طلب اور دولت خواہ تھے اگر اس شخص کا قدم اس راہ مین نہوتا تو خدا معلوم کیا نوبت گذرتی جب پانچ چھ کروڑ روپے خزانے سے ان صورتون مین خرچ ہو چکے تو ظفر الدولہ کی زبان پر حرف شکایت علانیہ آنے لگا اور معتمد الدولہ نے انکی جان و حرمت کے درپے ہوکر اسقدر تنگ پکڑا کہ ظفر الدولہ نے خزانہ اور جواہر خانہ اور توشہ خانہ کی کنجیان بادشاہ کے روبرو رکھدین اور کعبۃ اللہ اور کربلاے معلے کے لیے خواستگار رخصت ہوئے لیکن یہ صورت ظہور مین نہ آئی اور کچھ دنون یہ معاملہ اسی طرح سے الجھا رہا - جب ظفر الدولہ ہمہ تن عازم سفر کربلا ہوئے محلات سلطانی کو یقین کامل ہوا کہ اب کوئی پشت و پناہ ہمارا سرکار شاہی مین نہین رہا - سب محلات نے باہم اتفاق کرکے بادشاہ سے عرض کیا کہ جب ظفر الدولہ جاتے ہین تو ہم بھی رخصت کے امیدوار ہین کس لیے کہ حضور

معتمد الدولہ کے ہاتھ سے مجبورات دن مخمور بادۂ غفلت میں شیفتہ دل عاشق کی طرح چور ہیں جب یہ باتیں یاد آتی تھیں تو بادشاہ قسم دلاکر تسلی آمیز کلام سے پیش آتے تھے۔

راجہ بختاور سنگھ کی عزت افزائی

غازی الدین حیدر نے مسند نشینی کے بعد بختاور سنگھ کو خطاب راجگی بخشا اور خدمت مصاحبت و منصب داروغگی تحویل جیب خاص کا خلعت گراں بہا عطا فرمایا۔

جب نواب نے بادشاہی کا خطاب لیا تو راجہ بختاور سنگھ کو ایک خلعت فاخرہ دیا اور ایک وہ خاص تلوار جو بادشاہ اُس وقت لگائے ہوئے تھے اپنی کمر سے کھولکر راجہ صاحب کو عطا کی یہ وہ تلوار ہے جو عباس صفوی بادشاہ ایران نے شہنشاہ دہلی کو دی تھی اور احمد شاہ بن محمد شاہ بادشاہ دہلی نے نواب صفدر جنگ کو عطا فرمائی تھی اس پر یہ عبارت کندہ ہے

سگ بندۂ شاہ ولایت عباس

ایک روز حضرت بادشاہ ہاتھی پر سوار شراب کے نشے میں چور چلے جاتے تھے راجہ صاحب بھی ساتھ تھے کشتی کے ایک پل سے گذر ہوا راجہ بختاور سنگھ نے اُس پل کو غیر مضبوط خیال کرکے بادشاہ سے دست بستہ عرض کیا کہ یہ پل مخدوش ہے اس طرف سے عنان عطف فرمائیں لیکن بادشاہ نے کسی طور سے اس امر کو نہ سُنا اُسوقت راجہ نے ذرا کم خاں سرکار بادشاہ کو ہاتھی سے اُتار لیا اور فیلبان سے کہا کہ تم ہاتھی پل پر لیجاؤ جیسے ہی ہاتھی پل پر ہوا اُس کے بوجھ سے پل شکست ہوگیا اس وفاداری اور خیراندیشی سے بادشاہ نے خوش ہوکر وہ تلوار عطا فرمائی جو نواب صفدر جنگ کو بروقت وزارت دہلی سے ملی تھی۔

نواب سعادت علی خان کی بیگمون اور بیٹون اور نوکرون کے ساتھ معتمد الدولہ کی سخت گیری

نواب شمس الدولہ چونکہ بنارس کو چلے گئے تھے وہ تو لکھنؤ کے مخمصون سے آزاد تھے غازی الدین حیدر کے باقی بھائی جو یہان موجود تھے اُنکو معتمد الدولہ نے بہت دق کیا۔ اُنکی تنخواہین اُنکو دستیاب نہوتی تھین یہانتک کہ بادشاہ سے علی الاتصال نوبت عرض معروض کی آئی اور رزیڈنٹ نے بھی بادشاہ سے اُنکی سفارش کی اور لُنکے تصفیۂ معاملات مین قدم رکھا پہلے نواب نصیر الدولہ جو بادشاہ سے چھوٹے بھائی تھے مگر دوسرے بھائیون سے بڑے تھے تنخواہ کے خواستگار ہوئے۔ معتمد الدولہ نے عرض کیا کہ اگر حساب نام بے حسابی کا ہے تو جو کچھ حکم ہو بجا لاؤن اور اگر حساب کوئی چیز لائق شمار کے ہے تو نواب سعادت علی خان کے خزانے کے کاغذات سے یہ بات ثابت ہے کہ نصیر الدولہ حساب مقدمات مالی و ملکی کے بالکل مالک تھے اور دیوانی اور دیہات خالصہ کے جملہ امور اُن سے متعلق تھے شمس الدولہ کا صرف اخبار اور جرنیلی کے کام سے تعلق تھا اور اسلئے قطع نظر رجوع مقدمات کے وقت عاملون سے سالہا سال زر نقد جو اُنکو دستیاب ہوا اُس سے اُنکا صاحب دولت و ثروت ہونا سب پے ظاہر ہے کہ کوئی دولت مین اُنکے ہم پلہ نہین ہے اور جو اسی لاکھ روپیہ نقد امانت انکی تحویل مین جمع ہے اُسکو منافع سمیت خزانۂ عامرہ مین داخل کرین بعد اسکے تنخواہ کا حساب پیش فرمائین یہ بیہدار تقریر سنکر بادشاہ اور رزیڈنٹ نے کہا کہ بیشک زر امانت لے لینا چاہیئے اور اُن مفسدون کو سزا دینی مناسب ہے اُسی وقت ایک توپ اور نجیبون کا تمن اور تلنگون کی کمپنی نواب نصیر الدولہ کے دروازے پر بھیجکر اُنکو تاکید کی کہ نواب سعادت علی خان کا

زر امانت بادشاہی خزانے میں داخل کروا اور اُسکے تمام رفقا کی آمد و رفت بند کی اور عظیم اللہ و رحیم اللہ قوم حجام کہ نصیر الدولہ کے رفیق و مشیر تھے اُنکی طلبی کا حکم جاری ہوا اور عظیمین بلوائف کہ عظیم اللہ کی آشنا تھی اُسکو بھی گرفتار کرا کے بلوایا اور جو کے بھرے اُسکے گھر پر ماموے کیے عظیم اللہ نے عالم اضطراب میں سوائے رجوع ہونے کے اور کوئی چارہ نہ دیکھا اسلیے زر نذر دینا مناسب سمجھا اور نواب نصیر الدولہ بھی عظیم اللہ کی رہائی معتمد الدولہ کے پنجۂ غضب سے غنیمت سمجھے۔

اسکے بعد نواب جلال الدولہ مہدی علی خان کی نوبت آئی یہ نواب سعادت علی خان کے سب فرزندوں میں چھوٹے تھے اور نواب کو اپنے اس چھوٹے بیٹے سے بہت محبت تھی اور مہدی علی خان کی ماں خاص محل جسکا پہلے ٹاٹ محل خطاب مشہور تھا سب بیگمات سے نواب سعادت علی خان کے نزدیک زیادہ محبوب تھی اس بیگم کے پاس امانت میں لقد کروڑ روپے سوائے جواہرات کے تھے جو ماہولال کایستھ دیوان مانگی کی تحویل میں اس شرط سے تھے کہ اُنکا منافع جمع کیا کرے ماہولال نے ان روپیوں میں سے دو تین لاکھ روپے لیکر تعمیر عمارت میں صرف کر دیے تھے اور اسقدر دلداری کے ساتھ عیش و عشرت میں مشغول ہوا کہ خاص محل پر بدنامی کا حرف آیا اور یہ کیفیت معتمد الدولہ نے بادشاہ کے گوش گزار کر دی اور رزیڈنٹ کو اطلاع دیکر کروڑ روپے کا محاسبہ اُنکے سروں پر رکھا گیا اور ماہولال کو کشاں کشاں بے آبروئی کے ساتھ بلوا کر پہلے بہت بُرا بھلا کہا اور پھر ایک لکڑی میں بند کرا کر ایسا عذاب دیا اور اتنا پٹوایا کہ اُسکی جان زار لبوں پر آگئی۔ جلال الدولہ بھی اس منصدی سے اس لیے رنجیدہ خاطر تھے کہ جب یہ خوش ہیتاب میں روپیہ خرچ کے واسطے طلب کرتے تھے تو وہ مقدار مناسب سے زیادہ نہیں دیتا تھا حسن اتفاق سے اُسی زمانے میں غازی الدین حیدر نے پچاس ہزار روپے ولادت فرزند کی تقریب میں صرف کرنے کے لیے جلال الدولہ کو

جنھین فرزند سے کم نہین سمجھتے تھے عنایت فرمائے تھے معتمد الدولہ نے زرنذر کو ادا کرنے کے وعدے پر رسید مہری منگوا کر رقم مذکور مین پچاس ہزار روپے مجرا کر لیے اور ماہولال سے کئی لاکھ روپیہ نذرانہ لیکر فیصلہ کیا اور باقی کے واسطے وعدہ خلافی کر کے اُسکو پھر گرفتار کیا اور وہ کاوش و پرخاش کی کہ جلال الدولہ کو جسقدر اشرفیان اور جواہرات ہاتھ آیا وہ لیکر گھوڑے پر سوار ہو کر مخفی کلکتے کے عزم سے لکھنؤ سے نکل گئے وہان پہونچکر جب دیکھا کہ معتمد الدولہ کی شکایت کی یہان شنوائی نہین ہوتی تو جہاز پر سوار ہو کر بیت اللہ اور کربلاے معلے کا راستہ لیا نواب سعادت علی خان کے بیٹون مین یہی دو بیٹے زیادہ صاحب اعتبار تھے جب انکی یہ صورت گذری تو اُنکے اور بیٹون کا حوصلہ پست ہوا - چنانچہ رکن الدولہ محمد حسن خان نے بھی جلاے وطن اختیار کیا اور باقی کاظم علی خان اور جعفر علی خان کو جو کچھ معتمد الدولہ تھوڑا بہت دیدیتے تھے وہ اُس پر قانع تھے لیکن ان مین سے ہر ایک شخص وافر دولت رکھتا تھا -

اسی زمانے مین معتمد الدولہ اور مرزا تقی خان کے درمیان نزاع پیش آیا وجہ اُسکی یہ تھی کہ معتمد الدولہ کے تین بیٹے تھے اور ایک بیٹی تھی جو پانؤن سے معذور تھی اور میر نذر علیخان پسر میر افضل علی خان بائیسی والے کے ساتھ منعقد تھی اور معتمد الدولہ کا ایک بیٹا روشن الدولہ کی بیٹی کے ساتھ منعقد تھا اور دوسرے بیٹے کی نسبت شاہ میر خان کی بیٹی کے ساتھ ہوئی تھی یہ شاہ میر خان بہو بیگم کے خاندان سے تھے چونکہ یہ نسبت شاہ میر خان کی قدر و منزلت کے خلاف تھی اُنھون نے معتمد الدولہ کی درخواست کے وقت شادی سے انکار کیا اور کہا کہ مجھ غریب کی بیٹیان غریب خاندان مین جاتی ہین یہ بات سُن کر معتمد الدولہ نے جبر و ظلم کی راہ اختیار کی شاہ میر خان نے مجبور ہو کر شہر چھوڑا کلکتے کو چلے گئے وہان جسکو دیکھا معتمد الدولہ کا دوست ہے وہان سے جہاز پر سوار ہو کر لندن کی طرف سدھارے اور محمد تقی خان کہ لکھنؤ اور فیض آباد مین

رہتے تھے وہ شاہ میرخان کی بحث میں خفا ہو کر کانپور عملداری انگریزی میں چلے گئے لیکن
رزیڈنٹ لکھنؤ نے واپس انکو بلوالیا اور معتمد الدولہ نے انکے چھوٹے بھائی مرزا جھجو کو دربار میں
مقرر کیا اور صمصام الدولہ خطاب دلایا۔

بادشاہ بیگم کے حالات۔ نصیر الدین حیدر کی ولادت کی کیفیت

وقائع دلپذیر میں مذکور ہے کہ بادشاہ بیگم زوجہ غازی الدین حیدر مُبشّر خان منجم تقویم ساز
کی بیٹی ہیں اور مبشر خان مشرف خاں کے بیٹے ہیں اور خیر اللہ رصد بند محمد شاہی کے شاگرد تھے
مبشر خان نے بادشاہ بیگم کو درسی علوم سکھانے کے بعد تخریج احکام نجوم کی بھی اچھی طرح تعلیم
دی تھی غازی الدین حیدر عالم صاحبزادگی سے انکے حسن و جمال پر فریفتہ تھے دہلی میں نواب
سعادت علی خان نے انکے ساتھ غازی الدین حیدر کی شادی ۱۲۰۹ ہجری میں کی اس وقت
غازی الدین حیدر کی عمر اکیس برس کی تھی اور بعض کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بیاہ بنارس
میں ہوا تھا اس شادی کا حال ایک انگریزی خاتون نے اس طور پر لکھا ہے کہ رسم شادی کے
اختتام پر جواہرات کی بوچھار ہوئی رزیڈنٹ کی اور میری آستین پر چند جواہرات آپڑے
تھے رزیڈنٹ کو آستین جھٹکتے ہوئے دیکھ کر میں نے بھی انکی تقلید کی اور جواہرات میں کے
پھینک دیئے شاہی خواصوں نے سمیٹ کر باہم تقسیم کر لیے اس بوچھار میں زمرد پکھراج نیلم
اور ہیرے تھے خاتون مذکور لکھتی ہے کہ یہ کیسی لاثانی اور قیمتی اور تعجب خیز بخشش اور
فیاضی ہے ۔

بادشاہ بیگم سے بیاہ ہو جانے کے بعد انکی ایک خواص کے ساتھ جس کا نام صبح دولت تھا
نواب غازی الدین حیدر کو عشق پیدا ہو گیا اور اس سے اس کے حمل رہ گیا بادشاہ بیگم کو

اسوجہ سے کمال غضب و رشک پیدا ہوا جب ۲۲ جمادی الاولے ۱۸۰۸ھ ہجری کو بیٹا ہوا بادشاہ بیگم نے کہ نہایت مغلوب الغضب تھین نحت شدائد و آلام کے ساتھ جس سے بڑھکر متصور نہین نعیم دولت کو مروادالا جو جہانگیر باغ مین مدفون ہوئی یہ وہ زمانہ تھا کہ نواب سعادت علی خان اودھ کی سلطنت پر متمکن ہو چکے تھے نصیرالدین حیدر نے اپنی حکومت کے زمانے مین اس قبر پر عمارت بنوادی بادشاہ بیگم نے چاہا کہ اس بچے کو بھی مار ڈالین مگر فیض النسا نے جو بادشاہ بیگم کے پاس غلامیون مین نوکر اور طلاقت لسانی مین یکتا تھی اور میر فضل علی خان کی پھوپھی اور یعقوب بہن تھی جو بیگم کے محل کے تمام کامون کا مختار تھا اس فعل سے منع کیا اور انکو نقصان ذریند کے ساتھ سمجھا کر اس ارادے سے باز رکھا بیگم نے اس بچے کا نصیرالدین حیدر نام رکھا اور پالنے لگین اور نہایت محبت کرنے لگین بیگم صاحبہ کی طبیعت اگرچہ عبادت اور تلاوت قرآن و ادعیہ ماثورہ کی طرف نہایت مائل تھی لیکن حکومت و جاہ طلبی اور خودرائی اور خودسری اور مغلوب الغضبی اور امور مذہب اثنا عشریہ مین اختراع و جدت اُن مین اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ بیان سے باہر ہے قوت غضبی اتنی تھی کہ غازی الدین حیدر برسون اُن سے ترسان اور لرزان رہے اور اُنکی اطاعت و انقیاد مین سر مو فرق نہین کرتے تھے جب غضب حد سے گذر گیا تو زن و شوہر مین افتراق کی نوبت پہونچی۔ بہو بیگم کی وفات کے بعد سلون کا علاقہ جو جھم رائے بریلی مین شامل تھا اُنکی جاگیر مین دیا گیا اُنھون نے میر فضل علی خان کو اس علاقے مین مقرر کیا۔ بیگم کی جاہ طلبی کی یہ حالت تھی کہ ہمیشہ چاہتی تھین کہ کل سلطنت پر حاوی رہین۔

امور مذہب اثنا عشریہ مین بادشاہ بیگم کی مخترعات

بادشاہ بیگم کی اختراع امور دینیہ کی یہ کیفیت ہے کہ اول اپنی طبیعت سے ایک چھٹی

صاحب الزمان کے واسطے ایجاد کی چھٹی یہ ہے کہ زچہ عورت جلسے سے چند دن کے
بعد مع بچہ کے غسل کرتی ہے اور عمدہ لباس پہن کر جلسہ کرتی ہے اعزہ کو مہمان بلاتی ہے
بادشاہ بیگم اس رسم کو اُس امام عالیمقام کی طرف منسوب کر کے ہر سال ماہ شعبان مین ادا
کرتین اور بہت سا روپیہ خرچ کرتی تھین اور اس معاملے میں بہت دھوم دھام کرتی تھیں
دوسرے اشراف کی دختیرہ اور خوبصورت لڑکیاں روپیہ خرچ کرکے یا کسی دوسری
تدبیر سے بہم پہونچا کر ائمہ اثنا عشر کی اُنکو اولاد ساتین اور اُن ائمہ کی ازواج کا نام
سُنکر وہی نام اُن لڑکیون کے رکھتین اور اُن لڑکیون کا خطاب اچھوتی مقرر کیا تھا
اچھوتی اُس چیز کو کہتے ہین جو چھونے کے قابل ہو تاکہ آلودہ اور نجس ہو جائے مگر حضرت
فاطمہ زہرا کی پاسداری کی وجہ سے حضرت علیؑ کے لیے کوئی عورت تجویز نہین کرتی
تھین اور ہر ایک اچھوتی کی خدمت مین تین نوکرین خدمتگزاری کے لیے رکھتی تھیں
اور اُنکو عمدہ عمدہ کھانے کھلاتیں اور نہایت نفیس کپڑے پہناتی تھین اور اُنکی اتنی خاطر
اور ادب کرتی تھیں کہ ہر روز صبح کو اُٹھ کر پہلے اُنکی زیارت اور سلام کرتین تب کوئی
دوسرا کام کرتین اگر اُن مین سے کوئی جوان ہو جاتی اور دل اُسکا مناکحت کو چاہتا تو مانع
آتیں اور کہتیں کہ بعد زوجیت ائمہ اطہار کے دوسرے کے ساتھ تزویج اور عقد کرنا اور
اُس سے ہم بستر ہونا ملت پاس و ادب اور رعایت قانون اسلام مین حرام ہے۔ وہ بیچاریاں
شہوت مین گرفتار رہنے کی طاقت اور نہ قدرت فرار۔ ایک اُن میں سے اتنی شہوت کے
ہاتھوں مغلوب ہوئی کہ اُس نے ایک عجیب شعبدہ کھڑا کیا کہ اول شب میں خواب سے مضطر
اُٹھ کر زور سے رونے اور چھاتی کوٹنے لگی اسی طرح طلوع صبح تک فریاد و فغان کرتی تھی شور و غل
سُن کر محل کی تمام عورتیں جمع ہو گئیں اور اُسکی گریہ وزاری کا حال بادشاہ بیگم سے عرض کیا

وہ خود بستر راحت سے اُٹھ کر پاس گئین اور حال دریافت کیا تو اُس اچھوتی نے روتے ہوئے لہجے مین بیگم کو جواب دیا کہ اس وقت مین نہایت بیخبر سورہی تھی کہ یکایک خواب مین کیا دیکھتی ہون کہ صاحب الامر والفرمان میرے پاس پہونچے اور آپ اُسوقت نہایت غضب آلودہ تھے فرمایا کہ مین نے تجھکو طلاق دی اور اپنی زوجیت سے جُدا کیا جب میری آنکھ کھُلی تو اپنی سیہ بختی پر رونے لگی کہ جب ایسے امام الزمان کے نکاح سے خارج ہوئی تو اب دین و دنیا مین میری کسطرح گذرے گی الغرض بادشاہ بیگم نے یہ بات سُن کر اُس عورت کو فوراً پالکی مین سوار کراکے مع اُسکے تمام سامان کے اُسکے باپ کے گھر پہنچادیا۔

اچھوتے کی رسم بھی اُنھون نے ایجاد کی اچھوتی اور اچھوتے مین تذکیر و تانیث کا فرق ہے اچھوتہ بھی ایسی چیز کو کہتے ہین جو بوجہ طہارت و نفاست کے مس کرنے کے قابل نہو تاکہ نجس نہو جائے اچھوتے کی حقیقت یہ ہے کہ بیگم نے محل مین ایک حجرہ ائمہ ہدیٰ کے واسطے مخصوص کیا تھا کوئی آدمی اُس مین آنے جانے نہ پاتا تھا جب کسی امام کی پیدائش کا دن آتا تو اُس حجرے کو طرح طرح کے نفیس فرش فروش سے آراستہ کیا جاتا زرین قندیلین لٹکائی جاتین اور زربفت کی مسندین بچھائی جاتین اور اُس امام کے نام نہاد اچھوتی عورت کو زیور اور مکلف پوشاک سے آراستہ کرکے مسند زرنگار پر بٹھاتین اور نہایت ادب و تعظیم کے ساتھ اُسکو نذر دکھاتین اور خادمانہ طریق سے مراسم عجز و نیاز بجالاتین اور تمام لباس نفیس اور زیور جواہر کار اس عورت کو دیدیتین اور حجرے کا دوسرا تمام اسباب محل کے کسی نوکر کو بخشدیتین اور محلسرا مین ائمہ اثنا عشر کے روضون کی نقلین تیار کرائی تھین اور ہر روضے کے سامنے ایک ایک مسجد بنوائی تھی اور ہر روضے مین ضریح کی نقل اور عتبات عالیات کے دوسرے تبرکات رکھے تھے اور روضۂ عباس کی ایک نقل بھی وہان تیار کراکے شب و روز مراسم تعزیت

ادا کرتی تھیں۔

جوں کا بادشاہ بھی بادشاہ بیگم کے پاس آتا تھا جو اُپر عاشق تھا بیگم کا معمول تھا کہ ہفتے عشرے میں غسل کرکے پرتکلف لباس اور زیور پہن کر اور عطر میں سراپا بس کر ایک مکان میں تنہا بیٹھ جاتی تھیں مجال نہ تھی کہ پھر وہاں خواصوں یا ماماؤں کے فرشتے پر مار سکیں اور بیگم صاحبہ اپنی زبان سے کہا کرتی تھیں کہ آج اُس جن کی آمد آمد ہے چنانچہ کوئی خواص کہتی تھی کہ ہم نے اپنے کانوں سے حقہ پینے کی آواز اس کوٹھری سے سُنی تھی اور کوئی کہتی تھی کہ بیگم سے بات چیت ہونے کی آواز آتی تھی اور خاص اس تقریب کیلیے ایک عمدہ مکان آراستہ کیا گیا تھا گانے بجانے کا کُل سامان وہاں جمع رہتا تھا۔ جوش گلو عورتیں اُس جلسے میں گایا کرتی تھیں اس جلسے کا نام ہندی میں بیٹھک (بائے موحدہ کے فتحہ اور یائے تحتانی کے سکون اور تائے ہندی کے فتحہ اور ہائے ہندی اور کاف ساکن سے) ہے۔ نصیر الدین حیدر جو خاص بیگم صاحبہ کے پاس پلے تھے انکو بھی لڑکپن سے اُس میں بیٹھنے کی عادت تھی۔ چنانچہ اسات کا شہرہ تھا کہ جنوں کا بادشاہ۔ بادشاہ بیگم کے پاس اور شاہزادہ شاہزادے کے پاس آیا کرتا تھا۔ اور پریاں بھی خدمت میں حاضر ہوتی تھیں۔ ہر ہفتے میں ماں بیٹے اس تقریب سے خلوت میں بیٹھتے تھے اور جو ڈومیاں کہ گانے کے واسطے آتی تھیں انکو انعام ملتا تھا اس تقریب میں کم سے کم چار پانسو اور کبھی ہزار دو ہزار روپے صرف میں آتے تھے اور جو پوشاک بیگم صاحبہ اُسوقت پہنے ہوتی تھیں وہ گانے والیوں کو انعام میں دیجاتی تھی

بادشاہ بیگم کی بے پروائی کی وجہ سے بادشاہ کا محسن الدولہ کو اپنے پاس رکھ لینا

تاریخ شاہیہ نیشاپوریہ میں ہے کہ غازی الدین حیدر اپنے نواسے محسن الدولہ کو

بہت چاہتے تھے بعض لوگون نے اُن سے عرض کیا کہ بادشاہ بیگم صاحبہ مرشدزادۂ آفاق نصیرالدین حیدر پر بوجہ پرورش کے محبت قلبی رکھتی ہین اور اُن کے تمام کامون کے انتظام مین مصروف رہتی ہین اور حضور کے دوسرے فرزند یعنی محسن الدولہ بہادر کے تمام کام اپنی ڈیوڑھی کے مختار میر فضل علی کے حوالے کر رکھے ہین اور اسوجہ سے انکے اکثر کام خراب رہتے ہین بادشاہ نے فرمایا کہ بغیر تحقیق کیے ہم اسبات کا یقین نہین کرتے بادشاہ نے خفیہ طور پر بیگم صاحبہ کے نوکرون سے دریافت کیا جو کچھ پہلے بادشاہ سے عرض ہوا تھا اُس سے زیادہ پایا گیا بعد اسکے خود محسن الدولہ کو اپنے پاس بلاکر اس کیفیت کی حقیقت دریافت کی وہ خاموش رہے اُنکی خاموشی کو بادشاہ نے نیم رضا سمجھا اور اُنکو یقین ہو گیا کہ بیگم صاحبہ محسن الدولہ کے معاملات مین قاصر ہین بادشاہ نے محسن الدولہ کے نقد دس ہزار روپے ماہوار مقرر کیے اور خاصہ اور پوشاک بھی علیحدہ مقرر کر دی اور بہت کچھ عنایت اُنکے حال پر مبذول کی اور اُنکو حکم دیا کہ بیگم صاحبہ سے کام نرکھین اور اُنکی شادی بڑی دھوم دھام کے ساتھ نصیرالدولہ محمد علی خان کی بیٹی سلطان عالیہ کے ساتھ کی اور مرزا حاجی کی عمارت رہنے کو عنایت کی اور روز بروز عنایت و مرحمت محسن الدولہ کے حال پر زیادہ ہونے لگی جب کبھی گورنر یا کوئی بڑا انگریز آتا تو استقبال کے لیے اُنھین کو بھیجتے کیونکہ نصیرالدین حیدر کی اکثر حرکات و سکنات سے بیزار تھے اور محسن الدولہ ہمیشہ بادشاہ کی اطاعت و فرمانبرداری مین مصروف رہتے تھے یہی وجہ ہے کہ نصیرالدین حیدر اپنے عہد سلطنت مین محسن الدولہ سے دل مین ہمیشہ ناراض رہے گو بظاہر پاس رکھتے تھے۔

ہمت پرشاد کی تاریخ سے مستفاد ہوتا ہے کہ شیخ امام بخش ناسخ اور انور علی بیگ اُستاد نے محسن الدولہ کو نانی سے جدا کرایا تھا اور میرے نزدیک ضرور ایسا ہوا ہو گا کیونکہ معتمدالدولہ کو

بادشاہ بیگم کے پرو پر زے توڑنا مقصود تھا اور یہ دونوں معتمد الدولہ کے خیرخواہ تھے

بادشاہ بیگم سے معتمد الدولہ کی مخالفت اور میر فضل علی کا اخراج

جب معتمد الدولہ نے بخوبی ہاتھ پاؤں نکالے تو بادشاہ بیگم کی اطاعت سے قدم اُٹھایا اور چاہا کہ ولیعہد بہادر کی دیوانی سبحان علی خاں کے تفویض ہو اس کام کے لیے اول اسباب کا کرنا ضرور تھا کہ میر فضل علی خان یہاں سے نکالا جائے۔ معتمد الدولہ نے بد انتظامی جاگیر بادشاہ بیگم کے باب میں جو فضل علی خاں سے متعلق تھی چند پرچہ اخبار درست کرکے بادشاہ کے حضور میں پیش کیے آخر کار بیگم صاحبہ تک پہونچکر میر فضل علیخاں معزول ہوئے لیکن تنخواہ گھر بیٹھے بیگم صاحبہ عنایت فرماتی رہیں اور ڈیوڑھی پر آمد و رفت جاری رہی جب معتمد الدولہ کی شمشیر تدبیر نے کاٹ کیا تو چند مقدمے بادشاہ تک پہونچا کر میر فضل علی کے اخراج کا حکم بادشاہ سے حاصل کیا بادشاہ اس امر سے فضل علی سے بہت ناراض تھے کہ وہ محسن الدولہ کی خاطر داری میں بیگم صاحبہ کے یہاں بخوبی مصروف رہتے تھے بے پروائی رکھتے تھے۔ میر فضل علی بیگم صاحبہ کے وہاں پذیر تھے اُنھوں نے معتمد الدولہ کو جواب دیا کہ میں تمہارا مطیع نہیں ہوں بادشاہ بیگم کے حکم کے بدون جس کا میں ملازم ہوں شہر سے قدم باہر نہیں رکھونگا۔ یہ جواب گرم سنکر معتمد الدولہ جل گئے اور اس مضمون کو بڑی آب و تاب سے خلاف پیرایے میں بادشاہ کے گوش گزار کیا اُنھوں نے خفا ہوکر حکم دیا کہ میر فضل علی کو گرفتار کر لاؤ اور اگر زندہ نہ آئے تو سر کاٹ لاؤ معتمد الدولہ نے چاہا کہ اس حکم کی تعمیل کریں اور سوار ہوکر اُنکے مکان پر یورش کریں لیکن معلوم ہوا کہ چار سو آدمی اُنکے مکان کے آس پاس مسلح بیٹھے ہیں جان تو ہر شخص کو عزیز ہے دو توپیں اُنکے دروازے

بھیجین ابھی پورا اُنکی حویلی کا محاصرہ ہونے پایا تھا کہ فضل علی خان بھی مخفی اپنے مکان سے نکلکر بادشاہ بیگم کی ڈیوڑھی مین پہونچ گئے ۔ معتمد الدولہ نے ۲۴ ذیقعدہ ۱۲۳۷ھ ہجری مطابق ۱۳ - اگست ۱۸۲۲ء روز سہ شنبہ کو بادشاہی فوج سے بیگم کے مکان کا محاصرہ کرا دیا اور فضل علی خان کو طلب کیا بادشاہ بیگم نے جواب دیا کہ ہم نے تمھارے قید ہونے کے وقت دستگیری اسی اُمید پر کی تھی کہ مقابلے پر آئے - اب فضل علی کا سر میرے سر کے ساتھ ہے اور یہ سوال و جواب میر فضل علی کی بہن بی بی مغلانی کی معرفت تھا اسکی تقریر آرائیون نے اور بھی نقیض کی صورت پیدا کی صبح سے چار گھڑی دن رہے تک یہ حشر برپا رہا اُس عہد مین مسٹر ریپٹر کو رزیڈنسی کا چارج تھا اُنھون نے ایک انگریز متعینۂ چھاوٗنی منڈیاؤن کو بیگم صاحبہ کی ڈیوڑھی پر بھیجکر پیام دیا کہ آپس مین نزاع کرنا خونریزی خلائق کا باعث ہے اس لیے میر فضل علی کو ہماری ضمانت و کفالت پر ہمارے پاس بھیجدو جان و مال کو اُنکے صدمہ نہ پہونچے گا بادشاہ بیگم نے عہد و پیمان سے اطمینان کر کے فضل علی کو رزیڈنٹ کے پاس بھیجدیا اُنھون نے ایکدن اپنی کوٹھی پر رکھکر دوسرے دن تلنگون کے گارد کی حفاظت مین مال و اسباب کے ساتھ کانپور کی طرف روانہ کر دیا اور ساٹھ ہزار روپے نقد خرچ کے واسطے بادشاہ بیگم سے دلا دیے معتمد الدولہ نے اس راہ مین بہت خاک اُڑائی اور اُنھین ہرگز یہ منظور نہ تھا کہ وہ لکھنؤ سے سلامتی کے ساتھ جائین لیکن رزیڈنٹ نے قبول نکیا - اس واقعہ کو سلطان الاخبار مین کسی قدر اختلاف سے بیان کیا ہے جسکی تفصیل یہ ہے کہ محسن الدولہ جو بادشاہ بیگم کے پاس رہتے تھے اُنھون نے معتمد الدولہ کی اغوا سے اپنی نانی (بادشاہ بیگم) اور مامون (نصیر الدین حیدر) کی شکایت بادشاہ سے کی اور میر فضل علی داروغہ ڈیوڑھیات کی نسبت اپنی تنخواہ مین سے چار لاکھ روپے کے تغلب کا ذکر کیا معتمد الدولہ کے ذریعہ سے بادشاہ نے اسقدر روپے کا مواخذہ میر فضل علی سے کرایا اور اُنکے

عنادات کو نامسموع کیا بیگم صاحبہ کو یہ بات ناگوار گذری اُنھوں نے چاہا کہ ولی عہد نصیرالدین حیدر
اور میر فضل علی کو ہمراہ لیکر اور اسباب اُٹھا کر میں آباد چلی جائیں یہ بات معتمدالدولہ نے بادشاہ
سے عرض کی اُنھوں نے ۲۴ ذیقعدہ ۱۲۳۷ھ ہجری مطابق ۱۳ اگست ۱۸۲۲ء کو فوج
بھیجکر بیگم صاحبہ کو جانے سے روکا ریزیڈنٹ صاحب قائم مقام ریذیڈنٹ نے فساد کی طوالت کے
خوف سے کپتان جان ہوم صاحب کو چار کمپیاں تلنگوں کی دیکر اور اپنے میر منشی
سید باقر علی کو ساتھ کر کے بیگم صاحبہ کی ڈیوڑھی پر بھیجا ہوم صاحب زیرک آدمی تھا اُس نے
سلطانی سپاہ کو لڑائی سے روک کر بیگم صاحبہ کو سمجھایا اور سید فضل علی اور اُسکے باپ غلام حسین کو
رزیڈنسی کی کوٹھی پر لیگئے معتمدالدولہ کے حکم سے فضل علی کا مکان منہدم ہوا مال و اسباب سپاہ
نے لوٹ لیا ۱۹ محرم ۱۲۳۸ھ ہجری مطابق ۶ اکتوبر ۱۸۲۲ء کو میر فضل علی اور اُسکے
باپ غلام حسین اور بیوی فیض النسا اور دوسری چودہ معلایاں انگریزی تلنگوں کی حفاظت
میں کانپور کی طرف روانہ کر دی گئیں اور شہر میں منادی عام ہوگئی کہ جو کوئی بیگم صاحبہ کی
نوکری کریگا وہ مورد عتاب ہوگا اور سلطنت کی طرف سے سزا پائے گا۔

اب اچھی طرح عداوت بادشاہ بیگم اور معتمدالدولہ کے درمیان واقع ہوئی اور بادشاہ
نے حکم دیا کہ ولی عہد دربار میں نہ آئیں اور بیگم صاحبہ کے سیکڑوں نوکر جو میر فضل علی کے طرفدار تھے
گرفتار ہو کر قید ہوئے اور باقی بھاگ گئے اور فضل علی کا گھر مسمار ہو کر لاکھوں روپے کا اسباب
غارت ہوا بادشاہ بیگم کی جاگیر پر معتمدالدولہ کی طرف سے عامل مقرر ہوا اور بادشاہ بیگم اور
ولی عہد پر صدمے ہونے شروع ہوئے۔ نصیرالدولہ کی بیٹی سلطان عالیہ بیگم کے ساتھ ولی عہد کی
شادی کی تجویز تھی مگر یہ بات شائع ہوئی تھی اور طرفین میں باہم اس تقریب کے مراسم ادا
نہوئے تھے کہ اس واقعہ کی وجہ سے بیاہ کا لفظ طرفین کی زبان پر نہ آیا۔ ۲ شعبان ۱۲۳۸ھ ہجری

مطابق ۲۔مئی ۱۸۲۳ء کو ہارڈنٹ رکیٹ صاحب رزیڈنٹ ہوکر داخل لکھنؤ ہوئے اور اُنکے سمجھانے سے انگریزی تلنگون کے پہرے بیگم صاحبہ کے مکان سے اُٹھ جانے پر بادشاہ راضی ہوئے اور صاحب عالم ۔ (نصیرالدین حیدر) کی آمد و رفت بھی دربار مین جاری ہوئی ۔

مرزا نصیرالدین حیدر کا بیاہ

جب نصیرالدولہ کی بیٹی کے ساتھ انکی نسبت ظہور مین نہ آسکی اور معتمدالدولہ نے وہ بساط بچھائی کہ اس لڑکی کے ساتھ بادشاہ بیگم کے نواسے محسن الدولہ کی شادی ہوگئی تو اس بات سے بادشاہ بیگم کے مزاج مین معتمدالدولہ کی طرف سے اور بھی زیادہ تکدر پیدا ہوا بادشاہ بیگم نے ۲۷ ۔شعبان ۱۲۳۹ھ ہجری مطابق ۲۹ ۔اپریل ۱۸۲۴ء کو ولی عہد کی نسبت مرزا سلیمان شکوہ کی بیٹی کے ساتھ قرار دیکر عین وقت پر بادشاہ کو اطلاع دی بادشاہ کسی رسومات شادی مین شریک نہ ہوئے البتہ معتمدالدولہ وغیرہ ارکان سلطنت اور رزیڈنٹ اس شادی مین شریک تھے ۔گو معتمدالدولہ کی مخالفت کی وجہ سے شادی مین خاطرخواہ رونق ظہور مین نہ آئی لیکن دو ہفتہ کامل عیش و عشرت کا ہنگامہ گرم رہا بادشاہ بیگم کا دل معتمدالدولہ سے کھٹکا ہوا تھا اور اُنکا برات کے وقت سواری کے ساتھ رہنا منظور نہ تھا ولی عہد کی حفاظت جان کے لیے رزیڈنٹ کو پیام دیکر سو پچاس بڑے بڑے سرداران انگریزی طلب کیے جو سواری کے ہمراہ ہاتھیون پر شاہزادے کے گرد حلقہ زن تھے اور رزیڈنٹ بھی شریک جلسہ تھے بادشاہ سلامت مرزا احسن رضا خان کی بارہ دری مین جو گومتی کے پار تھی رونق بخش تھے اور محفل شادی کا جلسہ حسن باغ کی بارہ دری مین آراستہ تھا

حب معتمد الدولہ کو خواصی مین بیٹھنے کا حکم ہوا تو ایک علحدہ ہاتھی پر سوار ہو کر برات کے ساتھ رہے۔ غرض عقد نکاح کے بعد دُلھن کو نواب سلطان مھ صاحبہ[1] خطاب ملا اور یہ رسم ۱۸۔ رمضان ۱۲۳۹ھ ہجری مطابق ۱۳ امئی ۱۸۲۴ء کو ادا ہوئی۔

نقل نکاح نامہ — هو المولف مین القلوب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سپاسیکہ عارض دلربائے شاہدیان را غازہ پیرائی نماید وستایشے کہ قامت دلفریب عروس سخن را بحلی وحلل آراید مالک الملکے را سزاوارست کہ خیال وصال حرایدِ مخدرات معرفتش درآغوش حوصلۂ خردہ بینان حیطۂ عرفان نگنجد و عیار نقد کمال عیار کبریا وتقدیسش را محک غوامض ناقدات افکار عرصۂ ذوق ووجدان نسنجد و درودیکہ تسمیم روح فزایش مشام جان ایمان را معطر سازد وسلامیکہ طیب عنبرآگینش دماغ ہوش صاحب دلان را معنبر نماید نثار آستان ملک پاسبان آن خاتم نص رسالت بادکہ چہرہ کشائے عرائس احکام بالمع تبلیغ واحسن ارشاد فرمودہ وعروس خلافت را بداماد خویش اعنی نفس رسول در درج بتول عقد دوام بستہ صلی اللہ علیہ الے یوم الدین وعلی اہلبیتہ الطیبین الطاہرین الائمہ الاثنا عشر شفعاء یوم المحشر سیما یعسوب الدین وقاتل المشرکین اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ وعلے آلہ الکرام آلاف التحیۃ والسلام۔ امابعد عرض از نظم لآلی آبدار ومقصود از جلوۂ ایں افکار آنکہ بنا بر منطوق کریمہ وانکحوا الایامی منکم الآیہ وبمضمون خبر خیر اثر النکاح من سنتی فمن رغب عن سنتی فلیس منی در بہترین اوقات وخوشترین ساعات کہ چوں صبح شادمانی عنبر بیز وماننند بہار زندگانی نشاط انگیز بود نوبادۂ بوستان سلطنت

مطابق ۲۔مئی ۱۸۲۳ء کو ہارڈنٹ ریکٹ صاحب رزیڈنٹ ہوکر داخل لکھنؤ ہوئے اور اُنکے سمجھانے سے انگریزی تلنگون کے پہرے بیگم صاحبہ کے مکان سے اُٹھ جانے پر بادشاہ راضی ہوئے اور صاحب عالم۔(نصیرالدین حیدر) کی آمدورفت بھی دربارمین جاری ہوئی۔

مرزا نصیرالدین حیدر کا بیاہ

۔جب نصیرالدولہ کی بیٹی کے ساتھ انکی نسبت ظہورمین نہ آسکی اور معتمدالدولہ نے وہ بساط بچھائی کہ اس لڑکی کے ساتھ بادشاہ بیگم کے نواسے محسن الدولہ کی شادی ہوگئی تو اس بات سے بادشاہ بیگم کے مزاج مین معتمدالدولہ کی طرف سے اور بھی زیادہ تکدر پیدا ہوا بادشاہ بیگم نے ۲۷۔شعبان ۱۲۳۹ہجری مطابق ۲۹۔اپریل ۱۸۲۴ء کو ولی عہد کی نسبت مرزا سلیمان شکوہ کی بیٹی کے ساتھ قرار دیکر عین وقت پر بادشاہ کو اطلاع دی بادشاہ کسی رسمیات شادی مین شریک نہ ہوئے البتہ معتمدالدولہ وغیرہ ارکان سلطنت اور رزیڈنٹ اس شادی مین شریک تھے۔گو معتمدالدولہ کی مخالفت کی وجہ سے شادی مین خاطرخواہ رونق ظہورمین نہ آئی لیکن دو ہفتہ کامل عیش وعشرت کا ہنگامہ گرم رہا بادشاہ بیگم کا دل معتمدالدولہ سے کھٹکا ہوا تھا اور اُنکا برات کے وقت سواری کے ساتھ رہنا منظور نہ تھا ولی عہد کی حفاظت جان کے لیے رزیڈنٹ کو پیام دیکر سو پچاس بڑے بڑے سرداران انگریزی طلب کیے جو سواری کے ہمراہ ہاتھیون پر شاہزادے کے گرد حلقہ زن تھے اور رزیڈنٹ بھی شریک جلسہ تھے بادشاہ سلامت مرزا احسن رضا خان کی بارہ دری مین جو گومتی کے پار تھی رونق بخش تھے اور محفل شادی کا جلسہ حسن باغ کی بارہ دری مین آراستہ تھا

جب معتمد الدولہ کو خواصی میں بیٹھنے کا حکم ہوا تو ایک علیحدہ ہاتھی پر سوار ہو کر برات کے ساتھ رہے۔ غرض عقد نکاح کے بعد دلھن کو نواب سلطان مہو صاحبہ[لہ] خطاب ملا۔ اور یہ رسم ۱۸۔ رمضان ۱۲۳۹ھ ہجری مطابق ۱۳۔ مئی ۱۸۲۴ء کو ادا ہوئی۔

نقل نکاح نامہ ۔ هو المؤلف بین القلوب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سپاسیکہ عارض دلربای شاہد بیان را غازہ پیرائی نماید و ستایشے کہ قامت دلفریب عروس سخن را حلی و حلل آراید مالک الملک را سزاوار است کہ خیال وصال خرائد مخدرات معرفتش در آغوش حوصلہ خردہ بینان خطۂ عرفان نگنجد و عیار نقد کامل عیار کبریا و عظمتش را محک غواص ماقدات افکار عرصۂ ذوق و وجدان نسنجد و درودیکہ تمیم روح فزایش مشام جان ایمان را معطر سازد و سلامیکہ طیب عنبر آگینش دماغ ہوش صاحب دلان را معنبر نماید نثار آستان ملک پاسبان آن خاتم نص رسالت باد کہ چہرہ کشای عرائس احکام ما بلغ تبلیغ و احسن ارشاد فرمودہ و عروس خلافت را بداماد خویش اعنی نفس رسول و زوج بتول عقد دوام بستہ صلی اللہ علیہ الی یوم الدین و علی اہلبیتہ الطیبین الطاہرین الائمۃ الاثنا عشر شفعاء یوم المحشر سیما یعسوب الدین و قاتل المشرکین اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ و علی آلہ الکرام آلاف التحیۃ والسلام ۔ اما بعد غرض از نظم لآلی آبدار و مقصود از جلوۂ این ابکار افکار آنکہ بنا بر منطوق کریمہ وانکحوا الایامی منکم الآیہ و مضمون خبر خیر اثر النکاح من سنتی فمن رغب عن سنتی فلیس منی در بہترین اوقات و خوشترین ساعات کہ چون صبح شادمانی عنبر بیز و مانند بہار زندگانی نشاط انگیز بود نوبادۂ بوستان سلطنت

لہ دیکھو جلد اول قیصر التواریخ ۱۲

وتاجداری وسرو جویبار گلستان شوکت وشہریاری سلالۂ شاہ عالم پناہ فلک بارگاہ سکندر شان
خدیو زمین وزمان مہر سپہر گیتی ستانی مرکز دائرۂ جہانبانی شہریار عادل وشہنشاہ باذل خسرو
عدالت گستر جمشید سیما فریدون فر مروج شریعت حضرت سید المرسلین مؤید مذہب حق ائمہ معصومین
صلوٰۃ اللہ علیہ وعلیہم اجمعین السلطان الاعظم الافخم الخاقان الاعدل الاکرم الملک الموفق
المنصور علی الاعادی ابو المظفر معز الدین شاہ زمن غازی الدین حیدر پادشاہ غازی خلد اللہ
ملکہ واجرے فی بحار السلطنۃ فلکہ اعنی اعلیٰ حضرت خورشید منزلت صاحب عالم وعالمیان شاہزادۂ
جہان وجہانیان سلیمان جاہ مرزا نصیر الدین حیدر بہادر ادام اللہ اقبالہ وضاعف اجلالہ
بحبالۂ عقد دائم درآورد نفس نفیسۂ بلقیس سریر دۂ سلیمانی بانوے حجلۂ دودمان صاحبقرانی
بالغۂ رشیدہ جناب عفت قباب قمر رکاب خورشید احتجاب رقیہ سلطان بیگم بنت عالیجاہ
معلی بارگاہ ثمرۂ شجرۂ سلطنت و کامرانی دوحۂ حدیقۂ شوکت وجہانبانی غرۂ ناصیۂ
تخت وتاجداری قرۂ ناصرۂ کامگاری وبختیاری سلالۂ دودمان سلاطین تیموریہ نقاوۂ
خاندان خواقین شاہجہانیہ عالی جناب فلک رکاب شاہزادہ عالی تبار مرزا سلیمان شکوہ
بہادر دام اقبالہ وزاد اجلالہ بر صداق و کابین مبلغ پنج کرور روپیہ مسکوکۂ ضرب دار السلطنۃ لکھنؤ
صانہ اللہ عن طوارق الحدثان وحرسہ عن نوائب الدہر الخوان بوکالت جناب مجتہد العصر
والزمان مولوی سید محمد صاحب دام فیوضہ عن جناب الناکح المعظم وبوکالت جناب رفیع المناقب
مولوی میر سید علی صاحب زاد مجدہ عن جناب المنکوحۃ المعظمۃ ختم العقد صحیحًا شرعیًا جائزًا نافذًا
علی وجہ الشہرۃ والاعلان لا علی طریق الخفیۃ والکتمان وکان ذلک لاربعا الثلث لیال
بقین من شہر شعبان المعظم سنۃ تسع وثلثین بعد المائتین والالف من الہجرۃ النبویۃ
علی صاحبہا الآف الاثنیۃ والتحیۃ

حکہ شاہزادے کی اس طرح شادی ہوجانے سے معتمد الدولہ کے دل مین خار حسرت کھٹکنے لگا تو اُنھون نے دوسرا رنگ جمایا کہ مرزا محمد حسن پسر نواب روشن الدولہ کو سلیمان شکوہ کی دوسری بیٹی کے ساتھ باوجودیکہ اُنکو یہ رشتہ نہایت ناپسند تھا زبردستی منعقد کیا اور اس حیلے سے وہ سات ہزار روپیہ ماہوار جو خوراک خاصۂ شاہ عالم بادشاہ دہلی کے لیے شجاع الدولہ کے عہد سے الہ آباد کی آمدنی سے بادشاہ کی خدمت مین جاتا تھا اور نواب سعادت علی خان کے عہد سے مسدود تھا مرزا سلیمان شکوہ کے نام واگذاشت کرایا وہ پہلے سے چھہ ہزار روپے کے درماہہ دار تھے اب یہ سات ہزار روپیہ ملکر تیرہ ہزار روپے میں اوقات عیش وآرام مین بسر ہونی شروع ہوئی لیکن بادشاہ بیگم کو معتمد الدولہ کی اس کارروائی سے سخت ملال ہوا اور بادشاہ سے اُنکی شکایت کی لیکن جواب دندان شکن پایا کہ پھر شکایت لبوں پر نہ آئی اور ولی عہد نے بھی سلطان بہو کی صحبت سے پرہیز کیا -

لیکن نادر العصر کی روایت محتشم خانی کی روایت سے بہت مختلف ہے اُس میں لکھا ہے کہ ولی عہد کی شادی خود بادشاہ کی تدبیر سے وقوع میں آئی تھی - انھون نے سلیمان شکوہ کے لیے متصل بیلی گارد تا تکیہ بمبو سر لب دریا کئی لاکھ روپے صرف کرکے ایک مکان بنوادیا اور دس ہزار روپے ماہواری مصارف کے لیے اور دو ہزار میوہ خوری کے لیے مقرر کردیے تھے بعد دلجوئی اور خاطرداری کے لیے فرزند ولی عہد مرزا نصیر الدین حیدر کی شادی کا اُنکی لڑکی کے ساتھ پیام دیا چنانچہ بعد تامل مرزا سلیمان شکوہ نے وہ شادی منظور کی اور بڑی بیٹی سلیمان شکوہ کی عقد نصیر الدین حیدر مین آئی اس شادی کے ہونے سے غازی الدین حیدر نے پچیس لاکھ روپے کے نقد وجنس سے سلیمان شکوہ کے ساتھ سلوک کیا تھا بعد چندروز کے معتمد الدولہ نے دوسری بیٹی کے واسطے اپنے فرزند کے ساتھ شادی کا پیغام دیا مرزا سلیمان شکوہ بسبب طمع دولت کے

راضی ہو گئے شادی قرار پا گئی یہ خبر غازی الدین حیدر کو پہونچی آگ ہو گئے اور دونون سے اسقدر آزردہ ہوئے کہ جسکی شرح حد سے باہر ہے یہانتک کہ مرزا سلیمان شکوہ کو اُسی دن شہر سے نکالدیا اور مکان بھی اُنکا کھدوا ڈالا بار بار یہ فرماتے تھے کہ ہم اس شاہزادے کو ایسا لالچی نہ جانتے تھے کہ مجھکو بیٹی دیکر میرے نوکر کو اپنی بیٹی دیگا۔ سلیمان شکوہ جو یہان سے نکالے گئے قریب دلی کے پہونچے اُس زمانے مین اکبر شاہ ثانی کا دور تھا اُنھون نے جو یہ حال سُنا حکم دیا کہ ایسے شخص کا یہان آنا مناسب نہین چنانچہ سلیمان شکوہ وہان سے پھر کر کوڑیا گنج مین آئے اور طرح اقامت ڈالی۔ گارن صاحب (یا کرنل کارنر) سوداگر جاگیردار کوڑیا کا سگنج نہایت دولتمند تھا اس کے دام طمع مین آکر شاہزادے موصوف نے شادی اُس لڑکی کی اُس سے کردی۔ بعض کتابون مین گارن صاحب انکا سمدھی لکھا ہے۔

اس عرصے مین غازی الدین حیدر قضا کر گئے نصیر الدین حیدر کو بھی اس عورت کے یہان آنے کی کمال تمنا تھی رزیڈنٹ کے ذریعہ سے بادشاہ نے اجازت آنیکی دی گارن صاحب ۱۲۴۳ھ ہجری مین اس عورت کو لکھنؤ مین لائے تھے اور حسن باغ مین اُترے اور لاکھ روپے صرف کرکے محرم مین تعزیہ داری بڑی دھوم سے کی۔

معتمد الدولہ کا بادشاہ کے بچپن سے اتنی جسارت کرنا کہ نصیر الدین حیدر کو نطفۂ ناتحقیق مشہور کر دینا آخر کار بادشاہ کا اُن کو اپنا بیٹا تسلیم کر لینا بادشاہ اور بیگم کے درمیان سخت ناچاقی کرا دینا اور اس حالت مین بیگم پر نہایت سخت گیری کرنا

معتمد الدولہ نے بادشاہ بیگم کی آمدنی پر دست درازی شروع کی اور بادشاہ نے جو بادشاہ بیگم کی

پرداخت کے لیے حکم دیا اُسکی تعمیل نہ کی اور نصیر الدین حیدر کے بے اعتبار کرنے مین کوئی دقیقہ
نہ چھوڑا یہانتک کہ اُنکو نطفۂ ناتحقیق مشہور کر دیا جبکہ گورنر جنرل کے کانوں تک یہ خبر پہونچی
تو اُنھون نے رزیڈنٹ کو لکھا کہ بادشاہ کی نسل کے معاملے مین بخوبی تحقیقات کیجائے اُسوقت
معتمد الدولہ نے اپنے خبث باطنی اور عناد دلی سے گورنر جنرل کو جواب مین یہ لکھوا کر بھجوا دیا کہ
نصیر الدین حیدر بادشاہ کے نطفے سے نہیں ہین بادشاہ بیگم نے ایک خواص کے بچے کو
پرورش کر کے تہمت بادشاہ پر باندھی ہے۔ اب گورنر جنرل نے رزیڈنٹ کو لکھا کہ تم
بادشاہ سے خود ملکر اسبات کی زبانی تحقیق کرواسی یہ تحریر رزیڈنٹ کے پاس پہونچنے پائی
تھی کہ معتمد الدولہ نے تمام شہر مین اشتہار اس مضمون کے چسپان کرا دیے کہ مرزا نصیر الدین حیدر کو
کوئی شخص بادشاہ کا فرزند قرار نہ دے۔ جب رزیڈنٹ کے پاس گورنر جنرل کی تحریر آئی
تو اُنھون نے بادشاہ کے پاس جا کر حال دریافت کیا تو بادشاہ نے اپنی زبان سے نصیر الدین حیدر
کی ولدیت کا اقرار کیا۔ جب یہ تیر تدبیر معتمد الدولہ کا نشانے پر نہ پہونچا تو دوسری فکر کی
اور ایک دن بادشاہ سے عرض کیا کہ بادشاہ بیگم نے اسوجہ سے کہ مجھپر حضور کی بطرتوجہ ہے
اور انکی شکایت پر میرے حق مین حضور التفات نہیں فرماتے دس لونڈیاں ترکنیں اور
حبشنین دشمنان حضور کے قتل کے لیے مامور کی ہیں اور اُنکا یہ ارادہ ہے کہ اس سانحے کے ظہور کے
بعد گورنر جنرل سے اصلاح کر کے مرزا نصیر الدین حیدر کو تخت سلطنت پر بٹھائیں اور آپ
مختار بین معتمد الدولہ نے اس طلاقت لسانی سے اس مضمون کو ادا کیا کہ بادشاہ نے بیگم صاحبہ
سے ملنا بھی موقوف کیا اور دروازہ جو خوابگاہ بادشاہ اور محل قیام بادشاہ بیگم کے
درمیان واقع تھا وہ بھی تیغہ کیا گیا اور ملاقات طرفین کی سد ہوئی اور بادشاہ بیگم پر
یہانتک سختی کی گئی کہ اُنکی جاگیر کی آمدنی بھی سد کر لی گئی اور اس وجہ سے نوبت ناداری کی

پہونچی اب بیگم کو ایک روپیہ ہزار روپیون کے برابر تھا اسباب نقرئی اور طلائی پردے
مین بیک کر اوقات بسر ہوتی تھی ان زخمہاے دامن دار پر بھی معتمد الدولہ کی نمک پاشی کم نہوئی
یعنی وہ اس بندش اور تجسس مین رہتے تھے کہ جو اسباب بکنے کے وقت ظاہر ہوا اُسکو منگوا کر
اپنے توشکخانہ مین داخل کیا جائے اُنکی سرد مہریون سے سات سات آٹھ آٹھ روز تک بیگم کے
محل مین چولھے مین آگ سُلگانے کی نوبت نہ آتی تھی بعض اوقات من دو من چنے یا جوار
بھنوا کر محل مین تقسیم ہوتی تھی۔

شاہزادے کا چند روز تک بیگم سے علحدہ رہکر پھر اُن کے پاس چلا جانا

معتمد الدولہ نے نصیر الدین حیدر کو شیر جنگ کے باغ مین بُلایا وہ بنظر تقدم بالحفظ
انجام کو سوچ کر ایکدن اس باغ مین گئے اور خاصہ طلب کر کے نوش کیا۔ معتمد الدولہ نے
جادۂ اطاعت سے قدم باہر نہین رکھا اور دلاسے کے ساتھ پیش آئے اور اپنا قصور معاف
کرایا اور اُنکی دلجوئی حسب مراتب ہر وقت ملحوظ خاطر تھی مگر دل مین عداوت بھری رہی بلکہ
ایک عجیب حرکت کی جو یہ ہے کہ شاہزادے کے خوش کرنے کو جنکی طبیعت عیاشی اور لہو ولعب
کی طرف زیادہ رغبت رکھتی تھی چند رقاصہ عورتین اُنکی خدمت مین بھیجدین اور اُن کو
حکم دیا کہ شاہزادے کا دل اپنی طرف مائل کرلین تقاضاے سن کی وجہ سے کہ عمر اُنکی
۲۲ سال کی تھی مسماۃ بنگا سے مالوف ہوگئے جب معتمد الدولہ کو یہ حال معلوم ہوا تو اُنھون نے
یہ خیال کیا کہ انکو دوسری جگہ بھیجدیا جائے کیونکہ ماں بیٹون مین مفارقت منظور تھی اس لیے
عرض کیا کہ یہ مکان تنگ ہے حضور کی آسایش کے لائق نہین اور حضور کو بھی یہان خاطرخواہ

آسائش نہین حسن باغ مین کہ مقام جوتن نصالت دریا واقع ہے تشریف لے چلیں شاہزادے
کہا کہ اس شرط سے چلونگا کہ ملکہ زمانی کو بیگم صاحبہ کے مکان سے طلب کر لیا جائے دوسرے
ہنگا طوائف کو میرے ساتھ کردین چونکہ ہنگا خادم حسین کی آشنا تھی جو معتمد الدولہ کا رفیق تھا
جسکی دل شکنی و آزردگی معتمد الدولہ کو منظور نہ تھی اسلیئے اُنھون نے وہ چال چلی کہ جس سے شاہزادے کو
ہنگا سے دستبردار ہونا پڑا عرض کیا کہ بدون اطلاع بادشاہ کے غلام کی طاقت نہین کہ
ایسے کام کر سکے اور بادشاہ یہ دونوں رکیک امر قبول نکرینگے اگر ان میں سے ایک بات کی
نسبت ارشاد ہو تو اگرچہ اُس کا سرانجام بھی مشکل ہے مگر بہرصورت عرض کر کے اُسکی درستی
کیجائیگی چونکہ ملکۂ زمانی سے انکو کمال محبت تھی اور حرم محترم مین داخل کر لیا تھا اُسکی جانب کو
ترجیح دی اور رقاصہ سے دستبردار ہوے اور معتمد الدولہ کے فریب سے آگاہ ہوکر درد
بھرے ہوے دل کے ساتھ حسن باغ کو تشریف لے گئے مگر محل سے نکلکر بیرجیک کے باغ میں
معتمد الدولہ کے فریب کی وجہ سے آنے سے بہت نادم اور تنگ تھے۔

بادشاہ بیگم کو چونکہ شاہزادے کے ساتھ بیحد الفت تھی چند روز کی جدائی سے نہایت
متاسف ہوگئیں ایک مالن شاہزادے کے لیے ہار پھول لیجایا کرتی تھی بیگم نے شاہزادے کے
پاس اس مالن کی معرفت یہ پیام بھیجا کہ معلوم نہین کہ ان دنوں کون سی بہتری کی بات
معتمد الدولہ کی طرف سے اپنے حق مین دیکھی جو ہمارے حقوق دیرینہ کو خیرباد کہا اور اُسکی جھوٹی
باتوں مین آکر راحت سکی محل کی ایجان عزیز اگر تمھاری بہتری وہان کے رہنے میں ہے
تو چشم ما روشن دل ما شاد لیکن دل کو اسات کا نہایت رنج ہے کہ دشمنوں کے درمیان میں
جا بیٹھے ہو اللہ تمھاری حفاظت کرے مین تو ایک بوڑھی عورت ہون مجھکو کوئی ریاست کا
دعویٰ نہ تھا جو کچھ مین نے کیا وہ تمھاری بھلائی کے لیے کیا تھا جو کچھ مجھپر گذرا وہ تمھاری

ہوا خواہی و دوستی کی وجہ سے گذرا - جائے شکایت نہین ہے جو کچھ پیش آیا قسمت کا لکھا تھا شاہزادے کو جب یہ پیام پہونچا تو آبدیدہ ہوئے اور کہلا بھیجا -
مصرعہ من ہمان بندۂ دیرینہ کہ بودم ہستم - برسین گذرین کہ آدمی معتمد الدولہ کی طرف سے پیام لاتے تھے کہ مین آپ کا غلام و خانہ زاد ہون اگر میری خطا معاف کیجائے تو ندامت کو سعادت دارین جانکر ایسی جان فشانی کرونگا کہ یادگار زمانہ رہیگی اور حضور کو کیفیت خادمیت و مخدومیت کی ثابت ہو جائیگی اور آپ پر یہ بھی بخوبی روشن ہے کہ تکلیف اخراجات سے میری طاقت طاق ہوگئی تھی اور اُسکی بیداد سے میرے نوکر چاکر تنگ آگئے تھے ناچار یہ کام کیا اگرچہ یہ امر سبک تھا لیکن اس بدباطن کے دل کا حال بدون اصلاح ظاہری کے معلوم ہونا ناممکن تھا محض اس مصلحت کی وجہ سے آپکی مفارقت گوارا کی گئی ہے جب سے مین آپ سے جدا ہو کر یہان آیا ہون سوائے نفاق کے کچھ اور اُسکی طرف سے ظہور مین نہین آیا - الحمد للہ کہ اب مین نے حجت تمام کردی اور دروغ گو کو مکان تک پہونچادیا - اور حاشا کہ آپکی طرف سے ارادت مین کوئی قصور و فتور نہین ہوا ہے - بلکہ پانچون وقت کی نماز کے بعد دعا کرتا ہون کہ اللہ آپ کا سایہ میرے سر پر ہمیشہ برقرار رکھے - مالن جب یہ جواب لیکر بادشاہ بیگم کے پاس گئی تو اُسکے دوسرے دن انھون نے شاہزادے کے پاس یہ پیام بھیجا کہ اگر وہان کے رہنے مین اپنا مطلب حاصل ہوتا دیکھو تو وہان رہنا چاہیئے ورنہ ایکدم کی مفارقت ایکسال کے برابر ہے جلد یہان آجانا چاہیے اب جدائی کی تاب نہین ہے - شاہزادے یہ پیام پہونچتے ہی دوپہر کے وقت محل مین چلے آئے اور اسوقت سے غازی الدین حیدر کے مرنے تک دربار مین نہ گئے اور سرکار شاہی سے بھی شاہزادے کے لیے کہین آنے جانیکی ممانعت کا حکم نافذ ہوا یہانتک کہ جب لارڈ ایمہرسٹ گورنر جنرل

آئے تو ولی عہد اس دربار سے محروم تھے ایکبار بادشاہ نے ولی عہد کو حکم دیا کہ نماز عید الفطر کے لیے عیدگاہ کو جائین مگر وہ نہ گئے[۱]

لارڈ ام ہرسٹ کا ورود

صاحبزادہ سید کریم اللہ خان خلف نواب سید فیض اللہ خان بہادر والی رامپور سیر کریمی مین واقعات ۱۲۴۲ ہجری مین لکھتے ہین کہ مجھ سے بنارس کے بڑے صاحب نے بیان کیا کہ شاہ اودھ نے لارڈ ام ہرسٹ صاحب گورنر جنرل کی ملاقات کے وقت ایک تلوار بہت نادر کہ جسکا قبضہ اور ساز بیش قیمت جواہرات سے مرصع تھا اور نہایت قیمتی جواہرات کی مالا جو عجیب چیز تھی سوائے دوسرے تحائف کے گورنر جنرل کو دی اور ولی عہد سلطنت نصیر الدین حیدر استقبال کے لیے نہ گئے اور نہ اُسوقت گئے جبکہ گورنر جنرل شاہ اودھ سے محلات مین ملنے کو آئے (بنارس کے بڑے صاحب کو اندرونی معاملات کی کیا خبر تھی شاہزادے صاحب بادشاہ کے حکم سے شرکت رسم استقبال و دربار سے محروم رہے تھے) مگر جب گورنر جنرل نے رزیڈنسی مین بادشاہ کی دعوت کی تو باپ کے ساتھ ولی عہد بھی گئے اور معتمد الدولہ کی طرف سے پشت کر کے بیٹھے معتمد الدولہ کا ارادہ تھا کہ اگر شاہزادے لطف التفات فرمادین تو سلام کریں مگر اُنھون نے کچھ التفات نکیا لکھنؤ مین گورنر جنرل کی رونق افروزی کے وقت وہان کے آدمیون نے ۱۲ سو استغاثے کی عرضیان گورنر جنرل کو دین لیکن اُنھوں نے بادشاہ کے پاس خاطر سے کسی کو کچھ جواب نہ دیا - دوسری جگہ یونکہ ہر ایک عرضی پر جداگانہ حکم لکھوایا -

---

[۱] دیکھو منتخب التواریخ قلمی ولیدیر ۱۲

اور رکیٹ صاحب رزیڈنٹ لکھنؤ نے غازی الدین حیدر کے بھائی حسین علی خان کی عرضی جو اُنکے نام کے خط کے ساتھ آئی تھی بادشاہ کی خدمت مین بھیجی تو بادشاہ نے واپس کرکے جوابدیا کہ مین بھائی حسین علی خان کی عرضی نہ لونگا (انتہی)

مناجان کی پیدائش اور بادشاہ بیگم کا یہ مشہور کرنا کہ وہ نصیرالدین حیدر کے نطفے سے ہے معتمدالدولہ کا بیگم کی دھول اُڑانے مین کسر باقی نہ رکھنا اور انجام کار مناجان کا ولی عہد کے نطفے سے ثابت نہ ہونا

بادشاہ بیگم کی ایک خواص کا نام سکھ چین تھا صاحبزادگی کے زمانے سے نصیرالدین حیدر کی صحبت مین رہتی تھی بہت خوبصورت تھی کوئی سو بار سے زیادہ صاحب عالم کی ہم بستری سے مشرف ہوئی تھی ایکبار حیض کے ایام ٹل گئے اور معلوم ہوا کہ اُسکو حمل ہے سات مہینے اس حمل کو گذرے موافق دستور ہندوستان کے نہایت خوشی کی گئی اور حمل کی یہ خبر دور دور پھیل گئی معتمدالدولہ کو بیگم اور نصیرالدین حیدر سے قلبی عداوت تھی انھون نے اس حمل کی تحقیقات شروع کی حقیقت مین یہ حمل نہ تھا ریاحی مرض تھا ریاح دفع ہوکر پیٹ پیٹلا پڑگیا حالانکہ مرض کے درمیان مین خون حیض بند تھا پیٹ مین بچے کی سی حرکت معلوم ہوتی تھی چھاتیون سے دودھ نکلتا تھا ریاح کے نکلتے ہی یہ سب باتین مٹ گئین بادشاہ بیگم کو اطلاع ہونے پر بہت رنج وندامت ہوئی کہ تمام مین یہ خبر پھیلی اور بادشاہ تک پہونچی اور انجام یہ ہوا اُن بیگمات کے سامنے بھی خجل ہونا پڑیگا جو حمل کے دنون مین خوشی کی رسمون مین آئی تھین بیگم نے خیال کیا کہ معتمدالدولہ

دشمن گھات مین ہے وہ بہت ضیحت کریگا اسلیے انھون نے یہ فکر کی کہ حمل کا پردہ ہی نہ اُٹھے اسلیے کسی بچے کی تلاش مین مصروف ہوئین جس زمانے مین کہ سکھ چین کو خون آنے لگا ایک دھوبن کے بچہ پیدا ہوا تھا اسکو منگالیا اور سکھ چین کے دردزہ کے شروع ہونے کی خبر اُڑا کر بچے کو خون سے آلودہ کرکے نہایت احتیاط سے سکھ چین کے پاس لٹا کر صداے مبارکباد اور تہنیت کے وہ تمام مراسم جو ولادت پسر کے موقع پر مرسوم ہین ادا کرلئے یہ واقعہ ۵ ذیحجہ ۱۲۳۵ ہجری مطابق ۱۴ ستمبر ۱۸۲۰ء پہر دن رہے کے وقت کا ہے پرستاران محل نے اُس بچے کو غسل دیکر چار گھڑی دن رہے بادشاہ بیگم کی آغوش مین دیا اسکا نام محمد مہدی اور لقب رفیع الدین حیدر اور عرف منا جان ہوا اور سکھ چین کا خطاب افضل محل ہوا۔ معتمد الدولہ کو پہلے سے اُن دائیون نے جو بادشاہ بیگم سے حمل ہونے کا حال بیان کرتی تھین مرض ریاحی کی کیفیت بتادی تھی معتمد الدولہ نے بچہ پیدا ہونے کی خبر سنکر اُن دائیوں کو بلوا کر اصرار کے ساتھ اقرار کرالیا تھا کہ یہ بچہ خاص مذکورہ کے بطن سے نہین ہے اور تمام ماجرا بادشاہ سے عرض کر دیا تھا بادشاہ بیگم نے نصیر الدین حیدر کو اُس لڑکے کی پیدائش کی نذر کے لیے بادشاہ کی خدمت مین بھیجا امرت لال اور فتح علی خان عرض بیگیون اور عبد الکریم داروغۂ دیوانخانہ نے عرض کیا کہ آپ کی باریابی کے لیے حضور کا حکم نہین ناچار ولی عہد بے نیل مقصود واپس ہوے اور دوسرے دن بادشاہ نے امرت لال عرض بیگی سے حال معلوم کرکے اُن سپاہیون اور افسرون کو جن کے پہرہ دن مین سے صاحب عالم آئے تھے موقوف کر دیا۔ جان منکٹس صاحب رزیڈنٹ تھے انھون نے جب یہ ماجرا سُنا تو خیال کیا کہ یہ صورت بادشاہ کی طرف سے محض اس وجہ سے وقوع میں آئی ہوگی کہ ہمین اور ولی عہد مین ملال ہے۔ چنانچہ اُنھون نے بادشاہ سے ملاقات کرکے کہا

سالہ دیکھو منتخب ۱۲

کہ حضور نے مجھکو ولادت فرزند کی خبر کیون ندی تاکہ تہنیت کے مراسم بجالاتا بادشاہ
اس بات سے دل مین کبیدہ ہوئے اور بظاہر ایسی بے پروائی کی کہ گویا صاحب کی بات کا
مطلب آپکے ذہن مین نہین آیا اور تجاہل کی راہ سے فرمایا کہ مین نے کونسی بات کی آپکو خبر
ندی صاحب نے کہا کہ ہم نے سُنا ہے کہ ولی عہد بہادر کے محل مین بیٹا پیدا ہوا ہے یہ خبر مجھکو
صبح کے وقت پہونچی تھی اور ادائے تہنیت کا منتظر تھا۔ بادشاہ نے تھوڑی دیر سکوت
کرکے فرمایا کہ اسباب مین گفتگو نامناسب ہے اس جواب سے رزیڈنٹ متحیر ہوئے اور کہنے
لگے کہ مجھکو حضور کے پوتے کی پیدائش کی خبر پہونچی تھی اور یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ ولی عہد بہادر
نذر کو گئے اور بے نیل مرام واپس ہوئے اور پھر سپاہیان متعینہ دروازہ برطرف کردیے گئے
کیا یہ بات سچ ہے یا جھوٹ بادشاہ نے جواب دیا کہ شام کو ولی عہد بہادر مع خاص برداروں کے
زبردستی حاضر ہونا چاہتے تھے اور لڑکا دن مین پیدا ہوا تھا اگر فی الحقیقت ہمارا اصلی پوتا ہوتا
اور وارث حقیقی ہوتا تو ہم پہلے اس سے سازوسامان جشن اور ادائے لوازم تہنیت کے لیے
برضا و رغبت حکم دیتے لیکن اس معاملے مین ہر طرح جعل و فریب ہوا ہے اور حقیقت مین
یہ بچہ دھوبن کا ہے کہ ۲۵ روز سے اُسکو محل مین لے گئے ہین۔ رزیڈنٹ نے فہم و فراست
کی راہ سے کہا کہ مبادا یہ بات معاندین و مخالفین نے مشہور کردی ہو بادشاہ نے فرمایا کہ ہم نے
اسکو خوب تحقیق کرلیا ہے پھر رزیڈنٹ نے کہا کہ یہ امر بہت مشکل ہے کہ ولی عہد بہادر ایسا
فریب کھاتے اور حقیقت اُن سے مخفی رہتی۔ بادشاہ نے فرمایا کہ اُس بیچارے کو کیا سمجھ
ہے یہ تمام چالاکی بادشاہ بیگم کی طرف سے ہے اور وہ بیچارہ بسبب کم عمری اور بے عقلی
کے کیا سمجھ سکتا ہے رزیڈنٹ نے کہا کہ حضور سابق مین شکایت کرتے تھے کہ ولی عہد بہادر کی
عورتوں کے ساتھ صحبت اور اختلاط رکھتے ہین۔ چنانچہ بعض اُن مین سے حاملہ بھی ہوگئی ہین

بادشاہ نے فرمایا کہ بچہ پیدا ہونے کی امید ۲۵ ماہ کے بعد ظہور مین آئی ہے۔ بعد اسکے رزیڈنٹ نے بات کو طول دینا مناسب نہ سمجھا اور اس سے ۱۵ ماہ قبل بادشاہ کی زبانی رزیڈنٹ کو معلوم ہوا تھا کہ ولی عہد بہادر کے یہاں بچہ پیدا ہونے کو ہے لیکن بعد اسکے کوئی خبر بچہ پیدا ہونے کی معلوم ہوئی تھی اور ایک اخبار نویس نے رزیڈنٹ کو خبر دی تھی کہ بادشاہ بیگم نے چار عورتین از قوم سادات ولی عہد کی صحبت مین رکھی ہین اور جو طفل کہ اب پیدا ہوا ہے ان کین سے ایک عورت کے بطن سے ہے۔ رزیڈنٹ نے یہ تمام حال گورنر جنرل کو لکھا کہ ولی عہد بہادر تو ولدیت کے مقر ہین مگر بادشاہ انکار کرتے ہیں اور بادشاہ کے قول کی تحقیق مشکل ہے کہ فرماتے ہیں کہ نصیرالدین حیدر طفل مذکور کے باپ نہین ہیں اور سب سے زیادہ مشکل جانبین کے دوستوں اور دشمنوں کی غرض کا ادراک ہے ۷ ۔ اکتوبر ۱۸۲۳ء کو گورنر جنرل کا جواب طامس مٹکاف صاحب سکرٹری دفتر سفارت کے ذریعہ سے یوں پہونچا کہ آپکی تحریر مرقومہ ۱۹ ستمبر سنہ حال سے معلوم ہوا کہ ولی عہد کے مکان مین ایک لڑکا پیدا ہوا ہے جسکو بادشاہ تسلیم نہین کرتے اس امر کی تحقیق ضرور ہے تاکہ آیندہ کوئی دقت امور سلطنت مین پیش نہ آئے اور تکرار واقع نہو اسلیئے مناسب ہے کہ اب اچھی طرح طفل مذکور کے نسب کی بابت تحقیقات کریں کہ فی الحقیقۃ ولی عہد کا نطفہ ہے یا نہین اور نواب گورنر جنرل امید رکھتے ہین کہ جناب بادشاہ اودھ ایسے امر نازک مین ایسے اشتباہ کا رفع کرنا اور اُسکی تحقیقات ضروری جانینگے رزیڈنٹ نے اس خیال سے کہ بادشاہ اپنی زبان سے اس لڑکے کو دھوبی کا بچہ بتلاتے ہیں اور عوام مین بھی یہ مشہور ہے کہ ایک حاملہ دھوبن مدت سے غائب ہے یہ مناسب جانا کہ اُسکے شوہر کے اظہار لیے جائیں مگر اسوجہ سے کہ مبادا خبر پاتے ہی آدمی دھوبی سے ملکر جلسازی کرین اپنے میرمنشی کو حکم دیا کہ تم اپنے یہان اُس دھوبی کو نوکر رکھ لو بعد اُسکے اُسکے

اظہار لوائے اور بادشاہ سے ملاقات کے وقت ایک پرچہ پیام متضمن ضرورت تحقیق نسب طفل مذکور کہ مبادا انجام کو معاملۂ ریاست مین تکرار پیش آئے بادشاہ کے حوالے کرکے زبانی کہا کہ ایسے امر نازک مین عتاب اور خفگی دل سے دور کرکے اسکا جواب اسطرح تحریر فرمائین کہ اب اور آیندہ اشتباہ باقی نہ رہے اور سب سے یہ بہتر ہے کہ جناب والا خود محل مین تشریف لیجا کر اس لڑکے کو بچشم خود ملاحظہ کرلین مگر بادشاہ نے محل مین جانا قبول نکیا اور فرمانے لگے کہ اگر فی الحقیقہ میرا لوتا ہوتا تو اس سے بہتر اور خوشتر کیا تھا۔ لیکن وہ اصل مین میرا پوتا نہین ہے اور بادشاہ بیگم نے اسکی ولادت کے وقت حسب دستور مستمرہ کیلیے ہمارے خاندانکی بیگمات کو جمع نکیا مگر رزیڈنٹ کی طرف سے بہت تاکید ہوئی کہ اس معاملے کی پوری پوری تحقیقات کیجائے اسلیے بادشاہ نے دائی کو تلاش کرایا اور اسباب مین ایک خط بادشاہ بیگم کو لکھا اسی اثنا مین اخبار نویس نے رزیڈنٹ کو اطلاع دی کہ ۲۵ جمادی الآخری ۱۲۳۲؁ہجری مطابق ۱۳ مئی ۱۸۱۷؁ء کو جناب بادشاہ اودھ نے تین عورتین منتظم الدولہ حکیم مہدی علی خان کی پیش کی ہوئین معرفت میمنت خواجہ سرا کے بادشاہ بیگم کو عطا کی تھین ان مین سے دو مرگئین ایک زندہ ہے اور وہی اُس بچہ کی مان ہے اور اُسکا خطاب افضل محل ہے اور وہ خود طفل کو دودھ پلاتی ہے ولی عہد بہادر اور بادشاہ بیگم کہتی ہین کہ اگر بادشاہ کا دل چاہے تو خود آکر لڑکے اور اُسکی مان کو ملاحظہ کرلین دھوبی کا نام پیرا تھا اُسنے اپنے اظہارون مین بیان کیا کہ میری زوجہ مینا نام جسکی عمر سترہ سال کی اور آٹھ ماہ کا حمل تھا ۷ ذیقعدہ ۱۲۳۵؁ہجری مطابق ۱۷۔ اگست ۱۸۲۰؁ء کو دن کے ساڑھے دس بجے پرورش علی کے گھر کپڑے لیکر گئی تھی وہان سے غائب ہوگئی۔ دوپہر کے وقت مسماۃ مینا کٹنی میرے گھر آئی اور میری زوجہ کا حال پوچھا میری ساس نے کہا کہ وہ پرورش علی کے گھر کپڑے لیکر گئی ہے مینا چلی گئی مین نے شام تک اُسکا انتظار کیا بعد اسکے پرورش علی کے گھر پر گیا اُس نے کہا کہ وہ

اُسیوقت میرے گھر سے چلی گئی تھی چونکہ مجھکو بعض آدمیونکی زبانی یہ بات معلوم ہوئی تھی کہ پردھنا علی کی شرکت سے مِنّا کٹنی نے اُسکو فروخت کردیا اسلیئے مَیں کٹنی کے گھر پر گیا اُس کے بیٹے نے کہا کہ وہ دو دن سے مکان پر نہیں آئی ہے آخر تیسرے دن مین نے اُسکو پایا اور کوتوال کے پاس لیگیا اور تمام حال ظاہر کرکے گرفتار کرادیا چار دن کے بعد اُس کٹنی نے عورت کے حاضر کرنے کا اقرار کیا اُسکی ضمانت لیکر کوتوال نے چھوڑدیا بعد اسکے میری ساس نے نالش کی تو پھر معتمدالدولہ نے اُس کٹنی کو پکڑواکر کوتوال کے پاس بھیجدیا وہان قید ہوگئی اور معتمدالدولہ نے میری زوجہ کو تلاش کرنے کے لیے حکم تاکیدی صادر کیا کوتوال نے نہایت تخویف وتہدید کی مگر کچھ مفید ہوا آخر کار مجھکو کہا کہ وہ رنگ محل مین ہے اور وہاں کوتوالی کا حکم نہیں چلتا میں نا امید اور مایوس ہوگیا اور کٹنی بھی جو تھی بحرم کور رہا ہوگئی اور مجھکو بہت سے معتمد آدمیونکی زبانی معلوم ہوا کہ میری زوجہ رنگ محل مین ڈیڑھ سو روپے کو فروخت کردیگئی ہے رزیڈنٹ نے بادشاہ کی شرح ملاقات اور دھوبی کا اظہار گورنر جنرل کے پاس بھیجدیا بعدہ عہد قائم مقامی فیلکس السٹ ریٹر صاحب مین ایکدن بادشاہ نے محسن الدولہ سے فرمایا کہ تمھارے ماموں یعنی نصیرالدین حیدر ہمارے بچے کو کہ پانوٗں مین چوٹ لگ گئی ہے کیوں نہیں آتے محسن الدولہ نے عرض کیا کہ حکم عالی کے منتظر ہین ارشاد ہوا کہ ابھی جاکر ہماری طرف سے کہو کہ اپنے بیٹے کو ہمراہ لیکر آئین - محسن الدولہ نے جاکر بادشاہ بیگم سے کہا انھون نے ولی عہد کو مع فرزند مسطور بادشاہ کے حضور میں بھیجا ولی عہد نے بادشاہ کے قدمون پر سر رکھدیا بادشاہ نے اُن کا سر اُٹھاکر گلے سے لگایا اور شفقت پدری کے جوش مین آکر خوب روئے اور بچے کو گود میں لیا اور لحظہ کے بعد ولی عہد کو مع اُس بچے کے خلعت دیکر رخصت کیا قائم مقام رزیڈنٹ نے گورنر جنرل کو یہ ساری کیفیت ۱۰ - اپریل سنہ ۱۸۲۱ع کو لکھ بھیجی اس بچے کے نسب کے باب مین دوسرے لوگوں کے معتمدالدولہ نے اظہار لوائے تو

پرورش علی خان عرف چھوٹے خان اور مرزا عنایت علی اور شیخ ضیاء اللہ کے بیانات سے ثابت
ہوا کہ مسماۃ منا دھوبن حاملہ بادشاہ بیگم کے محل مین گئی تھی اور اُس کے جانے سے پندرہ سولہ
دن کے بعد محل مین بچہ پیدا ہونے کی خبر سننے مین آئی اور مہتاب دائی نے اپنے اظہارون مین بیان کیا
کہ سکھ چین خواص کا پیٹ مین نے بادشاہ بیگم کے حکم سے خوب دیکھا مگر حمل کے آثار نہ پائے اور نواتی خانم
مغلانی ملازم بادشاہ بیگم نے بھی کہا کہ منا جان سکھ چین کے شکم سے نہین سکھ چین کو کبھی حمل ہی نہین
رہا معتمد الدولہ نے رزیڈنسی کے دفتر کو اسطرح کیفیت لکھی کہ جب بادشاہ بیگم نے بادشاہ سے ظاہر کیا
کہ سکھ چین نصیر الدین حیدر سے حاملہ ہے تو بادشاہ نے تھوڑی دیر سکوت کرنے کے بعد فرمایا کس لیے
کنیز کو شاہزادے کے پاس بھیجا ہماری خواہش اور نیز نواب گورنر جنرل کی مرضی یہ تھی کہ کسی خاندان
عالیشان مین بیاہے جاتے تاکہ فرزند صحیح النسب پیدا ہوتا آخر الامر بادشاہ نے نو مہینے تک انتظار
کیا جبکہ بچہ پیدا نہوا تو بیگم صاحبہ کے قریب کو پاکر پیام دیا کہ اسقدر دیر ولادت مین ہونا
مقام تعجب ہے بادشاہ بیگم نے جواب دیا کہ بچہ پیٹ مین تو موجود ہے لیکن جنات و شیاطین کے
آسیب سے پیدا نہین ہوسکتا اس بات سے بادشاہ کو زیادہ شبہ ہوا اور فرمایا کہ بچے کی پیدایش
ہماری ہمشیرہ اور پھوپھی اور دوسری بیگمات خاندان کے سامنے ہو الغرض اس وتیرے پر
۲-۵ ماہ گذرے اور بادشاہ کا تعجب روز بروز بڑھتا جاتا تھا اور انھین دنون اخبار کے
ذریعہ سے معلوم ہوا کہ محل مین زن حاملہ کی بڑی تلاش ہے متعاقب اُسی کے اخبار سے دریافت ہوا
کہ ایک حاملہ دھوبن ملازم منشی محمد باقر غائب ہے اس حال کے دریافت ہونے سے بادشاہ نے
مکرر حکم دیا کہ جب سکھ چین کے بچہ پیدا ہو تو بیگمات خاندان کو اُسوقت بلالیا جائے اُن کے سامنے
ولادت واقع ہو بعد چند روز کے ناگہان حضور کو خبر پہونچی کہ بیٹا پیدا ہوا اور ولی عہد قریب کی
راہ سے نذر گذراننے اور شلک سلامی کی اجازت حاصل کرنے کے لیے آتے ہین بادشاہ نے

آزردگی کے ساتھ فرمایا کہ اگر وہ لڑکا میرے بیٹے کا ہوتا تو رسم شلک عمل میں آتی ولی عہد
حاضری کی اجازت پاکرے نیل مقصود لوٹ گئے۔ چونکہ بادشاہ بیگم نے بادشاہ کے
حکم کے مطابق بادشاہ کی بہن اور پھوپھی کو ولادت کے وقت شریک نہ کیا تھا۔ اور
نسیم خواجہ سرا نے بھی بیان کیا تھا کہ اس طفل کے ولی عہد کے نطفے سے ہونے پر اعتماد نہین
اور دائی نے بھی ظاہر کیا تھا کہ تمام کام مین جعل ہے اور خداوند سلطان وقت کے
سامنے غلط بات نکہونگی میرے سامنے بچہ پیدا نہین ہوا بلکہ جنا ہوا بچہ میرے سامنے
لائے اور کہا کہ اسکی ناف کاٹ دے مین نے ناف کاٹ دی مجھکو ایکہزار روپے
دیے اور مسماۃ سکہ چین مین ذرا بھی جننے کے آثار نہین پائے جاتے اس لیے بادشاہ
نے یہ تمام کیفیت تحقیقات کی جان منگمری صاحب رزیڈنٹ سابق سے بیان کردی
تھی چند مدت کے بعد ولی عہد اور محسن الدولہ لڑکے کو کسی عورت کے ہاتھ مین لیکر بادشاہ
کے پاس آئے حضور نے خشم و غضب کی وجہ سے اسکی صورت نہ دیکھی۔ اور میری (معتمد الدولہ
کی) وساطت سے رزیڈنٹ کو خبر دی۔ رزیڈنٹ نے کہا کہ مین نے سنا ہے کہ بادشاہ نے
اس لڑکے کو گود مین لیا تھا بادشاہ نے رزیڈنٹ کا یہ قول سنا تو نہایت مکدر ہوئے
اور انکو کہلا بھیجا کہ کسی نے آپکو یہ خبر فریب کی راہ سے دی ہے اگر وہ ہمارے بیٹے کا
بیٹا ہوتا تو ہم اسکو گود مین لیتے اور طلکس اسسٹنٹ ریذیڈنٹ صاحب قائم مقام رزیڈنٹ اور
رکنس (رکیٹ) صاحب رزیڈنٹ سابق سے بھی بادشاہ نے روبرو فرمایا تھا کہ
کبھی نصیر الدین حیدر سے کوئی بچہ پیدا نہین ہوا۔ لازم ہے کہ اس خاندان کی ریاست
اس خاندان کے وارثو کو دیجائے نہ غیر کے ہاتھون مین۔ جبکہ بیگم صاحبہ کی طرف سے
یہ بات مشتہر ہوئی تھی کہ سکہ چین ولی عہد سے حاملہ ہے تو شکر بادشاہ نے ایک

یونانی حکیم اور ایک انگریز ڈاکٹر اپنے ملازم اور ایک دوسرے ڈاکٹر کو کہ نووارد تھا اس امر کی تحقیق کے لیے بیگم صاحبہ کے محل مین بھیجا تھا مگر اُنھون نے تحقیق نکرنے دیا اور یہ خبر چار سال تک مشہور رہی لیکن کوئی بچہ پیدا نہوا[ل۱]۔

محتشم خانی کا مؤلف کہتا ہے کہ مجھکو سفیر کے منشی باقر کی زبانی معلوم ہوا کہ ہمارے دفتر مین جو تحقیقات ہوکر کاغذات آئے ہین ان سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ بچہ صاحب عالم کے نطفے سے نہین ایک دھوبن کے پیٹ سے ہے یہی تحریر دفتر رزیڈنٹی مین داخل کی گئی ہے وہ دھوبن معتمد الدولہ کے اخراج تک کوٹھی نور بخش مین قید تھی۔

معتمد الدولہ کی ترغیب سے غازی الدین حیدر کا دو عیسائی عورتون سے نکاح کرکے اُن کو خطاب و جاگیر دینا

بادشاہ کے دل مین بادشاہ بیگم کی مفارقت سے خار الم کھٹکتا تھا معتمد الدولہ نے اُسکے رفع کرنے کے واسطے یہ تجویز نکالی کہ ایک خوبصورت عورت جو ایک انگریز کے نطفے سے ایک ہندوستانی عورت کے بطن سے پیدا ہوئی تھی اور اُسکو مرزا حاجی کانپور سے اپنے ساتھ لائے تھے بادشاہ کے ساتھ منعقد کی بادشاہ نے رنگ محل خطاب دیا اور مبارک محل نام مشہور ہوا۔ دس ہزار روپے ماہوار کی جاگیر اُسکے لیے مقرر کی۔ بادشاہ نے یکم محرم سنہ ۱۲۴۱ ہجری کو جو گورنمنٹ انگریزی کو ایک کروڑ روپیہ قرض دیا تو اُسکے سود مین سے دس ہزار روپیہ ماہوار کا وثیقہ مبارک محل کے نام پر مقرر کر دیا اور یہ قرار پایا کہ یہ روپیہ زندگی بھر مبارک محل کو ملے اور اُسکی وفات کے بعد ایک تہائی روپیہ جسکے نام یا جس کام کے واسطے

ل۱ دیکھو وقائع دلپذیر ۱۲

وہ وصیت کر جائے دیا جائے اور دو تہائی باقی اور جسقدر بعد خرچ حسب وصیت نامہ تہائی اول سے باقی رہے یا اگر وہ کچھ وصیت نہ کر جائے تو وہ ایک تہائی بھی اس مین شامل ہوکر سب روپے کے دو حصے ہون ایک حصہ نجف اشرف مین دیا جائے اور دوسرا حصہ کربلا مین امام باڑہ اور مجاورون کے لیے یا اُن شخصوں کے لیے جو بادشاہ کی جانب سے مہتمم ہون دیا جائے تاکہ بادشاہ کو اُسکا ثواب نصیب ہو۔ اور یہی شرط سلطان مریم بیگم کے وثیقہ مین تھی مبارک محل کی اصل وحقیقت اسطرح سے ہے کہ یہ عورت کرنیل عیش کے لطفے سے مساۃ جمیا کے بطن سے پیدا ہوئی تھی کرنیل عیش کا بنگلہ کانپور مین اسی کے نام سے مشہور تھا جب یہ کرنیل ولایت کو چلا گیا تو یہ لڑکی اسکول مین لڑکونکے ساتھ پڑھنے کو جایا کرتی تھی مذہب عیسائی تھا جب غازی الدین حیدر نے تعلیم وتلقین فرمایا تو صدق دل سے ایمان لائی۔ یہ عورت فی الحقیقۃ بہت حسین تھی اور ذی ہمت اور سیر چشم بھی تھی کئی ہزار آدمی اسکی بدولت پرورش پاتے تھے۔ اسکی سرکار مین سیاہ وسفید کا اختیار حکیم سندہ رضا خان کو تھا اس بیگم نے واجد علی شاہ کے عہد مین انتقال کیا۔ موت سے کچھ دنوں قبل سے علیل تھی ایکدن باغ سے آمونکی ڈالی آئی تھی اُسمین سے کئی آم رات کو کھائے مزاج کچھ برہم ہوا حکیم صاحب نے مواق معمول دوا بھی اُسے کھایا پھر استفراغ کیا آخر کار شب ہشتم ماہ شعبان ۱۲۶۵ ہجری کی مطابق ۳ جون ۱۸۴۹ء کو شنبہ کے دن انتقال کیا امام باڑہ نجف مین غازی الدین حیدر اپنے شوہر کے ہم پہلو دفن ہوئی۔ پشمینہ اور جواہرات مبارک محل کے پاس مشہور تھا کار زندگی حیات سے کچھ اُسکا پتا نہ لگا۔

مبارک محل سے نکاح کر لینے کے بعد بادشاہ نے ڈاکٹر شارٹ کا سل بغداد کی بیٹی کے ساتھ نکاح کیا اور اُسکو نواب سلطان مریم بیگم خطاب دیا یہ بھی عیسائی مذہب اور اسی الاصل تھی

اس کی ابتدائی حالت یہ ہے کہ غازی الدین حیدر کے جلوس سے تیسرے سال اس لڑکی کی
ماں اسکو ساتھ لیکر کانپور سے لکھنؤ مین آئی اور ایک مکان کرایے پر لیکر اُس مین رہی سال بھر
تک لباس انگریزی پہنے سڑک پر کھڑے ہوکر بادشاہ کو سلام کرتی رہی جب قسمت نے یاوری
کی بادشاہ نے ایکروز آدھی رات کے بعد میر کلو خواص کو مع میانہ سواری بھیجکر بلایا اُس کی ماں
میر کلو سے کہنے لگی کہ ہم مایوس ہوکر کانپور جایا چاہتے تھے منتظر خرچ کے تھے غرض بن سنور کر
داخل کمرۂ محلسرا ے فرح بخش ہوئی حکم ہوا کہ منبر پر سے ایک قطعی تین لاکھ روپے کے زیور جواہر کی
اُٹھالے اور اُسے پہن کر ہمارے پاس آئے۔ جب بادشاہ کی صحبت سے مشرف ہو چکی تو پانچہزار
روپے دیکر رخصت کیا بعد کئی دن کے پھر رات کو طلب فرمایا دوسری قطعی زیور جواہر کی اور
دو ہزار روپے اور ہزار اشرفیاں اور تین بدرے ہر قسم کے پارچے کے عنایت ہوئے بعد
کئی دن کے بُلاکر حضرت عباسؑ کی حاضری اپنے ہاتھ سے کھلاکر مذہب اسلام تلقین کیا
اور فرمایا کہ ہم نے تمکو بیگم کیا اُس نے نذر دی پھر ایکدن جڑاؤ جوڑی ہاتھونکے کڑونکی جسکی قیمت
ایک لاکھ روپیہ تھی اور اُس مین الماس کے نگینے سفید و گلابی جڑے ہوئے تھے اور ایک
نتھ قیمتی ایک لاکھ روپے کی عنایت فرمائی - اور پانچہزار روپے ماہواری مقرر ہوا - رہنے کے
لیے محلسرا ے کی بارہ دری عنایت ہوئی اور اہتمام ڈیوڑھی اور لوازمۂ اسباب ضروری کے
لیے ظہیر الدولہ کپتان فتح علی خان کو حکم ہوا سُکھپال سواری کو ملا اس نے بھی واجد علی شاہ کے
عہد مین انتقال کیا دو برس سے کھانسی اور تپ دق مین مبتلا تھی اُسے مرض الموت جان کر
اور بخوف حاکم وقت ایک وصیت نامہ لکھکر رزیڈنٹ کے پاس بھیجدیا جسکا مضمون یہ تھا کہ مین
اصلی مذہب عیسائی پر تھی اور ہون میری ماں نے محض بطمع زر دنیا مجھے مسلمان کو دیا مین بھی
اپنی نافہمی سے مجبور تھی ہرچند بادشاہ نے مجھے اپنے مذہب کی تعلیم و تلقین کی مگر باطن مین مین

اپنے مذہب عیسائی پر مستقل رہی اسلیے میری تجویز وتکفین موافق مذہب عیسائی کے ہو
اور ایک ثلث میری تنخواہ میں میری وصیت جاری ہو بعد اس کے حسن علی خان کپتان کے
متصل امام باڑہ آغا باقر خان کرایہ پر لیکر اس میں رہی آخر کار ۷- اپریل ۱۸۴۹ء کو شت کے
وقت مرگئی اور موافق وصیت کے شاہ پیر جلیل کے ٹیلے کے متصل رومن کیتھولک کے
قبرستان میں مدفون ہوئی۔ حسب الحکم شاہی محمد الدولہ نے تعلیقہ کرکے پہرے بٹھادیے جب
کلکتے سے رزیڈنٹ کی رپورٹ کا جواب آیا تو متروکہ اسکا جو زف شارٹ کو ملا ہمر حیدر جیہ
پیام پھر اسباب میں گیا کہ اس صورت میں ساری تنخواہ وثیقہ کربلاے معلے جائے لیکن کچھ نہوا
غازی الدین حیدر کے بعد سے ایک حکیم صاحب ان بیگم کے یہان بھی بڑا اختیار رکھتے تھے

تعمیرات

مبارک منزل - یہ کوٹھی بادشاہ نے کنارہ دریا پر تعمیر کرائی تھی -
قدم رسول - یہ ایک مذہبی مقام اہل اسلام کا ایک بلند مقام پر بادشاہ نے تعمیر
کرایا تھا اور اسمین ایک سنگ پارہ رکھا تھا جو عرب سے ایک حاجی لایا تھا اُسپر آنحضرت
کے قدم کا نقش تھا غدر میں سنگ پارہ مذکور گم ہوگیا -
نجف اشرف - جو بنام شاہ نجف مشہور ہے اسکو غازی الدین حیدر نے اپنا مقبرہ
بنوایا تھا اور اسی میں دفن بھی ہوئے ہیں اس مقام کو یہ نام اسواسطے دیا گیا تھا کہ ایک مقام
کو نجف ہے جسمین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی قبر ہے اسکی نقل یہ مقبرہ بنوایا تھا بادشاہ نے
کچھ روپیہ واسطے مصارف اس مقبرے کے سرکار کمپنی میں جمع کردیا تھا جسکے سود سے خرچ
اس تعمیر کی مرمت کا اور تنخواہ عملہ مقبرہ کی ادا ہوتی ہے ۔۵

باحسن عقیدت نجف اشرف را | فرمود بنا بہ سند نواب وزیر
تاریخ مبارکش چو جستم ز عقل | ہاتف گفتا عجب نجف شد تعمیر

معتمد الدولہ کے فرزندون کے ساتھ سید عیسیٰ کی بیرحمی

سید معصوم جو حافظ رحمت خان روہیلہ والی بریلی کے پیر تھے اور سید احمد عرف شاہ جی میان کے بیٹے تھے اور سید علی بابا کی اولاد مین تھے جو سادات ترمذ سے امام زین العابدین کی نسل سے ہین سید معصوم کی اولاد اتبک بریلی مین نومحلے والے سیدونکے نام سے مشہور ہے۔

سید معصوم کا بیٹا عیسیٰ نامے دکن سے پھرتا ہوا لکھنؤ مین آیا اور معتمد الدولہ کی ملازمت سے بہرہ ور ہوکر رسوخ پیدا کیا۔ بیبا جان طوائف خوش گلوئی اور نغمہ سرائی کی وجہ سے سید عیسیٰ کی منظور نظر تھی۔ معتمد الدولہ کی اجازت سے میان عیسیٰ بیبا جان کو اپنے گھر مین بٹھا کر نکاح کرنے آمادہ ہوئے بیبا کی مان کا نام محبوبن تھا اُسکی مرضی نہ تھی اُسنے روکنا چاہا میر اسد نے جو معتمد الدولہ کا رشتہ دار تھا محبوبن سے یہ وعدہ کیا کہ معتمد الدولہ کو کہکر ممانعت کرادونگا میر اسد کی وجہ سے دونون کسبیان معتمد الدولہ کے محل مین آتی جاتی تھین وہان جاکر بیٹھ گئین اور کئی روز باہر نہ نکلین۔ سید عیسیٰ اُسپر فریفتہ تھا آمادۂ فساد ہوا۔ عید کے دن نذر پیش کرنے کے لیے دربار خاص مین پہونچا معتمد الدولہ داخل محل ہوچکے تھے۔ سید عیسیٰ مکتب خانے مین گیا وہان معتمد الدولہ کے دو لڑکے پڑھ رہے تھے اُنکو نذر دکھا کر سید عیسیٰ نے ایک کو اپنی آغوش مین لیا اور دوسرے کو اُسکے رفیق نے پکڑا اور خنجر بُران دونون نے کمرون سے نکال کر اُنکے سینونپر رکھدیے اُن بچون کا رنگ زرد ہوگیا حاضرین مکتب خانہ پریشان ہوسے لے

سید علیسی کی زبان پر یہ حرف تھا کہ اگر ان بیچاروں کی جان کی خیر منظور ہے تو معتمد الدولہ
بیباجان کو محل سے نکال دیں نہیں تو انکا کام تمام ہے ایک حشر بپا رہا ہوا اُس بچونکی جان
تلف ہونے کے خوف سے کوئی اُس سفاک ظالمون کے پاس نہ جاسکتا تھا دور سے تلوار و
بندوق دکھاتے تھے اور دونون جاریہ کہتے تھے کہ اگر کسی نے ہمپر ہاتھ ڈالا تو ہم ان دونون
بچونکو ذبح کر ڈالین گے یہانتک نوبت پہونچی کہ رزیڈنٹ کو خبر ہوئی اور وہ آئے اور مجبور ہوکر
بیباجان کو محل سے نکال کر سید علیسی کے روبرو کھڑا کر دیا۔ اور اُسکی تنخواہ کے چالیس پچاس روپے
جسکا وہ طلبگار تھا حاضر کیے۔ سید علیسی نے اُس طائف کی طرف گرم نگاہ سے دیکھکر اُسکے
سر پر تُف کیا اور دو ہزار روپے اُسکو دیکر کہا کہ ایسے ہی نامردوں کی ہمت پر ناز کرتی تھی
اور اُن لڑکونکا ہاتھ صاحب رزیڈنٹ کے ہاتھ میں دیدیا اور یہ درخواست کی کہ شرط جوانمردی
یہ ہے کہ مجھکو بے مزاحمت کانپور پہونچا دو۔ رزیڈنٹ نے کھڑے کھڑے اُسکو ہاتھی پر سوار
کرکے گنگا پار پہونچا دیا۔ لیکن صاحب جج بریلی نے اُس مجرم کو پکڑ کر قید کیا۔ اتفاقاً گورنر جنرل
جیل خانے میں قیدیوں کے ملاحظے کے لیے گیے۔ سید علیسی نے سلام کرکے عرض کیا کہ آپ قوم
نصاریٰ سے ہیں اور نام میرا عیسیٰ ہے سو یہ گرفتار عذاب ہون چونکہ یہ لطیفہ حیرت انگیز تھا
گورنر جنرل نے اُسی وقت اُسکو رہا کر دیا۔

معتمد الدولہ کے اخلاق

ملخص تاریخ اودھ میں ہے کہ اگرچہ معتمد الدولہ لیاقت اور مروت اور اور صفتون مین
بے نظیر تھے لیکن ہر کسی کو اپنی اپنی زندگی بھاری پڑی تھی غریبوں پر جو لکھے ریق ظلم
کرتے تھے تو اُنکی فریاد نہین سنتے تھے اور شہر کی بربادی بڑی بڑی عمارتون کے بنانے اور مکانوں کے

زبردستی چھین لینے سے ہوئی۔ تفضل حسین خان علامہ کے بعد کلکتے کی وکالت کا عہدہ موقوف ہو گیا تھا لیکن معتمد الدولہ نے آغاز اور انجام کو سوچ کر پہلے دیوان ولی بیگ کو اسباب کے خریدنے کے بہانے کلکتے کو روانہ کیا اُنھون نے دفتر والون سے بہت میل ملاپ کر لیا اور گورنر جنرل کے دربار عام مین جا کر کہا کہ بادشاہ کی طرف سے اسباب کے خریدنے کے واسطے کلکتے مین آیا ہون آخر مرزا اپنی نالیاقتی کے سبب لوٹ آیا ایک مدت کے بعد گورنر جنرل نے دونون سرکارون کی بہتری کے واسطے وکیل کا رہنا منظور کیا محمد خلیل الرحمٰن خان دونون سرکار کا مقبول تھا بطور وکالت مقرر ہوا معتمد الدولہ کے عہد مین مُلک مین زر ریزی بہت ہوئی چنانچہ اُس گرانی غلہ کے وقت مین بھی سرکاری آمدنی مین کچھ نقصان نہوا۔

معتمد الدولہ کا سرکار کمپنی کو اپنا حامی بنانا۔ غازی الدین حیدر کا مرض الموت مین ایک کروڑ روپے سرکار کمپنی مین جمع کر کے معتمد الدولہ وغیرہ کے لیے وثیقے مقرر کرنا

ولی عہد سلطنت نصیر الدین حیدر اور معتمد الدولہ آغا میر آپس مین سخت دشمن ہو گئے تھے گو ایک دفعہ ظاہر مین صفائی ہو گئی مگر اُنکا غبار نہ گیا آغا میر کو ولی عہد سے خوف پیدا ہوا تو اُنھون نے سرکار کمپنی کو ۱۸۲۵ء مین ضرورت کے وقت ایک کروڑ روپیہ قرض دلایا اور اسکو اپنی جان و مال کا محافظ مقرر کیا اول بادشاہ نے درخواست کی کہ اس روپے کے عوض مین کچھ مُلک سابق اُن کا واپس دیا جائے کیونکہ ۱۸۱۹ء مین گورنمنٹ نے اُنکو بادشاہ بنایا تھا اس امر مین نہایت تامل واقع ہوا کیونکہ یہ امر از حد عذر انگیز تھا کہ علاقہ یا جزو علاقہ

انگریزی چھوڑا جائے گرچونکہ گورنمنٹ کو تنگی روپیہ بوجہ طول کھینچنے جنگ رہا کے تھی اور بادشاہ کا خزانہ پر تھا اسواسطے یہ تجویز قرار پائی کہ ایک کروڑ روپیہ بادشاہ سے قرض لیا جائے اور اُس روپیہ کا سود بموجب عہدنامہ مورخہ یکم محرم ۱۲۴۱ہجری مطابق ۱۷ اگست ۱۸۲۵ء کے گورنمنٹ انگریزی نے وعدہ کیا کہ بادلے بعض وثیقوں کے دیا جائے گا اور گورنمنٹ نے یہ بھی وعدہ کیا کہ پانیدگان وثائق کی حفظ حرمت اور بہبود ہوگی اور کمپنی انکے مقبوضات مثل مکان اور باغ وغیرہ کے بھی محافظ بادشاہ اور اُنکے دشمنوں سے رہے گی گو یہ مکان و باغ وغیرہ اُنکو بادشاہ اودھ نے عطا کیے ہوں یا اُنھوں نے خود تعمیر یا خرید کیے ہوں اور جہاں اور جس شہر میں وہ ہونگے انکو وہان یہ وثیقے دیے جائیں گے اور بادشاہ اودھ کو اختیار حاصل نہوگا کہ زر اصل دوبارہ لیں یا اُسکے سود مین کچھ مداخلت کریں جب یہ عہدنامہ منعقد ہوا تو اُس زمانے مین ایم ریکیٹ صاحب ریذیڈنٹ تھے اس رقم کے سالانہ سود مین سے امام باڑۂ جدید موسوم بہ امام باڑۂ نجف اشرف کے لیے بھی روپیہ مقرر کیا گیا اور معتمدالدولہ آغامیر کے لیے بھی وثیقہ پچیس ہزار روپے ماہوار کا قرار پایا جس مین سے بیس ہزار روپیہ ماہوار تو خاص معتمدالدولہ کے نام پر تھا اور دو ہزار اُنکی بیگم کی تنخواہ ہوئی اور ایک ہزار اُن کی بیٹی عالیہ بیگم کی تنخواہ کی گئی اور دو ہزار روپے اُنکے بیٹے امین الدولہ کی تنخواہ قرار پائی اور نجگی کے لیے عہدنامے میں یہ مضمون لکھا گیا کہ یہ روپیہ ہمیشہ معتمدالدولہ اور اُنکے ورثہ کو دیا جائے گا۔ نواب کی وفات کے بعد اُنکے وصیت نامے کے بموجب اُنکے بیٹون اور بیٹیوں اور بی بیوں اور متوسلوں کو دیا جائے گا اور اگر ایسا اتفاق ہو کہ وہ وصیت نکریں تو یہ روپیہ اُنکے وارثان شرعی کو بموجب حصص شرعی مذہب اثناعشری کے دیا جائیگا اور جو روپیہ اُنکی تنخواہ میں سے اُنکی بیوی اور ایک فرزند اور دختر کے لیے اب مقرر ہے

وہ بھی ہمیشہ اُنکو اپنے معمولی حصّون کے سوا ملے گا اور جو کچھ نواب اسکے سوا اُنکو دیجائینگے وہ بھی اُنکو ہمیشہ علیحدہ ملا کریگا اور اگر نواب وصیت نکر جائین تو روپیہ کی بھی تقسیم ان تینون مین حسب حصص معینۂ شرع ہوگی۔

یہ وظیفہ معتمد الدولہ نے عجیب حرفت اور عیاری کے ساتھ مقرر کرایا جسکی تفصیل اسطرح ہے کہ جب بادشاہ کے ورم جگر اور دوسرے امراض نے استعمال شراب اور غذاہاے نامناسب کی وجہ سے طول کھینچا اور مرض الموت کی صورت پیدا ہوئی تو معتمد الدولہ نے ایکدن تازہ دام تزویر بچھایا کہ انھون نے روشن الدولہ و صمصام الدولہ و محمد علی خان و مرزا علی کو سکھا کر بادشاہ کے پاس بھیجا ایک نے یہ بات بادشاہ سے عرض کی کہ اس زمانے مین بد خواہ اولاد باپ کے مرنے کی خواہان ہوتی ہے خصوصًا شاہزادۂ نصیر الدین حیدر کو ذرا بھی حضور کے مرض کا رنج و ملال نہین دوسرے نے کہا کہ اس زمانے مین خیر خواہ نوکر نایاب ہے مگر معتمد الدولہ انتخاب ہے تیسرے نے کہا کہ معتمد الدولہ ازلی غریب و محتاج ہے لیکن بادشاہ سلامت کی عنایت نے وہ مرتبہ بخشا کہ شاہزادے آتش رشک مین جلتے ہین چوتھے نے یہ تقریر کی کہ ہم سب اہل وثائق شمار کیے جاتے ہین سد رمق موجود رکھتے ہین مگر معتمد الدولہ کے ہاتھ مین کاسہ گدائی کے سوا اور کچھ ہونا معلوم بادشاہ نے یہ تقریرین کہ جادو و افسون کا دم پھرتی تھین سُنکر ارشاد کیا کہ ہم پر بھی یہ بات روشن ہے کہ ہمارے بعد یہ شخص خراب و برباد ہو جائیگا بادشاہ نے معتمد الدولہ اور اُنکے متعلقین کے لیے پچیس ہزار روپے ماہوار کا وثیقہ مقرر کیا اور اسیطرح مبارک محل کے لیے دس ہزار روپے ماہوار کا اور سلطان مریم بیگم کے لیے پندرہ سو روپے ماہوار کا اور ممتاز محل کے لیے گیارہ سو روپے ماہوار کا اور سرفراز محل کے لیے ہزار روپے ماہوار کا اور ملازمان و متوسلان سرفراز محل کے لیے تین سو اُنتیس روپے ماہوار کا اور امام باڑۂ نجف اشرف اور اُسکے مہتمم کے لیے بھی

اُسی کروڑ روپے کے زرسود مین وثیقہ قرار دیکر کاغذ تیار کر کے مسٹر جان بیلی برادر جان بیلی سابق
رزیڈنٹ سابق کو کہ عہدۂ ڈائرکٹری پر قائم تھا بھیجکر مسٹر مورڈنٹ رکیٹ صاحب کو طلب کیا
اور اس کاغذ پر رزیڈنٹ کے دستخط کرائے اور رزیڈنٹ سے کہا کہ معتمد الدولہ پر کوئی محاسبہ مالی و
ملکی باقی نہیں ہم نے اسکو اپنا فرزند کیا ہے اسکو اہالیان کمپنی میں وثیقہ دار بنا کر آپ کے سپرد کرتے
ہین ہر رزیڈنٹ لکھنؤ کو واجب ہے کہ اُسکی عزت و توقیر کرتے رہیں اور وثیقہ دار سمجھکر تمام
آفتوں سے اپنی حمایتوں میں محفوظ رکھین اور جو شرط مبارک محل کے وثیقے میں تھی وہی
سُلطان مریم بیگم اور ممتاز محل اور سرفراز محل اور متوسلان سرفراز محل کے وثائق میں رہی
تنبیہ نصیر الدین حیدر جس عورت سے متولد ہوئے تھے ممتاز محل اُسکا بھی خطاب تھا
مگر وقائع دلپذیر سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ بیگم نے اُنکو نصیر الدین حیدر کی ولادت کے زمانے ہی
میں کہ ۱۲۱۸ھ ہجری تھے مروا ڈالا تھا۔

سال آیندہ میں پھر چوتھی مرتبہ قرض نصف کروڑ روپے کا سودی پانچ روپیہ فیصدی
سالانہ بادشاہ سے گورنمنٹ انگریزی نے لیا اور اُسکے ادا کرنے کا وعدہ دو سال کا قرار پایا
مگر قبل وفات کے ۱۸۲۷ء میں بادشاہ نے درخواست کی کہ یہ قرضہ بھی دوامی ہو جائے اور
اُسکا سود بعض وثیقہ دارونکو ملا کرے اور گورنمنٹ انگریزی اُن وثیقہ دارون کی حفظ مراتب
و سود کی ضمانت کرے مگر پہلی ضمانتونکی تعمیل میں بھی گورنمنٹ کو نہایت دقت عائد ہوتی
تھی اسواسطے یہ درخواست منظور نہیں ہوئی۔

غازی الدین حیدر کی وفات

بادشاہ کے عارضے نے یہانتک طوالت کھینچی کہ اکثر اوقات اُنکی زبان پر حسرت و یاس کے

کلمے آنے لگے اور حکیم مرزا علی معتمد الدولہ کے حکم کے خلاف شراب وغیرہ سے کہ امراض لاحقہ کو سم قاتل تھی ممانعت نکر سکتے تھے آخر کار نوبت قریب نزع کے پہونچی اور معالجے سے اب ہاتھ اُٹھا لیا گیا۔ بادشاہ بیگم ظفر الدولہ کے ایماء سے جاگیر کی سند لکھواکر نصیر الدین حیدر کو ساتھ لیکر بادشاہ کے مکان مین پہونچین امرت لال عرض بیگی نے بہت منع کیا لیکن اُنھون نے نہ مانا جو خواجہ سرا بادشاہ قریب بیٹھا تھا اُس نے بادشاہ کو ہوش مین لاکر بیگم صاحبہ کے آنے سے آگاہ کیا بادشاہ نے پاس بٹھایا بادشاہ بیگم رونے لگین بادشاہ نے اُسوقت اپنے ہوش وحواس درست کرکے ولی عہد کے ذریعہ سے اپنی مہر ظفر الدولہ سے طلب کرکے جاگیر کے کاغذ پر لگادی اس تھوڑے سے عرصے مین بادشاہ کا حال اور متغیر ہوا چھ گھڑی رات رہے ۲۷۔ ربیع الاول ۱۲۴۳ ہجری مطابق ۱۹۔ اکتوبر ۱۸۲۷ء کو دیوالی کے دن چودہ برس حکومت کرکے دنیا سے کوچ کیا اور حسب وصیت امام باڑۂ نجف مین جو اُنھین کا تعمیر کیا ہوا تھا مدفون ہوئے ۱۱۸۸ ہجری مین پیدا ہوئے تھے اس حساب سے اُنکی عمر چھپّن ۵۶ برس سے زیادہ نہ تھی خلد مکان خطاب بعد الوفات مقرر ہوا۔

یہ بادشاہ اگرچہ سخی اور نیک نیت تھا کہ سیکڑون تا کتخدا لڑکیان ہزارون روپیون کے جہیز سے بیاہ دین لیکن کاروبار سلطنت مین اُس سے محنت نہین ہو سکتی تھی اس لیے سارا اختیار معتمد الدولہ کو سونپ دیا تھا۔

تاریخ وفات بہ تعمیہ

رحلت نمود گرچہ ز دنیا شہ زمن — نوشیروان نمرد بہ نیکی چو نام یافت
تاریخ انتقال شد از پایۂ نیاز — رضوان بہ گفت جنت علیا مقام یافت

از امام بخش ناسخ

از وفات جناب شاہِ زمن — گوئیا عالمے ہلاک شدہ

دھم گردید ہمہ مادو زخ | بہشت آں جناب پاک شدہ
دیدہ ہا شد ماتمش نمناک | سینہا آہ دردناک شدہ
رفت داماں صبر از دستم | جیب صبر و شکیب چاک شدہ
گشت تاریخ مصرعہ اُستاد | اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

دیگر

گیا سیر غازی جواس دہر سے | کیا باغ جنت کو سارا ہرا
جو تاریخ مرنے کی پوچھے کوئی | تو کہدینا اُس سے کہ آغا مرا

دیگر

از وفات غازی الدین حیدر شاہ زمن | بار غم بر دل کہ می دارد نیاید در قلم
چون جہانے را بزیر بار غم ہاتف بدید | گفت سال رحلت شاہ زمن شد بار غم

اور یہ تاریخ امام بارۂ نجف اشرف میں جس جگہ غازی الدین حیدر مدفون ہیں کاغذ زرین پر بخط جلی لکھی ہے

چون رفت شہ زمن ز دنیا | ماتم دل خاص و عام گرفت
از روے بکا و آہ گفتم | حیدر بہ نجف مقام گرفت

شیخ ناسخ کی تاریخ کے الفاظ دیکھ کر آب حیات کی اُس روایت پر تعجب ہوتا ہے کہ غازی الدین حیدر کے عہد میں جب ناسخ کی تعریفوں کی آوازیں بہت بلند ہوئیں تو انھوں نے نواب معتمدالدولہ آغا میر اپنے وزیر سے کہا کہ اگر ناسخ ہمارے دربار میں آئیں اور قصیدہ سنائیں تو ہم انھیں ملک الشعرا کا خطاب دیں معتمدالدولہ کے بااخلاص شاگرد تھے جب یہ پیام پہونچایا تو اُنھوں نے مُکرکر جواب دیا کہ مرزا سلیمان شکوہ بادشاہ ہوجائیں تو وہ خطاب دیں

یا گورنمنٹ انگلشیہ خطاب دے انکا خطاب لے کر مین کیا کرونگا۔ نواب کے مزاج مین کچھ وحشت بھی تھی حسب الحکم شیخ صاحب کو نکلنا پڑا اور چند روز الہ آباد مین جاکر رہے نواب مر گئے تو پھر لکھنؤ مین آئے۔ محمد حسین آزاد جبکہ یہ جانتے تھے کہ آغا میر شیخ ناسخ کے بااخلاص شاگرد تھے اور نواب کے قابو مین بادشاہ تھے تو پھر شیخ ناسخ کے ساتھ یہ واقعہ کیسے پیش آسکتا تھا اور اگر ایسا ہو بھی جاتا تو آغا میر فوراً اصلاح کر دیتے۔ بات یہ ہے کہ منتظم الدولہ حکیم مہدی علی خان اور آغا میر مین خلاف تھا اور آغا میر کی طرفداری کی وجہ سے ناسخ نے جبکہ بادشاہ کی نظر اُنکی طرف سے پھر گئی تھی اُنکی ہجو کہی تھی جب دوبارہ دربار لکھنؤ مین اُنکو رسوخ حاصل ہوا اور آغا میر کی کمان گر گئی تو ناسخ کو لکھنؤ چھوڑنا پڑا۔ یہ واقعہ نصیر الدین حیدر کے عہد کا ہے

بادشاہ کے مخترعات اور رعب و داب اور معتمد الدولہ کو لات گھونسون اور طمانچون سے مارنے کا تذکرہ

کئی چیزین بادشاہ نے اختراع کی تھین۔ کشتیان کوئی مچھلی کی صورت اور کسی مین گھوڑے وغیرہ کی صورت بنی ہوئی نقرئی و طلائی کار تیار کرائی تھین۔ اس بادشاہ کو سواری بجرہ و سیر دریا سے بہت شوق تھا خیمہ اسطرح کا ایجاد کیا کہ بغیر طنابون اور میخون کے پل کی طرح کھڑا رہتا۔ اور ہوا سے نہ گرتا۔ شکاری حوضے اسطرح کے بنوائے کہ شکاری جس طرف متوجہ ہوا اُسی طرف حوضے کا رخ پھر جائے۔ عمارات مین روشنی کے شیشہ و آلات نصب کئے اور کھانون مین بھی طرح طرح کی ایجادین کین مثلاً نان آفتاب اور شب دیگ اور بڑی روٹی جس کا وزن دو من سے کم نہوتا میدہ اور قند سے تیار کرائی۔ اور کئی چیزونکے نام بھی تبدیل کئے ملائی کا نام بالائی رکھا۔ دہی کا نام دیہی مقرر کیا حقے کا نام حسن محفل قرار دیا لیکن آب حیات مین

لکھتا ہے کہ نواب سعادت علی خان مرحوم نے ملائی کا نام بالائی رکھا تھا۔ لکھنؤ میں عام اور دلی وغیرہ مین کم رائج ہے مگر مذاق سلیم دونوں کے لطف میں امتیاز کر سکتا ہے نواب کی نظر ٹوپی کی فلاسفی کی طرف نہ دوڑتی ورنہ بایوش کے مقابلے میں اسکو سرپوش کے لفظ سے یاد کرتے۔

معتمدالدولہ پر بادشاہ کی جو عنایات تھیں انکا حال تم نے سن لیا مگر پھر بھی یہ رعب ڈالا تھا کہ بادشاہ کے روبرو جانا انپر سخت تھا وجہ یہ کہ بادشاہ ہر وقت غیظ و غضب کی حالت میں طمانچے اور گھونسے اور لات سے اُنکی خبر لیتے رہتے تھے ایک فراش کی تنخواہ کئی مہینے سے چڑھی ہوئی تھی فقر و فاقہ کے صدمے سے اتنا کمزور ہوگیا تھا کہ ایکبار زمین پر گر پڑا بادشاہ کو جب کیفیت معلوم ہوئی تو چوبدار معتمدالدولہ کے گھر پر مامور کردیے کہ بارہ پہر تک معتمدالدولہ کے گھر مین سید رکھا بند رہا اور فی الفور اُس فراش کی تنخواہ دلوائی

بادشاہ کی ایک مؤلفہ کتاب پر ریویو

مولوی قبول محمد نے ایک کتاب علم لغت میں لکھی ہے جسکا نام ہفت قلزم ہے موی الیہ اس کتاب کو بادشاہ کی تالیف بتاتا ہے اور کہتا ہے کہ دیباچہ اسکا لکھنے کے واسطے بادشاہ نے مجھے حکم دیا بعد اُسکے لکھا ہے۔ کہ روزے بتقریبے بادشاہ میفرمودند کہ در روز اکثر از امور مالی و ملکی فراغت گرفتہ و دادستم رسیدگان و مظلوماں دادہ وحاجت جمیع حاجتمنداں برآوردہ بہ تحریر مسودہ این کتاب از شام نشستہ رمانے برخاستہ ایم کہ رسیدہ بصبح دمیدہ۔ قبول محمد کا یہ قول پایۂ صداقت سے نہایت دور ہے جس بادشاہ کے حالات ایسے ہوں وہ اور کتاب بنائے اور پھر کتاب بھی نہایت ضخیم اور وہ بھی علم لغت میں

جو بادشاہ کے مذاق سے بالکل بعید تھا ہفت قلزم جیسی ضخیم کتاب مدت دو سال مین غازی الدین حیدر جیسا شخص رات رات بھر بیٹھ کر تالیف کرلے کیسی عجیب وغریب بات ہے کہ جسکو کوئی ذیعقل جو بادشاہ کے لائف سے واقف ہے باور ہی نہین کرسکتا بہرصورت اس کتاب مین کوئی خوبی نہین صرف لغات برہان قاطع کو ترتیب قوافی کی رعایت پر جمع کردیا گیا ہے اور برہان نے جس لفظ کا حلیہ ہموزن لفظ مشہور لکھکر بتایا ہے وہان اعراب کی تشریح سے طول لاطائل کر دیا ہے اور جس لغت کا حلیہ مجہول تھا وہ بغیر تحقیق اور حوالہ کتاب کے اپنے قیاس و گمان سے لکھدیا ہے اوراس کتاب مین لغات جمع کرنے کے وقت کسی دوسری کتاب سے بہت کم مدد لی ہے کیونکہ جو تصحیفات و تحریفات برہان قاطع مین ہین اور انکی تصحیح و تنقید صاحب سراج اللغۃ وغیرہ محققین نے کی ہے وہ بعینہ ہفت قلزم مین موجود ہین اور یہ غلطیان ایسی صریح ہین جنکو اہل ایران نے بھی تسلیم کرلیا ہے چنانچہ انجمن آراے ناصری مین ان غلطیونکی تصحیح موافق تصحیح سراج اللغۃ کے کردیگئی ہے مثلاً چکاک بروزن ہلاک مین لکھا ہے کہ پیشانی کو کہتے ہین اور جو کوئی قبالہ لکھتا ہے اُسکو بھی کہتے ہین اور نگینہ کھودنے والے کو بھی بولتے ہین اور یہ بالکل غلط ہے - پیشانی کے معنے مین چکاد دال مہملہ سے لفظ فارسی ہے اور قبالہ نویس کے معنے مین صکاک صاد مہملہ سے حداد کے وزن پر عربی ہے اور نگین کھودنے والے کے معنی مین حکاک حاے حطی سے عربی ہے اور بیغا کو جو دو باے موحدہ سے طوطے کے معنے مین ہے بیغا باے موحدہ کے بعد یاے تحتانی سے لکھا ہے - اور قومس جو ایک شہر کا نام ہے قاف اور واو سے اُسکو فرمس فا اور رے سے لکھا ہے -

ہفت قلزم مین ترقی کی گئی ہے کہ برہان کی غلطیون پر اور اضافہ کیا ہے مثلاً آباویدن دال مہملہ اور دو یاے تحتانی سے ستودن اور ستودہ آمدن کے معنی مین ہے اُسکو آبارانیدن

رائے مہلہ اور نون اور یائے تحتانی سے لکھا ہے اور اس غلطی میں مؤید الفضلاء کا مؤلف بھی شریک ہے اور آسمان دره جو کہکشان کے معنی میں ہے اسکو آسران بسکون سین مہلہ و فتح رائے قرشت وسکون الف و نون سے لکھا ہے۔

جہاں قواعد فارسی کا بیان ہے وہان بھی بیحد غلطیان ہیں اور بعض جگہ ایسی فاحش غلطیاں ہیں کہ اہل علم کی زبان سے انکا صدور تعجب معلوم ہوتا ہے مثلاً کہا ہے کہ واو ترہیب راہب و مرہوب کے درمیان آتی ہے اور ڈرانے کا فائدہ دیتی ہے حالانکہ راہب و مرہوب صیغۂ اسم فاعل و مفعول رہب سے مشتق نہین ہوتے کیونکہ رہب حرف اول معلوم سے ڈرنے کے معنے مین مصدر لازم ہے اور صیغۂ مفعول لازم سے بلا تعدیہ حرف جر کے درست نہین ہوتا اسیطرح راہب ڈرانے والے کے معنی میں نہیں آتا۔

نثر عاری کی مثال مین یہ عبارت سہ سطری لکھی ہے۔ خرامیش سرو گلش فتح خنجرش ماہی دریائے ظفر حالانکہ یہ دو فقرے نثر مرجز کی مثال ہین جس مین وزن ہوتا ہے قافیہ نہین ہوتا اور نثر عاری وہ ہے جس مین نہ وزن ہو نہ قافیہ صاحب کتاب المائنہ فی اصول اللغہ نے اسکے حق مین کچھ جھوٹ نہین لکھا ہے کہ کثیر الحجم و قلیل النفع ہے اسکی غلطیاں ہمنے تفصیل وار کتاب بہج الادب مین دکھائی ہین جو زبان فارسی کے قواعد صرف و نحو میں نہایت صحیح کتاب زبان فارسی مین ہے۔

بادشاہ کے مزاج مین کچھ خبط بھی تھا

محاربۂ غدر تالیف منشی مینڈی لال میں مذکور ہے کہ غازی الدین حیدر بادشاہ کا کیا پوچھنا وہ تو ہولے خبطے مشہور ہی تھے اکثر یہ شغل فرمایا کرتے تھے کہ کوٹھے مین تماشائی

اور بعد فراغت کے جو سامنے پڑا اُس سے کہا اسکو کھا وہ یہ سنتے ہی آسمان کو تکنے لگتا تھا آخر کار معتمد الدولہ اُسکے بچانے کے واسطے اُسکے قریب ہو جاتے تھے اور آہستہ سے اُس سے کہتے تھے کہ مین تجھ سے کہون کہ مین گوہ کھاؤن گا اور تو مجھ سے کہنا کہ مین کھاؤنگا غرض اسطرح دونون باہم کہتے سنتے لڑتے جھگڑتے اُس گوہ کو معتمد الدولہ نگاہ سے پوشیدہ گومتی مین ڈالدیتے تھے وہ شخص گوہ کھانے سے بچ جاتا تھا۔

بادشاہ کی فضول خرچی۔ سپاہ۔ اور آمدنی ملک

(۱) جو روپیہ کہ نواب سعادت علی خان نے خون جگر کھا کر ہزارون تدبیرون سے جمع کیا تھا نصف سے بھی زیادہ لاأبالی مصارف۔ ناچ و رنگ اور تماشون مین کوڑیون کی طرح خرچ ہوا۔

(۲) اُنکے وقت مین سات ہزار سوار اور اکتالیس پلٹنین تلنگون اور نجیب کی علاوہ توپخانے کے تھین۔

(۳) ملخص تاریخ اودھ مین ہے کہ آمدنی ملک ایک کروڑ اسی لاکھ روپیہ تھی جب بہو بیگم کا علاقہ شامل ہوا تو ملک کی جمع بڑھ گئی۔

تذکرۂ حکومت السلطین مین لکھا ہے کہ ان کے وقت مین آمدنی ملک ایک کروڑ ایک لاکھ اسّی ہزار روپے تھی

افضل التواریخ مین لکھا ہے کہ اُنکے عہد مین علاقجات حسب تفصیل ذیل تفویض ناظمان و اہلکاران ریاست تھے۔

مرزا حاجی	محمد آفرین علی خان	مہدی علی خان منتظم الدولہ
۵۷ لاکھ روپیہ	۵۹ لاکھ روپیہ	۱۸ لاکھ روپیہ

ملعز الدولہ کپتان نجم . ن محمود شاہ وغیرہ دیہات ۱۰
۸ لاکھ روپیہ ۳۵ لاکھ روپیہ ۶۲ لاکھ روپیہ

مگر ہی کتاب میں ایک مقام پر یہ بھی لکھا ہے کہ ایک کروڑ انتالیس لاکھ پچاس ہزار روپیہ مع بیوضبطی جاگیر بہو بیگم صاحبہ کے تھی یہی صحیح معلوم ہوتا ہے۔

غازی الدین حیدر کی اولاد

(۱) مرزا نصیر الدین حیدر عرف مرزا علی حیدر مسماۃ صبح دولت المخاطب بہ ممتاز محل کے بطن سے

(۲) پوتی بیگم بطن بادشاہ بیگم سے۔ پوتی بیگم معترب لدولہ مہدی علی خان بن نواب محمد علی خان بن نواب محمد قلی خان برادر زادہ صفدر جنگ سے منعقد تھیں اور یہ بیاہ نواب سعادت علی خان نے اپنی حکومت کے ایام میں کیا تھا پوتی بیگم سے ایک بیٹا اور دو بیٹیاں پیدا ہوئیں اُن کے بیٹے نواب محسن الدولہ محسن علی خان کا بیاہ نواب نصیر الدولہ یعنی محمد علی شاہ کی بڑی بیٹی نواب سُلطان عالیہ بیگم سے ہوا تھا اُن کے کئی بیٹے عالم طفلی میں مر گئے ایک بیٹا مرزا علی قدر رہا جسکی شادی علی نقی خان وزیر واجد علی شاہ کی بیٹی سے ہوئی۔ پوتی بیگم کی بیٹیوں کے نام یہ ہیں حاجی بیگم اور وزیر بیگم اِن صاحبزادیوں کو

تاج بادشاہ پرورش کیا تھا حاجی بیگم کی شادی مرزا ابوتراب خاں بن ابوطالب خاں
معتمد الدولہ یعنی دی معتمد الدولہ مرزا ابو القاسم خاں بن مرزا ابوطالب خاں سے ہوئی
بیگم کر تھیں شرف زیارت کے بعد لکھنؤ واپس آ کر انتقال کیا اور وزیر بیگم
دلہن بیگم صاحبہ ر دوسری بعض کتابوں میں اس جگہ زہرہ بیگم لکھا ہے۔

نصیرالدین حیدر سلیمان جاہ بن غازی الدین حیدر

مرزا نصیرالدین حیدر عرف مرزا علی حیدر ۲۲- جمادی الاولی ۱۲۱۸ہجری کو سمات صبح دولت المماطلب بہ نواب ممتاز محل سے پیدا ہوئے جسکا مقبرہ جہانگیر باغ مین بنا ہے مرزا ے موصوف کی پرورش بادشاہ بیگم خاص محل نواب غازی الدین نے کی تھی باپ کی حیات مین اُنکا خطاب ابو النصر امتیاز الدولہ سلیمان جاہ صاحب عالم ولیعہد میرزا نصیرالدین حیدر بہادر اسد جنگ تھا۔

نصیرالدین حیدر کی مسند نشینی

ہم انکے حالات زیادہ محتشم خانی سے استنباط کرکے لکھینگے جسکو محتشم خان بن نواب محبت خان خلف حافظ رحمت خان نے نصیرالدین حیدر کے حالات مین لکھا ہے اور زیادہ تر اپنی چشم دید ایسی باتین بیان کی ہین جن مین سے بعض مین وہ شریک تھے کیونکہ درباری آدمی تھے جسوقت غازی الدین حیدر شاہ زمن خلد مکان کا روزنامچۂ عمر دست قضا نے طے کیا دو گھڑی رات باقی تھی کہ مسٹر مورڈنٹ رکٹس (رکیٹ) صاحب رزیڈنٹ ضروری مقامات پر پہرے کھڑے کرکے موتی محل مین پہونچے اور حسب مشورۂ معتمد الدولہ آغا میر نصیرالدین حیدر کو بلاکر پہلے یہ بات کہی کہ نواب سعادت علی خان مسند نشین ہوے تو نصف ملک گورنمنٹ انگریزی کو اس خدمت کے جلدو مین دیا اور غازی الدین حیدر نے کروڑ روپے سے سرکار کمپنی کی مدد کی آپ کیا اقرار فرماتے ہین یہ بات اپنی خیرخواہی جتانے کے لیے معتمد الدولہ نے رزیڈنٹ کو سکھادی تھی اور ادھر ولیعہد بہادر سے یہ کہہ رکھا تھا کہ قراین سے یہ معلوم ہوتا ہے

کہ ریزیڈنٹ اس قسم کا سوال کرین گے اور مین اُسوقت اپنی زبان سے جواب دینا مناسب
نہین جانتا اسلیے کہ وکیل کا یہ حق نہیں کہ موکل کے سامنے جوابدے حضور اس جواب کے ساتھ
انکو ساکت کر دین چنانچہ معتمدالدولہ نے جوجواب بتایا تھا وہ ریزیڈنٹ کو نصیرالدین حیدر نے یون
دیا کہ آصف الدولہ کے بعد مرزا وزیر علی خاں ایک غیر مستحق شخص مسند سلطنت پر متمکن تھا
اُسوقت نواب سعادت علی خاں نے ملک موروثی حاصل کرنے کے لیے ملک دیا اور غازی الدین حیدر
کے نو بھائی وارث شرعی تھے اور شمس الدولہ سلطنت کے طلبگار تھے اس آتش فتنہ کے اطفا
کے واسطے انھوں نے کروڑ روپیہ دینا قبول کیا اسیرے واسطے کہ بلا شرکت غیرے وارث
ریاست ہون اہالیان سرکار کمپنی نے کو مسالہ تازہ تجویز فرمایا بیان کیجئے تاکہ حکم آپ کی
رضاجوئی کا ظہور میں آئے صاحب ریزیڈنٹ اپنے کلام کو لطیفے میں ڈال کر ہنس دیے اور لعط
سار کیا داحلاس اورنگ سلطنت زبان پر لائے الغرض ۲۸ ربیع الاول ۱۲۴۳ھ ہجری مطابق
۲-اکتوبر ۱۸۲۷ء کو نصیرالدین حیدر نے ۲۵ سال کی عمر مین تخت سلطنت کو رونق بخشی
معتمدالدولہ نے پایۂ وزارت پر کھڑے ہوکر کسی رر نگار صاحب ریزیڈنٹ کے لیے کھوائی اور
صمصام الدولہ داہنی طرف کسی رائی مین مشغول ہوئے اور مہاراجہ میوہ رام نے بائیں طرف
چسور ہلانا شروع کیا مسیتا بیگ کوتوال نے اسات کی منادی کرائی۔ مسند نشینی سے تیسرے
دن ربیع الاول کی پہلی تاریخ سے جشن جلوس قرار پایا۔ کیونکہ مسند نشینی کے دن چاند بالکل ڈوبا ہوا
تھا سات دن برابر مسند نشینی کا جشن رہا۔

پہلے دن۔ بادشاہ لباس فاخرہ پہن کر تاج مرصع اوڑھ کر موتیوں کی حمائل جسین یاقوت
اور زمرد بھی تھے گلے میں پہن کر تخت پر بیٹھے سامنے رنڈیاں عمدہ لباس اور زیوروں سے آراستہ
ناچ رہی تھین ہر قسم کے ساز جیسے رباب - عود - پکھاوج - مردل وغیرہ موجود تھے ——

آج معتمد الدولہ نے چند اشرفیون اور روپون پر یہ بیت مسکوک کراکے نذر کیے ؎

سکہ زد بر سیم و زر از سایۂ فضل الہٰ نائب مہدی نصیر الدین حیدر پادشاہ

اور کئی مثقال سیم و زر اور ہر اقسام کے جواہرات تصدق ہوئے - فریدون بخت عرف مناجان کو خلعت ولی عہدی پہنا کر سونے کی کرسی پر بٹھایا - معززین اور رشتہ دارونکو خلعت دیے - رزیڈنٹ اور انگریزی افسرون کو ہر قسم کے کپڑون کی کشتیان - جواہر کے خوان - گوٹے کے ہار اور عطر کی شیشیان دین وہ رخصت ہوئے دوپہر تک یہ صحبت گرم رہی اس کے بعد بادشاہ محل مین گئے اور حسینی کو ملکہ زمانی بنایا اور جاگیر دی - اسکے بیٹے زینب کو کیوان جاہ کا خطاب عطا کیا اور بادشاہ بیگم کی جاگیر پر اضافہ ہوا -

دوسرے دن سردارون اور امیرونکو خلعت دیے

تیسرے دن اہلکارونکو خلعت بخشے

چوتھے دن بڑے بڑے افسران فوج نے خلعتون سے اعزاز حاصل کیا

پانچوین دن اہلکاران دفتر رزیڈنسی نے خلعت پہنے -

چھٹے دن جشن مین رزیڈنٹ شریک نہ تھے مگر سامان جشن اُسی کر و فر سے رہا

ساتوین دن ہر فرقے کے مردمان بازاری نے خلعت پائے -

قاضی محمد سعد الدین خان متوطن کاکوری نے تاریخ جلوس اسطرح لکھی ہے

آن سلیمان جاہ رونق بخش تخت سلطنت کز جلوسش باغ امید جہان گل گل شگفت
عاقل و سلطان عادل قابل و بیدار بخت وز شکوہ رعب عدلش ظلم رفت و فتنہ خفت
پیش دست جود و انعامات آن نوشیروان نام حاتم طے شدہ در پردۂ خجلت نہفت
غوطہ زد در بحر فکرش بہر تاریخ سعید در سعیبی بہ سلک تعمیہ چون دُر بسفت

رخ برآوردہ ز برقعۂ نوعروس بکر فکر | زیب تاج و تخت تاریخ جلوس او بگفت
برقعہ کا حرف اول ملاہے اس کے عدد ۲ ہیں یہ عدد الفاظ زیب تاج و تخت سے
نکالدیں تو تاریخ عیسوی پیدا ہو۔

از صاحب رائے

تخت پہ ہے جلوہ فرما بادشاہ گیتی بخش | ہیں زمین پر شاد آدم اور فلک پر مہر و ماہ
شور عشرت ہے عیاں اس مصرعۂ تاریخ سے | اب ہوا مرزا نصیر الدین حیدر بادشاہ

دیگر

بر تواے بادشہ قیصر سان عالم | تخت این مملکت ہند مبارک باشد
سال تاریخ جلوس طرب افزا شو | جاودان سلطنت ہند مبارک باشد

دیگر

مورد الہام ملع بادشاہ | از نسیم فیض حق چون گل شگفت
سال تاریخ جلوس میمنت | آفتاب شرف عالم خود گفت

دیگر

نہ بست ہفتم ماہ ربیع الاول و شنبہ | نصیر الدین حیدر شاہ والا شد سریر آرا
جہان از جوش شادی شد فرح ناک و طرب آگین | نگفت ار ماز ن دولت در گنجینہ ہا یکتا
عرض بندہ جلوس میمنت مانوس و بعد از ہم | قرد مس سیم و زر بخشید و پوشانید خلعتہا
بتاریخ جلوسش کلمعہائے نذر موزون شد | کہ جواہر بود در نوک زبان دریا دل اکثرہا
ولیکن از سر الہام واتف گفت تاریخش | نصیر الدین حیدر زادہ زیب اورنگ ملکی را

اور ائکی سلطنت مین بارش ہوکر قحط سالی بالکل رفع ہوگئی دس سیر سے بیس سیر بلکہ زیادہ تک نرخ غلہ پہونچا بلکہ تمام باغات مین شادابی پیدا ہوگئی۔

بادشاہ بیگم اور بی حسینی کو مریم مکانی و ملکۂ زمانی کا خطاب ملنا اور ملکۂ زمانی کے بیٹے کو جو فیلبان کے نطفے سے تھا کیوان جاہ خطاب عطا ہونا

یہ بیان مجملاً پہلے مذکور ہو چکا ہے تفصیل اسکی یون ہے کہ بادشاہ بیگم زوجۂ غازی الدین حیدر کو ابتداے زمانۂ جلوس مین مریم مکانی خطاب عنایت ہوا سلون اور گونڈے کی جاگیر جو ضبط ہوگئی تھی واپس ملی۔ محتشم خانی سے معلوم ہوتا ہے کہ جاگیر قدیم کے سوا چھ لاکھ روپے کی جدید جاگیر دیگئی اور بی حسینی دایۂ مناجان کو جو زمان شاہزادگی سے منظور نظر ہوکر محلات مین داخل ہوئی تھی ملکۂ زمانیہ بنایا اور پرگنہ ہرہٹہ پروا متعلقۂ چکلہ بسواڑہ اُسکو جاگیر مین عنایت کیا جسکی آمدنی چھ لاکھ روپے کی تھی ملکۂ زمانی نے وارث علی خان اور فتح علی خان کو جو دونو اُسکے بھائی تھے خلعتہاے ذخرہ دیکر نیابت کے طریق پر روانہ کیا اور ملکۂ زمانی کے بیٹے کو جو ایک فیلبان کے نطفے سے تھا کیوان جاہ کا خطاب دیا۔

معتمد الدولہ اور میوہ رام اور سبحان علی خان کو خطابات اور انعامات عطا ہونا

معتمد الدولہ کو برادر سجان برابر خطاب مرحمت ہوا اور باون لاکھ روپیہ نقد انعام مین دیا اور میوہ رام پیسر نول کرشن بن دیا کرشن کو مہاراجہ افتخار الدولہ خطاب دیا اور دیوانی کا عہدۂ تحتشاہی

اور تین لاکھ روپیہ نقد صیغۂ انعام مین مرحمت کیا اور سبحان علی خان کو نیابت وزارت عطا
ہوئی اور تحریرات صدر (کلکتہ یا کونسل گورنر جنرل) کا یکقلم اختیار ملا اور دارالانشا کی افسری
دی اور پچاس ہزار روپیہ نقد دیا اور بادشاہ معتمد الدولہ کی دلجوئی مین اسقدر مصروف ہوئے
کہ ایک ساعت کی مفارقت بھی ناگوار تھی۔ اکثر معتمد الدولہ ایسے جلسے مین کہتے تھے کہ شاہ
زمن (غازی الدین حیدر) کے تفضلات میرے دل سے بھول گئے اور دوسرے
قریب معتمد الدولہ کے عزیزون اور رشتہ دارون کو بادشاہ نے خلعت ہاتھی و پالکی بیت
دیے اور کئی معلانیان اور حیدر خواصین اور محمد حسین جسکو غازی الدین حیدر کے وقت مین
ناچ گانا سکھایا جاتا تھا معتمد الدولہ کے لیے بھیجیں۔ ایکدن سبحان علی خان نے معتمد الدولہ سے
کہا کہ مجھکو اس اختلاط مین حیلہ نظر آتا ہے اس لیے کہ جو کوئی کام تم پیش کرتے ہو بادشاہ
بغیر چون و چرا کے اُسے منظور کر لیتے ہین باوجودیکہ تمھاری طرف سے بہت سی ناگوار باتین
اُنکی نسبت ظہور مین آئی تھین اسلیے معنی شناس مشوش ہین کہ مبادا وہ غفلت مین ڈالکر
دام فریب مین پھانس لین۔ معتمد الدولہ نے دوسرے آدمیون پر نظر ڈالکر یہ جواب دیا کہ
عنایت الٰہی سے صفائی حاصل ہو گئی ہے لوگ حسد کی وجہ سے ایسا خیال کرتے ہین سبحان علی خان
نے یہ باتین سن کر آگے کو کچھ کہنا چھوڑ دیا رزیڈنٹ کو بھی حیرت تھی اُنھون نے ایکدن معتمد الدولہ
سے کہا کہ بادشاہ سے تو خوب صفائی حاصل ہو گئی اور تم اپنے مقصود پر کامیاب ہوئے
غازی الدین حیدر کے مرض الموت مین اُنکی وفات سے ایکدن قبل رزیڈنٹ نے بطور نصیحت کے
معتمد الدولہ کو سمجھایا تھا کہ تمکو اچھا وقت مل گیا اور مطالبے سے فارغخطی بھی دستیاب ہوئی اب آیندہ
یہ لازم ہے کہ جب بادشاہ مر جائیں تو فوراً کام چھوڑ دیجیو اس صورت مین کوئی تم سے متعرض
نہوگا اور یہ مین خوب جانتا ہون کہ طمع حکومت تمکو کنارہ کشی نکرنے دیگا اگر بادشاہ کے

مرنے کے بعد انکے بیٹے کی مسند نشینی کے وقت تم نے گھڑی بھر کو بھی دربار مسند نشینی مین کھڑے ہوکر لوگون کی نذرین لینا شروع کین تو اتنی دیر کی شرکت سے تم محاسبے مین پھنس جاؤگے رزیڈنٹ کو معتمدالدولہ نے یہ جواب دیا تھا کہ ایسے وقت مین میرا کنارہ کشی کرنا مطعونی کا موجب ہوگا لوگ کہین گے کہ بادشاہ کے باپ کے طفیل سے ایسے رتبے کو پہونچے اور اسکا لحاظ نکر کے پہلے ہی دن سے بیٹے سے علحدہ ہوگئے اور انکو تنہا چھوڑ دیا رزیڈنٹ نے کہا کہ تمکو اختیار ہے جو کچھ نصیحت کا حق تھا ادا کر دیا چونکہ زوال اقبال قریب تھا اسی پردۂ غفلت مین گرفتار غضب ہوئے۔

معتمدالدولہ کی تخریب کے لیے بادشاہ کی طرف سے مخفی کارروائی

معتمدالدولہ کی امارت اور کثرت دولت اور ترقی جاہ و حشمت کے سامنے زن و فرزند بادشاہ کو اسقدر دست قدرت حاصل نہ تھا کہ انکی مقاومت مین قدم دھرین انکا مرتبہ یہانتک پہونچا تھا کہ اہل لکھنؤ مین مشہور تھا کہ ایک درویش کامل نے چند انگوٹھیان نگینہ دار نقش تسخیر سے منقش معتمدالدولہ کو دی تھین وہ جسوقت انکو پہنتے تھے بادشاہ اور تمام اہل دربار انکی محبت کا دم بھرتے تھے جب ستارۂ اقبال برج نحس مین آیا تو پہلے نصیرالدین حیدر نے وہ انگوٹھیان کسی حیلے سے لیکر اپنی انگلیون مین پہن لین معتمدالدولہ نے بہت کوشش واپسی کی کی مگر ہاتھ نہ آئین جب یہ سونے کی چڑیا معتمدالدولہ کے ہاتھ سے اڑگئی اقبال نے روگردانی کی جب حکیم مہدی علی خان کو فرخ آباد مین معتمدالدولہ کی بادشاہ کے ساتھ صفائی کی خبر پہونچی تو فیض النسا مغلانی کو جو اپنے بھائی میر فضل علی کے ساتھ کانپور اور فرخ آباد کی طرف گئی تھی

اور ان دنوں فرخ آباد میں بھی لکھنؤ روانہ کیا تاکہ بادشاہ اور بادشاہ بیگم کا مزاج معتمدالدولہ کی طرف سے پھیر دے مغلانی ڈولی کی سواری مین دفعتہ لکھنؤ مین آئی اور بادشاہ بیگم کی خدمت مین حاضر ہوئی اور اُسکے سبب سے سر نو خط کتابت میر فضل علی اور حکیم مہدی علیخان سے شروع ہوئی اُسوقت سب کو یہ حال معلوم ہوا معتمدالدولہ نے یہ خبر سُنکر بادشاہ سے شکایت کی اُنھوں نے کہا تمکو مجھ سے کام ہے یہ والدہ صاحبہ سے ایسے گتے اور لونڈیان بہت سی آتی ہین اور چلی جاتی ہین یہ کوئی پریشانی کی بات ہے معتمدالدولہ اس جواب سے مطمئن ہوگئے حکیم مہدی علی خان نے وہ رنگ جمایا کہ نصیرالدین حیدر کی طرف سے ایک کاغذ جو میلے سے بادشاہ کی مہر ہو کر اُن تک پہونچا تھا معتمدالدولہ کی عداوت کی وہ تمام باتین جو اُنھوں نے نصیرالدین حیدر کے ساتھ صغرسنی سے کی تھین لکھکر گورنر جنرل کے پاس روانہ کیا اس مراسلے مین لکھا تھا کہ معتمدالدولہ قدیم سے ہمارے ساتھ عداوت رکھتے ہین اور جنت مکان (غازی الدین حیدر) کے عہد مین جو کچھ ہماری خرابی کی وہ اہل شہر سے کس اس قصے سے سب چھوٹے بڑے واقف ہین لیکن خدائے پاک کی حفاظت شامل حال تھی اُنکا ہر وار خالی گیا۔ اب تمام رعیت اور فوج اُنکے حکم مین ہے اسلیے ہم کسی کام مین مداخلت نہین کرتے جو کچھ اُنکے جی مین آتا ہے کرتے ہیں ہم اپنی جان کے خوف کے مارے دم نہین مارتے گورنر جنرل نے یہ خط دیکھکر رزیڈنٹ کو لکھا کہ بادشاہ سے دریافت کرو کہ یہ تحریر اصل رکھتی ہے یا نہیں بادشاہ نے اس خطرے سے کہ رزیڈنٹ اور معتمدالدولہ دونوں باہم شیر و شکر ہیں اُسکا افشا غیر مناسب سمجھا اور انکار کر دیا اور کہا کہ کسی نے میری مہر بنا کر یہ جعلسازی کی ہوگی اور معتمدالدولہ کی بہت سی تعریف کی رزیڈنٹ نے یہی جواب گورنر جنرل کو لکھ بھیجا تھوڑے دنوں کے بعد پھر اس مضمون کا خط بادشاہ کی طرف سے گورنر جنرل کے پاس پہونچا

اور پھر اسکی نقل رزیڈنٹ کو انھون نے اس غرض سے بھیجی کہ وہ بادشاہ سے اس کی تصدیق کرین اب بھی بادشاہ نے وہی پہلا سا جوابدیا۔ رزیڈنٹ نے بادشاہ سے کہا کہ اگر حضور افشاے راز کے اندیشے سے دل کا حال نہین کھولتے تو اس سے اطمینان رکھنا چاہیے کہ معتمد الدولہ کو کبھی یہ بھید معلوم نہو گا جو کچھ دل کا ارادہ ہو ظاہر فرما دیجیے تاکہ اُسکے مطابق کارروائی کر دیجائے بادشاہ کا دل رزیڈنٹ سے مطمئن نہ تھا وہی جوابدیا رزیڈنٹ نے وہ مضمون صدر کو لکھ بھیجا اتفاقاً لارڈ کیمبر میر کی آمد الہ آباد کی طرف مشہور ہوئی جنھون نے ۱۲۴۱ہجری مطابق ۱۸۲۶ء مین بھرتپور کے قلعہ کو فتح کر کے درجن سال کو گرفتار کیا تھا منتظم الدولہ مہدی علی خان اُن سے الہ آباد مین ملے اور اُنکے آگے بیان کیا کہ جو فلان خط شاہ اودھ کی طرف سے گورنر جنرل کے پاس گیا تھا اُسکے حال سے آپ واقف ہین یا نہین اُنھون نے جوابدیا کہ ہان ہم بخوبی مطلع ہین بلکہ گورنر جنرل نے اُس کے دریافت کرنے کے لیے ہم سے کہا ہے اور صاحبان کونسل بھی اُسپر متفق ہین یہ سُن کر منتظم الدولہ نے یہان کی ساری کیفیت پوست کندہ گوش گذار کی اور کہا کہ شاہ اودھ معتمد الدولہ کی دہشت سے جو اُنکے دشمن جانی ہین اور صاحب رزیڈنٹ سے سازش رکھتے ہین اسقدر چھپاے ہوئے ہین کہ وہ سواے انکار کے دوسرا حرف زبان پر نہ لائینگے اسلیے آپ صاحب رزیڈنٹ سے علیحدہ خلوت مین شاہ اودھ سے اس معاملے کو دریافت کرین اور اس عرصے مین منتظم الدولہ نے بھی ایک عرضداشت بادشاہ کو بھیجی اور تمام تقریر جو لارڈ کیمبر میر سے کی تھی ظاہر کی جب لارڈ کیمبر میر لکھنؤ کے قریب پہونچے تو بادشاہ کی طرف سے حسب دستور قدیم معتمد الدولہ اور کیوان جاہ استقبال کے لیے راحت گنج تک گئے صبح کو اس طرف سے یہ دونون صاحب کمال جاہ وحشم کے ساتھ اور اُس طرف سے لارڈ موصوف ترک سواران انگریزی کے

جلوس کے ساتھ راہ مین ملے ہاتھیون پر سوار تھے باہم ملاقات کرکے خوب اختلاط کے ساتھ
کیوان جاہ کے خیمے مین پہونچے یہان بادشاہ کی طرف سے حاضری تیار تھی اُسے کھایا
اسکے بعد کیوان جاہ کی طرف سے کشتیان پیش ہوئین ان میں سے صرف عطر اور گوٹے کا
ہار لارڈ صاحب نے قبول کیا دوسرے دن صبح کو کیوان جاہ کی دعوت لارڈ بکیمر کے
خیمے میں ہوئی پانچ گھڑی دن چڑھے لارڈ صاحب کا مترجم مسٹر مکان اور ایک دوسرا
انگریز کیوان جاہ کے خیمے میں آئے اور بیان کیا کہ لارڈ صاحب انتظار میں ہیں کہ جناب
حاضری نوش کرنے کے لیے تشریف لیچلین گوٹے کے ہار ان انگریزونکو دیکر سوار ہوئے
جب خیمے کے دروازے پر پہونچے تو لارڈ صاحب اور دوسرے چند انگریز استقبال کو باہر
نکلے لارڈ صاحب کیوان جاہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر اندر گئے اور اپنے پاس کرسی پر
بٹھایا معتمد الدولہ اُنکے سامنے بیٹھے مقتشم خانی کا مؤلف بھی اس صحبت مین شریک تھا
اور بھی کئی معزز آدمی جیسے مرزا محمد عباس اور مرزا علی محمد اور مرزا علی جان کہ معتمد الدولہ کے
مصاحب تھے کرسیون پر بیٹھے گھڑی بھر تک یہ صحبت گرم رہی پھر عطر و پان لیکر رخصت
ہوئے اور اپنے اپنے خیموں مین پہونچے معتمد الدولہ کھانا کھانے میں مشغول ہوئے کہ یکایک
امرت لال داروغہ دیوانخانہ پریشان آیا اور ایک پرچۂ اخبار معتمد الدولہ کو دیا کہ دو گھڑی
رات گئے بیس سوار جن میں سے ایک کے ڈھاٹا بندھا ہوا تھا باکہ پل دریا سے شہر مین
پہونچے اور بادشاہ بیگم کے مکان تک بیدردہ اُن میں سے علٰحدہ ہو گئے اور باقی پانچ مین سے
ایک نے اندر جانے کا ارادہ کیا دربان مانع ہوا سوار نے پیچھے سے دربان پر حملہ کیا وہ تو ہٹ گیا
اور سوار محل کے زنانے دروازے تک پہونچا اور گھوڑا چھوڑ کر ڈھاٹا کھول دیا معلوم ہوا کہ میر فضل علی
داروغہ قدیم محل کا ہے مریم مکانی نے مطلع ہو کر چاندی کے پایوں کا پلنگ آرام کے لیے بھیجا

اور دروازۂ محل پر حاضر باشی کا حکم دیا دو گھڑی کے بعد راجہ بختاور سنگھ اور راجہ شیودین سنگھ نے بھی پہونچ کر یہی خبر دی چونکہ معتمد الدولہ کا مزاج صفراوی مائل بحرارت تھا ان خلاف طبع باتونکی تاب نہ لاکر اُسی وقت کیمپ سے شہر مین آئے بادشاہ کے پاس پہونچے اور عرض کیا کہ بادشاہ مرحوم کے بعد میرا کوئی حوصلہ بجز اسکے نہ تھا کہ اُنکے مرقد پر جاروب کشی کرون مگر حضور نے ازراہ تفضل والطاف اس نمکخوار کو کھینچا اور خدمات لینا چاہین جشن عالی مین اگرچہ اعلیٰ وادنی سب کو تبرکات کے ذریعہ سے سرفرازی حاصل ہوئی۔ مگر فدوی نے عہدہ وزارت کا خلعت ابتک نہ پہنا جس کسی کو وزارت عنایت کرنا منظور ہو عطا فرمایا جائے خانہ زاد اُس کا تابع رہے گا بادشاہ نے زمانہ سازی سے کام لیا اور فرمایا کہ نواب بھائی تمھارا خیال اسوقت کہان گیا ۔ اگر ساتون اقلیم کی سلطنت ملے تو تمھاری مداخلت کے بدون ہیچ ہے ۔ اور میر فضل علی کو خود ہی ایام صاحبزادگی سے ناپسند کرتا ہون اور نہ اب اُس سے صاف ہون اور نہ اب وہ میری راے سے آیا ہے بیحیائی سے بدون طلب والدہ ماجدہ کے پاس آگیا ہے اگر اسوقت اُسکو نکالتا ہون تو ایک بڑے فتور پڑنے اور والدہ سے جھگڑا ہونے کا اندیشہ ہے اور وہ بھی تم سے مکدر ہین اور تمھاری خرابی کے درپے ہین اس لیے مین نے تمھارے عہدۂ وزارت کے لیے کلکتے کو لکھا ہے جواب باصواب کے حاصل ہونے کی امید قوی ہے اُسوقت جناب عالیہ کی پوری پوری بیدخلی ہو کر ہمکو اختیارات کلی حاصل ہو جائین گے پھر اُسکا اخراج آسان ہے جو کام آسانی سے ہو سکے اُسکو مشکل مین ڈالنا محل تعجب ہے تم سا ارسطو فطرت اور ایسے امر رکیک کو خیال مین لائے فرض کیا کہ وہ یہان ہے گا تو اس سے زیادہ نہین ہے کہ داروغہ ہو گا تم بہرحال وزیر اعظم ہو تمکو میرے گھر کا انتظام چاہیے نہ اُس سرکار کا معتمد الدولہ ان باتونکو سُن کر مطمئن ہو گئے اور خواب خرگوش مین پڑ گئے میر فضل علی نے

پہلی صف مین - ایک بڑے ہاتھی پر نشان تھا اور اس کے بعد چند ہاتھیون پر ماہی مراتب تھا -

دوسری صف مین - ہاتھیون اور اونٹون پر نقارے تھے اور اُن کے پیچھے پیچھے سوشترسوارون کا رسالہ تھا جس کے سوار سبز و سُرخ بانات کی وردیان پہنے اور زرکار ستارے لگائے ہوئے تھے -

تیسری صف مین - نہایت عمدہ خانہ زاد عربی و دکھنی پچاس گھوڑون پر نقارے تھے اور عمدہ ساز وسامان اور زیور اُنپر پڑا ہوا تھا -

چوتھی صف مین - کوہ پیکر کلان سر اور قوی دندان ہاتھیون کی قطار تھی جن پر زربفت اور بانات کی جھولین پڑی تھین اور ہر ایک پر ایک پہلوان ہاتھومین گرز گران لیے بیٹھا تھا

پانچوین صف مین - تین سو سوار تھے جنکے رسالہ دار و جمعدار زربفت اور پشمینہ رنگین کے لباس پہنے اور قیمتی ہتھیارون سے مسلح تھے

چھٹی صف مین - دو سو کے قریب ترک سوار سیاہ باآت کی وردیان پہنے اور ننگی کرچین ہاتھون مین لیے ہوے تھے -

ساتوین صف مین - دو سو خاص بردار زرین منڈیلین سر پہ باندھے ہوئے تھے اور انکے ہاتھومین چقماقی بندوقین تھین جنپر بانات کے غلاف چڑھے ہوئے تھے -

آٹھوین صف مین - سو آدمیون کے ہاتھون مین چمکدار نشان تھے -

نوین صف مین - سو آدمیون کے ہاتھون مین چاندی کی برچھیان تھین جنمین پرچم لٹک رہے تھے -

دسوین صف مین - سو چوبدار چاندی سونے کے عصا ہاتھون مین لیے ہوئے تھے -

بادشاہ کی داہنی طرف رزیڈنٹ دوسرے ہاتھی پر سوار تھے اور بائیں طرف رزیڈنٹ کا نائب ایک اور ہاتھی پر بیٹھا ہوا تھا اور پیچھے بادشاہ کے رشتہ دار اور سردار ہاتھیوں پر سوار تھے جو عمدہ عمدہ جھولوں سے آراستہ تھے۔ اُدھر سے لارڈ کیمبر میر کی سواری آئی جنکے ساتھ انگریز اور کپتان حاہ اور سعدالدولہ تھے اور جلو میں دو سو ترک سوار و نگار رسالہ تھا عالم نگر کے میدان میں پہونچے اس طرف سے بادشاہ ہاتھی پر سوار اور اُس جانب سے لارڈ صاحب ہاتھی پر بیٹھے ہوئے تھے جب دونوں ہاتھی قریب ہوئے تو بادشاہ نے اُن کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ہاتھی پر لے لیا اور اس مقام پر رعیت اور اشرفیاں نچھاور کیں جہاں جہاں بادشاہی سپاہ کے سوار و پیادے کھڑے ہوئے تھے اُنکی سلامی لیتے ہوئے فرح بخش میں پہونچ گئے جب حاضری کی میز پر جلوہ افروز ہوئے تو ۲۱ فیر سلامی کے سر ہوئے کھانے سے فارغ ہو کر ناچ کا نامچا ہوا اس صحبت میں صرف شوقیہ بات چیت ہوئی رخصت کے وقت بادشاہ کی طرف سے کشتیوں میں بانات اور ربعت اور کمخواب کے کپڑے اور جواہر لارڈ صاحب کے سامنے پیش ہوئے اسی طرح اُنکے اسٹاف کے انگریزوں کو تحائف دیے گئے عطر اور گوٹے کے ہار بھی تقسیم ہوئے۔ دوسرے دن بادشاہ لارڈ صاحب کی فرودگاہ پر رونق افروز ہوئے انھوں نے استقبال کیا اور صدر میں بادشاہ کو بٹھایا اور عزت کی بائیں ہو کر کشتیاں بادشاہ کے روبرو پیش ہوئیں اور گوٹے کے ہار تمام امرائے ہمراہی کو ملے اور لارڈ صاحب نے تشریف آوری کا شکریہ ادا کیا رخصت کے وقت لارڈ صاحب نے اُس مقام تک مشایعت کی جہاں تک استقبال کیا تھا تیسرے دن بادشاہ کی طرف سے بڑی بھاری دعوت ہوئی آتشبازی چھوٹی روشنی ہوئی اور دیر تک شوقیہ بات چیت ہو کر رخصت ہوئے۔

بادشاہ کا معتمد الدولہ پر عتاب نازل ہونا

اب لارڈ صاحب کو اُن مراسلات کی تحقیق کی فکر ہوئی اُنھون نے اپنے مترجم مسٹر مکان سے کہا کہ ان کاغذات کی تحقیقات جو ہمارے ساتھ ہین کیسے ہو اس لیے کہ انکی تحقیق خلوت چاہتی ہے اور رزیڈنٹ کا شامل ہونا مشکل ہے کیونکہ وساطت اُسکے عہدے کی ذمہ داری ہے اور اگر اُسکے سامنے بادشاہ سے دریافت کیا جائے گا تو وہی جواب ملے گا جو پہلے ملا تھا - پس ایسی صورت کرنی چاہیے جس سے رزیڈنٹ تخلیے مین شریک نرہے اور اُسپر یہ امر گران بھی نگذرے - مترجم مذکور نے دوستانہ طور پر رزیڈنٹ سے کہا کہ بادشاہ کی طرف سے جو تحریر معتمد الدولہ کی شکایت مین گورنر جنرل کے پاس پہونچی تھی آپ کے ذریعہ سے اُسکی بابت بادشاہ سے پوچھا تو انکار کر دیا بلکہ اُلٹا اُسکی تعریف کرنے لگے بعد اسکے پھر اس مضمون کی تحریر پہونچی تو اب گورنر جنرل کے دل مین یہ بات پیدا ہوئی کہ یا تو تم خلاف واقعہ لکھتے ہو یا بادشاہ تمھاری وجہ سے کہ تم معتمد الدولہ کے دوست مشہور ہو افشاے راز ہونے کے خیال سے انکار کرتے ہین تم اپنے آپکو کیون مطعون کرتے ہو اس بات کی تحقیقات لارڈ کیمبرمیر صاحب کرین تو تم اُس صحبت مین شریک نہ رہنا اور کہنا کہ اگر میری طرف سے کوئی شبہہ ہے تو مین اس معاملے کی تحقیق کے وقت شامل رہنا نہین چاہتا آپ خود بادشاہ سے تحقیق کر لین چونکہ بادشاہ رزیڈنٹ سے اس مبالغے کے ساتھ انکار کر چکے تھے کہ اُسکو یقین کلی تھا کہ یہ بادشاہ کے دل کی بات ہے اور وہ لارڈ صاحب کو بھی وہی جواب دینگے جو مجھے دیا تھا مترجم کی صلاح کو پسند کر کے شکریہ ادا کیا اور یہ وعدہ کیا کہ کل کی صحبت خلوت مین مین شریک نہ ہونگا مترجم نے اس طرف سے دلجمعی کر کے لارڈ صاحب کو

اطلاع دی دوسرے دن حاضری کے بعد خلوت ہوئی رزیڈنٹ مسٹر مم کی تعلیم کے موافق کنارہ کش ہوئے اب لارڈ صاحب نے وہ خطوط بادشاہ کو دکھائے اور مستفسر حال ہوئے اول بادشاہ نے انکار کیا انھوں نے کہا کہ اگر آپ صاف صاف بیان فرمائیں گے تو آیندہ پھر کبھی معتمد الدولہ کے باب میں آپکی کوئی شکایت گورنر جنرل نہ سنیں گے اس لیے صاف صاف اب کہدینا چاہیے اسوقت بادشاہ نے عہد و پیمان قسم کے ساتھ لیکر اقرار کیا اور جو باتیں معتمد الدولہ کے ہاتھ سے پائی تھیں حرف بحرف بیان کیں اور کہا کہ اسکا مضمون جملہ ہماری منشا کے موافق ہے نقطے کا خلاف نہیں اور جو شاہنامہ فردوسی کا کپتان مکان صاحب نے باخراج اشعار اسدی وغیرہ انتخاب کیا تھا اُسکے چھاپنے کے واسطے پچاس ہزار روپے عنایت کیے - جب لارڈ صاحب لکھنؤ سے رخصت ہوکر دریاے گنگا کے کنارے پہونچے تو تاکیدی چٹھی لکھنؤ کے رزیڈنٹ کو اس مضمون کی لکھی کہ جسطرح بنے معتمد الدولہ کی گرفتاری کی صورت ظہور میں آئے - رزیڈنٹ اس چٹھی کے مضمون سے مطلع ہوکر بادشاہ کے پاس خلوت مین حاضر ہوا اور الفاظ عذر زبان پر لاکر کہا کہ حضور کے دوست و دشمن اپنی نظروں میں بھی دوست و دشمن ہیں - بہرحال آپکی رضاجوئی منظور ہے اگر بیتیر سے ارشاد ہوتا تو یہ عرصہ اڑھائی مہینے کا ہرگز طے نہوتا - ابھی معتمد الدولہ کی گرفتاری کی صورت ظہور میں لاتا ہوں - لیکن در دولت پر انکی گرفتاری فساد عظیم کا باعث ہے بلکہ خونریزی کا احتمال ہے - جب یہ مضمون ختم ہوا تو رزیڈنٹ نے وہ کاغذ جو انگریزی مین لکھا ہوا اپنے ساتھ لایا تھا دستخط کے واسطے پیش کیا اُسوقت معتمد الدولہ سے قلمدان کا طلب فرمانا خلاف مصلحت تھا اسلیے بادشاہ نے انگریزی قلم سے اُسپر دستخط کیے اور فرمایا کہ مہر آیندہ لگائی جائے گی - جب رزیڈنٹ وہان سے رخصت ہوا تو بادشاہ نے معتمد الدولہ کو خبر

ریاست کا بیڑہ اُٹھائے ہوئے تھے - پان عنایت کرکے ارشاد کیا کہ کچھ کلکتے سے تمھارے
حق مین سفارش آئی ہے - تم ابھی رزیڈنٹ کی کوٹھی پر جاکر دریافت کرو اور اُسکا ترجمہ حسب
سررشتہ لاؤ اُدھر رزیڈنٹ نے اپنی کوٹھی پر پہونچ کر پلٹن کے کپتان کو بلاکر اُس مضمون سے
مطلع کیا اُسنے اپنی کمپنی کے آدمی مکان رزیڈنسی مین جابجا مامور کیے اور رزیڈنٹ نے
اپنے میر منشی کی معرفت فقیر محمد خان اور مینڈو خان کو کہلا بھیجا کہ اسوقت اپنے گھرون سے
قدم باہر نہ رکھین لیکن تذکرۂ حکومۃ المسلمین سے معلوم ہوتا ہے کہ فقیر محمد خان معتمد الدولہ کے
ساتھ تھے معتمد الدولہ کئی ہزار سوار و پیادہ ہمراہ لیکر نہایت تزک و شان کے ساتھ رزیڈنٹ کی
کوٹھی پر پہونچے - جب رزیڈنٹ نے اُنکے آنے کی خبر سُنی تو موافق دستور قدیم کے مراسم قوانین مقررہ
سے پیش آئے اور باہم تذکرۂ سلطنت کے باب مین کچھ صلاح ہوتی رہی تھوڑی دیر کے بعد رزیڈنٹ
دوسرے کمرے مین چلے گئے اور معتمد الدولہ کو وہین بٹھا گئے - فوراً دو انگریز کرچ برہنہ معتمد الدولہ
کے سر پر آکر کھڑے ہوے اور یہ حکم سُنایا کہ آپ بادشاہ کے حکم سے قید ہوئے ہتھیار کھول کر رکھ دو
یہ سنتے ہی طائر ہوش و حواس معتمد الدولہ کا اُڑ گیا فی الفور ہتھیار کھول کر دیدیے - بعد ایکساعت
رزیڈنٹ پھر وہان آئے اور نہایت تسلی کرکے کہا کہ تم خدا کا شکر کرو کہ ہمارے پاس قید ہوے
اگر بادشاہ کی قید مین آتے تو وہ تمکو طرح طرح کی تکلیفین پہونچاتے جو کچھ تمکو منظور ہو ہم سے کہدو
معتمد الدولہ نے آبدیدہ ہوکر عرض کیا کہ اب عزت و آبرو میری آپکے ہاتھ ہے - بعد اسکے
رزیڈنٹ نے اُنکے ساتھیونکو جو دروازے کے باہر تھے حکم بھیجا کہ تمھاری نوکری اور عزت
اسی مین ہے کہ اپنے اپنے رسالون مین چلے جاؤ تمھارے آقا گرفتار ہوے ورنہ تمپر بھی قید کی بلا
نازل ہوگی آغا میر کے ہمراہی پانون سر پر رکھ کر بھاگے مگر اعظم علی خان اور دو خدمتگار
حاضر ہے - جب نصیر الدین حیدر نے گرفتار ہونا معتمد الدولہ کا سُنا تو علی العموم حکم دیا کہ جو کوئی

متوسل معتمد الدولہ کا ہو اُسے گرفتار کرکے لاؤ اور اُسکے مکانوں میں چوکی پہرے بٹھاؤ اُس بعد لکھنؤ میں ایک تہلکۂ عظیم برپا تھا مہاجن اور سوداگر صداصد افریاد کرتے تھے کہ ہمارا روپیہ معتمد الدولہ سے ہمکو وصول ہو جائے۔ آخرش رزیڈنٹ نے معتمد الدولہ سے کاغذ عدم مفسدہ پردازی کا لکھواکر مہر لگوائی اور اُنھوں نے نظر بندی اپنے مکان پر رضامندی سے قبول کی اور رزیڈنٹ نے اُنکو ہاتھی پر سوار کرکے انگریزی پلٹن کی کمپنی کی حفاظت میں اُنکے مکان پر بھیجدیا اور کہدیا کہ قرضہ قرض خواہوں کا حساب وکتاب کی روسے اداکرو یہ معاملہ سرکار کا نہین ہے بلکہ آپکی ذات کا ہے اُنھوں نے دو توپین اپنے مکان کے آس پاس دونوں طرف کوچے میں نصب کرائیں اگرچہ یہ مجال نہ تھی کہ مکان سے قدم باہر رکھین لیکن دونوں وقت گھر میں ایک دربار عظیم برپا رکھتے تھے اور در لیے انعام واکرام نے آگے سے زیادہ مواجی شروع کی اور یہ صورت رزیڈنٹ کی بدولت نمایش وآورد کے لیے حاصل تھی یہ واقعہ ۱۲۴۳؁ ہجری کا ہے صاحب رائے مورخ نے یہ تاریخ انکی معزولی کی لکھی ہے ؎

آج اس گھر کا ۱۲۴۳ سپہر اترا

رزیڈنٹ نے اپنی طرف سے ایک انگریز کو معتمد الدولہ کے قرضے کے انفصال کے لیے متعین کیا نواب نے اُسکے سامنے روشن علی کے ہاتھوں سے زر قرضہ دام دام ادا کردیا۔

معتمد الدولہ کے متعلقین کے مکانوں پر بادشاہی پہرے مقرر ہونا اور انکا ذلت اٹھانا۔ میر فضل علی خان کا عہدۂ وزارت پانا منتظم الدولہ مہدی علی خان کا وزارت کی دستیابی سے محروم ہوکر فرخ آباد کو چلا جانا

معتمد الدولہ کے نظربند ہونے کے بعد میر فضل علی کو خلعت نیابت بائیس پارچے کا ملا اور

اعتماد الدولہ خطاب عنایت ہوا۔ یہ میر فضل علی وہی شخص ہین جو بادشاہ بیگم زوجہ غازی الدین حیدر کی جاگیر کے منتظم تھے اور اپنی بہن بی مغلانی کی وجہ سے جسکا نام فیض النساء ہے بیگم صاحبہ کی سرکار مین پورا استلط رکھتے تھے اور معتمد الدولہ کی عداوت کی وجہ سے کانپور کی طرف نکلوائے گئے تھے چونکہ فیلبانونکے زمرے مین سے تھے اسلیئے ایک شخص نے اُنکی وزارت کی تاریخ اس طرح پر نظم کی ہے –

یہ اوج مسند عزت نشست چون نائب　　زفیض جملہ نشینان ہودج عصمت
موّرخش بسر فیل فکر رفت و گفت　　گرفتہ از سر اُنکس بری بری دہت دہت
(۱۲۴۳)

میر فضل علی دہلی کے سادات صحیح النسب سے تھے انکے بزرگ عہدۂ فوجداری خانی پر سرکار شاہی مین ممتاز رہے یعنی سواری کے وقت خاص بادشاہ کا فیل چلاتے تھے انتظام الدولہ مظفر علی خان جو خانہ نشین تھے اُنکو خلعت دیوان خانہ ملا اور معتمد الدولہ کے متعلقین متوسلین کے مکانون پر بادشاہ کی طرف سے پہرے کھڑے ہوگئے اسم شماری اُنکی یہ ہے۔ میر محمود وغیرہ پسران میر افضل علی بائیسی والہ یہ میر افضل علی معتمد الدولہ کا سمدھی تھا۔ سبحان علی خان۔ تاج الدین حسین خان حکیم واجد علی خان۔ دولت رائے واصلیاقی نویس۔ ٹیپو خان۔ میر بندہ علی مسخرہ۔ مولوی جلال الدین۔ سنگی خان۔ جیون خان میواتی۔ اعظم علی اور قطب شاہ وغیرہ وغیرہ یہ تمام آدمی نظر بند ہوے۔ اور انکا اکثر اسباب لٹ گیا مگر دو لوگ محفوظ رہے جن کے مکانون پر پیشتر سے معتمد الدولہ نے انگریزی پہرے بٹھا دیے تھے وہ یہ ہین۔ فاطمہ بیگم معتمد الدولہ کی بہن اور میر الٰہی بخش معتمد الدولہ کا بھتیجا اور میر روشن علی اور میر شاہ علی معتمد الدولہ کے سالے اور میر نثار حسین اور میر اسد غرض اس کشمکش مین کہ حشر برپا تھا شہر کے بازار اور رعیت کے گھرونکے دروازے بند ہوگئے اور کوٹھی نور بخش اور حیدر گنج اور باغ دوار کاداس

وغیرہ مین جو ہیرے سلطانی ہو یئے تھوڑا سا اسباب یہان کا تلف ہوا لیکن نقد دیہہ کسی جگہ نہ تھا -

امرت لال عرض بیگی کایستھ سکینہ جو غازی الدین حیدر کے عہد سے معزز و ذی اختیار چلا آتا تھا اور ایام شاہزادگی مین نصیر الدین حیدر کی خبرین معتمد الدولہ اور غازی الدین حیدر کو پہونچایا کرتا تھا - اول اُسکو بطور دلدہی خلعت و خطاب راجگی عطا فرمایا اس ہنگامے مین وہ بھی گرفتار ہو کر راجہ درشن سنگھ غالب جنگ قوم کورمی کے حوالے ہوا ماریپٹ تک نوبت آئی اور مداخل و مخارج دیوانخانہ کے محاسبے مین مبتلا ہوا اُس نے کچھ زر نقد جو امکان مین تھا پیش کیا اور باقی سبیل بدکیواسطے امارت طلب کی کہ لیسے مکان مین جاکر جو دفینہ موجود ہے حاضر کرے اور اس حیلے سے رخصت لیکر اپنے گھر پہونچ کر چاقو سے گلا کاٹ کر اپنا کام تمام کیا تاریخ اس واقعہ کی صاحب رائے مورخ نے یوں لکھی ہے

ہاتف زغیب گفت کہ شاباش امرت لال   این کار از تو آید و مردان چنین کنند

پھر اعتماد الدولہ نے چاہا کہ بلاے محاسبہ مین معتمد الدولہ کو مبتلا کریں چونکہ وہ انگریزی قیدی تھے اعتماد الدولہ نے بہت کچھ خاک اُڑائی لیکن کوئی تدبیر پیش نہ گئی -

حکیم مہدی علی خاں نیابت کی امید مین فرخ آباد سے لکھنؤ مین آئے کہ وہ دولت اعتماد الدولہ کو نصیب ہو گئی مجبور ہو کر ندر وزارت دینے مین کہ کسر شان تھی تامل کیا آخر کار صورت تالیف قلب ظہور مین آئی - چونکہ منتظم الدولہ مرد آخر بین اور صاحب دانش تھے اعتماد الدولہ کا دل بدر دیکر خوش کیا - ایکدن منتظم الدولہ بادشاہ کے پاس حاضر تھے دیکھا کہ کیواں جاہ بسر ملکہ زمانی خلعت حریلی سے سرفراز ہو کر کاغذات سیاہ پر احکام لکھ رہا ہے مہدی علی خاں نے نہایت آزردہ ہو کر کاغذ اُس کے ہاتھ سے لیکر آواز بلند یہ کہا

کہ اس دایہ بچے کو امور سلطنت سے کیا واسطہ ہے جو اپنے آپکو صاحب حکم سمجھتا ہے یہ زبان آوری بادشاہ کو پسند نہ آئی اور دل میں ملال پیدا ہوا۔ مہدی علی خان نے اس پیرایے مین کہ میری تجارت کے کام خراب ہونگے تھوڑے عرصے مین انتظام دیکر پھر در دولت پر حاضر ہونگا رخصت حاصل کی اور فرخ آباد کو چلے گئے چونکہ وہ آغا میر کے رقیب تھے ناسخ نے پھر تاریخ کہی۔

باز گریختہ (۱۲۴۵ھ) اب رفتہ رفتہ رزیڈنٹ کے دل مین اعتماد الدولہ کے اعتبار نے گھر کیا نیکنامی کے ساتھ یاد کرنے لگا جب سبحان علی خان سے مواخذے کی نوبت پہونچی تو ثابت ہوا کہ یہ شخص خیر طلب سرکار شاہی کا تھا اس لیے وہ نیابتاً شریک مشورہ ہوئے اور اُن کی تجویز سے منشی عاشق علی خان رفیق اعتماد الدولہ سفیر کلکتہ مقرر ہوے اور وثیقے کی درستی ان سے متعلق تھی چنانچہ اس کام کی بدولت صاحب دولت ہو کر انھون نے رنگ تجارت کلکتے مین جمایا اور وہان عالیشان عمارت تعمیر کرائی اور وزارت کی دیوانی منشی جانکی پرشاد سے متعلق تھی اور بیت الانشا کا دفتر منشی جوالا پرشاد کے حوالے تھا اور کونسل کلکتے سے تحریرات کی سودہ نویسی سبحان علی خان سے تعلق رکھتی تھی یہ امر تازہ ظہور مین آیا کہ سبحان علی خان اور تاج الدین حسینخان مین جو باہم اتحاد و محبت تھی وہ جاتی رہی۔ نقش عداوت صفحۂ دل پر بیٹھا اور اسوجہ سے تاج الدین حسینخان پر بائیس لاکھ روپیہ کا محاسبہ چکلہ سلطان پور کی بابت قرار پایا۔ تاج الدین حسین خان معزول ہوکر لکھنؤ مین آئے دریافت ہوا کہ مکان پر بادشاہی چوکی پہرے مامور رہین اسطرح اسپ سوار معتمد الدولہ آغا میر کے مکان پر چلے گئے اور چند روز رہکر بواسطہ استحقاق رفاقت دست آویز جو فارغ خطی کا کام کرے حاصل کرکے بکشادہ پیشانی اپنے گھر مین آبیٹھے۔ محتشم خانی مین اس رسید کی کیفیت یون لکھی ہے کہ جب معتمد الدولہ اپنے مکان پر مقید ہوے اور یہ خبر شہر مین پھیلی تو تاج الدین حسین خان اُسیدن اُنکے پاس پہنچ کر شریک حال ہو گئے اور رفاقت مین رہنے لگے انکو ڈر تھا کہ اگر اپنے مکان کو

جاؤں گا تو دفتر دیوانی کے افسر مجھے مکان پر رہنے نہ دینگے اور معتمد الدولہ کے مکان پر
انگریزی پہرے ہیں یہاں اُن کا ہاتھ نہ پہونچے گا مگر اس فکر میں تھے کہ کسی طرح معتمد الدولہ
سے اس روپے کی فارغخطی ہاتھ لگ جائے حیدر دور کے بعد جب معتمد الدولہ کے متعلقین کی گرفتاری
کی شورش موقوف ہوگئی اور شہر میں امن قائم ہوگیا اور فتنہ ٹھنڈا ہوگیا۔ تو معتمد الدولہ نے
تاج الدین حسین خاں سے کہا کہ اب ہنگامہ اٹھ گیا ہے آپ یہاں سے آرام ہیں اپنے اہل و عیال
میں چلے جائیے میں آپکو رضا و رخصت امارت دیتا ہوں تاج الدین حسین خان نے
اُس محاسبے کا عذر کیا معتمد الدولہ نے سوچ کر کہا کہ جو کوئی تم سے پوچھے یہ جواب دیجیو کہ میں
وہ روپیہ معتمد الدولہ کو دے چکا ہوں جو کوئی مجھسے کروڑ دو کروڑ روپے کا حساب لیگا اُس کو
بھی حساب دیدونگا تاج الدین حسین خان نے عرض کیا کہ اگر یہ بدرستی منظور ہے تو دستور کے
موافق رسید عنایت ہو جائے تاکہ جو کوئی مجھ سے محاسبہ کرے تو بطور سند کے دکھادوں معتمد الدولہ
نے فرط حوصلہ سے اسیوقت رسید اپنی مہری عنایت کردی۔

القصہ تاج الدین حسین خان نے نصیر محمد خان اور مینڈھو خاں اور ساہ گوبند لال کی
رضاجوئی اور اعتماد الدولہ کی اطاعت اختیار کی اور اپنا دامن محاسبے سے پاک کیا۔ معتمد الدولہ
کے زمانے کے سب عہدہ دار اعتماد الدولہ کی طرف رجوع لائے واجد علی خان نے بھی وہ
زمانہ سازی کی کہ دونوں پلے برابر رکھے۔ ان باتوں کے بعد اعتماد الدولہ نے انتظام ملک کی جانب
قلم اُٹھایا عامل ساحری کے طور پر روانہ کیے۔ یہاں تک واقعات ۱۲۴۳ھ ہجری کے تھے۔

سنہ ۱۲۴۴ ہجری کے بعض قابل ذکر واقعات کا بیان

(۱) سال دوم جلوس مطابق ۱۲۴۴ہجری کا آغاز ہوا تو اعتماد الدولہ کو بادشاہ نے حکم دیا

کہ جشن کی تیاری کرین۔ اگرچہ جشن عظیم ہوا لیکن بعض امور مین ایسی بے اعتدالی واقع ہوئی کہ اعتمادالدولہ کی بے سلیقگی کھل گئی اور کچھ روپے کی خیانت بھی اُنکی نسبت ثابت ہوئی اور بعد اسکے ملک مین خرابی پیدا ہوگئی اور خزانہ عامرہ مین آمدنی بھی بہت کم ہوگئی اور ملک مین چارون طرف فساد پھیل گیا اور لوٹ مار سے مسافرونکا ناک مین دم آگیا۔ رزیڈنٹ نے اسبات کی بادشاہ سے شکایت کی اور صاحبات محل اور سپاہ کی تنخواہ بند ہوکر دیوالا پر نوبت پہونچ گئی۔

(۲) نصیرالدین حیدر کی خواہش یہ تھی کہ چند عورات خاندان کی تنخواہ دوامی طور پر وثیقہ مقرر ہوجائے اس نظر سے اُنھون نے اس امر مین گورنمنٹ انگریزی کو تحریر کیا کہ جو پچاس لاکھ روپیہ غازی الدین حیدر کے عہد مین چوتھی مرتبہ قرض دیا گیا ہے وہ دوامی ہوجائے اور بارہ لاکھ چالیس ہزار روپیہ اور لیا جائے اور قرضہ گورنمنٹ انگریزی مین منظور ہوا اس کل روپے کا سالانہ سود تین لاکھ بارہ ہزار روپیہ فی صدی پانچ روپیہ سالانہ کے حساب سے ہوا۔ مگر یہ شرط قرار پائی کہ جو تنخواہ دار یا وثیقہ دار فوت ہوگا اُسکا روپیہ جب منظور ہوگا واپس ملے گا اور اگر کوئی وثیقہ دار یا اُسکا وارث بادشاہ کی حیات مین لاولد مرجائیگا تو وثیقہ منضبطہ بادشاہ کو ملیگا۔

وثیقہ دارون کی حفاظت کے باب مین گورنمنٹ نے ضمانت نہین دی مگر اقرار کیا کہ اُنکی خاطر کیجائیگی ۱۴ شعبان ۱۲۴۴ھ ہجری مطابق یکم مارچ ۱۸۲۹ء کو اس باب مین عہدنامہ منعقد ہوا

نام وثیقہ دار	ماہواری	سالانہ
ملکۂ زمانیہ	۱۰۰۰۰ روپیہ	۱۲۰۰۰۰ روپیہ
تاج محل	۶۰۰۰ روپیہ	۷۲۰۰۰ روپیہ
مخدرہ علیا	۶۰۰۰ روپیہ	۷۲۰۰۰ روپیہ
سلطان عالیہ ہمشیرہ شاہ	۴۰۰۰ روپیہ	۴۸۰۰۰ روپیہ

(۳۲) وقائع دلپذیر میں لکھا ہے کہ بادشاہ نے مناحال کو جب فریدون بخت خطاب دیا تو بادشاہ بیگم نے ۲۲ جمادی الاولی ۱۲۴۴ہجری کو اپنے محل میں محل جشن آراستہ کی اور نصیر الدولہ کی والدہ اور نواب جعفر علی خان و نواب کاظم علی خاں وغیرہ کی بیگمات خاندان منصوریہ کو طلب کرکے اول بادشاہ کو پوشاک فاخرہ پہنا کر چھبیسویں سالگرہ منائی اور وقت شب کے محسن الدولہ کی بیبیوں کی رسم کتخدائی ابوطالب خان کے بیٹوں کے ساتھ ادا کی اور پھر فریدون بخت کا ختنہ کرایا اور ختنہ کرنے والے نائی کو بیس ہزار روپے مرحمت کیے اور پچاس ہزار روپے کے شال دوشالے بادشاہ کے پاس بھیجے تاکہ وہ اپنے خاص خاص نوکروں کو تقسیم کردیں باوجودیکہ ابھی بادشاہ اور بادشاہ بیگم میں آتش فساد و عناد مشتعل نہوئی تھی لیکن انکو اسبات سے نہایت طیش آیا۔ تمام تیپے کو جلوادیا اور کرنیل خان لو صاحب رزیڈنٹ کو کہلا بھیجا کہ اگر بادشاہ بیگم آپ کو شیرینی بھیجیں تو واپس کردیجئے چنانچہ بیگم صاحب نے نقرئی تھلیوں میں شیرینی بھر کر بھیجی تو انھوں نے نہ لی بادشاہ کی غرض اس سے یہ تھی کہ فریدون بخت کے میرا بیٹا ہونے پر یہ امر دلیل نہو جائے۔ انہیں دنوں میں بیگم صاحبہ نے محسن الدولہ کی بیٹی کے ساتھ فریدون بخت کا بیاہ قرار دیا ابھی سامان عروسی تیار ہی ہورہا تھا کہ لڑکی کا انتقال ہوگیا۔

نصیر الدین حیدر کی طبیعت کا اعتماد الدولہ کی طرف سے مکدر ہو جانا

بعض تاریخوں میں لکھا ہے کہ یہ وزیر نہایت نیک نیت اور بامروت اور صاحب خلق اور باخدا تھے سب کو اپنا دوست سمجھتے تھے اور اپنے دشمن کو دشمن نہ جانتے تھے۔ بادشاہ کی

طبیعت انکی طرف سے کئی وجہون سے صاف نہ تھی (۱) جسطرح ایام شاہزادگی مین اتالیقی کرتے تھے اُسیطرح اب بھی اطوار شائستہ کی تفہیم مین قاصر نہ تھے (۲) جو انتقام کہ معتمدالدولہ سے منظور نظر سلطانی تھا وہ ظہور مین نہ آیا (۳) شرکت صحبت بادشاہ سے جو خلاف وضع تھی دور دور رہتے تھے۔ آخرکار رفتہ رفتہ صورت نقیض پیدا ہوئی اور بادشاہ کی طبیعت جوانان نوخاستہ کی طرف مائل ہوئی اور بزم بادۂ گلرنگ نے گل کھلائے اور ناچ رنگ کا جلسہ جما اور اُن لوگون کا بازار آہستہ آہستہ گرم ہوا۔ اور اعتمادالدولہ کی گرما گرمی سرد ہوئی۔ ملخص تاریخ اودھ مین ہت پرشاد کہتا ہے قضارا اقبال الدولہ پیش ہوگئے اور عہدہ جرنیلی پاکر سلطنت کے کامون مین دخیل ہوئے بادشاہ کی طبیعت اعتمادالدولہ کی طرف سے پھیردی اور جہان پناہ کو یقین کرایا کہ یہ معتمدالدولہ سے سازش رکھتے ہین یہانتک کہ بادشاہ اُنکے جانی دشمن ہوگئے اور اُنکے خراب کرنے کے درپے ہوئے۔ ایکدن نصیرالدین حیدر بجرے مین سوار ہوکر دریا کی سیر کررہے تھے اور نشۂ شراب سے لایعقل ہو رہے تھے کہ ناگاہ ایک فرنگی بچے کی ٹوپی عالم نشۂ شراب مین دریا مین گرگئی اُسنے بادشاہ کے اشارے سے وہ دست افشانی کی کہ قریب تھا کہ اعتمادالدولہ کی دستار سر سے جُدا ہوجائے لیکن اُنھون نے پیچ و تاب کھاکر دونون ہاتھون سے سنبھالی اور فرط حجاب نے قالب سے باہر کیا اور چاہا کہ شمشیر آبدار کے جوہر دکھائین لیکن جب اہل کشتی نے میان سے تلوار کھینچنے نہ دی تو اعتمادالدولہ نے زبان سے بہت کچھ برُا بھلا کہا بادشاہ نے دلجوئی کی راہ سے اُس لڑکے کو قید کرکے رزیڈنٹ کے پاس بھیجدیا لیکن اعتمادالدولہ اس بے حرمتی سے لوگونکی نظرون مین بے اعتبار ہوگئے اور آنا جانا دربار کا موقوف کیا۔ وزارت کا کام چھوڑدیا ہرچند بادشاہ نے بلایا نہین آئے آخرکار بادشاہ خود منانے کو اُنکے گھر گئے اور وجہ خانہ نشینی کی

یوبھی اور فرمایا کہ تم خوب جانتے ہو کہ یہ کام میرے اشارے سے نہیں ہوا ایک شخص نے
نشے کی حالت مین بے اعتدالی کی ہمکو بھی بُرا معلوم ہوا چونکہ قوم کا انگریز تھا سوا قید کے
دوسری سزا اُسکے لیے مناسب نہ معلوم ہوئی اگر یہ گناہ دوسرے سے سرزد ہوتا تو اُسکو
پوری سزا ملتی اللہ تعالےٰ قرآن مین فرماتا ہے - لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سُکاریٰ - جبکہ خود
نماز فرض کیلیے نشے کی حالت میں ایسا حکم دیا تو دوسرے کامون پر کیا حکم ہوا اگر کسی راہرو پر
کوئی دیوانہ کیچڑ ڈالدے تو اُس راہ رو کی عزت مین کیا بٹا لگے گا تم اس کا دل میں کچھ خیال
نکرو بادشاہ نے اسطرح اُنکی تشفی کی اور اپنے ساتھ لائے لیکن اُنھوں نے نصیحت نہ دیکھ کر کامون سے
ہاتھ کھینچا ایکدن بادشاہ نے کثرت نشۂ شراب میں ہرکاروں کے جمعدار کو حکم دیا کہ جلو
آدمی تیار ہوں چنانچہ فوج حاضر تھی حسب الحکم تیار ہوئی اعتماد الدولہ نے بنظر حفظ ماتقدم صاحب
رزیڈنٹ کو در پردہ اطلاع دی کہ ہوشیار رہین مگر یہ بات کچھ اصل نہ رکھتی تھی دوسرے روز
رزیڈنٹ نے بادشاہ کے پاس آکر دریافت کیا بادشاہ نے جوابدیا کہ آپکو کیونکر معلوم ہوا
اُسنے کہا کہ اعتماد الدولہ نے ہمکو خبر دی تھی یہ صورت بادشاہ کو نہایت ناگوار خاطر ہوئی
اور آئینۂ دل میں تازہ غبار کدورت جم گیا آخر اس کش مکش مین اعتماد الدولہ ۱۲۴۶ ہجری
میں جہان فانی سے گذرے جبتک زندہ تھے باوجود بیکاری و خانہ نشینی کے بادشاہ بیگم کے
لحاظ سے کہ اُنکے ساختہ و پرداختہ تھے نیابت اُنھیں کے نام پر رہی - شیعہ کربلا میں جسکو
میر خدا بخش نے تعمیر کیا تھا اُنکا جنازہ دفن کیا گیا فقط دو لڑکیاں اولاد میں رہین جو میر علی
اور میر حیدر حسین قوم سادات کے ساتھ منسوب تھین - بعض تاریخوں سے ثابت ہوتا ہے
کہ چوبیس لاکھ روپے بادشاہ نے اپنے خزانے سے اعتماد الدولہ کے وثیقے کیلیے - مسٹر مورڈنٹ
ریکیٹ صاحب کی معرفت جمع کرلیے تھے - اعتماد الدولہ کا وثیقہ ان دنوں دامادول

وغیرہ پر جو حصہ دار تھے تقسیم ہوا۔ آخرکار یہ دونون داماد لکھنؤ سے نکلکر دہلی کو چلے گئے اور وہین سکونت اختیار کی۔

ظفر الدولہ کے بیٹے اور داماد کہ بعض اُن مین سے وزیر سلطنت کے ہمسر تھے اور انتظام سلطنت مین دخیل تھے

ظفر الدولہ کپتان فتح علی خان کے بڑے بیٹے محمد علی خان کا اقبال الدولہ خطاب تھا اور عہدہ جرنیلی کی نیابت اُن سے متعلق تھی جو کیوان جاہ کے بایہ نام تھا اور فتح علی خان کے دوسرے بیٹے کا خطاب مکرم الدولہ اور تیسرے کا خطاب مجد الدولہ تھا ان دونون کے متعلق پلٹنین تھین اور فتح علی خان کے یہ تین داماد تھے ایک مرزا حسنو جنکے سپرد جلیبی توپخانہ تھا دوسرے میر علی اکبر پسر میر علی شیر یہ بانکیسی پلٹن کے مختار تھے اور تھوڑے سے سوار بھی اُنکے باتمنت تھے تیسرے محمد میر یہ سادات بارہ کے گھرانے سے تھے اور عدالت انکے سپرد تھی اقبال الدولہ پر بادشاہ کی بڑی مہربانی تھی یہانتک کہ انکا منھ دیکھ کر خوابگاہ سے اُٹھتے تھے اور ہر وقت عیش و عشرت کے جلسون مین اُنکو شریک رکھتے تھے اور اُنکے متعلقہ کامونکو منشی غلام مرتضیٰ مرثیہ خوان پسر ملا محمد روضہ خان سرانجام دیتا تھا اقبال الدولہ کی بدولت غلام مرتضیٰ کی خوش گلوئی اور الحان دلکش کے ساتھ مرثیہ خوانی بہت ثروت و شہرت کو پہونچی تھی۔

نجم الدولہ جعفر علی خان

جعفر علی خان ابن مظفر علی خان ابتدائے شباب مین اپنے باپ سے رنجیدہ ہو کر

مہاراجہ دولت راؤ سیندھیا کے لشکر میں چلے گئے اور اُنکی ملازمت حاصل کی۔ جب نصیر الدین حیدر سلیمان جاہ تخت نشین ہوئے تو پُرانی محبت کی وجہ سے ستر سوار کو دو ہزار روپیوں سمیت بھیجکر جعفر علی خاں کو گوالیار سے بلواکر عہدۂ توپخانۂ سلیمانی عطا کیا اور پانسو روپئے تنخواہ مقرر کردی اور بادشاہ کے مصاحب و ندیم ہوگئے وہ آبرو سمہ پہونچائی کہ درباری آتش حسد میں جلنے لگے تاج الدین حسین خان نے فتنہ و فساد کی وہ آگ بھڑکائی کہ جعفر علی خانکی گرم بازاری سرد ہوگئی۔

رام دیال کا اپنی بہن کو بادشاہ کے محل مین پہونچا کر راجگی کا خطاب اور عزت پانا

بینی رام لکھنوی ساکن محلۂ چکلہ مرد حلیم و شمیم خوش وضع و سفید پوست تھا سیاہ پان بیچا کرتا تھا اور لین دین کرتا تھا صاحب تقدیر تھا کماروں کا جمعدار بھوانی مہرا مر گیا اُسکے پاس چھ سات لاکھ روپیہ نقد تھا وہ بلا محنت بینی رام کے ہاتھ آیا۔ اور اس روپے کی دولت عاملوں سے پوتہ داری کے ذریعہ سے رکتبہ حاصل کیا۔ عاشورن نام ایک لکھنوی طوائف سے رسم آشنائی بڑھاکر اُسکو گھر مین ڈال لیا اُس کے بطن سے ایک بیٹا اور ایک بیٹی پیدا ہوئی بیٹے کا نام احمد علی رکھا جب بینی رام نے انتقال کیا تو ایک بیٹا منالال عرف رام دیال ہمقوم عورت سے بھی چھوڑا وہی ساہو کارے کی کوٹھی اور تمام مال و اسباب کا وارث بنا چالاک تھا کہ جوہر فروشی کی دولت صاحبزادگی سے محل شاہی مین اُسکا لین دین تھا اب بادشاہ کے دربار تک رسائی بہم پہونچائی اور اپنی سوتیلی بہن کو جو عاشورن طوائف سے تھی بادشاہ کے پاس پہونچایا جس سے

محلات شاہی مین داخل ہوکر پھول محل خطاب پایا اور رام دیال کو راجگی کا خطاب عطا ہوا سنہ ۱۲۴۴ ہجری مین اعتماد الدولہ کے تنزل سے رام دیال کی کارگزاری کا ستارہ چمکا اور تمام معاملات پر اُس کا حکم جاری ہوا بلکہ عمال کا عزل نصب اُسکی رائے سے ہونے لگا اور رزیڈنٹ کے پاس بادشاہ کی طرف سے سفارت بھی کرتا۔ اور رزیڈنٹی کے خزانچی سے راہ و رسم پیدا کر کے اُسکی وجہ سے غلام حسین میرمنشی رزیڈنٹی سے صورت اتحاد نکالی بلکہ رزیڈنٹی کا تمام عملہ بھی اُسکی توقیر کرتا تھا۔ لیکن بے علم کندۂ ناتراش تھا جب سر ہربرٹ مڈک لکھنؤ کے رزیڈنٹ ہو کر آئے اور اُنھون نے ایکدن رام دیال سے دریافت کیا کہ آپ کا فراج کیسا ہے تو اُس نے جواب دیا کہ پیٹ نفس (نفخ) بہت رہتا ہے یہ سُن کر صاحب رزیڈنٹ نے جانچ لیا کہ یہ شخص بڑے اور ذمے داری کے کام کے قابل نہین یہانتک واقعات سنہ ۱۲۴۴ ہجری کے تھے۔

دو رقاصہ عورتون کی سرفرازی ممن خان اور محمد بخش کی ترقی ایک مجنون کی عجیب حرکت

مسند نشینی سے تیسرے سال سنہ ۱۲۴۵ ہجری مین جشن موقوف رہا۔ لیکن دو رقاصہ عورتون کو جن کا نام حسینی تھا اپنی صحبت کے لیے پسند کر کے ایک کو بادشاہ محل خطاب دیا اور دوسری سُلطان محل۔

دو لڑکے تھے ایک کا نام ممن خان تھا اور دوسرے کا محمد بخش یہ دونون غازی الدین حیدر کے پاؤن دابا کرتے تھے اُنکو نصیر الدین حیدر نے منظور نظر فرما کر بڑے رتبے پر پہونچا دیا ممن خان کو اول ارباب نشاط کا داروغہ بنایا پھر فوج کی حکومت دی اور خواصمنا

شاہی میں بڑے رتبے پر پہونچایا۔
اسی سنہ میں ایک روز کا قصہ ہے کہ بادشاہ ظہر کے بعد کھٹملاس نامی مکان کی چھت حجامت سوار ہے تھے اور اقبال الدولہ اُسوقت حاضر تھے ممن خاں اور محمد بخش دونون نماز کے لیے چھت سے نیچے اُتر رہے تھے کہ ایک دیوانہ آدمی شمشیر برہنہ ہاتھ میں لیے اور بندوق کاندھے پر رکھے ہوے محاماموتی محل کے دروازے سے محل کے اندر گھسا راجہ شیودین اور دربان وہان بیٹھے ہوئے تھے اُنھون نے منع کیا اُنکو تلوار سے ڈراکر بھگادیا اور کھٹملاس کی طرف قدم بڑھایا جو کوئی اُسے روکنا چاہتا تو اسے دھمکاکر بھگادیتا تلوار کی آنچ کی کوئی تاب نہ لاسکا دھر سے لوگ ڈراتے پاس نہ آتے حکم الدولہ کی دور سے اُس پر نظر پڑی وہ بھی پاس نہ آسکے دیوانخانہ انکے باپ کے ماتحت تھا اُنھون نے چوبدارون کو حکم دیا کہ اسے روکیں مگر کسی مین یہ جرأت نہ تھی کہ قریب جاکر اُسے منع کرتا وہ بڑھتے بڑھتے مکان مذکور کے زینے تک پہونچ گیا بادشاہ اس دیوانے کی جرأت اور لوگوں کے شور وغل سے متحیر تھے ممن خان اور محمد بخش نیچے سے اوپر چڑھے اور جون ہی اُس دیوانے نے پہلے زینے پر قدم رکھا اور چاہا کہ بادشاہ تک پہونچے ممن خان نے چالاکی و چستی کرکے فوراً ایک ہاتھ کمر مین ڈالا اور دوسرے سے اُسکی تلوار کا قبضہ پکڑ لیا یہ ضعیف اور دیوانہ قوی ہیکل تھا لیکن محمد بخش نے ممن خان کی مدد کرکے اُسے تلوار مارنے کی فرصت نہ دی دونون نے اُسے زمین پر دے مارا تلوار اُس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی اب حکم الدولہ دلیری کرکے دور سے دوڑے اور اُسکی بندوق دونوں ہاتھوں سے پکڑکر اس زور سے سر پر ماری کہ سر کی ہڈیاں پارہ پارہ ہوکر بھیجا ناک کی راہ بہ گیا اور فوراً مرگیا بادشاہ ممن خاں کی جرأت سے بہت خوش ہوئے تعریف کی خلعت فاخرہ اور کئی ہزار

روپے عنایت کیے اور ہر ایک محل سے ہزارون روپیہ انعام مین ملا۔ لیکن بادشاہ بیگم نے سب سے زیادہ دیا۔ اُس دن سے ممن خان کی آبرو سب مین بڑھ گئی اور بادشاہ کے دل مین پکڑ کر امرا مین داخل ہو گیا۔

نئے رزیڈنٹ کا بادشاہ کو سمجھانا کہ انتظام ملکی کی طرف توجہ کرنی چاہیئے رام دیال کا کیوان جاہ کے نسب کی تحقیق کی علت مین ندامت اُٹھانا

ایم رکیٹ صاحب رزیڈنٹ نے لکھنؤ کے معاملات مین اتنی چشم پوشی کی کہ آخر کار بدنام ہو گئے اور میر منشی غلام حسین کی وجہ سے کہ نہایت راشی اور طامع تھا بدنام ہو کر سنہ ۱۲۴۵ھ مین لکھنؤ کی رزیڈنٹی سے اُنکی تبدیلی ہو گئی۔ صاحب رزیڈنٹ نے وقت رخصت بادشاہ سے یہ بات کہی کہ مین نے اکثر خیر خواہی کی راہ سے آپکو سمجھایا۔ لیکن آپ نے بمقتضاے شباب کہ انجام اُسکا خراب ہے میری نصیحت پر عمل نکیا اور مجھکو بدنامی نصیب ہوئی لیکن مین یقین کرتا ہون کہ پہلے روبکاری رزیڈنٹ منصوبہ سے کیوان جاہ اور فریدون بخت کے باب مین پیش آئے گی کہ وہ شاہزادے ہین یا نہین یہ صاحب تو بادشاہ کے کان کھولکر یہان سے چلے گئے اور ناوک صاحب قائم مقام رزیڈنٹ ہو کر آئے اور وہ بخط مستقیم ڈاک کے ذریعہ سے بلا انتظار استقبال یکایک لکھنؤ مین داخل ہو گئے چونکہ یہ طریقہ آئین قدیم کے خلاف تھا اسلیے بادشاہ کے پسند نہوا۔ اس رزیڈنٹ نے بادشاہ کو نصیحت شروع کی اور اُنکے کان کھولے کہ دنرات نشۂ شراب مین رہنا عقل سے دور ہے اور رنڈیون کی صحبت مین پڑا رہنا بہتر نہین اور رام دیال جیسے آدمی کی

مدار المہامی باعث آغاز بدانجامی ہے۔ بادشاہ اور رزیڈنٹ کے درمیان آمدورفت اور پیام وسلام کا دروازہ رام دیال پر بند ہوا بادشاہ کو یہ نصیحت مصلحت آمیز پسند آئی مگر رزیڈنٹ کی خاطر سے پرچہ پیام چوبدار کے ذریعہ سے جاری رہا اور اگر مشکل کام پیش آتا تو نجم الدولہ کے ذریعہ سے انجام پاتا۔

رام دیال کی طرف سے رزیڈنٹ کی زیادہ ترناخوشی کا سبب یہ امر تھا کہ انھوں نے اُس سے ایکدن دریافت کیا کہ کیوان جاہ بادشاہ کا بیٹا ہے یا نہیں اسکی تحقیق کر کے ہمکو خبر دو اور یہ بات اُنکو تاکید کر دی کہ یہ راز بادشاہ پر نہ کھلے اس بیٹے کے پیٹ میں پانی کب ہضم ہوتا تھا یہ ماجرا بادشاہ تک پہونچایا اُنھوں نے تیسرے روز ملاقات مین رزیڈنٹ سے شکایت کی کہ آپکو ایسے امر کی ہم سے تحقیقات چاہیئے کہ بیٹے کی پیدایش کی اطلاع باپ کو اچھی طرح ہوتی ہے صورت اسکی یہ ہے کہ اسکی ماں میری متوعہ تھی لیکن خلد مکاں اور مریم مکانی کے خوف سے اس بات کو چھپائے رکھا تھا جبکہ وہ حاملہ ہوئی اور وضع حمل کا زمانہ قریب آیا تو بچہ کی پیدایش اپنے محل میں مناسب نہ جانکر اُسکے مکان کو روانہ کر دیا تھوڑے دنون کے بعد بیٹا پیدا ہوا ہرچند یہ بات چھپائی لیکن زبان بزبان مریم مکانی کے کانوں تک پہونچی اُنھوں نے بچے کی پرورش غیر جگہ اپنی شان کے خلاف سمجھکر عورت کو معہ بچے کے اپنے پاس بلا لیا اور خلد مکاں کے خوف سے یہ مشہور کیا کہ یہ عورت دودھ پلانے آئی ہے۔

رزیڈنٹ نے کہا کہ یہ بالکل بہتان ہے کسی نے مجھ پر باندھا ہے مجھکو ایسے معاملات سے کیا کام آپ اُس کا نام تو بتائیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ کس آدمی نے کہا ہے۔ کلام اُس کا اعتماد کے قابل ہے یا نہیں بادشاہ نے رام دیال کا نام بتادیا صاحب کو پہلے ہی سے

رام دیال کا گمان تھا کیونکہ سوا اُس کے کسی اور سے اُنھون نے اسکا چرچا نہین کیا تھا جب
بادشاہ نے نام اُس کا بتا دیا تو رزیڈنٹ نے کہا کہ یہ شخص حرام زادہ اور مفتری ہے جھوٹی بات
بناتا ہے اور دونون سرکارون مین فساد ڈالتا ہے حضرت اُسکے جھوٹے قول پر اعتماد نکرین
اور ایک ایسے بنیے سے سفارت کا کام نہ لین کہ نہ وہ اسرار بادشاہی کے قابل ہے اور نہ
ہم لوگون کی ہم کلامی کے لائق۔ محتشم خانی مین واقعات ۱۲۴۵ھ ہجری مین اسیطرح لکھا ہے۔

مڈک صاحب کا رزیڈنٹی پر مقرر ہونا اور فریدون بخت کے نسب کی تحقیق

۱۲۴۶ھ ہجری مین جشن مسند نشینی ملتوی رہا اور مسٹر مڈک صاحب کی آمد کی خبر گرم ہوئی
جنکے نام اصالتاً رزیڈنٹی کا عہدہ تھا - بادشاہ اور قائم مقام رزیڈنٹ باوجود کشیدہ خاطری
کے ضرورتاً عالم نگر تک کہ استقبال کی حد وہان تک مقرر تھی استقبال کو گئے اور ملاقات
کرکے بادشاہ اپنے ہاتھی پر بٹھاکر فرح بخش مین لائے اور رسوم معمولی سے فراغت پاکر رخصت
کیا قائم مقام رزیڈنٹ کو اتنا رنج تھا کہ گوٹے کا ہار فرح بخش ہی مین چھوڑکر چلے گئے ادھر سے
بھی کسی نے نہ پوچھا اور اپنے مستقل عہدے پر دوسرے شہر کو روانہ ہوگئے ایکدن رزیڈنٹ
نے بادشاہ کو پیام دیا کہ معتمد الدولہ کو ہمارے پاس بھیجدینا چاہیئے اُن سے کچھ باتین کہنا سننا
ہین - بادشاہ نے انکار رزیڈنٹ کے پاس جانا مصلحت کے خلاف سمجھا اور اجازت ندی
آخر کار رزیڈنٹ نے بطور خود معتمد الدولہ کو جو دراصل انگریزی قیدی تھے بادشاہ کی اجازت کے
بغیر اپنے پاس بلا لیا اور اُن سے رزیڈنٹ سابق اور عملۂ رزیڈنٹی کی رشوت ستانی کا حال تحقیق
کیا مگر معتمد الدولہ نے ہرگز افشائے راز نکیا اور کہا ؎ آن قدح بشکست و آن ساقی نماند

گئے ہوئے مُردے اکھیڑنا اور ناحق اس فکر و محنت میں دل کو پریشان کرنا ضرور نہیں جو کچھ مناسب وقت سمجھا ظہور میں آیا۔ سرہربرٹ مڈک اس جواب سے بے حد خوش ہوئے لیکن کونسل کے حکم سے مجبور تھے۔ اور اسبات کی تحقیقات منظور تھی اس لیے غلام حسین میر منشی رزیڈنسی کو طلب کیا بادشاہ نے اقبال الدولہ کو اجازت دی اُسکے حکم سے راجہ بختاور سنگھ سوار لیکر اُس کے مکان پر پہونچا اور صورت محاصرہ ظہور میں آئی۔ غلام حسین نے دیکھا کہ عزت و آبرو جاتی ہے پستول بھر کرا پنے پیٹ پر خالی کیا قصابپر سوار تھی پُر ارمان اور لاولد جہان سے گذرا اور اُسکے دو خدمتگار جو محرم اسرار تھے بندوق کی گولیاں کھا کر اپنے آقا کے پیچھے پیچھے راہی ملک عدم ہوئے اُس کا تمام مال و اسباب ضبطی میں آیا۔ التفات حسین خان میر منشی گری سے سرفراز ہوا لیکن رو برو بیٹھنے کی عادت نہ تھی اور نہ کسی کام میں دم مارنے کی قوت۔

ایم رکیٹ صاحب کی بدنامی کے باعث یہ تین شخص تھے (۱) تاج الدین حسین خاں کہ اس زمانے میں نظر بند ہوگئے تھے (۲) شاہ بہاری لال اُسے یہ کہکر اپنا دامن پاک کیا کہ میں مہاجنی پیشہ ہوں مجھکو معاملات شاہی سے کیا کام (۳) رام دیال کہ اسی کے سر پر بدنامی کا ٹوکرا رہا۔

دشمن کہتے ہیں کہ نصیر الدین حیدر میں رجولیت کی قوت نہ تھی

تاریخ مناجات میں لکھا ہے کہ سرہربرٹ مڈک رزیڈنٹ نے صاحبان کے بادشاہ کا نطفہ ہونے کے باب میں بھی تحقیقات کی بادشاہ بیگم نے ظاہر کیا کہ طفل مسطور کا حمل دو سال سے زیادہ تک رہا اور عوام میں یہ بات مشہور تھی اور معتمد الدولہ کے اظہار سے جو مڈک صاحب کے

سامنے ہوا تھا ثابت ہوا کہ نصیر الدین حیدر میں ابتدا سے رجولیت کی قوت نہ تھی اور وہ عورت سے صحبت کرنے کی بالکل قابلیت نہیں رکھتے تھے اس لیے بیگم صاحبہ موصوفہ اُنکی اولاد کی طرف سے مایوس ہو گئی تھین اور فریب و حیلہ سے یہ لڑکا بہم پہونچایا تھا۔

منتظم الدولہ مہدی علی خان نے بھی لڑک صاحب کے پاس گواہی دی کہ بادشاہ اودھ یعنی نصیر الدین حیدر نے مجھ سے مفصل اور مشرح فرمایا تھا کہ کیوان جاہ اور فریدون بخت دونون میرے اصلی بیٹے نہین ہین اور اسباب کا افسوس کرتے تھے کہ کوئی فرزند وارث تاج و تخت مجھ سے پیدا نہین ہوا لڑک صاحب نے یہ بیان یکم جنوری ۱۸۳۱ء مطابق ۱۶ رجب ۱۲۴۶ھ کو گورنر جنرل کو لکھ بھیجا۔

تنبیہ اوپر محتشم خانی کی روایت سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ بادشاہ اپنی زبان سے کیوان جاہ کے اپنا صلبی بیٹا ہونے کا اقرار کر چکے ہین۔

تنبیہ دوم محتشم خانی وغیرہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ نے اولاد کے لیے درویشون سے چارہ جوئی کی اس سے مستفاد ہوا کہ اُن مین قوت رجولیت تھی اگر نہ ہوتی تو وہ اسباب کی کوشش کیون کرتے علاوہ اسکے عورتون کے ساتھ اُنکی ہمبستری کرنے کے واقعات بھی پائے جاتے ہین۔

منصب وزارت۔رام دیال کی گرفتاری

اعتماد الدولہ کے انتقال کے بعد اُنکے عہدے کے دو شخص خواہان تھے (۱) اقبال الدولہ (۲) رام دیال جو سرکار انگریزی کا گناہگار تھا۔

انگریزون کا دستور ہے کہ اُن مین سے جو شخص عہدے سے کنارہ کش یا معزول ہو کر

جاتا ہے وہ اُس مقام کے تمام حالات اور آدمیون کی کیفیت اپنے حالتیس کے لیے لکھ جاتا ہے تاکہ اُسکے موافق ہر ایک کے ساتھ برتاؤ اور سلوک اور بندوبست کرے چونکہ نادک صاحب رام دیال سے بیحد مکدر اور رنجیدہ خاطر تھے اُسکی بے حقیقتی اور کم اصلی اور تنک ظرفی کے معاملے میں بایک تحریر پڈک صاحب کو دے گئے تھے اسلیے صاحب موصوف اُسکی ملاقات کے روادار نہ تھے۔ اس عرصے مین کسی شخص نے رام دیال کو خبر دی کہ رزیڈنٹ نے تیری شکایت فلان تاریخ گورنر جنرل کو لکھی ہے۔ رام دیال نے اپنے رفیقون کو حکم دیا کہ ایسا بندوبست کرنا چاہیئے کہ گورنر جنرل کی طرف سے جو جواب آئے وہ رزیڈنٹ تک نہ پہونچ سکے اُنھوں نے بعض ڈاکوؤں سے ملکر اُنکو اس بات پر آمادہ کیا کہ قاصد کو راستے میں قتل کرکے گورنر جنرل کا جواب چھین لیں چنانچہ ایسا ہی ہوا اور وہ خط رام دیال کے پاس آگیا یہ شخص انگریزی جانتا نہ تھا کسی انگریزی خوان سے مضمون معلوم کر لیا بعض آدمی رزیڈنٹ کے ملنے والے رام دیال سے ناخوش تھے اُنھون مفصل خبر اس کرتوت کی پڈک صاحب کو دی وہ تو پہلے ہی رام دیال کی شکل سے متنفر تھے اور اُسکے اخراج کرنے کی فکر مین تھے یہ سُنتے ہی فوراً بادشاہ کے پاس گئے اور اُس کی بہت کچھ شکایت کی بادشاہ نے رزیڈنٹ کی خاطر سے اُس سے چشم محبت پھرائی اور دو کمپیاں بھیجکر گرفتار کرا کے ڈیوڑھی کوٹھی مین قید کر دیا اس رگشتہ بخت کو تمنائے رہائی اور آرزوے منصب مدار المہامی مین ایک مدت گذری مگر آرزو بر نہ آئی۔

اب سفارت کا عہدہ اکبر علی خاں پسر امیر الدولہ حیدر بیگ خان کو ملا مگر بادشاہ کا نائب کوئی نہایت شخص ہر کام میں بیحد محتاط تھا اس لیے اکثر کاموں کے اجرا میں التوا کرتا تھا لوگ اُسکی کارروائی کو بے سلیقگی پر حمل کرتے اور اُسکی وضع قدیمی کو جو طرز جدید کے منافی تھی بُرا جانکر متواتر بادشاہ تک شکایتیں پہونچاتے کہ اس شخص سے کسی کام کی امید نہیں۔

مخدرۂ علیا کے ساتھ آشنائی کی تہمت میں اقبال الدولہ کا پایۂ اقبال سے گرجانا

ظفرالدولہ کے بیٹے اقبال الدولہ کا ستارۂ اقبال ایسا چمکا کہ تمام انتظام مالی و ملکی اُنکی ذات سے وابستہ تھا اوران کاموں کی کارپردازی غلام مرتضیٰ سے متعلق تھی اقبال الدولہ کی وجہ سے عہدۂ سفارت کلکتہ بھی منشی غلام علی خان سے نکالکر حکیم ظفرعلی کے نام قرار پایا دو ڈھائی برس اقبال الدولہ کا خوب طوطی بولا آخر بہر کمالے رازوالے ارباب حسد پیشہ آتش رشک مین جلنے لگے مخدرۂ علیا کے ایک خواجہ سرا سے جسکا نام مسرت تھا بہت عداوت پیدا ہوگئی خواجہ سرا اقبال الدولہ کی خرابی کی فکر مین تھا مخدرۂ علیا کے پاس ایک عورت رہتی تھی جس کا نام امیر بہو تھا یہ عورت اقبال الدولہ کے بھائی کے ساتھ دور کا رشتہ رکھتی تھی اور اقبال الدولہ کے مکان پر اکثر آیا جایا کرتی تھی چونکہ یہ عیاش آدمی تھے اور وہ بھی بدچلن تھی لوگون نے سمجھا کہ ان دونون کی باہم آشنائی ہے اقبال الدولہ کو بادشاہ کے پاس بیحد رسوخ تھا اکثر آدمی اپنا کام نکالنے کو اُن سے رجوع رکھتے تھے مخدرۂ علیا بھی اقبال الدولہ کے خوش رکھنے کو امیر بہو کی معرفت تحفے بھیجا کرتی تھین ان تحفون مین سے اکثر وہ چیزین بھی تھین جو بادشاہ نے مخدرۂ علیا کو عطا کی تھین ایکدن ایک انگریزی قسم کا تھان جو نہایت تحفہ و کمیاب تھا بادشاہ نے مخدرۂ علیا کو دیا اُنھون نے وہ تھان اقبال الدولہ کو بھیجا نوجوان آدمی تھے بدنامی کا تو خیال نکیا چند ماہ کے بعد اُسکی قبا سلواکر دربار مین پہن کر جانے لگے مسرت خواجہ الزام لگانے کی تاک مین تھا ہی اُس کپڑے کو پہچان کر بادشاہ سے عرض کیا کہ مخدرۂ علیا کو

اقبال الدولہ کے ساتھ اتنی محبت ہو گئی ہے کہ انکو چھپ کر ڈولی کی سواری میں محل میں بلا کر رات بھر اپنے پاس رکھتی ہیں اور دو گھڑی رات باقی رہے باہر روانہ کر دیتی ہیں۔ خانہ زاد کے قول کی صداقت پر یہ دلیل ہے کہ جو اچھے اچھے سامان حضور محمد رضا علیا کو بخشتے ہیں وہ اقبال الدولہ کو عنایت کر دیتی ہیں چنانچہ فلاں انگوٹھی جو حضور نے بیگم کو دی تھی وہ اقبال الدولہ کی انگلی میں ہے اور فلاں تھان کہ جس کا نظیر شہر بھر میں نہیں انکی قبا اقبال الدولہ کے بدن پر ہے حضور تجاہل کر کے اس سے پوچھیں کہ یہ تھان تمہارے پاس کہاں سے آیا یقین ہے کہ جواب دینگے کہ بازار سے خرید کیا ہے حضور فرماویں کہ ایک دوسرا ایسا ہی ہمارے واسطے بھی لاؤ اگر لا دیا تو خانہ زاد کا قول جھوٹ سمجھا جائے ورنہ خانہ زاد سچا ہے اب بادشاہ نے اُس چیز کو دیکھکر پہچان لیا اور تجاہل کے طور پر اقبال الدولہ سے دریافت کیا اُس نے وہی جواب دیا اور حضرت نے بھی وہی سوال کیا اقبال الدولہ نے قیاس کیا کہ اگر بازار سے خریدا ہوگا تو دوسرا بھی ملجائے گا ورنہ بیگم سے دوسرا طلب کر کے دیدونگا تفتیش کے بعد معلوم ہوا کہ یہ ایک ہی تھان تھا اور بادشاہ نے بیگم کو دیا تھا اسطرح کا دوسرا تھان نہ سرکار میں ہے نہ بازار میں اب اقبال الدولہ سٹ پٹائے اور بادشاہ سے عرض کیا کہ اس دو تین دن میں بہت تلاش کیا دوسرا تھان نہ ملا بیچنے والا کہتا ہے کہ یہ ایک ہی آیا تھا بادشاہ نے بائع کو بلایا تو وہ بھی میسر نہ آیا پھر انگوٹھی کا حال دریافت کیا اُسکا بھی اقبال الدولہ نے فریبانہ جواب دیا بادشاہ نے انکو اپنے دربار سے نکلوا دیا اور حکم دیا کہ کبھی ہمارے سامنے نہ آئیں باپ کی مروت سے اس پر خیر گذری کہ انکی منکوحہ مندرار قاصہ کو جو بادشاہ کی اجازت سے نکاح میں آئی تھی اور صاحب اولاد تھی اُنکے گھر سے نکلوا کر پھر چکلے میں بٹھا دیا کہ جو اپنے ناچ گانے کے کسب میں مشغول ہو گئی ورنہ خدا جانے کیا خرابی رہا ہوتی اقبال الدولہ کا کارخانہ درہم برہم ہوا اور حرنیلی کی نیابت کا

عہدہ بھی ہاتھ سے نکل گیا۔

منتظم الدولہ حکیم مہدی علی خان کا لکھنؤ مین ورود

جب اعتماد الدولہ نے قضا کی اور اقبال الدولہ خانہ نشین ہوئے اور راجہ رام دیال قید ہوا اور ظفر الدولہ نے جن پر اس خاندان شاہی کی خیر خواہی ختم تھی باوجود عنایت بادشاہ اور منظوری رزیڈنٹ کے وزارت سے کنارہ کیا تو اب کوئی شخص لکھنؤ مین اس منصب کے سنبھالنے کے قابل نہ رہا اور بادشاہ کا مزاج عیش پسند تھا وہ عورتون کی صحبت مین رہتے تھے یہانتک کہ محلات سے برآمد ہونا بھی موقوف ہوا اور فرشتون کی رسائی وہان تک محال تھی ارباب نشاط کے مشورے پر انتظام سلطنت تھا منشی ذکاءاللہ صاحب تاریخ ہندوستان مین لکھتے ہین کہ بادشاہ سلامت محلون کے پلے ہوئے تھے وہ سوائے زنانی باتون کے مردانی باتین سلطنت کی کیا جانتے سرہربرٹ مڈک نے کہا کہ جبتک کوئی وزیر اپنا لائق مقرر نکروگے ہم تمھاری بات نہ پوچھین گے لارڈ ولیم بن ٹنگ نے بھی دھمکی دی تھی کہ ملک کا انتظام کرو نہین تو سارا ملک سرکار کمپنی خود لے لیگی اور بندگان خدا کو ظلم سے چھڑا لے گی جب بادشاہ کی جان کو یہ بڑی آنکر بنی تو ایک لائق فائق نائب کی تلاش ہوئی حکیم مہدی علی خان کا بھی حال سُنئے کہ جسدن سے وہ لکھنؤ سے گئے تھے لکھنؤ کی وزارت کی تمنا مین ہزارون روپے بگاڑ رہے تھے دربار شاہی کے آدمیون کو گانٹھ رہے تھے محلات کی بیگمات سے لاکھون روپے پیش کرنے کا وعدہ کر رہے تھے اور ہر مہینے بادشاہ کو عرضی بھیجتے اُس مین اپنی خیر خواہی کی باتین لکھتے کہ فدوی ملک کا نہایت اچھا انتظام کریگا ملازمین کی تنخواہ تمام و کمال اپنے پاس سے دیگا معتمد الدولہ کو قید کرا کر اُن کا وثیقہ باطل کرائے گا

بادشاہ کے دل میں بھی یہ بات سماگئی تھی کہ اکبر علی خاں سے کچھ نہ ہوسکے گا ان عوارض کو دیکھکر بادشاہ کی طبیعت آپکی طرف مائل ہوئی اپنے ندیموں اور مصاحبوں سے مشورہ کیا ان دنوں رجب علی قوال بادشاہ کو ستار بجانا سکھاتا تھا اُس نے اپنا راگ چھیڑا کہ حکیم مہدی علی خان معاملات سلطنت کا بخوبی انتظام کرسکتے ہیں یہ کاوش بغیر انکے دور ہونا دشوار ہے فقیر محمد خان اور انتظام الدولہ داروغۂ دیوانخانہ وغیرہ نے بھی اسکی تائید کی بادشاہ بیگم نے بھی مشورہ کے وقت حکیم مہدی علی خان کی قدامت پر نظر کرکے بادشاہ کا مزاج اُنکی طرف راغب کیا یہ مشورہ بادشاہ کو پسند آیا اور بدوں صلاح صاحب رزیڈنٹ کے حکیم مہدی علی خان کی طلبی میں شقہ مظفر علی خاں کے داماد بندہ حسن کے ہاتھ سنہ ۱۲۴۶ ہجری میں فرخ آباد کو حکیم صاحب کے پاس بھیجا وہ بھی بے اجازت اور تحریر گورنر جنرل کے ڈاک کی سواری میں لکھنؤ پہونچے اول بادشاہ بیگم کی ڈیوڑھی پر پہونچکر مدد دی بعد اسکے بادشاہ کی ملاقات سے سرفرازی حاصل کی بادشاہ نے حکیم صاحب کی رزیڈنٹ سے ملاقات کرا کے کہلایا کہ یہ اس ریاست کے نمکخوار قدیم اور منتظم اور دیانت دار ہیں اور امور مالی و ملکی میں تعلیم نواب سعادت علی خان سے حاصل کی ہے میں اس تدبیر میں ہوں کہ انکو دخل دیکر انکے ہاتھ سے کام لوں رزیڈنٹ نے جواب دیا کہ آپ ملک کے مالک ہیں جو کچھ آپکو مناسب معلوم ہو عمل میں لائیے۔

رزیڈنٹ کے مشورے کے بموجب بادشاہ کا حکیم مہدی علی خان کو خلعت وزارت دینے میں تامل کرنا

حکیم مہدی علی خاں نے ٹیڑھی کوٹھی میں قیام کیا بادشاہ نے اُنکی اتنی قدر و منزلت کی کہ حضور لقب دیا۔ جیسا کہ ہفت پرستان کی ملخص تاریخ اودھ میں مذکور ہے لیکن گورنر جنرل کے

ایک مراسلے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور کا خطاب خود بادشاہ نے اپنی ذات کے لیے قبول کیا تھا چونکہ صاحب رزیڈنٹ کی رائے کے خلاف یہ امر ظہور مین آیا تھا اسلیے باہم دلون مین کدورت تھی حکیم صاحب نے بڑی دانائی سے سلطنت کا انتظام شروع کیا سارے کارخانون کا انصرام کیا زنانے کا خرچ گھٹایا مالگذاری کو عمدہ انتظام کرکے بڑھایا انصاف کے لیے عدالتین مقرر کین پولیس کا انتظام کیا مگر رزیڈنٹ کا دل حکیم صاحب سے صاف نہوا اکبر علی خان سفیر شاہی کی موقوفی کا بھی رزیڈنٹ کے دل کو صدمہ پہونچا جو انگریزی متوسل اکبر علی خان کے دوست تھے اُنھون نے رزیڈنٹ سے یہ بیان کیا کہ آپکی دوستی کی وجہ سے اکبر علی خان کو معزولی کا منھ دیکھنا پڑا۔

اسکے سوا حکیم مہدی علی خان متکبر آدمی تھے فرخ آباد مین انگریزون سے برابری کی ملاقات کرتے تھے لکھنؤ مین آکر اگلے نائبون کے خلاف رزیڈنٹ سے ہمسری کا دعوی کرنے لگے اُنکے سامنے حقہ پیتے رزیڈنٹ ایک مدمغ انگریز تھا اُسکو یہ بات ناگوار گذری رزیڈنٹی کے عہدہ دارون نے رزیڈنٹ سے عرض کیا کہ شجاع الدولہ کے عہد سے آجتک کوئی نائب رزیڈنٹ سے ایسی نخوت سے نملا رزیڈنٹ گورنر جنرل کا قائم مقام ہوتا ہے۔ ابھی سے جب انکا یہ حال ہے تو عہدۂ وزارت پر جم کر ہمکو کیا خیال مین لائینگے رزیڈنٹ کے دل مین حکیم صاحب کی طرف سے بہت کدورت پیدا ہوگئی اپنے چوبدارونکو حکم دیا کہ اگر ہمارے سامنے حکیم مہدی علی خان حقہ طلب کرین توتم ممانعت کردیجو یہ خبر حکیم صاحب کو بھی پہونچ گئی دوبارہ رزیڈنٹ کے پاس گئے تو حقہ ساتھ نہ لے گئے مگر دل کو ناگوار بہت ہوا اور دونون کے دلون مین ایسی دشمنی پڑی کہ اُسکا دور کرنا محال تھا یہانتک کہ رزیڈنٹ اس فکر مین ہوا کہ حکیم صاحب کو اُکھیڑے بادشاہ سے کہا کہ یہ شخص سلطنت کا پُرانا بدخواہ ہے اس لیے کہ مسٹر جان بیلی رزیڈنٹ

سائق جو نفس الامر میں غازی الدین حیدر کے محسن تھے انھوں نے شمس الدولہ کی ولی عہدی کے باوجود بڑا بیٹا ہونے کی وجہ سے غازی الدین حیدر کو مسند نشین کیا اس شخص نے شمس الدولہ کی دوستی میں جان بیلی صاحب کے چند قصور لکھ کر غازی الدین حیدر کے ہاتھ سے گورنر جنرل کے پاس بھجوائے اگر معتمد الدولہ خیر خواہ ہوتا تو غازی الدین حیدر کے ہاتھ سے ریاست نکل جاتی یہ وہی ریاست ہے جس میں حضور عیش و عشرت کر رہے ہیں اس شخص نے شمس الدولہ کے لیے جو کچھ تجویز کیا تھا غازی الدین حیدر کے اقبال اور معتمد الدولہ کی خیر خواہی سے وہ بات ظہور میں نہ آسکی علاوہ اس کے یہ شخص گورنر جنرل کی اجازت کے بغیر لکھنؤ میں آیا ہے اسلیے ورید سالے میں جلدی کرنی چاہیئے کیونکہ سائق میں صیب سے لکھے لکھنؤ میں رہنے کی ممانعت آچکی ہے جو دفتر میں موجود ہے گورنر جنرل عنقریب آنے والے ہیں انکی تشریف آوری کے بعد انکی صلاح سے جو کچھ کرنا ہو کیا جائے بادشاہ کا دل ان وحشت آمیز باتوں سے متردد ہوا اور خلعت وزارت حکیم صاحب کو ملنا گورنر جنرل کے آنے تک ملتوی رہا حکیم صاحب نے جو دیکھا کہ تیر تدبیر رزیڈنٹ نشانے پر بیٹھا تو دوسری فکر میں مشغول ہوئے۔

بادشاہ کا سات خواصون کو ایک کوٹھری مین بند کرا دینا جن کا تشنگی سے تڑپ تڑپ کر مر جانا

سنہ ۱۲۴۹ ہجری میں بادشاہ کے مزاج میں عیش و عشرت نہایت بڑھ گیا تھا رات کو شراب خواری کی کثرت ہوتی تھی اور چند خوبصورت خواصیں زیور و پوشاک سے آراستہ ہو کر صحبت مین رہتی تھیں اور راگ کا زور ہوتا تھا ایکدن شب کے وقت سات خواصوں نے اتنی شراب پی کہ نہایت مدہوش ہو کر بادشاہ کے ساتھ شوخی اور بے ادبی

گرنے لگین اور مزامیر کے ذریعہ سے اتنی باہم زدوکوب کی کہ نغمات کے آلات تمام ٹوٹ پھوٹ گئے چند خواصین زخمی بھی ہوگئین جس سے بادشاہ کا عیش منغص ہوگیا بادشاہ نے تنبیہ و تادیب کے لیے سب کو ایک کوٹھری مین بند کردیا اور قفل لگوا کر کنجی اپنے پاس لیکر سو رہے زوال کے وقت تک کسی نے اُنکی داویلا اور فریاد پر توجہ نکی موسم کی حرارت اور نشہ شراب کی گرمی اور کوٹھری کی تنگی و حبس کی وجہ سے پیاس کی فریاد کرتی تھین مگر کوئی اُنکے حال پر متوجہ نہوا یہانتک کہ نہایت بیتابی کے ساتھ ساتون مرگئین۔ بادشاہ بیدار ہوئے اور جب قفل کھلوایا تو سب مُردہ پائی گئین اُنکو نہایت رنج و افسوس ہوا ساتونکی لاش کو راجہ درشن سنگھ کے حوالے کیا گیا اُس نے سب کو ایک قبر مین دفن کرادیا ہر چند اخفا مین کوشش کی گئی مگر خون ناحق کب چھپ سکتا ہے خاص و عام سب کو خبر ہو گئی یہانتک کہ رزیڈنٹ تک یہ واقعہ پہونچا اور اُس نے حکیم مہدی علی خان سے تحقیق کیا حکیم صاحب نے کتنی ہی تاویلات کین مگر عذر بدتر از گناہ سمجھا گیا[سلہ]۔

حکیم مہدی علی خان کا خلعت وزارت پانا

مسٹر لوسم[سلہ] فرخ آباد کا جج تھا اس زمانے مین وہ اپنے عہدے سے علٰحدہ ہوکر کلکتے کو جا رہا تھا حکیم مہدی علی خان نے دل مین خیال کیا کہ شاید اس سے کچھ کام نکل جائے اسلیے اُسکو تحریر کیا کہ آپ کلکتے کو جاتے وقت لکھنؤ ہوتے ہوئے جائیے یہان کی سیر بھی کیجیے اور بادشاہ سے بھی مل لیجیے مین نے اُنکو آپکی ملاقات کا مشتاق کردیا ہے چنانچہ صاحب مذکور حکیم صاحب کا طلبیدہ لکھنؤ مین آگیا مہدی علی خان نے اپنے مکان کے دروازے کے

سلہ دیکھو محتشم خانی ۱۲ سلہ بعض نسخون مین لونی ہم واقع ہے ۱۲

پاس ایک عالیشان خیمے میں ٹھہرایا اس سلطنت کا یہ دستور تھا کہ جب کوئی بڑا انگریز مہمان
آتا تو رزیڈنٹ کے ذریعہ سے بادشاہ سے ملتا مگر حکیم صاحب نے اپنے کام کے لیے خیمہ لیے ساتھ
شب میں بیجا کر مسٹر لوہم کی بادشاہ سے ملاقات کرائی مسٹر مذکور نے بادشاہ کو سمجھا دیا اور
ایسی باتیں کیں کہ رزیڈنٹ کے کہنے سے جو بادشاہ کے دل میں فکر پیدا ہو گئی تھی وہ
جاتی رہی اور ۷۔ جمادی الاخری ۱۲۴۶ ہجری مطابق ۲۴۔ نومبر ۱۸۳۰ء کو خلعت وزارت
دیکر منتظم الدولہ کے خطاب سے سرفرازی بخشی اگرچہ یہ خطاب مہدی علی خاں کا پرانا تھا
لیکن انکے اخراج کے بعد معتمد الدولہ نے غازی الدین حیدر سے تاج الدین حسین خاں کو دلوا
دیا تھا رزیڈنٹ کو جب یہ حال معلوم ہوا تو اس فکر میں مصروف ہوئے کہ جسطرح ہو سکے
حکیم مہدی علی خاں کو یہاں سے نکلوا دیا جائے اب تاج الدین حسین خاں کا حال سنئیے
کہ ان پر اس درجہ حکیم مہدی علی خاں نے زرباقی کا تقاضا کیا کہ آبرو پر آ بنی قریب تھا کہ
عزت پر پانی پھرے لیکن یہ شخص خوش فکر تھا اور فارغخطی معتمد الدولہ کی موجود تھی اس نے منتظم الدولہ
سے تحریرات کے ذریعہ سے ملاقات بہم پہونچائی بالمشافہہ یہ مضمون کہا کہ معتمد الدولہ کی فارغخطی سے
میرے اوپر باقیات کا ہونا ثابت ہے بہرحال جان و مال حاضر ہے مگر میری حرمت کا خون
کرنا مناسب نہیں اگر میری عزت باقی رکھی جائیگی تو میں وہ تدبیر کرونگا جس سے آپ کے دل سے
رزیڈنٹ کی طرف سے فکر دور ہو جائیگی ایک نامی انگریز گورنر جنرل کے اسٹاف میں موجود ہے
نام اُس کا مک لائن ہے وہ میرا یگانہ دوست ہے اُسکے ذریعہ سے ایسی کوشش کیجائے گی
کہ گورنر جنرل کے دل میں آپکی طرف سے مگر ہو جائیگی اور صاحب رزیڈنٹ کی طرف سے جو کانٹا
آپ کے دل کھٹکتا ہے وہ دور ہو جائیگی یہ بات سن کر منتظم الدولہ کی افسردگی کم ہوئی اور تاج الدین حسین خاں کے
ہر طرح دل سے مہربان ہوئے اور مطالبہ زرباقی کی وجہ سے جو سختی انپر تھی اس علت سے نجات دی

مگر نظر بندی کا سلسلہ منقطع نہین ہوا - تاریخ اجودھیا مین حکیم مہدی علی خان کا اتنا طویل
خطاب نقل کیا ہے - رکن رکین خلافت وجہان داری اعتضاد سلطنت مدار المہام عمدۃ الامرا
وزیر الممالک منتظم الدولہ ناظم الملک مہدی علی خان بہادر سپہدار جنگ یار وفادار سپہ سالار
فدوی خاص سلیمان جاہ بادشاہ غازی افوض امری الی اللہ

مڈک صاحب رزیڈنٹ کی وجہ سے معتمد الدولہ کا لکھنؤ سے رہائی پاکر کان پور مین سکونت اختیار کرنا

جب گورنر جنرل کے الہ آباد مین ورود کی خبر مشہور ہوئی تو رزیڈنٹ وہان جانے کو
تیار ہوئے تاکہ مہدی علی خان کی طرف سے بہت سی شکایات کرکے لکھنؤ سے خارج کرائین
اور انھون نے اپنی روانگی سے قبل معتمد الدولہ کا لکھنؤ سے باہر چلا جانا بہتر خیال کیا کیونکہ
اندیشہ ہوا کہ اگر گورنر جنرل آگئے اور بادشاہ نے اُن سے کہا اور نائب نے لجاجت کی اور
گورنر جنرل نے اس معاملے مین تعویق کی تو پھر معتمد الدولہ کا چھٹکارا مشکل ہو جائیگا اور واقع
مین ایسا ہی ہوتا اس لیے رزیڈنٹ نے اُن سے بیس لاکھ روپیے بادشاہ کو دلاکر اس بات پر
رضامند کیا کہ وہ تمام نقد وجنس سمیت کان پور چلے جائین بادشاہ کے راضی ہونے کے بعد
سواران انگریزی کی حفاظت مین کانپور کو روانہ کر دیا اور انکی املاک پر خود قبضہ کر لیا معتمد الدولہ
اکتوبر ۱۸۳۰ء مین کانپور مین اقامت گزین ہوئے اس واقعہ کی میر فرد نے یہ تاریخ لکھی ہے ؎

جناب معتمد الدولہ یعنی ضیغم جنگ — حشم سے جسکے ہے شرمندہ آج حشمت مہ
حسد سے چرخ جفا جو کے مثل یوسف وہ — فریب و مکر زمانے مین پڑ گیا ناگہ
وہ یے تھا فضل الٰہی جو اُسکے شامل حال — چلی نہ شیر کے آگے خدیعت روبہ

پوچھا جو مجھ سے وہ عزیز مصر جلال | کی دل میں فرد کی تاریخ مخلصی نے جگہ
سروش غیب سے آئی صدا کہ سال خلاص | محاق حدع سے نکلا وہ ماہ کنعان کہ

اس تاریخ سے بارہ سو بیالیس عدد نکلتے ہیں اور مفتاح التواریخ میں اکیاسی سال کے واقعات میں لکھا ہے حالانکہ ۱۲۴۲ہجری میں تو نصیر الدین حیدر مسند نشیں بھی ہوئے تھے ۱۲۴۳ہجری میں وہ مسند نشیں ہوئے اور معتمد الدولہ قید ہوگئے۔ معتمد الدولہ کی تمام جائداد لکھنؤ نزول سلطانی میں آئی۔ دم والپسیں تک لکھنؤ کی ہوس وزارت نہ گئی اور اسی ارمان میں بہت جلد جان گئی دوشنبہ ۵ ذی الحجہ ۱۲۴۷ہجری مطابق ۷۔ مئی ۱۸۳۲ء کو دنیا سے انتقال کیا کانپور میں دفن ہوئے اُنکی وفات کی تاریخ ناسخ نے یوں کہی ہے۔

دلاور آب صیغم جنگ امرور | گذشت از دار فانی ناگہان ہائے
گفتم سال تاریخ وفاتش | دوشنبہ پنجم ذی حجہ لے وائے

ایضاً از میر فرد

جب معتمد الدولہ پناہ عالم | دنیا سے گذر گیا وہ رشک حاتم
تاریخ کی فکر میں ارم کے در پر | رضوان نے کہا یا وزیر اعظم

رزیڈنٹ کا الہ آباد جاکر گورنر جنرل سے نائب کی شکایت کرنا

رزیڈنٹ لکھنؤ سے الہ آباد کو گورنر جنرل کی خدمت میں پہونچے اور منتظم الدولہ کی طرف سے بیجد شکایتیں کیں گورنر جنرل کے دل کو اس معاملے سے دشمنی کا شبہہ پیدا ہوا اسلیے جواب دیا کہ تم لکھنؤ کو لوٹ جاؤ وہاں پہونچ کر دیکھا جائیگا رزیڈنٹ اس تصور میں رہے کہ میری تمام

باتین پذیرا ہو جائینگی - پس خوش وخرم لوٹے -

بادشاہ کا کانپور پہونچکر لارڈ ولیم بنٹنگ گورنر جنرل سے ملنا اور انکو اپنے ہمراہ لکھنؤ لانا - گورنر جنرل کے اسٹاف کے ایک انگریز کے توسط سے حکیم مہدی علی خان کا رسوخ پیدا ہو کر رزیڈنٹ کی مخالفت کا بے اثر ہو جانا

جب سے رزیڈنٹ گورنر جنرل کے پاس الہ آباد کو گئے تھے - حکیم مہدی علی خان کو اپنے معاملے مین بڑی تشویش تھی انھون نے یہ خیال کیا کہ گورنر جنرل کے یہان آنے تک اگر کوئی اچھا کام مجھ سے ظہور مین آجائے تو بڑی سرخروئی کا موجب ہو اسلیے انھون نے یہ کام کیے (۱) سلطنت کے ملازمین کی تنخواہ تین برس سے چڑھی ہوئی تھی اور اسکی عدم وصولی کی وجہ سے واویلا کرتے رہتے تھے مہدی علی خان نے بالکل بیباق کردی (۲) راجہ درشن سنگھ قوم کورمی سپاہی وضع جو غازی الدین حیدر کے وقت سے خارج البلد تھا اسکو غالب جنگ خطاب مرحمت کراکے شہر کی گشت اور نگہداری اسکے متعلق کردی حضرات لکھنؤ کی خونریزی اس زمانے مین مشہور تھی اور رعایاے شہر ہندو مسلمان چھوٹے بڑے شمشیر بکف رہتے تھے غالب جنگ نے ایکدن مین تمام رعایا کے ہتھیار لے لیے ممکن نہ تھا کہ ایک چھری بھی کسی کی کمر مین نظر آتی سیتا بیگ کوتوال نے اس معاملے مین بہت سے ہاتھ پاؤن مارے تھے لیکن نیکنامی غالب جنگ کے نصیب ہوئی بارہا صدر کلکتے سے اس معاملے مین تاکید آتی تھی مگر کبھی نائب سے اسکی درستی نہو سکی یہ نیکنامی

مہدی علی خان کے نصیب مین لکھی تھی۔
۱۲۳۱ھ مین یہ خبر لکھنؤ مین پہونچی کہ گورنر جنرل کانپور میں داخل ہوگئے لکھنؤ سے بادشاہ تمام خدم وحشم کے ساتھ کانپور گئے اور دریاے گنگا کے اس طرف شاہی خیمے برپا ہوئے اور دوسری طرف گورنر جنرل کا لشکر خیمہ زن ہوا گورنر جنرل سے بادشاہ نے ملاقات کرکے اپنے ساتھ بڑی تعظیم وتکریم کے ساتھ لکھنؤ میں لائے۔
اُس زمانے میں اکبر علی خاں سے سفارت ریذیڈنٹی کا کام نکل جانے کے بعد ظفر علیخان ساکن فیض آباد کرتا تھا یہ شخص اقبال الدولہ کے عہد میں کچھ دنوں تک انگریزی کا کام کرتا رہا تھا نہایت چلتا ہوا آدمی تھا۔ ہر روز ریذیڈنٹ کی طرف سے ایک تازہ ایسی خبر لاکر مہدی علی خاں کو سناتا کہ وہ پریشانی مین پڑجاتے خواب وخور اُنپر حرام ہوجاتا۔ ایک شخص عیسائی ارمنی تھا گازراں کا رہنے والا جو مسلمان ہوگیا تھا اور اب نام اُسکا مہدی قلیخان مقرر ہوا تھا اسکو انگریزی زبان مین بڑی مہارت تھی اور انگریزوں کے ساتھ زیادہ صحبت رکھنے سے بے رُعب اور قانون داں بن گیا تھا اُس نے حکیم صاحب سے ایکدن عرض کیا کہ اس زمانے میں مین جناب کو نہایت متوحش پاتا ہون جب اس کا سبب معلوم ہوا تو بڑے تعجب سے اُس نے عرض کیا کہ آپ جیسا عالیشان تجربہ کار مُدبّر دانا لوگون کے بیہودہ باتین سُننے سے اسطرح اپنے آرام کو خاک مین ملائے اپنے دل میں غور فرمانا چاہیئے کہ اگر کوئی خطا عمداً یا سہواً سرزد ہوجائے یا کسی طرح کی خونریزی کا ارتکاب کیا ہو یا سرکار انگریزی کے کسی دشمن سے میل رکھا ہو تو البتہ خوف اور فکر کا مقام ہے جسکا دل بُرائیوں سے دامن پاک ہے تو کس بات کا اندیشہ۔ ایک بے ریذیڈنٹ کی کیا حقیقت ہے اگر خود گورنر جنرل بھی ہون تو اُن سے خوف کا مقام نہیں۔ انگریزوں کی یہ عادت ہے

کہ ان مین سے کوئی شخص کوئی کام خلاف قانون نہین کرتا - ہندوستان کے انگریز حاکمون
سر پر دوسرے حاکم لندن مین بیٹھے ہوئے ہین اگر ہندوستان مین کوئی ظلم و زیادتی ان سے
وقوع مین آئے تو جواب طلب ہو مواخذہ کیا جائے نائب نے کہا کہ تم ابھی کم عمر ہو یہ قوم بلا
روزگار ہے یہ لوگ اپنی قوم کی جو رعایت کرتے ہین دوسرے کی اُسکے مقابلے مین نہین کرتے
گو دوسرا حق بجانب ہو لیکن اپنی قوم کے مقابلے مین اُس کے حق کو نظر انداز کر دیتے ہین
مہدی قلی خان نے کہا کہ آپکا یہ ارشاد بجا ہے مگر ہر جگہ نیک بھی ہے اور بد بھی اگر آپ حکم دین
تو ان مین سے ایک ایسے شخص کو آپکی طرفداری پر آمادہ کر دون جسکے سامنے رزیڈنٹ ناچیز اور
بے حقیقت ہے بلکہ اکثر کامون مین اُسکا محتاج رہتا ہے پس یہ انگریز آپکو اندیشے سے نجات دلائیگا
مہدی علی خان نے پوچھا کہ وہ کون شخص ہے مہدی قلی خان نے کہا کہ مسٹر پرسن یہ شخص گورنر
جنرل کا مشیر ہے اور مجھ مین اور اُس مین کلکتے سے ربط و ملاقات ہے بلکہ مین جب سے یہان
آیا ہون اُنکے اور میرے درمیان مین کئی بار خطون کے آنے جانے کا اتفاق ہوا ہے حکیم
مہدی علی خان نے کہا کہ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ اگر مسٹر پرسن میرے حال پر متوجہ نہوئے اور رزیڈنٹ کو
یہ خبر پہونچ گئی تو وہ اور بھی دشمنی پر آمادہ ہوکر خرابی کار کے درپے ہوجائینگے اور اس بات کی
کوشش کرینگے کہ بغیر اُنکی وساطت کے کوئی بات گورنر جنرل تک نہ پہونچ سکے مہدی قلی خان نے
کہا کہ مین یہ نکرونگا کہ فوراً ملتے ہی اُن سے آپ کا حال بیان کرنے لگون بلکہ وہ خود مجھ سے
دریافت کرینگے کہ آجکل تم کہان نوکر ہو اور معاش کا کیا طریقہ ہے اُسوقت مین آپکا ذکر کرکے
ایک وصف کو دس کے برابر بیان کرونگا اور دس کو ہزار کرکے دکھاؤنگا اور آپکی ملاقات کا مشتاق
کرکے اُن سے آپکو ملا دونگا مہدی علی خان نے اُنکی اس رائے کو پسند کیا اور جانے کی اجازت
دی مگر روانگی کے بعد یہ خلجان دل مین پیدا ہوا کہ مین نے ایک ناتجربہ کار تیس برس کے

جوان آدمی کے ہاتھ مین کیوں ایک ایسا عمدہ کام چلے گیا اس خیال مین مضطرب کبھی چمن کی روش پر ٹہلتے کبھی بیٹھ جاتے اور ندیموں سے غصہ ہو کر کلام کرتے اور دروازے کی طرف نظر تھی۔ اب مہدی علی خان کا حال سنیے کہ وہ ریذیڈنی کے دروازے پر پہونچا اور ایک چھٹی اس مضمون کی مسٹر پریس کے پاس بھیجی کہ مہدی علی خان جو کلکتے میں آپ سے عرصے سے ملاقات رکھتا تھا اس شہر مین چند دنون سے مسافرانہ وارد ہے آپکی تشریف آوری کا حال سن کر ملاقات کی امید پر آیا ہے اندر سے زبانی جواب آیا کہ ذرا ٹھہرو دو تین دوست جمع ہین انکے رخصت ہونے کے بعد ملاقات ہوگا۔ باہر بیٹھے کے عرصے میں ایک دوسری چھٹی منتظم الدولہ کی طرف سے مسٹر پریس کے نام لکھ کر جیب میں سے نکالی جسکا مضمون یہ تھا کہ یہ یار مسدحج آباد اور دوسرے اکثر مقاموں میں جلیل القدر انگریزوں سے ملاقات رکھتا ہے اگرچہ اعلیٰ درجہ کے اوصاف رکھنے والے بہت سے صاحبان عالیشان سے ملنے کا اتفاق ہوا اگر مہدی علی خان کی زبانی آپکے لاثانی اوصاف کا حال سنکر ملاقات کا اشتیاق دل کو ہے اور بہت سے اہم معاملات خیر خواہی سرکار کمپنی کے برسوں سے دل مین محفوظ ہیں انکو کسی اعلیٰ درجے کے قابل اور ارسطو فطرت انگریز کے سامنے بیان کرنا چاہتا تھا الحمدللہ کہ عرصہ دراز کی جستجو کے بعد حسب دلخواہ جناب سامی کو پایا۔ اب امید ہے شرف ملاقات بخشا جائے تاکہ اُن مقدمات کو عرض کیا جائے۔ جب مسٹر پریس کے پاس سے آدمی اُٹھ گئے تو آواز آئی کہ حیدر علی خان کون ہے اور کہاں ہے یہ شخص اوپر چڑھ گیا اور سلام کیا خیر و عافیت پوچھنے کے بعد کرسی پر بیٹھنے کا حکم دیا اور دریافت کیا کہ کب سے یہاں ہو اور کس کے پاس نوکر ہو مہدی علی خان نے بیان کیا کہ ایکسال کے عرصے سے اس شہر میں وارد ہوں اور بادشاہ کے نائب منتظم الدولہ کا منشی ہوں وہ اپنے جس انگریز کو چھٹی لکھتے ہین تو مجھ سے انگریزی میں لکھواتے ہیں پھر دریافت کیا کہ تمہارے آقا کیسے آدمی ہیں جواب دیا کہ منتظم الدولہ

اسم باسمیٰ ہین یقین ہے کہ جناب کو اُس ملک کی خبرون سے اُنکا حال معلوم رہتا ہوگا اس شہر
مین کوئی دن نگذرتا تھا کہ خونریزی اور خانہ جنگی نہ ہوتی ہو۔ نواب سعادت علی خان اور
غازی الدین حیدر نے بہت چاہا اور کوشش کی مگر اس خونریزی کے انسداد مین کوئی تدبیر کارگر
نہو سکی اور خاطر خواہ انتظام نہوا منتظم الدولہ نے ذرا سے عرصے مین تمام شہر کے ہتھیار لے لیے
اُسدن سے خونریزی کا نام مٹ گیا دوسرے برسون سے عہد غازی الدین حیدر سے صاحبات
محل اور نوکرون کی تنخواہ چڑھی ہوئی تھی اور کرورون روپے کے قریب سلطنت پر واجب الادا
تھا اہل تنخواہ واویلا اور شور و فریاد سے گذر کر بلوے پر آمادہ تھے اعتماد الدولہ اور رام دیال نے
اس امر کی تدبیر کی کہ مخمصہ پاک ہوجائے لیکن کوئی صورت وقوع مین نہ آسکی اس شخص نے حسن تدبیر
اور سرکار کے کم خرچ مین یہ سب جھگڑا بکھیڑا مٹا دیا اور انتظام ملک کا حال تو روشن ہے بیانکی
حاجت نہین انکے آنے کو پہلا سال ہے لیکن پچھلے زمانون کی بہ نسبت آمدنی کے صیغون نے بڑی
ترقی کی ہے عمارتین بن رہی ہین لگلے انتظام اور اس پچھلے انتظام مین زمین و آسمان کا فرق
ہوگیا ہے غرضکہ چند باتون مین مسٹر پرسن کے مزاج کو اپنی طرف متوجہ کرلیا کیونکہ انگریز
جوہر شناس ہین اور قابل آدمیونکے خریدار ہین صاحب موصوف منتظم الدولہ کے یہ تمام اوصاف
سُن کر مسکرائے اور کہا کہ مین بھی اخبارون مین پڑھتا ہون کہ منتظم الدولہ دانشمند اور تجربہ کار
آدمی ہین۔ مہدی قلی خان نے جب دیکھا کہ میرا افسون اثر کرگیا تو وہ چھٹی جو منتظم الدولہ کی
جانب سے استدعائے ملاقات کے واسطے لکھکر لایا تھا پیش کی مسٹر پرسن نے پڑھ کر کہا کہ
ذرا تم ٹھہرو مین اندر ہوکر جلد واپس آتا ہون اندر گئے اور تھوڑی دیر کے بعد واپس آکر کہا کہ مین نے
یہ چھٹی گورنر جنرل کو دکھائی تھی فرمایا کہ اگر تم سے ملنے کی خواہش ہے تو مضائقہ نہین بلاؤ پس تم
اپنے نواب کو جاکر میرا سلام کہو اور کہدو کہ رات کو تشریف لاکر ملاقات کرین مہدی قلی خان نے

خوش وقت ہو کر کہا کہ جناب کا ارشاد زبانی کہنے کے بجائے اگر تحریر کا جواب تحریر سے دیا جائے تو میری بات کو توقیر حاصل ہو جائے اور میرا اعتبار بڑھ جائے مسٹر پریس نے جوابی چٹھی لکھدی مہدی قلی خان نے یہاں آکر دیکھا تو نواب پریشان خاطر بیٹھے ہوئے دروازے کی طرف تک رہے تھے جوں ہی اس پر نظر پڑی اور چہرے پر اسکے رونق معلوم ہوئی تو سمجھے کہ جواب باصواب لایا ہے پھر بھی نہایت اشتیاق کے ساتھ خلوت میں لیجا کر حال دریافت کیا اُس نے سب باتیں بیان کیں اور جوابی چٹھی دیدی منتظم الدولہ بیحد خوش ہوئے پانچ ادنی کپڑے اس کام کے صلے میں عطا کیے نماز مغرب کے بعد دربار کا راستہ رزیڈنٹ کے لحاظ سے چھوڑ کر فتح علی خاں کے دروازے کی طرف سے ہو کر پریس صاحب کے پاس گئے بخوبی ملاقات ہوئی۔ رزیڈنٹ کو بھی انکے ملاقی ہونے کی خبر پہونچ گئی غصے سے کانپنے لگا اور وہ اُس مکان کے دروازے پر پہونچ کر اپنی اطلاع کرائی اور اجازت شامل صحبت ہونے کی چاہی پریس صاحب نے منتظم الدولہ سے دریافت کیا کہ رزیڈنٹ صاحب کے یہاں آکر شریک صحبت ہونے میں آپکی باتوں میں حرج تو نہ پڑے گا اُنھوں نے جواب دیا کہ میں انکے یہاں آنے کو مانع تو نہیں لیکن میرا مطلب ملتوی ہو جائے گا اسلیے اپنی بے قصوری جو انکی تحریروں کے خلاف ہے بخوبی ادا نہ کرسکونگا اور میرا آنا بیکار ہو جائیگا پریس صاحب فوراً اُٹھے اور گورنر جنرل کے پاس جا کر یہ تمام حال بیان کر کے عرض کیا کہ جو آپ حکم دیں تعمیل کروں اُنھوں نے فرمایا کہ اگر منتظم الدولہ رزیڈنٹ کی شرکت نہیں چاہتے تو شریک صحبت کرنا مناسب نہیں پریس صاحب نے واپس آکر یہ بات منتظم الدولہ سے بیان کی اور رزیڈنٹ کو کہلا بھیجا کہ اسوقت آپ کا آنا مناسب نہیں ہم منتظم الدولہ کی خاطرداری میں مصروف ہیں دوسرے وقت آنا چاہیئے رزیڈنٹ تھوڑا وہیں سے لوٹ گئے اب منتظم الدولہ نے اپنی تمام سرگذشت اول سے آخر تک بیان کی اور کہا

کہ مین نے عرصے تک نواب سعادت علی خان کی صحبت اُٹھائی ہے بڑے بڑے مالی
وملکی کام سرانجام دیے ہین اور لاکھون روپے کا مُلک میرے پاس ہے جس مین پورا پورا
انتظام اور رعایا کی خبرگیری رکھتا ہون اور سرکار کا بالکل مطالبہ وصول کر کے کوڑی
کوڑی ادا کرتا ہون غازی الدین حیدر کے عہد مین بھی معاملہ اسی طرح صاف رہا اور
میرا دامن ہمیشہ سرکاری محاسبے سے پاک رہا بعض مفویون نے غازی الدین حیدر کو
میری طرف سے منحرف کر دیا اسلیے مین اُنکے ملک مین اپنی سکونت دشوار سمجھکر انگریزی
عملداری مین چلا گیا - پھر نصیر الدین حیدر نے مجھے بلایا لیکن اعتماد الدولہ کی شرارت سے
دوبارہ شہر چھوڑنا پڑا - اعتماد الدولہ کے انتقال کے بعد اب پھر بادشاہ حال نے مجھے بلاکر
نیابت کا عہدہ سپرد کیا ہے ایک ایک بات کو بڑی تفصیل سے بیان کیا - پھر کہا کہ کار نیابت
کو شروع کیے ابھی زیادہ عرصہ نہین گذرا کہ مین نے اتنے کام عجیب وغریب کیے ہین ایک
تمام رعایاے شہر سے بغیر خونریزی کے ہتھیار چھنوا لیے جو مدت دراز سے خونریزی کے
عادی تھے وہ اب نہتے ہوگئے دوسرے برسون سے ملازمان سلطنت کی تنخواہ چڑھی ہوئی
تھی اور کسی صورت سے ادا نہو سکتی تھی تمام وکمال کی صفائی کر دی - ان تمام خدمات کے
عوض مین صلۂ وانعام کا امیدوار تھا لیکن بوجہ وبے قصور صاحب رزیڈنٹ میری خرابی
کے درپے ہین اسلیے آپکی خدمت مین حاضر ہو کر آپ سے چاہتا ہون کہ اُنکے ہاتھ سے
مجھے پناہ دیجئے - اگر گورنر جنرل کی مرضی رزیڈنٹ کی خواہش کے موافق ہے تو بندہ نیابت
سے دست برداری کرتا ہے ورنہ امید ہے کہ رزیڈنٹ صاحب کو حکم ہو جائے کہ وہ میرے
شریک حال ہو جائین اُنکی اطلاع کے بغیر کوئی کام نکرونگا مسٹر پرنسپ نے مہدی علی خان کی
لجاجت دیکھ کر کہا کہ یہ تمام حال انگریزی مین لکھکر دینا چاہیئے تاکہ گورنر جنرل کو دکھا کر جواب

حاصل کرلیا جائے حکیم مہدی علی خاں عرصۂ دراز سے یہ تمام باتیں انگریزی میں لکھواکر اپنے ساتھ رکھتے تھے اُسیوقت کا غذ پیش کردیا مسٹر ریزن اُسے گورنر جنرل کے پاس لے گئے اور انھیں دکھایا فرمایا کہ ہمارا سلام منتظم الدولہ کو کہکر جواب دیں کہ اگر ضرورت ہو تو ابھی دیکھکر جواب دیا جائے ورنہ آدھی رات کے وقت ہمکو فرصت ہوتی ہے اُسوقت دیکھکر جواب ہیجوادیا جائے گا منتظم الدولہ نے دوسری شق اختیار کی اور خوش وخرم اپنے مکان کو لوٹ آئے اور بادشاہ سے تمام حال عرض کیا صبح کو مسٹر ریزن کی معرفت گورنر جنرل کی طرف سے تحریری جواب ہیوںچا جسکا مضمون یہ تھا کہ اگر خداوند کی عنایت وپرورش آپکے حال پر مصروف ہے تو اطمینان خاطر سے اپنی سرکار کا کام کیے جاؤ۔ رزیڈنٹ کو اس معاملے مین کسی طرح کی مداخلت ہوگی "

غرضکہ منتظم الدولہ نے اس نوید روح افزا سے جان تازہ حاصل کی اور وہ خوشی نصیب ہوئی کہ ستر برس کی عمر میں کبھی نہ ہوئی ہوگی رزیڈنٹ نے جب یہ دیکھا کہ ہماری تمتیر نکر دتدبیر جوہر نہ دکھائے تو باوجودیکہ بہت سے کمالات رکھتے تھے مگر طبیعت کی خودپسندی کی وجہ سے لکھنؤ کی رزیڈنٹی چھوڑدی سیاؤ کو گورنر جنرل کے پاس گئے اور یہاں کی رزیڈنٹی پر اپنی تبدیلی کرالی۔ منتظم الدولہ نے رزیڈنٹ کی روانگی کے وقت بائیس لاکھ سترہ ہزار آٹھ سو چوسٹھ روپے خزانہ بادشاہی سے لوٹ مول لینے کے حیلے سے نکلوائے اور چاہا کہ کچھ زرنقد رزیڈنٹ کی تواضع کریں لیکن اُنھوں نے قبول نکیا خدا جانے کہاں کہاں کار پرداران سلطنت کے صرف میں آئے اہالیان سلطنت کو مدت تک دعویٰ اس زرنقد کا حکیم مہدی علی خاں سے رہا اور تحریرات مین گورنر جنرل تک اس کا ذکر آیا۔

لارڈ ہین ٹنگ کا حکیم مہدی علی خان کی لیاقت کو پسند کرنا

بعض کتابون مین لکھا ہے کہ حسب استدعا معتمد الدولہ آغا میر بھی کان پور مین گورنر جنرل سے ملے تھے گورنر جنرل نے لیاقت نائب معزول و نائب موجود کو میزان عقل مین تول کر اپنے جلسے مین یہ بات کہی کہ جان بیلی کی دانشمندی اور غازی الدین حیدر کی عقل و فراست سے کمال تعجب ہے کہ معتمد الدولہ کو کس علم و عقل پر مدار المہام سلطنت بنایا خوبی ظاہری اور حسن باطنی سے محروم اور کو سون دور ہین فقط اپنی قسمت کے زور سے نائب رہے بادشاہ حال کی حسن فطرت و فراست پر آفرین ہے کہ اُنھون نے حکیم مہدی علی خان کو اس کام کے لیے منتخب کیا کہ اُنکے تمام لشکر مین بیرانہ سال و تجربہ کار صاحب لیاقت اُنسے بہتر دوسرا نظر نہین آتا۔

گورنر جنرل نے لکھنؤ مین بادشاہ کو پند و نصائح کے بعد کاروبار سلطنت کا مختار کیا اور حکیم مہدی علی خان کی وزارت منظور کی اور صاحب رزیڈنٹ کو بادشاہ سے موافقت رکھنے کی تاکید فرمائی اور حکیم مہدی علی خان کی نسبت یہ رائے لکھی کہ وہ ہندوستان کے نہایت لائق آدمیون مین ہین مالگزاری اور زمین کے بندوبست کا کام تو وہ ایسا جانتے ہین کہ کوئی انگریز بھی اُنسے زیادہ نہین جانتا۔ سولہ سترہ دن تک گورنر جنرل لکھنؤ مین رہے خوب خوب جلسے ہوئے روشنی ہوئی آتشبازی چھوٹی شیر اور ہاتھی اور گینڈے کی لڑائیان کرائین مگر بعد اسکے اسی بادشاہ کے عہد سے گورنر جنرل اور نیز دوسرے بڑے بڑے انگریز دنکے ورود کی تقریب مین انگریز دنکے بڑے کھانے کا طریق اور دستور موقوف ہو گیا تھا۔ غرضکہ گورنر جنرل لکھنؤ سے مغرب کی طرف روانہ ہوئے اور حکیم مہدی علی خان کو اطمینان حاصل ہوا۔

تاج الدین حسین عہدۂ سفارت رزیڈنٹی پر مقرر ہوئے کرنیل کارنر چو تاج الدین حسین خان کا

دوست تھا اور کانپور میں مع اہل وعیال کے مقیم تھا وہ بھی تاج الدین حسین خان کی وجہ سے عہدۂ سفارت کے کاموں میں دخیل ہوا - اس کرنیل نے ایک ہندوستانی شریف خاندان کی عورت جو نواب مومن خان منصب دار بادشاہان دہلی کے خاندان سے تھی اپنے گھر میں ڈال لی تھی کرنیل اپنی جورو بچّوں کو لیکر لکھنؤ میں چلا آیا یہیں رہنے لگا اور عورت شاہ اودھ کے محلات میں آنے جانے لگی اسکی وجہ سے کرنیل کے کام کو بڑی رونق ہوئی -

منتظم الدولہ حکیم مہدی علی خان کے انتظامات اور اُنکے متوسلین کی ترقی اور بادشاہ کے خاص خاص ہواخواہوں کی بیخ کنی

منتظم الدولہ حکیم مہدی علی خان نے بڑی دانائی سے سلطنت کا انتظام شروع کیا انگریز جانتے ہیں کہ یہ شریف زادہ شیراز سے آیا تھا ہندوستانی سمجھتے ہیں کہ وہ کشمیر کے رہنے والے تھے مگر لیاقت خداداد رکھتے تھے آتے ہی سارے کارخانوں کا انتظام کیا زمانے کا حرج گھٹایا اور مالگذاری کو عمدہ انتظام کرکے بڑھایا انصاف کے لیے عدالتیں مقرر کیں پولیس کا انتظام کیا اور اپنے بھتیجے احمد علی خان کو صمصام جنگ خطاب دلاکر بادشاہ کا مصاحب مقرر اور سپاہ کا مختار بنایا اور اپنے بڑے بھانجے ابو طالب بہار الدولہ کو نائب وزیر مقرر کیا اور دوسرے بھانجے سید محمد صالح کو عدالت کا داروغہ کیا اور اپنی بہن کے داماد میر گلّو کو مخدرۂ علیا کی ڈیوڑھی کا داروغہ قرار دیا اور بہن کے دوسرے داماد میر آفتاب کو اور ڈیوڑھیوں کی داروغگی دی اسی طرح دوسرے رشتہ داروں کو بڑے بڑے عہدے دینا شروع کیا

اور جس کسی کو اپنی حکومت کا کانٹا جانا اُسکی جڑ کھود کر پھینکدی اور بادشاہ کی نظرون سے گروا
دیا - مثلاً انتظام الدولہ پر غبن کے قصورات خاصکر کربلاے تو تعمیر اور مکارم نگر کے ثابت کرکے
دربار سے نکلوا دیا - اُنکی جگہ وصی علی خان کشمیری کو دیوانخانے کی وارد غگی دلائی بادشاہ کی
صاحبزادگی کے زمانے مین وصی علی خان مریم مکانی کے بھانجے مرزا علی خان کی طرف سے
باورچیخانے کے داروغہ تھے - راجہ درشن سنگھ جو نواب سعادت علی خان کا اردلی تھا اور
غازی الدین حیدر کے عہد مین معتمد الدولہ نے اُسے نکلوا دیا تھا اور وہ اسوقت مین آکر بادشاہ
کا مصاحب ہو گیا تھا اور اتنا تقرب بڑھ گیا تھا کہ ہر وقت حاضر حضور رہتا تھا اُس نے
منتظم الدولہ کی بہت اطاعت کی اسلیئے وزیر نے اسکو ترقی دی اور اُسکی بادشاہ کے
سامنے روز تعریف کرتے بعد اسکے منتظم الدولہ نے عاملون سے بقایا وصول کرنا شروع کی
راجہ رام دیال نے محاسبے کے وقت لاکھ روپے نقد داخل کیے اور خیراتی زر دوز کو قطب الدین
حسین خان چکلہ دار سلطانپور کی علّت ضمانت مین گرفتار کیا جب سخت کلامی سے نوبت آبروریزی کی
آئی تو زہر کھا کر مرگیا اسی طرح بدری داس نے بھی آبرو کیواسطے جان عزیز تلف کی
اور سبحان علی خان نے مجبور ہو کر قید کی حالت مین اثاث البیت بیچکر پچاس ساٹھ ہزار روپے
دیے اب منتظم الدولہ نے تصفیہ تنخواہ کی طرف توجہ کی نواب نصیر الدولہ مرزا محمد علی خان
اور نواب عماد الدولہ معین الملک ضرغام جنگ مرزا جعفر علی خان اور نواب ضیاء الدولہ
مرزا کاظم علی خان اور نواب اقتدار الدولہ مرزا کلب علی خان اور نواب رکن الدولہ مرزا محمد حسن خان
اخلاف نواب سعادت علی خان اور نواب محسن الدولہ نبیرۂ غازی الدین حیدر کی تنخواہین پندرہ ہزار
روپے ماہوار سے دو ہزار تک مقرر تھین انکو پیام دیا کہ آپ صاحبون کی تنخواہ زیادہ ہے اس لیے
آپکو دستیاب نہین ہوتی اگر آپ نصف تنخواہ پر رضامند ہون تو ماہ بماہ تقسیم ہوتی رہے

ناچار کسی نے رضامندی اور کسی نے مجبوری قبول کیا یہی نقصان دوسرے بٹے تنخواہ دارون کی تنخواہون میں واقع ہوا غازی الدین حیدر کے عہد سے جو تنخواہین جڑھی ہوئی تھیں اُس میں سے کسی کو نصف کسی کو تہائی کسی کو چوتھائی دیکر باقی دام توفیر سرکار کیے اور سپاہ کی تنخواہ میں چار سال سے جو چڑھی ہوئی تھی اُسکو بھی کوڑی کوڑی دیکر چہارم سپاہ کی موقوفی کا حکم دیا اور ان تنخواہوں میں فی صدی پانچ روپیے حرج الواب کے کلٹے اور اسیقدر نیابت کے رسوم بڑہائے اب انتظام محلات بادشاہی کی طرف منتظم الدولہ نے نظر اُٹھائی بعلاقہ ہر ہٹہ بروا جسکی چھ لاکھ روپیہ سالانہ آمدنی تھی ملکہ زمانیہ کی جاگیر میں متاحب علاقہ مسیاٹہ راجہ درشن سنگھ اور راجہ بختاور سنگھ کی مستاجری میں آیا اور جمع زیادہ کیگئی تو ملکہ زمانیہ کا علاقہ جاگیر سے شامل مستاجری کیا گیا اور ملکہ زمانیہ سے کہدیا کہ بختاور سنگھ زر محاصل جاگیر نقدی پہونچائے گا ملکہ زمانیہ نے اسمیں بہت خاک اُڑائی مگر آبرو بائی بیگم سیان گنج محذرہ علیا کی جاگیر سے اور نواب گنج تاج محل کی جاگیر سے نکالکر نقدی مقرر کردی۔

اس وقت مین کرنیل کاربر اور تاج الدین حسین خان اور ساہ گوبند لال وغیرہ کی چاندی تھی اسی تاج الدین حسین خان نے کرنیل کاربر کے ساتھ یہ تارہ سلوک کیا کہ بحث ام حرائچی کی کوٹھی کے نام سے کرنیل مذکور کو فرضی نام کے طریق سلوں کا جنکہ سرکار شاہی سے دلاکر دو ہزار روپیے ماہواری اُنکے لیے مقرر کرادیے اور جنکہ مذکور کی ساتھ تاج الدین حسین خان کے چھوٹے بھائی نثار علی خان کے نام قرار پائی اور اُنکی تنخواہ پانسو روپیے ماہوار مقرر ہوئی لیکن اُس مستاجری علاقہ کی انصرام کی صورت حرائچی مذکور سے ظہور میں نہ آسکی کرنیل مذکور علاقہ سے دست بردار ہوکر کانپور کو چلا گیا اور وہین فوت ہوا اور اُسکی بی بی بھی ایک جلسے کے اندر غم مفارقت شوہر میں تیر و کمان قضا کا نشانہ ہوئی۔ لکھنؤ کی ریذیڈنٹی پر کرنیل جان لو مقرر ہوئے

اور سامان استقبال اُنکے واسطے شاہ اودھ کے یہان سے کالپی تک پہونچا جب نئے رزیڈنٹ لکھنؤ مین آئے تو تاج الدین حسین خان کا بازار ایسا گرم ہوا کہ حکیم مہدی علی خان کے جملہ اقربا کی گرما گرمی سرد ہو گئی - اس زمانے مین چکلہ بسواڑہ محمد علی خان داماد حکیم مہدی علی خان سے متعلق تھا اور نثار علی خان اُسکے نائب تھے مگر اُنکی نیابت اسقدر چمکی کہ محمد علی خان کی مداخلت بالکل جاتی رہی -

مہاراجہ میوہ رام نے ہندو مذہب کو چھوڑکر دین اسلام مین قدم رکھا تھا دو تین لاکھ روپیہ سالانہ عشرۂ محرم اور ایام وفات ائمہ اطہار وغیرہ مین خرج کرتے تھے اور دیوانی کا کام کرتے تھے اُنکا درماہہ سات ہزار روپیہ ماہوار تھا یہ تنخواہ حکیم صاحب کی نظرون مین خار کی طرح کھٹکتی تھی اسکے کھونے کے لیے حکیم صاحب نے ایکدن میوہ رام کے ساتھ سخت زبانی کی جس سے وہ مستعفی ہوکر خانہ نشین ہوئے اور اُن کے چچا راجہ بالکرشن جو اصل باقی نویس تھے اُنکی جگہہ کام کرنے لگے -

اسی طرح فقیر محمد خان شہر سے نکلکر مرزا گنج اپنے وطن کو چلے گئے وجہ اسکی یہ ہے کہ وہ سپاہی اور صاف گو آدمی تھے کبھی دبّی معاملے مین کلمہ خیر کے کہنے سے نہین دبتے تھے بات چیت مین بادشاہ اور وزیر کا رعب نہین مانتے تھے اور ادائے مطلب سے ہاتھ نہین اُٹھاتے تھے اگر وزیر کے دربار مین کسی پر جور و ظلم ہوتا دیکھتے تو اُسکی حمایت پر کھڑے ہوکر جانب حق کی طرفداری کرتے جس سے بادشاہ اور وزیر دونون آزردہ ہوتے اسکے علاوہ سرکاری حکم سے تمام سرداران فوج نے اپنے اپنے ہتھیار کھولڈالے تھے مگر فقیر محمد خان نے جوابدیا کہ مین اہل جنگ کے زمرے مین ملازم ہون اگر ہتھیار کھولدونگا تو کیا طبلہ اور سارنگی لیکر دربار مین حاضر ہوا کرونگا اگر سرکار کو سپاہ کی کساد بازاری منظور ہے تو مین اپنے مکان پر رہونگا دربار مین حاضر نہونگا مجھکو جو کچھ

حکم ہوگا یہین سے بحالاؤنگا نائب السلطنة نے اُنکی مستعدی اور تیاری دیکھکر لیا ہر ہتیار
باندھنے کا حکم دیدیا تھا لیکن دل میں یہ بات فقیر محمد خان کی بہت بُری معلوم ہوئی تھی
جو لوگ فقیر محمد خان سے کدورت رکھتے تھے اُنھون نے اُنکے ان کلمات کو بادشاہ کے حضور مین
سرتابی کے ساتھ تاویل کیا اور عرض کیا کہ رسالدار کو جو کچھ کرتے ہیں وہ انگریزونکی حمایت کے بھروسے
کرتے ہین انگریزوں سے خفیہ سازش رکھتے ہین اور رات کو اُنکے مکان پر لوگونکا اجتماع ہوتا ہے
شہر کے تمام حالات بلکہ جو کچھ دربار شاہی مین گفتگو ہوتی ہے وہ سولکھکر انگریزون تک
پہونچاتے ہین بادشاہ نے ناخوش ہوکر حکم دیا کہ فقیر محمد خان سے کہدیا جائے کہ آدمیون کو
اپنے مکان پر جمع کرنے سے باز آئیں ورنہ اسکا نتیجہ بُرا ہوگا حکیم مہدی علی خان نے
فقیر محمد خان کو طلب کرکے بادشاہ کے حکم سے مطلع کیا فقیر محمد خان بات کی بات سہل
سمجھے اور مروت کی وجہ سے آدمیونکا جمع ہونا موقوف نکیا۔ بادشاہ نے اپنے ہاتھ سے
یہ رقعہ لکھا کہ فوراً شہر سے فقیر محمد خانکو نکالا جانا چاہئیے یہ رقعہ فقیر محمد خانکے پاس پہونچا امین الدین
وزیر کا چوبدار بھی یہ پیام لیکر گیا کہ میں نے کئی بار تمکو اس اجتماع کی قباحت سے مطلع کیا اور سمجھایا
کہ یہ کام بہتر نہین تم نے میرے قول پر عمل نکیا اور لغو سمجھا اور اپنی ہمت کو برقرار رکھا اب نوبت
یہانتک پہونچی کہ بادشاہ کے دستخط خاص سے رقعہ عتاب آمیز تمھارے نام پر جاری ہوا ہے
اب صلاح یہ ہے کہ تھوڑے دنو کے لیے تعمیل ارشاد کرو اور اپنے وطن کو چلے جاؤ اگر چلے
جاؤ تو کچھ دنو کے بعد حضور کی خاطر مبارک کو بطور خود تمھاری طرف سے صاف کرکے تمکو واپس
بلالونگا باقی تمام کام تمھارے بدستور مقرر رہیں گے کسی قسم کا دغدغہ دل مین نہ لانا چاہیے
اگر حکم کی اطاعت مین انحراف کروگے تو اسمین کئی طرح کی قباحت پیش آئیگی۔ فقیر محمد خان نے
شہر سے چلے جانے کے سوا چارہ نہ دیکھا ایسے معاملات کی گفتگو کے لیے میڈ ہو خانکو دربار مین

وکیل کرکے رات کے وقت مرزا گنج کو چلے گئے اسکے بعد نائب نے چند دنون مین اُنکے رسالے کو دفعہ دفعہ متفرق کرکے دوسرونکی ماتحتی مین دیدیا بلکہ اُنکی بابُا دمین بھی خرابی ڈالی اسکے سوا ایک دوسری بات بھی فقیر محمد خانکی خرابی مین موثر تھی اور وہ یہ کہ حکیم مہدی علی خان کے سامنے فقیر محمد خان نے تاج الدین حسین خان کو کلمات سخت کہے تھے - یہ بات حکیم صاحب کے دل مین بُری معلوم ہوئی تھی - اس کا کینہ بھی دل مین جاگزین تھا اس زمانے مین حکیم صاحب کو تاج الدین حسین خان سے ایک غرض درپیش تھی کہ تمام زر ڈنڈی کا اہتمام اُنکو دیدیا تھا فقیر محمد خان فوج مین وجیہ اور رعب دار آدمی تھے اُنکی سخت کلامی نائب کے دلپر ناگوار تھی لیکن تاج الدین حسین خان کی شکایت اُنکے اخراج مین سبب قوی تھی -

گومتی کے پار جو چھاؤنی دھنٹے خان میواتی کی تھی وہان ایکبار عشرۂ محرم مین تبرا کی وجہ سے اہل شہر کے ساتھ وہ دنگہ اور فساد پیدا ہوا کہ طرفین مین بندوق اور تلوار چلی چند آدمی مارے گئے جبکہ کوتوال شہر سے انسداد فساد نہو سکا تو مظفر علی خان ہندوتلنگونکی پلٹن اور توپخانہ لیکر اُس محلے مین پہونچے اور میواتیونکو مقدر پسپا کیا کہ تمام مال و اسباب اُنکے گھر و نکا ہاتھی گھوڑون سمیت لٹ گیا - ان دنون اسی طرح کی خانہ جنگیون نے بڑا حشر برپا کر رکھا تھا - ننھے مرزا سالار جنگ کے پوتے ایک خانہ جنگی مین مارے گئے - اور توپخانے کے گولہ اندازون نے بھی تنخواہ نہ ملنے کی وجہ سے بلوا کیا - کپتان میگنس نے اس بلوے کو فرو کیا اور سات سو آدمی برطرفی مین آئے اور دس پندرہ ہزار آدمی جو معتمد الدولہ نے نوکر رکھے تھے وہ بھی برطرف ہوئے -

منتظم الدولہ نے ایسا اچھا انتظام کیا تھا کہ چھوٹے بڑے راجہ اور تعلقدار اس قلمرو کے جو ہمیشہ عاملون سے پرخاش کرتے تھے وہ اس زمانے مین فرمانبردار ہوکر در دولت پر حاضر رہتے تھے چنانچہ بخت سنگھ زمیندار اضلاع خیرآباد کہ بڑا سرکش او متمرد تھا اور بہت کچھ ثروت و دولت رکھتا تھا

اور بہت کم عاملون سے رجوع کی تھی وہ دن رات عاملون کی طرح حاضر رہتا تھا اور اکثر اہل شہر نے حکیم مہدی علی خان کی بدولت بڑے بڑے عہدے پائے روشن الدولہ کہ بہت دنون سے بیکار تھے پانسو روپے ماہوار اُنکے مقرر کیے گئے اور مرزا حاجی نے بحر شہر میں اگر طرح اقامت ڈالی تین سو روپے ماہوار اُنکے واسطے مقرر ہوئے۔

آغا مرزا اور راجہ درشن سنگھ کورمی کا زور وشور

(۱) آغا مرزا نصیر الدین حیدر کا کوکا ایسا خودسر اور شرارت نحوت میں چور تھا کہ تمام اراکین سلطنت اُسکی نظرون مین ہیچ تھے کوتوال تک کو یہ قدرت نہ تھی کہ اُسکے نوکرون پر ہاتھ ڈالتا اور نہ کسی عدالت کی یہ مجال تھی گو اس نے اس زمانے میں ظلم سے ہاتھ روک لیا تھا لیکن شرارت سے باز نہیں آتا تھا۔ ایکدن نصیر الدین حیدر کی سواری درگاہ حضرت عباسؑ کی طرف جاتی تھی غلام مرتضیٰ عجلت کے ساتھ مکان سے نکلکر دروانے پر یہ آسکا برآمدے سے آداب و مجرے کی رسم ادا کی چونکہ یہ صورت شان عظمت شاہی کے خلاف تھی اس لیے آغا مرزا کے حکم سے مکان کا وہ چھجہ اور برآمدہ منہدم ہو کر خاک میں ملا دیا گیا۔

(۲) راجہ درشن سنگھ غالب جنگ قوم کا کورمی تھا نواب سعادت علی خاں کی اردلی میں رہتا تھا حکیم مہدی علی خاں کی وزارت کے زمانے میں اُسکا وہ رنگ جمکا کہ بادشاہ کے مزاج میں بحوی دخل پایا ڈیوڑھیون کا انتظام اور حوکی پہرۂ خاص کی نگرانی اُس سے متعلق تھی خائن اور دردی پیشہ آدمیوںکا بندوبست بھی اُسکے سپرد تھا اُسنے زمیندارون سے کمائستی علاقے ستاجری میں اپنے متعلقین کو دلا دیئے عالیتان ناظمونکی یہ قدرت نہ تھی کہ اُس کے دیہات متعلقہ میں دست اندازی کرتے اور اہل دفتر کو مقدور نہ تھا کہ سرکاری جمع

طلب کرتے گویا وہ تمام دیہات زرخیز اُسکی جاگیر مین تھے جو کچھ دل مین آیا دست بردانشتہ دیدیا روشن الدولہ نے اپنی وزارت کے زمانے مین اُسکے ہاتھ سے ایکدم آرام نہین پایا تنزارۂ غضب سلطانی مشہور تھا - یہ اُس کا حلیہ تھا - سیہ فام - بلند قامت - زشت صورت غیور طبع - بے مروت - لیکن باوجود اسکے اپنے کارمرجوعہ مین عدالت اور انتظام جاری رکھنے مین اورون سے بہتر تھا - خدمات شاہی مین اتنی جفاکشی کرتا تھا کہ رات بھر مین دوچار گھڑی سے زیادہ نہ سوتا تھا ہر وقت کمر بندھی رہتی تھی اتنی مہلت نہ تھی کہ ایک گھڑی کمر کھولتا سالہا سال اسی بیدار مغزی اور جفاکشی مین گذرے کہ اس رتبۂ امارت کو پہونچا اُس سے بہتر لطف حکمرانی دوسرے کو نصیب ہوا اسی بادشاہ نے اسکو سلطنت بہادر کا خطاب دیا تھا -

حکیم مہدی علی خان کا رعب وداب اور اُنکی وجہ سے ایک شخص کی زبان کو زنبور سے کھچوا کر مروا دیا جانا

منتظم الدولہ ارسطوے وقت تھے بادشاہ کی حرکات پر پردے مین کف افسوس ملتے اور ظاہر مین ایسا نقش حکومت جمایا کہ انتظام اُنکا روز بروز رو نق پر تھا اور کسی کے نام کے ساتھ لفظ نواب و راجہ والے وغیرہ زبان پر نہین لاتے تھے فقط خالی نام لیتے تھے اور متوسلان شاہی و انگریزی کو وقعت کی نظر سے نہین دیکھتے تھے نہایت نخوت پیدا کی تھی - ممن خان اور محمد بخش منتظم الدولہ کا رعب نہین مانتے تھے اسلئے منتظم الدولہ اُنپر اشارے اور کنائے مین الزام اور عیب لگاتے رہتے تھے بلکہ اکثر کاغذات اخبار کے ذریعے سے اُنکے مظالم جو رنڈیون اور خانگیون پر اُنکے ہاتھون سے ہوتے تھے بادشاہ کے گوش گزار کرتے تھے

جب اسکی خبر من خان کو پہونچی تو وہ بھی بادشاہ کی مصاحبت کے عرصے مین اکثر نائب کو علانیہ بُرا کہتا ایکدن مس خان نے حکیم مہدی علی خان کی ناکردہ کاری کی نسبت ایک بات بادشاہ کے سامنے کہی جو بادشاہ نے بھی سُن لی اور ناراض ہوئے۔ منتظم الدولہ نے موقع پاکر بظاہر دلسوزی اور فی المعنی آتش افروزی کے لئے کہا کہ اگر اسی طرح اراذل کی زبانوں سے کلمات نکلا کرینگے تو بادشاہی عظمت اور سلطانی مہابت میں فتور آجائے گا اور سلطنت مین رخنہ عظیم پڑے گا اور عجب نہین کہ اس سے سلطنت کے کامون مین خرابی پڑجائے بادشاہ کا مزاج بھی دونون کی اس قسم کی باتون سے مکدر ہوگیا تھا حکم دیا کہ انکو قید کردو نائب نے فوراً راجہ درشن سنگھ کے احاطے مین جو سخت قید خانہ تھا قید کردیا اور گلے میں بھاری بھاری طوق ڈلوادیے اور رات کو لمبی زنجیر مین دوسرے مجرمو کے ساتھ شامل کردیے جاتے۔ اور پھر ایکدن بادشاہ کے حضور مین عرض کیا کہ جبتک زبان اس کلمہ کسادل کی وجہ سے سزا کو نہ پہونچے گی خلق کو عبرت حاصل ہوگی بادشاہ نے فرمایا کہ آپ جو کچھ مناسب سمجھیں حکم دین پس من خان کی زبان مُنھ سے باہر نکلوا کر لوہے کا بھاری زیور لٹکوا دیا گیا کئی راتدن اسی طرح زیور لٹکتا رہا یہانتک کہ صدمے سے مرگیا جب زیور چھڑایا گیا تو زبان منھ مین نہ جاسکی چند پہر کے بعد جراحو نکی تدبیر سے منھ مین گئی یہان تک واقعات سنہ ۱۲۴۶ ہجری کے تھے۔

بادشاہ کا رزیڈنٹ کے سامنے اپنی زبان سے فریدون بخت اور کیوان جاہ کی نسبت اپنا نطفہ ہونے سے انکار کرنا

سنہ ۱۲۴۷ ہجری مین جشن ملوس سال تمام موقوف رہا لیکن نائب کی تجویز سے بعض لوگونکو

چند خلعت ملے وقائع دلپذیر مین مذکور ہے کہ منا جان کے بادشاہ کا نطفہ ہونے نہ ہونے کے مقدمے نے ابتداے تحقیقات سر ہربرٹ مڈک سے عہدۂ رزیڈنٹی کرنیل جان لو تک انقطاع قبول نکیا - منتظم الدولہ نے ۲ - فروری ۱۸۳۲ء ۲۹ - شعبان ۱۲۴۷ھ ہجری کو تاج الدین حسین خان کے سامنے کرنیل جان لو سے کہا کہ سابق مین جو کچھ مین نے کیوان جاہ اور منّا جان کے باب مین کہا تھا وہ بادشاہ کی جانب سے نہ تھا اب بادشاہ کی طرف سے خاصکر اُنکے حکم سے کہتا ہون کہ بادشاہ نے اپنے دل مین یہ بات ٹھان لی ہے کہ تمام مُلک مین شایع کرین کہ کیوان جاہ اور فریدون بخت اُنکے نطفے سے نہین ہین اور یہ بھی عزم مصمم رکھتے ہین کہ ان دونونکو اپنے محل سے نکلوا دین اور اُنکے رہنے کو دوسری جگہ مکان مناسب مرحمت کردین رزیڈنٹ نے کہا کہ سابقًا تو آپ بھی اس باب مین اپنا اشتباہ ظاہر کرتے تھے اور اب ایسا کہتے ہین منتظم الدولہ نے جواب دیا کہ اُسوقت بھی محل اشتباہ نہ تھا لیکن چونکہ حضور کی جانب سے اُسکے گزارش کرنے کے لیے مین مامور نہ تھا اس لیے بطریق اشتباہ کے مین نے بیان کیا تھا - حال یہ ہے کہ ایکروز جناب نصیر الدین حیدر اپنی ولیعہدی کے ایام مین محل مین گئے تو دیکھا کہ میر فضل علی فریدون بخت کی والدہ کے ساتھ حرکات نامناسب کر رہا ہے جناب موصوف نے طیش مین آکر چاہا کہ دونونکو قتل کر ڈالین کہ میر فضل علی خوف کے مارے وہان سے بھاگ گیا اور بادشاہ بیگم نے اُنکے قتل کے ارادے سے روک دیا - آخر کار جناب موصوف برہم ہوکر محل سے اُٹھکر معتمد الدولہ کے مکان مین چلے گئے اور تین دن وہان رہے مگر بادشاہ کے حکم سے پھر محل مین چلے آئے بعد اسکے پھر محل چھوڑ کر حیدر، وز حسن باغ مین مقیم رہے بیگم صاحبہ نے ان دنون بہت کوشش کی کہ نصیر الدین حیدر فریدون بخت کی مان کے ساتھ موافقت کرلین اور اُسکو مدت تک حاملہ ظاہر کیا یہانتک کہ فضل علی کی حرکات نامناسب کو

۲۶ ۔ماہ گذر گئے اور فریدون بخت عرصۂ وجود میں نہ آیا اور اس مدت میں جانے کی مد
نے کبھی فریدوں بخت کی ماتی صورت نہ دیکھی۔
(۴) کیوان جاہ کے معاملے میں منتظم الدولہ نے ظاہر کیا کہ جناب بادشاہ کو اُسکو ولی عہد
مقرر کرنے سے بہت شرم آتی ہے اور اب بیگم صاحبہ بادشاہ سے بسبب اس کے
کہ صاحبان کو اپنے ہمراہ ضیافت میں کہ سرکار عالی میں ۱۲ جنوری ۱۸۳۲ء
مطابق ۷۔ شعبان ۱۲۴۷ ہجری کو واقع ہوئی تھی نہ لے گئے بہت رنج
رکھتی ہیں بلکہ اُن کا خیال ہے کہ یہ نہ لیجانا بسبب میرے ہوا ہے اس لیئے
مجھسے بہت ناراض ہیں اور جب بادشاہ نے فرمایا کہ یہ امر خاص میرے حکم سے ہوا ہے تو انکو یقین
نہ آیا اور بیگم موصوف نے تمام شہر میں مشہور کر دیا کہ منتظم الدولہ دو گھڑی سے زیادہ زندہ نہ
رہے گا اور معتمد الدولہ کو خبر بھیجی کہ لکھنؤ آنے کو تیار رہیں چنانچہ اس خبر کو لیجانے والا دریائے گنگا
گرفتار ہوا اور اب تک قید ہے اور اس بات کا اپنی زبان سے اقرار کرتا ہے اب بادشاہ کو منظور ہے
کہ بیگم صاحبہ لکھنؤ سے چلی جائیں اور دوسری جگہ سکونت اختیار کریں بلکہ منظور ہے کہ فیض آباد
میں جا کر رہیں رزیڈنٹ نے یہ تمام بیان ۳۔ فروری مطابق غرہ رمضان سنہ مذکور کو
گورنر جنرل کو لکھ بھیجا گورنر جنرل نے اس امر کی مزید تحقیق کے لیئے رزیڈنٹ کو حکم دیا کہ تم بادشاہ
سے مل کر اُن سے زبانی اسکی تصدیق کر و چنانچہ ۹۔ فروری مطابق ۷ رمضان سنہ مذکور کو
بعد تناول ماحضری کے بادشاہ اور رزیڈنٹ اور منتظم الدولہ خلوت میں گئے اور تھوڑی سی گفتگو
کے بعد بادشاہ نے نہایت حجاب کے ساتھ فرمایا کہ میں ان کے مرنے سے میرا نسل ختم ہو جائیگا
اور معمول ہے کہ فریدوں بخت اور کیوان جاہ شان و شوکت کے ساتھ عیدگاہ کو جاتے ہیں
اب یہ رسم موقوف کی گئی رزیڈنٹ نے کہا کہ ہمکو اس سے کیا سروکار ہے حضور کو اختیار ہے

مگر اس ارادے کا سبب بیان فرمایا جائے بیان کرنے کے لیے بادشاہ نے منتظم الدولہ کیطرف اشارہ کیا رزیڈنٹ نے کہا کہ یہ اور گورنر جنرل بدل حضور کے دوست ہین جو کچھ ہو خود اپنی زبان مبارک سے حضور ارشاد فرمائین اور منتظم الدولہ نے بھی یہی اصرار کیا اسوقت صاف الفاظ مین بادشاہ نے کہا کہ ہم آپکو اپنا دوست سمجھتے ہین درحقیقت قصہ یہ ہے کہ فریدون بخت اور کیوان جاہ دونون مین سے کوئی بھی میرا بیٹا نہین ہے اور مین آپ سے یہ حال اس لیے بیان کرتا ہون کہ آپ گورنر جنرل کو لکھ بھیجین اور یہ جو شہر مین مشہور ہے کہ دونون میرے بیٹے ہین یہ افواہ محض غلط ہے اور اس شہرت کا سبب رشوت اور عالی ہمتی ہے ملکہ زمانیہ ایک لاکھ روپیہ میرے خاص خاص آدمیون کو دیتی تھی کہ بادشاہ کو کیوان جاہ کی فرزندی کے لیے ترغیب دین اسی طرح میر فضل علی اور سکھ چین فریدون بخت کے لیے ایسے ایسے کام کرتے تھے مین خوب جانتا ہون اور والد ماجد بھی جانتے تھے کہ فریدون بخت میرا بیٹا نہین ہے اور جو کچھ حال فریدون بخت کی مان اور میر فضل علی کی بدفعلی کا اور بعد اُسکے ۲۶ ماہ کے بعد فریدون بخت کا پیدا ہونا منتظم الدولہ نے بیان کیا تھا بادشاہ نے زبان سے اُسکی تصدیق کی اور کہا کہ فریدون بخت کی ولادت ہمارے بلوغ سے بھی قبل کی ہے اور کیوان جاہ ملکہ زمانی کے ساتھ آیا تھا پھر فرمایا کہ سابق مین جعلساز اور دغاباز ہمکو اپنے قابو مین کرکے اپنے نفع کے لیے ہمکو فرزندی کے اقبال کے واسطے تخویف کرتے تھے اسلیے مجبوراً قبول کر لیا تھا لیکن اب وقت بہت اچھا ہے اور نائب سلطنت ہمارے فائدے اور خیرخواہی کے لیے بدل مستعد ہے اور راستی و درستی کے سوا کوئی امر نہین ہے الغرض بادشاہ نے دغابازون کے ساتھ جعل مین شریک ہونے سے بہت شرم و ندامت ظاہر کی اور فرمایا کہ اب ہم نے دل مین عہد کر لیا ہے کہ سوائے راہ راست کے نہین جائین گے اور صاحب رزیڈنٹ کی بہت سی خوشامد کرکے استدعا کی کہ گورنر جنرل کو لکھ بھیجین کہ سابق مین بادشاہ اودھ

لیے اختیار میں نہ تھے اس لیے بعض آدمیونکی تخویف وترغیب میں آکر ویسا ظاہر کیا تھا
رزیڈنٹ نے بادشاہ کی بہت کچھ تسلی وتشفی کرکے فرمایا کہ اکثر آدمی ابتدائے جوانی میں راہ راست
نہیں چل سکتے ہیں لیکن اب حضور بفضل الٰہی جوان اور بالغ ہوگئے ہیں مناسب ہے کہ حرکات
بیہودگی اور بےہرہ روائی کو چھوڑکر راستی ودرستی کے ساتھ انتظام کاروبار ریاست میں مصروف
ہوجائیں ورنہ تمام ریاست کا کام برہم ہوجائیگا اور بادشاہ نے ایک خط بھی جس میں لاولدگی کا
بیان تھا رزیڈنٹ کے پاس بھیجا جیانچہ رزیڈنٹ نے بادشاہ کی استدعا کے مطابق تمام کیفیت
گورنر جنرل کو لکھ بھیجی اور وقت مراجعت کے سپاہیان انگریزی متعینۂ ہیلی گارد کو حکم دیا
کہ آیندہ سے مناجان کو سلامی نہ دیا کریں۔ گورنر جنرل نے جواب دیا کہ اس مضمون کو خلق میں مشتہر
کردیا جاہیے جیانچہ قلمرو اودھ میں اس مضمون کے اشتہار جابجا چسپاں ہوئے اُسوقت سے
ولی عہدی اور شاہزادگی کا لفظ اُسکے نام سے محکوک ہوا لیکن بادشاہ بیگم نے محبت کی وجہ سے
اس مضمون کے سد باب میں اکثر لکھتہ چیپیاں کیں اور مُنا جان کو اپنے پاس سے جدا نکیا۔

اشتہار درباب نسب فریدون بخت عرف مناجان

اشتہار کی عبارت یہ ہے۔

چوں جناب والدہ صاحبہ آن طفل معروف بہ مناجان راکہ موسوم بہ محمد مہدی ملقب
بہ فریدون بخت کردہ اند از قرب زمان تولدیہ دردہ وار بطن یکے سامی مشہور نمودہ اوا
منسوب بفرزندی ما دولت ساختہ بود مدیار ہا گفتہ شدکہ ایں معنی خلاف ناموس نام وننگ
ایں دودمان رفیع الشان موجب قباحت عظیم ہست وجناب علییں آب اعلیٰ حضرت
جلد مکان طاب ثراہ وجل الجنۃ مثواہ نیز بعد تحقیقات وتفتیش تمام ودریافت حال واقعی

ہرگز ثبوت این طفل را نسبت بما بدولت قبول نفرمودند چنانچہ برکہ ومہ ظاہرست مگر جناب ممدوحہ نشنیدند واو را ملقب بالقاب مخصوص فرزندان ساختند وحالانکہ این طفل مجہول حال را علاقہ بما بدولت نیست و متحقق نمیگردد کہ جناب ممدوحہ این طفل را چگونہ پیدا کردند احتمال قوی اینست کہ زنے کہ این طفل را از بطن او میگویند و دیگر خواصان بخانۂ فضل علی میرفتند ہرچند منع کردہ شد ازین امر مستکرہ باز نماندند پس غالبًا از نطفۂ فضل علی یا درین بیقیدی از نطفۂ دیگر بہم رسانیدہ باشد این احتمال درصورتی ست کہ این طفل از بطن آن زن پیدا شدہ باشد والا چنانکہ مشہورست زن گاذر را کہ حاملہ بود بخانۂ خود داشتہ بودند و ہرگاہ او وضع حمل کرد تولد از بطن زن مذکور شہرت دادند باز ما بدولت بخدمت بیگم صاحبہ وہم بخدمت والد ماجد خلد مکان گفتہ بودیم کہ این طفل اجنبی را با بنوت من علاقہ نیست لہذا حضرت خلد مکان مبطل نسب این مجہول النسب بودند و زیادہ از ہمہ اینکہ سن حضور در آوانے کہ تکوین این طفل را بیگم صاحبہ موصوفہ مشہور کردہ بودند بحد بلوغ نرسیدہ بود کہ احتمال بنوت نسبت بحضور امکانے داشتہ باشد و قباحت و شناعت این امور نہ چنان ست کہ بر احدے مخفی باشد تا گزیر از ماجرائیش بارگاہ آرائے سلطنت و حشمت اشرف الامرا نواب گورنر جنرل صاحب بہادر خلد اللہ ملکہ کہ حفظ و حراست این سلطنت حالًا و مآلًا متعلق بذات بابرکات نواب ممدوح وا ہالیان سرکار کمپنی انگریز بہادرست آگہی دادہ شد و این معنی از رہگذر یکتا دلی و حق پسندی و کفالت و حفظ این ریاست مطبوع طبع دقیقہ سنج نواب معظم الیہ افتاد در جواب اطلاع از بطلان نسب و بنوت آن طفل واذعان این معنی رقمی فرمودند مگر چون این امر از عمدہ امور ریاست ست و آگاہی خلائق ہم ازین معنی اشد ضرور لہذا برائے اطلاع خاص و عام اشتہار ہذا از پیشگاہ جاہ و جلال صادر گردید تا جملہ منتسبان این دولت عظمی و عمائد و امرا و جمیع ملازمان سرکار والا و رعایا برایا

ایں طفل راازیں دودمان عالیشان اجنبی محض و مجہول النسب پندارد و گلہ ہے وہم بیہودہ نسبت بحضور اقدس و اعلیٰ بخاطر راہ ندہد۔

حکیم مہدی علی خان کی جزرسی سے متوسلان سلطنت بلکہ خود بادشاہ کے دل مین کدورت پیدا ہو جانا

شہر لکھنؤ میں امرا کے یہاں شادیون مین جو ساچق کے دن رنگین گھڑے مٹھائی اور میوے سے بھر کر مزدورون کے سرون پر رکھ کر دولھا کی طرف سے دلہن کے گھر رات کے وقت جاتے تھے تو مزدور راستے میں اسقدر دست اندازیان کرتے تھے کہ میوہ اور مٹھائی بہت سی نکل جاتی تھی حکیم صاحب کو چونکہ ہر وقت کفایت و جزرسی مدنظر رہتی تھی اُنھون نے مرزا حیدر فرزند نواب محمد تقی خاں کے بیاہ مین یہ جدید انتظام کیا کہ مٹھائی اور میوہ وغیرہ وزن ہوا کرے اور اونٹو پر لدوا کر سرکاری متصدی عروس کے مکان تک پہونچائین اور خالی گھڑے کہ مطلب اُن سے نمود و نمائش ہوتی ہے مزدورون کے سرون پر حسب دستور جائین اور روشنی کے باب مین یہ تحریر کی کہ تیل مٹی کے برتنون مین رکھ کر چراغوں میں بھرتے ہیں روغن کو برتنون مین جذب ہو کر نقصان ہوتا ہے اس لیے شہر کے باورچیون سے چھوٹی بڑی دیگیں طلب کیجائیں۔ اسی طرح کارخانۂ بادشاہی مین بھی کفایت مدنظر تھی۔ خاص بادشاہ کے لباس مین گلبدن کا تھان چالیس و پچاس روپے کی قیمت سے کم کا صرف نہوتا تھا حکیم صاحب کی طرف سے دس پندرہ روپیہ کی قیمت سے زیادہ کے تھان کی اجازت نہ تھی۔ اور پارچۂ محمودی کے رومال جسکی قیمت دو تین روپے سے کم نہوتی تھی موقوف ہو کر ململ کے رومال جو ایک روپے کا کئی گز بکتا تھا بادشاہ

کے لیے بننے لگے - دستور تھا کہ جو نئی پوشاک بادشاہ ایکبار پہن لیتے تو وہ بدن سے اُتر کر انعام مین دیدیجاتی تھی حکیم صاحب نے یہ رسم ترک کر کے یہ حکم دیا کہ جب تک بادشاہ کی پوشاک دو تین بار دُھل کر اُنکے کام مین نہ آجائے توشہ خانہ سرکاری سے جُدا نہوا کرے ایکبار بادشاہ نے حکم دیا کہ پانسو جوڑے کنگنون کے فرمائشی خواصون کے لیے تیار ہون حکیم صاحب نے نقرئی بنوا کر اُنپر طلائی مُلمع کرا کے اُنپر چھوٹے نگینے جڑوا دیے اور بادشاہ کے محلات کی خواصون اور لونڈیون کے لیے جو دوپٹے بادلے اور تمامی وغیرہ کے قیمتی تیار ہوتے تھے وہ حکیم صاحب کی تجویز سے چھوٹے گوٹے اور بادلے سے تیار ہونے لگے اور انعام کے خرچ مین یہ تخفیف کی کہ اس مصرف کی رقم دو ثلث گھٹا دی اور جواہرات اور پشمینے کی خریداری موقوف کر دی - حکیم صاحب اکثر علانیہ یہ کہا کرتے تھے کہ بادشاہ سلامت چاہتے ہین کہ گھر اپنا برباد کرین اور مین یہ چاہتا ہون کہ اس طرح انتظام کرون کہ زر نقد خزانے مین جمع ہو حکیم صاحب کی یہ جزرسیان بادشاہ کی طبیعت کو ناگوار تھین اور ارباب سلطنت مسرف پسند تھے پس ایسے دانشمند کا گذارہ ایسے مسخرے اور سفلہ دربار مین کب ہوسکتا - رفتہ رفتہ محلات بادشاہی کی زبان شکایت وا ہوئی اور عداوت کی صورت پیدا ہونے لگی - منتظم الدولہ بھی آفت روزگار تھے اُنھون نے ایک ایسی تدبیر نکالی جو اُنکے فائدے سے خالی نہ تھی چاہا کہ تمام معاملات ملک کو مستاجری کی صورت پر کر دین چنانچہ یہ بات قرار دی کہ نواب سعادت علی خان کے عہد مین سرکار کمپنی کو ملک کاٹ دینے کے بعد ایک کروڑ پنتیس لاکھ روپے کا ملک سوائے سائر وگنجیات کے باقی تھا یہ جمع اصلی قرار دیکر چوبن لاکھ روپیہ سالانہ سپاہ سلطنت اور عاملون اور عملۂ محالات کا خرچ مجرا دیکر اکاسی لاکھ روپیہ سالانہ مصارف محلات اور کارخانہ سلطنت

لہ مستفاد از تاریخ ذکاء اللہ ۱۲ -

کے لیے مقرر کیا اور دوسرے سال سے پانچ لاکھ روپیہ سال چار سال تک کے لیے قبول کیا
اور اس سے آگے کو پانچ برس تک یہی آخری جمع یعنی ایک کروڑ اور ایک لاکھ سالانہ مقرر کرکے
تولیت مہری اپنے پوتے محمد علی خاں کی طرف سے اپنی ضمانت کے ساتھ دفتر شاہی میں
داخل کرکے پٹہ مہری نصیرالدین حیدر کا لکھوا کر صورت مستاجری تمام ملک اور فوج کی قرار دی
مگر اس قسم کی مستاجری کو گورنر جنرل اور انکی کونسل نے ناپسند کیا اور یہ حکم دیا کہ ضابطۂ قدیم کے
خلاف تمام ملک کی مستاجری ایک آدمی پر قرار نہیں پا سکتی۔ حکیم صاحب کا رنگ حکمت جما
ہاتھ مل کر رہ گئے۔

حکیم مہدی علی خان کی معزولی اور اسکے وجوہ و دلائل

حکیم مہدی علی خاں کی طبیعت اب ایسی باقی نہ رہی جیسی پہلے تھی غصہ بڑھ گیا ادنے
و اعلےٰ ہر ایک کے ساتھ سختی اور غصے کے ساتھ پیش آنے لگے خاص و عام کے ساتھ سو ا
درشتی اور گالی کے بولتے نہ تھے یہ چاہا کہ بادشاہ کی حرم محترم ملکہ زمانی کو رستے سے گرادیں اول
انکی جاگیر میں فساد کراکر متواتر خبریں بادشاہ کے گوش گزار کرائیں اور خود عرض کیا کہ بیگم صاحبہ کی
جاگیر میں انتظام ہونے کی وجہ سے آس پاس کے تمام علاقے میں خرابی پڑ گئی ہے روپیے کا
وصول ہونا مشکل ہوگیا ہے اگر یہ جاگیر راجہ بختاور سنگھ کو جسکی عملداری بیگم صاحبہ کی جاگیر کے
چاروں طرف ہے دیدیجائے تو وہ روپیہ بیگم صاحبہ کو پہونچاتے رہیں اور انکے علاقے کے
ساتھ انتظام بھی بخوبی ہوتا ہے چونکہ یہ تقریر بظاہر معقول تھی بادشاہ نے قبول کرکے وہ
جاگیر جو چھ لاکھ روپے سال کی تھی راجہ بختاور سنگھ کے حوالے کردی اب یہ حال ہوا کہ بیگم صاحبہ کو
روپیہ پہونچنے میں کمی ہونے لگی۔ ملکۂ زمانیہ کو دھچکے سے گرانے کی دوسری تدبیر یہ نکالی کہ

بسم اللہ بیگم جو وفا بیگ خان کی نواسی تھی اور تاج محل کی مصاحبت مین رہتی تھی ایک دن بادشاہ نے اُسے دیکھ لیا اور دل سے دلکش پسند آگئی اُسکی طرف رغبت فرمائی خفیہ نویس نے یہ قصہ نائب تک پہونچا دیا یہ تو اس تلاش مین تھے ہی کہ کوئی ایسی عورت پیدا ہو کہ اپنی طرف بادشاہ کے دل کو کھینچ لے کیونکہ جب تک دوسری طرف اُن کا دل راغب نہ ہو گا ملکۂ زمانیہ کی طرف سے دل نہ پھرے گا پس بسم اللہ بیگم سے خفیہ سازش کی کہ اگر میری مرضی کے موافق رہو گی اور جو مین کہونگا اُس پر عمل کرو گی تو تمکو ملکۂ زمانی کے رتبہ پر پہونچا دونگا بسم اللہ بیگم نے اس لحاظ سے کہ نائب کو پورا اختیار حاصل تھا اُنکی بات منظور کر لی اب نائب اشارے اور کنائے مین بادشاہ کے سامنے بسم اللہ بیگم کی تعریفین کرنے لگے یہانتک کہ بادشاہ اُس سے نکاح کرنے کو آمادہ ہو گئے اور بڑی دھوم دھام سے یہ شادی ہوئی حکیم صاحب نے اس عورت کو اپنی بیٹی بنایا اور دن بدن اس کا رتبہ بڑھنے لگا جب نائب کو یقین کامل ہو گیا کہ بادشاہ اس پر فریفتہ ہین اور ملکۂ زمانی کی خواہش نہین رہی تو علانیہ ملکۂ زمانیہ کے نوکرون کے سامنے اُنکو ناسزا الفاظ سے یاد کرنے لگے کہ وہ سُن سُن کر خون جگر کھاتی اور چپ رہتی اسی طرح بادشاہ بیگم کی جناب مین رکیک وخلاف رتبہ کلمات کہنے لگے جنھین سُن کر اُنکے دل کو صدمہ ہوا اور حکیم صاحب کی خرابی کی فکر مین پڑین۔ تاج الدین حسین خان سے بھی فریب شروع کیا یہ شخص حکیم صاحب کا رازدار تھا اس لیے اپنی کوشش سے مسٹر جان لو صاحب رزیڈنٹ حال کے مزاج کو حکیم صاحب کے موافق کر دیا تھا جسکی تفصیل یہ ہے کہ جب جان لو صاحب رزیڈنٹ ہو کر آئے تو تاج الدین حسین خان نے اُن سے موافقت کر کے حکیم مہدی علی خان کا دوست بنا دیا حکیم صاحب تاج الدین حسین خان کی اس حسن خدمت کے ممنون ہوئے جب اُنھون نے اپنا حق نائب پر ثابت کر دیا تو عرض کیا کہ میرے ذمے محاسبان سرکار نے ۲۲۔لاکھ روپے

سُلطان پور کے باقی نکالے ہیں میں یہ جمع معتمد الدولہ کو پہونچا کر اُن سے رسید لے چکا ہوں
اہلکاروں کو دکھاتا ہوں تو شنوائی نہیں کرتے اُس خدمت کے صلے میں امیدوار ہوں کہ
۲۲ لاکھ روپیے کی فارغخطی مرحمت ہو جائے تاکہ محاسبے کے اندیشے سے نجات ملے الحکیم صاحب
اول اول جب اُنکی غرض باقی تھی فارغخطی دینے کا اقرار کرتے تھے جب کام نکل گیا تو یوں ٹالا کہ بادشاہ کی
طرف سے فارغخطی دینے میں متامل ہوں مگر دل مین اطمینان رکھنا چاہیئے کہ جبتک میں
موجود ہوں کوئی تم سے اُس روپے کا دعویٰ نکرے گا تاج الدین حسین خان سمجھ گئے کہ یہ شخص مجھ سے
فریب کرتا ہے کبھی یہ کبھی بادشاہ روپیہ کا دعویٰ کرکے خراب کریگا یہ شخص صاف بین ہے اگر ہزار طرح جانفشانی
کرونگا اسکے دل پر اثر نہوگا یہ بہتر ہے کہ اسکا علاج معقول کیا جائے اگر مجھے شام کو برباد کرنیکا ارادہ رکھتا ہو تو میں اسکی
صبح ہی کو خراب کردوں پس چھپ کر بادشاہ سے بات چیت کی راہ نکالی اور بائیں کی بیخ کنی
کی فکر کرنے لگے۔ طرفہ یہ کہ حکیم صاحب نے بادشاہ کے اخراجات روزمرہ میں اتنی کمی شروع
کی تھی کہ اُن کا دل حکیم صاحب کی طرف سے پھر گیا تھا اس لیے اول بادشاہ نے حکیم صاحب کے
بھتیجے احمد علی خان کو اپنی مصاحبت سے الگ کر دیا بادشاہ بیگم نے بھی بادشاہ کے
کان بھرے کہ اس شخص کو لینے مکان میں اس قدر خلاف دستور اختیار دیدیا ہے کہ علاوہ یہ
تمہاری بیگمات کو دربار میں بُرا کہتا ہے اور بے حرمت کرتا ہے پس میں کس شمار میں ہوں
یہ شخص درحقیقت انگریزوں کا خیرخواہ ہے اس بات پر دلیل یہ ہے کہ ریاست کی قوت
سپاہ سے ہے اُسکو بڑھانا چاہیئے یہ کہ گھٹا رہا ہے تمھارے عزیزوں اور نوکروں کی تنخواہیں
کم کردیں حالانکہ بڑھانی چاہیئے تھیں ظاہر میں یہ تمکو کفایت بتاتا لیکن باطن میں انگریزوں کے
خوش کرنے کے لیے ریاست کے لوگوں کو بیدل کر رہا ہے دیکھو تمکو روزمرہ کے مصارف
میں تنگ کر دیا ہے یہ کتنی بڑی دلیری کی بات ہے اب بھی کچھ نہیں گیا ہے اسکی تدبیر کرلینی

چاہیئے اگر یا نون جما یئے تو اُکھڑ نا مشکل ہو گا بادشاہ یہ تقریر سُن کر اور بیزار ہوگئے تاج الدین حسینخان
نے بھی بادشاہ کو اُن رازون سے آگاہ کر دیا جو بادشاہ کی اطلاع کے بغیر انگریزون سے نائب نے
کیے تھے ان تمام باتون نے بادشاہ کو اتنا برہم کیا کہ منتظم الدولہ کی خرابی کے درپے ہوگئے چنانچہ
ایکدن بادشاہ بیگم سے کہا کہ مین جو کچھ کرتا ہون بغیر آپکی صلاح کے نہین کرتا اور یہ شخص بھی بغیر آپکی
صلاح کے نائب نہین بنا ہے جو کچھ ارشاد ہو گا اُسکی تعمیل کیجائے گی بادشاہ بیگم نے کہا کہ یہ درست
ہے لیکن نوکر کو اپنے قابو مین رکھنا چاہیئے نہ کہ اُسکے سامنے اپنی ہستی کو بے حقیقت کر دینا چاہیئے
اور نوکر کو اتنا غالب نہ کر دے کہ آپ اُس کا محتاج بن جائے اب صلاح یہ ہے کہ مہدی علیخانکو
موقوف کر کے روشن الدولہ کو کہ وہ اس سرکار کا نمکخوار قدیم ہے اور تمھارے والد نے اُسکو عزت
دی تھی اور کارکن بنایا تھا اور لیق اور کارپرداز آدمی ہے یہ عہدہ دیا جائے بسم اللہ بیگم نے بھی
مہدی علی خان سے عہد و پیمان کے خلاف آتو کی سلسلہ جنبانی سے اُن کی بیخ کنی کی بہت کچھ باتین
کہین۔ آتو نے بیگم کو سمجھایا کہ جبتک یہ نائب بخیل و منحوس اپنے عہدے پر برقرار ہے تمکو کوئی مُود
حاصل نہو گی۔ اور نہ مجھکو کوئی فائدہ پہونچے گا ان دنون بادشاہ بھی اُس سے مُکدر ہین پس اسوقت
سے بہتر کوئی وقت اُسکے اُکھیڑنے کا نہ ملے گا قدسیہ بیگم نے کہا کہ پہلے دن اس شخص نے مجھ سے
وعدہ لیا تھا اور مجھکو اپنی دختر بنایا ہے پھر مین کیونکر بے سبب اُسکے خلاف کوئی لفظ زبان سے
نکالون اور عہد توڑون آتو نے جواب دیا کہ اگر عہد پر پابندی منظور ہے تو اپنی عظمت اور ترقی سے
ہاتھ اُٹھا لینا چاہیئے۔ دنیادار کو چاہیئے کہ جس امر مین اُسکی فلاح و بہبود ہو اُسے اختیار کرے
جسنے اس زمانے مین وضع کی پابندی رکھی وہ کبھی مراد کو نہین پہونچ سکتا اس بات کو اپنے
دل مین خوب سمجھ لینا چاہیئے کہ منتظم الدولہ نے تمھارا فروغ رغبت دلی سے نہین چاہا بلکہ ملکہ
زمانیہ کی خرابی و بربادی کے لیے تمکو ترقی دلائی ہے جب اُدھر سے فرصت پالین گے تو تم پر

ہاتھ صاف کرینگے پس انسانوں خصوصاً سرداروں کو چاہیئے کہ بدوں کو مٹا کر خلق اللہ کے
ساتھ احسان کریں نہ کہ بُروں کے احسانمند ہوں اور اُنکے ظلم رفع کرنے کی کوئی تدبیر عمل میں لائیں
اب مجھکو اور تمکو یہ بات مناسب ہے کہ نائب کی شکایت بادشاہ کے حضور میں پیش کریں اور
ایک جماعت کو اس معاملے میں اپنے ساتھ متفق کرلیں اگر بادشاہ کے چہرے پر اُن باتوں کے
سننے سے کراہیت معلوم ہو تو آیندہ پھر کبھی اس بات کو منھ سے نہ نکالیں ورنہ اشارے
اور کنائے میں نائب کی بُرائیوں کو ثابت کردیں غرضکہ سب نے بالاتفاق علانیہ اور
اشارات میں نائب کی بُرائی بیان کرنی شروع کی بادشاہ بھی یہ باتیں رغبت سے سُن کر
شریکِ کلام ہونے لگے کیونکہ خود بھی نائب کی سخت مزاجی سے تنگ تھے ایکدن تاج الدین حسینخاں
سے فرمایا کہ ہمارا دل یہ چاہتا ہے کہ حکیم مہدی علی خان کو معزول کرکے تمکو کہ نسبت اُنکے
بہت لائق ہو نیابت کے کام پر مقرر کریں جب یہ میٹھی آواز خان مذکور کے کانوں میں
پہونچی بادۂ جاہ کے نشے سے بیہوش ہوکر عقل زائل ہوگئی اور یہ سمجھے کہ اس بات میں کیا
مصلحت پنہاں ہے خود بھی معزول کرانے کو مستعد ہوگئے اور ترغیب آمیز باتیں بادشاہ سے
عرض کیں بادشاہ نے فرمایا کہ ہمکو یہ فکر ہے کہ مبادا رزیڈنٹ انکی معزولی میں کلام کریں تاج الدین حسینخاں
نے عرض کیا کہ حضور دل میں کوئی دغدغہ نہ لائیں انگریزونکو جناب والا کی سرکار میں مطلق مداخلت
حاصل نہیں ہے میں کل ہی رزیڈنٹ کو اطلاع کرونگا کہ بادشاہ سلامت تشریف لاکر آپسے بعض
باتیں تنہائی میں بیان کرینگے اگر موافق معمول کے حکیم مہدی علی خان شریک ہوا چاہیں
تو انکو روک دیا جائے پھر حضرت اچھی طرح جس قدر دل میں آئے اطمینان سے اُنکی شکایتیں
بیان کریں رزیڈنٹ بھی سب باتیں سُنکر حکیم صاحب کی تندخوئی اور بے اعتدالی سے مطلع
ہوجائیں اور پھر کوئی بات اُنکے موافق نہ کہیں وہاں سے دولتسرا کو لوٹ کر فوراً قید

کردین اور اُنکی مفسدہ پردازی سے مطمئن ہوجائین اگر رزیڈنٹ اُسوقت نائب کے روکنے کو بھول جائین تو حضرت کے ہاتھ مین رزیڈنٹ کا ہاتھ ہوگا اشارے کے لیے ہاتھ کو حرکت دیدین تاکہ یاد آجائے خانہ زادیہ تمام باتین رزیڈنٹ کو سمجھادیگا اس کے بعد بادشاہ بیگم سے مشورہ ہوکر بات پختہ ہوگئی اور روشن الدولہ کی نیابت کے لیے راے قرار پاگئی قدسیہ بیگم اور آنوجی کی صلاح بھی شامل تھی آنوجی کی تدبیر اس رشتے کو بل دینے مین زیادہ کارگر تھی اور قرار پایا کہ شب مین روشن الدولہ کو یہان خفیہ بلاکر عہد و میثاق مستحکم کرلیا جائے آنو خود دوبارہ دربی کے راستے سے میانے مین سوار ہوکر روشن الدولہ کے گھر گئی اور تمام رازون سے واقف کرکے کہا کہ آج رات کو تم بلائے جاؤگے آنو لوٹ گئی اور رات کو سواری بھیجکر روشن الدولہ کو بلوالیا۔ جو منتظر طلب بیٹھے ہوئے تھے روشن الدولہ بادشاہ کے سوالات کے جواب باصواب گزارش کرکے صبح کے قریب اپنے مکان کو لوٹ آئے اور تمام حالات سے سبحان علی خان کو مطلع کیا۔ صبح کو بادشاہ سوار ہوکر رزیڈنٹ کی کوٹھی پر تشریف لے گئے اور معمولی مدارات کے بعد خلوت ہوئی نائب رنگ زمانہ سے غافل تھے شریک خلوت ہونے کو پیچھے پیچھے چلے رزیڈنٹ کے ہاتھ مین اُسوقت بادشاہ کا ہاتھ تھا اُنھون نے اشارہ کیا رزیڈنٹ نے آگاہ ہوکر تاج الدین حسینخان کے کہنے کے مطابق اُنکو منع کیا اب مہدی علی خان سمجھے کہ یہان رنگ ہی اور ہے پژمردہ اور مضمحل ہوکر مکان کے دروازے پر بیٹھ گئے اور چہرے سے حکومت کا رنگ اڑگیا اب بادشاہ نے باطمینان رزیڈنٹ سے باتین کرنی شروع کین اور کہا کہ لوگ تلون مزاجی کا اتہام لگائین گے مگر آپ جانتے ہین کہ نوکر مالک کی تفضیح کے لیے ہوتا ہے یا آرام دینے کے واسطے مین نے جب حکیم مہدی علی خان کو نائب بنایا تھا تو اُنھون نے چند وعدے کیے تھے اُن مین سے ایک ادا نہوا پہلا وعدہ یہ کیا تھا کہ نوکرون کی جس قدر تنخواہین چڑھی ہوئی ہین وہ اپنے پاس سے

جسکا کہ پھر ستد ریع خزانہ شاہی سے وصول کرلونگا مگر اُنھوں نے برخلاف اپنے وعدے کے جسقدر چاہا روپیہ خزانۂ عامرہ سے لیا اور وہ بھی تمام و کمال تقسیم نہیں کیا۔ اور اپنی خوش انتظامی کو سرکار کمپنی میں شہرت دی دوسرے جو روپیہ معتمد الدولہ آغامیر کے ذمے باقی تھا اُسکے وصول کرنے کی ذمہ داری اپنی ذات پر لی تھی معتمد الدولہ کانپور کو چلے گئے اور وہ روپیہ اُن پر باقی رہگیا تیسرے اُنکی طماعی کی یہ کیفیت ہے کہ علاوہ اُس مشاہرے کے جو معتمد الدولہ اور اعتماد الدولہ لیتے تھے ہر سیکڑے پر پانچ روپے آمدنی مال میں سے اور اسی قدر تنخواہ ملازمین میں سے جسکا حساب لاکھوں تک پہونچتا ہے رسوم کے نام سے لیتے ہیں اور دیانت کا یہ حال ہے کہ خود تو رشوت لیتے نہیں مگر احمد علی خان اور ابو طالب خان اور سید محمد خان وغیرہ لیتے ہیں جنکو ایسا چیرہ دست کر دیا ہے کہ اُنھوں نے لاکھوں روپے رشوت میں اہل شہر سے لیے اور منتظم الدولہ ہمیشہ دیکھتے اور یہ کہتے رہتے تھے ہمارے مصارف میں اس قدر حرص کی کہ اگر ہم سو روپے کسی کو انعام کے دلوائیں تو پانچ روپے اُسکو دیکر سبکو بدنام کرتے ہیں پاپوش تمام امرائے شہر کو اپنی بدزبانی سے ناراض مسد کیا اور ہمارے محلات و اہل حرم کو بے حرمتی کے الفاظ سے یاد کرتے اور اُنکی آبرو کا پاس نہیں کرتے بس نوکر نہ ہوئے آقائے نعمت ہوئے۔

رزیڈنٹ نے بادشاہ کو نائب کی طرف سے جب اتنا دلگیر پایا تو کہا کہ آپ اپنی ریاست کے مالک ہیں جو کچھ مناسب معلوم ہو عمل میں لائیے کوئی تردد کا مقام نہیں اس میں غیر کو دخل نہیں بادشاہ اس جواب سے شاداں و فرحاں رزیڈنٹ کے پاس سے واپس آئے حکم الدولہ کو حکم دیا کہ روشن الدولہ کو لائے اور اپنے نائب منتظم الدولہ کو بھی حاضر کرے جب یہ خبر قدسیہ بیگم اور بادشاہ بیگم کے محلوں میں پہونچی کہ اب حکیم مہدی علی خاں کی معزولی اور روشن الدولہ کی مصولی ہوتی ہے تو سب کے چہروں پر بشاشت آگئی حکیم مہدی علی خاں کو جب یہ حال معلوم ہوا تو ہمت گردہ ہوئے اور گلبدن کے

تھا نون کے پیش کرنے کے بہانے سے بادشاہ کے پاس آنا چاہا جواب ملا کہ اسوقت کوئی ضروری کام درپیش ہے دوسرے وقت لاکر ملاحظہ کرائین مجبور ہوکر مضطربانہ اپنے مکان کو لوٹے راستے مین سُنا کہ روشن الدولہ اور انتظام الدولہ کو بادشاہ نے طلب فرمایا ہے بید کی طرح لرزنے لگے اور نہایت خوف وہراس کی حالت مین اپنے گھر پہونچے۔

حکیم مہدی علی خان کا رزیڈنٹ کو اپنا حامی بنانا اس لیئے حکام سلطنت کا اُن پر ہاتھ نہ ڈال سکنا

حکیم مہدی علی خان نے دل کو قابو مین کرکے یہ خیال کیا کہ سخت دشمن پہونچ گیا ہے اُسکا دل مجھ سے بیحد ناراض ہے جو کچھ مجھسے اُسنے تکلیفین کل پائی تھین آج اُنکے بدلے مین کسر نہ اُٹھا رکھے گا اور پورا پورا انتقام لے گا۔ عقدہ کشائی کی یہ تدبیر سوچی کہ مرزا حیدر پسر مرزا محمد تقی کو جن سے سمدھیانہ کا تازہ رشتہ قائم ہوا تھا بلاکر کہا کہ یہ وقت میری بیکسی کا ہے اگر دستگیری کروگے تو جوانمردی سے بعید نہوگا مرزا نے کہا کہ ایسا کونسا سخت کام درپیش ہے ظاہر فرمایئے جوابدیا کہ چند منویون نے بادشاہ کے مزاج کو میری طرف سے برہم کردیا ہے اور وہ سب مل کر میری خرابی کے درپے ہین اور میری حرمت بگاڑنا چاہتے ہین میری حرمت کے بارے مین رزیڈنٹ سے گفتگو کیجیئے اور اُن سے کہیے کہ حساب واجبی مجھسے لیا جائے مگر حرمت کی مزاحمت اور عزت کی خرابی نکی جائے مرزا اُسوقت بہت متامل ہوئے اور دیر تک خاموش رہکر کہا کہ بہت مشکل کام اور سخت معاملہ واقع ہوا ہے کہ نہ آپ سے انکار کی مجال ہے اور نہ بادشاہ سے مقابلے کی طاقت اگر مین کوشش کرتا ہون تو ابھی بادشاہ سے قطع تعلق ہوکر ذریعۂ موروثی کی بہبودی کا امکان نہین ہے اور جب سے انکار کرتا ہون تو لوگ کہین گے کہ کل تو نفع کی

امید پرستہ داری کی آج سختی کا وقت آیا تو حمایت سے گریز کرتا ہے اس لیے میں آپکی
پاس خاطر سے دوسری شق اختیار کرتا ہون اور اُسی وقت حکیم صاحب سے رخصت ہوکر
رزیڈنٹ کے پاس آئے اُنھوں نے پوچھا کہ اسوقت یہان تمھیں کسنے بھیجا ہے مرزا نے
حکیم مہدی علی خان کا نام لیا رزیڈنٹ نے کہا کہ تم بادشاہ سے کہیں ڈرتے ہو ایسے وقت
مین اُنکی طرف سے سوال و جواب کرنا بڑی بات ہے مرزا نے کہا کہ جہان پناہ کا خوف مسلم ہے
لیکن آپ غور کریں کہ اسوقت معتمد الدولہ بیکار ہین اُنسے کسی کو نفع کی امید نہیں اور بادشاہ
فضل الٰہی سے تخت حکومت پر برقرار ہیں جب اسوقت نائب معزول نے مجھے بلایا اور اعانت
کی تو اپنے دل مین مین نے خیال کیا کہ سبحان اللہ دنیا عجب عبرت کی جگہ ہے کہ کل تک یہ شخص
لاکھوں آدمیون پر حاکم تھا اور آج ایک آدمی کے لیے محتاج ہے پس خدا کے خوف کو بادشاہ کے
خوف پر مقدم رکھا اور دنیا کے نفع کو ترک کرکے اُنکی مدد کو اچھا جانا اگر اس کام مین فائدہ ہاتھ
سے جاتے تو جائے مگر مروت کی راہ مین نیکنامی حاصل ہے اگر اُس مین کوئی برائی ہوگی تو مصائب کا
اندیشہ نہین ہے رزیڈنٹ کو یہ تقریر پسند آئی اور اس ہمت پر تحسین کی حال پوچھا یہاں کیا کہ معظم اللہ
نے کہا ہے کہ مین نے عرصہ دراز سے اس سرکار کے تعلقات چھوڑ کر سرکار انگریزی کے ملک مین سکونت
اختیار کی تھی اور شاہ انگلستان کی رعیت بن گیا تھا شاہ اودھ نے ایک شقہ اپنے ہاتھ سے میرے
نام لکھکر اپنے ایک امیر مرزا سیدہ حسن نامی کے ہاتھ میرے پاس بھیجکر بلایا مین نے خیال کیا کہ
اس سرکار کا ملک اہلکارونکی بے سلیقگی سے برباد ہو رہا ہے جسکی وجہ سے قرب و جوار کے
انگریزی علاقے مین بھی فتنہ و شورش پیدا ہوتی ہے اور مجھکو اپنا قدیمی خیرخواہ سمجھکر طلب کیا ہے اس لیے
مین نے مناسب سمجھا کہ ایسے وقت مین شریک حال ہوکر حق نمک خوارگی ادا کروں اور ملک کے سر سے
بلاے بے انتظامی و ویرانی کو دفع کروں اس کام مین دونوں سرکاروں کا نفع تھا۔ علاوہ اسکے

جب مجھکو بلایا تھا تو اُس وقت مین نے فرخ آباد کے ہر ایک انگریز سے صلاح لی سب نے بالاتفاق روانگی کا مشورہ دیا تب مین آیا یہان آنے کے بعد مہمات مالی و ملکی مین جو عرق ریزی کی وہ سب ظاہر ہے جو لوگ سمجھدار تھے وہ ایسی سرکار مین میرے اس خون جگر کھانے کا آخر مین بھی صلہ ملنا لگمان کرتے تھے جواب پایا۔ اب آپکی توجہ سے یہ امید ہے کہ میری عزت کی حفاظت کیجئے جو کچھ محاسبہ مجھپر نکلے گا المضاعف ادا کرونگا۔ لیکن یہ اندیشہ ہے کہ مبادا بادشاہ دشمنون کے اغوا سے میری عزت کے درپے ہون اُسوقت مین اپنے آپ کو ہلاک کردونگا رزیڈنٹ نے جواب دیا کہ حکیم صاحب سے کہنا چاہیے کہ جبکہ آپ کا دامن حساب سے پاک ہے تو محاسبے کا خوف نرکھنا چاہیے اطمینان اور آرام سے بیٹھے رہو کوئی تمھاری عزت پر ہاتھ نہ ڈال سکے گا مرزا خوش و خرم وہان سے لوٹ کر آئے حکیم صاحب کو متفکر پا کر تمام حال کہا وہ اس نوید جان بخش سے مطمئن ہو گئے۔

بادشاہ نے بختاور سنگھ کو حکیم مہدی علی خان کے نظر بند کرنے کا حکم دیا ابھی تک وہ ڈیرھی کوٹھی مین قیام پذیر تھے دفعتہً پہرے جا کر کھڑے ہو گئے اور سات ربیع الاول ۱۲۴۸ھ ہجری مطابق ماہ اگست ۱۸۳۲ء کو معزول ہوئے اب حکیم صاحب کی حکمت ساری بھول گئی۔

تاج الدین حسین خان اس تصور مین تھے کہ وزارت میرے ہاتھ لگے گی مگر یہ دولت روشن الدولہ محمد حسین خان بہادر صولت جنگ کو نصیب ہوئی اور سبحان علی خان شریک مشورہ قرار دیے گئے اور عہدۂ سفارت رزیڈنسی تاج الدین حسین خان سے متعلق رہا۔

حکیم صاحب پر نہایت لغو محاسبہ

پہلا محاسبہ جو حکیم صاحب کو پیش آیا وہ یہ ہے کہ بادشاہ نے اُنکی وزارت کے زمانے مین اُنکو حکم دیا تھا کہ پانسو جوڑی طلائی کنگن بنوا کر بھیجدین نائب نے سمجھا کہ یہ فضول خرچی کہاریون

یا مسلا بیوں یا بیس حدمتوں کے لیے ہے اس لیے وہ تدبیر کرنی چاہیے کہ یہ تو حکم عدولی ہو اور یہ حرج بڑے دو میں دن میں چاندی کے عدد سوا کرا اُن پر سونے کا ملمع کرا دیا بادشاہ نے پسند کر کے تعریف کی اور بڑھا دیے جتنک بائب کام پر رہے اُنکی تعریف ہوتی رہی اس بیزار ہو کر اُنکو بادشاہ نے علاحدہ کر دیا تو طرح طرح کے عیب تلاش کرنے لگے اتفاق وقت سے دو تین لگنوں کا ملمع دور ہو کر چاندی دکھلائی دینے لگی رسم اشتباہ کے لیے کئی عدد کو لے کے دکھاتا چاندی کے تھے اس بات کو نائب کی بہت بڑی خیانت قرار دیا اور تمام لگن صاحب ریذیڈنٹ کے پاس بھیجکر کہلایا کہ دیکھئے مہدی علی خان کیسے خائن ہیں کہ سونے کے دام لیے اور چاندی پر ملمع کرا دیا جبکہ ادنے کام میں یہ عمل ہے تو بڑے بڑے کاموں میں کتنا حرد برد کیا ہو گا رزیڈنٹ کو بھی بہت حیرت ہوئی اور تحقیقات کے لیے منتظم الدولہ کے پاس لگن بھیجے اُنھوں نے کہا کہ اکی قیمت کاغذ میں دیکھی چاہیئے اگر چاندی کے دام مندرج ہوں تو الزام بیجا ہے اور اگر سونے کے تُوڑے ہوں تو بجا ہے اس سرکار میں طرفگی یہ ہے کہ جتنی خیر خواہی کیجائے اور جس کوشش سے کام کیا جائے وہ سب ہیچ ہے کاغذ کو دیکھا گیا تو چاندی کا نرخ لکھا ہوا تھا اس سے محاسبے کے باب میں سب کی زبانیں بند ہو گئیں۔

حکیم مہدی علی خان کی معزولی کے مقدمے میں گورنر جنرل کی اطلاع کے بغیر زیادہ اصرار نامناسب تھا رزیڈنٹ نے اسی بات پر کفایت کی کہ ہمکو حکیم صاحب کے عزل و نصب سے کسی طرح کام نہیں مگر اُنکی عزت و حُرمت کی پاسداری بنظر دور اندیشی ملحوظ خاطر عالی رہے آیندہ جو کچھ تحریر فرما کر تحریر کیا جائے اُسکے مطابق گورنر جنرل کو اطلاع دیجائے ۱۲۴۸ سنہ ہجری میں جو خط حکیم مہدی علی خان کی معزولی کے باب میں لکھکر گورنر جنرل کے ملاحظے کے لیے رزیڈنٹ کے پاس بھیجا اُس کا ترجمہ یہ ہے۔

ترجمہ خط نصیر الدین حیدر در باب معزولی منتظم الدولہ

آپنے جو کچھ گفتگو منتظم الدولہ کی معزولی کے باب مین کرر حضور کے ساتھ کی اس مین شبہہ نہین کہ اُسکی منشا صرف محبت و نیک اندیشی اس سرکار کے حق مین تھی لیکن آپ کو حقیقت حال سے آگہی نہین ہے اور حضور کو اُن اُمور مین سے اکثر کے بیان کرنے سے حجاب آتا ہے اور نہین چاہتے کہ زبان پر اُنکا ذکر آئے لیکن اب بضرورت مفصل لکھا جاتا ہے۔

یہ بات تو ظاہر ہے کہ اس شخص کو ہم نے فرخ آباد سے محض اسوجہ سے بلایا تھا کہ اس ریاست کے ساتھ اُسکے تعلقات قدیم سے چلے آتے ہین اور مشار الیہ نے فقط اس سرکار سے ثروت و ترقی پائی ہے اور ادنے درجہ سے مرتبہ اعلی کو پہونچا ہے اور قلمرو سرکار کمپنی مین بطور خوش باشون کے سکونت اختیار کر لینے کے سوا اور کسی قسم کا اُس سرکار سے توسل اور استحقاق نہین رکھتا اور یہان بھی بغیر توسط شمول سرکار کمپنی کے آیا ہے ہم نے اسکی قدامت پر خیال کر کے وزارت کے عہدے پر سرفراز فرمایا اور ہر طرح کی مہربانی اُسکے حق مین مرعی رکھی اور مختار کل کر دیا جسکا حال تمام مخلوق پر ظاہر ہے لیکن جسقدر اُسکے فساد طبیعت کا حال زبان زد خلق تھا اور جو کچھ صاحبان رزیڈنٹ سال سیل کرنیل کالمس صاحب بہادر اور کرنیل جان بیلی صاحب بہادر دفتر رزیڈنٹی کے جرائد مین اسکی نسبت لکھ گئے ہین اُسکا حال ابتدا مین حضور کو بالکل معلوم نہ تھا یہ شخص ابتدا سے ریاست پر تسلط کی فکر مین تھا اور چاہتا تھا کہ کسی طورت سے حضور کو بے اختیار کر دے چنانچہ اس خیال سے حضور کی طرف سے ایک محبت نامہ اٹھارہ جمادی الاولی سنہ ۱۲۴۶ ہجری کو لکھوا کر اُسکے ذریعہ سے چاہا کہ کمپنی کی حمایت مین آجائے تاکہ حضور کو اُسکی معزولی کے باب مین کسی طرح کا اختیار باقی نہ رہے لیکن نواب گورنر جنرل بہادر بالقابہ کی

شفقت والطاف کا بیان نہیں ہو سکتا کہ انھوں نے اُسکے ارادے کی تہ کو پہونچ کر اُسکے منصوبے میں اپنے آپکو شریک نہ فرمایا اور یادداشت شرح ملاقات میں ۲ جنوری ۱۸۳۱ء دستخطی پرنسپ صاحب سکرٹری خاص مین یہ عبارت مندرج فرمائی۔ لیکن باموری بہادر موصوف مابین عمدۂ والا رحل ذات ستودہ صفات مقصود ست برین جانب دعوی دران ترکیب مداخلت بوده بلکہ عمداً از شمول آن کنارہ کش گردیدیم وبار خود بعطائے خلعت فاخرہ بتقریب سرفرازی اوشان پرداختیم وبعطائے آن روز روئے این جانب اراں سامی مکان قبول کردیم انتہی اور سب سے بڑھکر یہ ہے کہ ۲۵ صفر ۱۲۴۶ ہجری کو ایک خط میں حضور کی طرف سے مسٹر ماڈک (مڈک) صاحب بہادر کے نام عبارت نا ملائم لکھکر بھیجی جس سے صاحب موصوف نہایت رنجیدہ خاطر اور غصہ ہوئے اور پھر اُسکے لکھنے کی تہمت اہلکاران دارالانشا کے سر پر تھوپی اور کہا کہ میری اطلاع اور آگاہی کے بغیر اُنھوں نے اپنی طرف سے ایسا لکھدیا ہے اور تمام عملے کو معطل کر دیا حالانکہ اُنکا کام صرف صاف کرنے کا تھا اس سے زیادہ اُنکو کوئی مداخلت نہ تھی جو کچھ یہ شخص چاہتا تھا وہ لکھوا کر جاری کر دیتا تھا ۔ اور آپکے دل مین یہ بات ہرگز نہ آنی چاہیئے کہ حضور کی طرف سے ایسا اختیار اس شخص کو کیوں دیا گیا اس لیئے کہ اولاً یہ امر کچھ حضور ہی پر موقوف نہیں سوائے اُن سلاطین کے جو بذات خود بادشاہ ہوتے ہیں ایسے بادشاہون کو جو باپ دادا سے وراثت میں سلطنت پاتے ہیں اور پوتڑوں کے امیر ہوتے ہیں کاموں کا تجربہ کمتر ہوتا ہے دوسرے لفظ بلفظ کاغذات کے طومار کو دیکھنا اور اُسکے حسن و قبح کو جانچنا بادشاہان ہندوستان کا کام کہاں ہے تیسرے جس کسی کو بابا نمک حلال اور خیر خواہ تصور کر کے مدار المہام اور مختار سلطنت بنایا جاتا ہے تو اُس پر ضرور اعتماد کرنا پڑتا ہے اور اُسکی طرف سے یہ اطمینان رہتا ہے کہ دولت خواہی کے

خلاف نکرے گا چنانچہ لگلے وقتون مین اکثر سلاطین ذوالعزم محض ناخواندہ گذرے ہین لیس وہ
کسطرح تحریر کے نیک و بد کا امتحان اپنے ذمے کر سکتے تھے اور مدار المہام اور کارگزار پر اعتماد
اور بھروسہ کرنے کے سوا کیا چارہ تھا - خلاصہ یہ ہے کہ اس شخص نے تسلط اور ردتحریر کے بعد
وہ کام کیا کہ ابتداے ابوالبشر آدم سے آجتک کارگزارون مین سے کسی سے ہرگز نہین کیا ہے
یعنی تمام ملک کا اجارہ اپنے نام پر تجویز کرکے بطور پٹہ اور قبولیت کے اپنی طرف سے ایک
عبارت اختراع کرکے ایک مراسلہ غرہ ربیع الاول ۱۲۱۶ ہجری کو حضور کی جانب سے لکھوا کر
اس پٹے کی نقل اس مراسلے کے ساتھ نواب گورنر جنرل کی اطلاع کے لیے قائم مقام صاحب
رزیڈنٹ کے پاس بھیجی اور مطابق اُسکے نواب گورنر جنرل کے نام نامی پر محبت نامے لکھوا کر
اپنے پاس رکھ چھوڑے تھے جن کو اب تک واپس نہین کیا - طرفہ کام کیے ہین کہ کسی نے کانون سے
بھی نہ سنین ہونگے **اول** تمام ملک کی جمع جو قطع نظر وصول خام کے ایک کروڑ ستائیس لاکھ روپیہ
مین وقت تفویض ملک مفوضہ کے اس سرکار کے حصے مین رہی تھی کل اکاسی لاکھ روپیہ
جمع اصل و اضافہ قرار دی اور آیندہ چار سال تک کے لیے پانچ پانچ لاکھ روپے کا اضافہ
لکھا پھر اس سے آگے کو پانچ برس تک جمع مساوی رکھی اور اسطرح دس برس کے لیے تمام
ملک اپنے اجارے مین مقرر کر لیا پس ظاہر ہے کہ ہر سال لاکھون روپے جمع عاملین المال سرکار
مین اپنے اڑانے کے لیے باقی رکھے **دوسرے** نہایت جوش تسلط مین آکر عبارت پٹے مین
سرکار کی طرف سے یہ اقرار مندرج کیا گیا کہ اگر نامبردہ مرجائے تو اُسکا وارث بسبب اس تحریر کے
ملک کا مالک ہوگا سبحان اللہ کیا دور اندیشیان ہین کہ اپنی موت کے بعد بھی حضور کی بے اختیاری
اور اپنے وارث کا تسلط ملحوظ رہا گویا اس ملک کو اپنی ملکیت موروثی سمجھ لیا تھا **تیسرے**
عجب جعل و فریب کیا کہ پچاس لاکھ روپے خزانۂ قدیم سے تنخواہ داران سابق کو دینے کے نام سے لیے

اور پھر نہایت دروغ اور کذب کی راہ سے یہ لکھوادیا کہ یہ روپیہ اپنے پاس سے سرانجام کرکے سرکاری خرچ مین لایا ہون اور پھر اسقدر روپوں کو پٹہ اور قبولیت کی تحریر مین محسوب کرلیا جس سے ایک طرف تو ملک اُسکی ملکیت ہوجاتا اور دوسری طرف اتنا قرض ہمارے سر سرکار کے ذمے ہوجاتا اور آپ اس بات کو یقین کرینگے کہ حضور کو اُسکے حال درپردہ کی اصلا خبر نہ تھی۔ حضور سے اُس نے یہ کہا تھا کہ اہالیان دولت کمپنی کی صاف مرضی یہ ہے کہ اس ملک پر اپنا قبضہ کرلیں میں نے یہ تدبیر سوچی ہے کہ اپنی ذمہ داری دس برس تک کے لیے ظاہر کردونگا تاکہ ارکان سلطنت کمپنی کو اس عذر کی وجہ سے تصرف اور قبضہ کا موقع نہ ملے اگرچہ اس بات کو حضور کے دل نے باور نکیا لیکن چونکہ عنان اختیار اُس کے ہاتھ میں سپرد کی تھی ہم نے سکوت کیا مگر کہانتک شکر نواب گورنر جنرل کی لطف و عنایت کا ادا کیا جائے کہ جب صاحب قائم مقام رزیڈنٹ کی تحریر کے ذریعہ سے اس امر کی اطلاع ملی تو یکتا دلی اور اتحاد قدیمانہ کے پاس و لحاظ سے اس بات کو قبول نہ فرمایا اور احوال ۱۸۳۱ء کو جیسا کہ صاحب قائم مقام رزیڈنٹ بہادر کے خط مورخہ ۱۵ محرم ۱۲۴۷ ہجری سے استفادہ ہوتا ہے اس کام کی نامنظوری کمال اصرار کے ساتھ تحریر فرمائی جسکے بعض فقرات یہ ہیں ”والقاب حضور کہ بادشاہ اودھ مقبول شدہ تا وقتیکہ باین خطاب ہستند خود را از داخات دستبردات آن رعیت تواسد کرد ہم ازین جانب اطلاع سازند کہ سرکار کمپنی انگریز بہادر گاہی چنین اقرار و قبولیت و پٹہ را کہ بالفعل از حضور نوشتہ شدہ است منظور و مقبول نخواہد فرمود“ پس گویا از سرنو اُنھوں نے یہ ملک حضور کو دیا ورنہ اگر یہ امر قبول فرمالیتے تو چونکہ تحریر حضور کی مُہری تھی حضور کو انکار کی کیا گنجائش ہوتی اور درحقیقت ریاست اسقدر مدت کیلیے ہاتھ سے نکل جاتی حاصل کلام یہ ہے کہ بالفعل جو حضور کو اُسکی طرف سے نفرت اور رنجیدگی پیدا ہوکر اُسکے عزل پر

نوبت پہونچی اسکے کئی باعث ہین (۱) پرانے قصے کو تازہ کرکے حضور سے از سر نو درخواست کی کہ اسی جمع اور اسی شرط پر جبتک ملک مجھکو نہ دیا جائے گا مجھ سے ملک کا انتظام نہین ہوسکے گا اور اپنی اس درخواست کی قبولیت پر حضور کو آمادہ ہونے کے لیے مجبور کرتا تھا اور کہتا تھا کہ اب اہالیان سرکار کمپنی سے اجازت نہ مانگی جائیگی اور جسقدر اس بارے مین حضور کی طرف سے دیر ہوتی تھی اُتنا ہی زیادہ اصرار کرتا تھا اور پریشان بناتا تھا اور منع کرنے پر بھی نہین مانتا تھا اور کوئی دن ایسا خالی نہین جاتا کہ اس امر کا تقاضا نکرتا ہو اور اس گفتگو سے روح کو صدمہ نہ پہونچاتا ہو آپ غور فرمائین کہ اگر فقط یہی امر ہوتا اور دوسرے قصورات اُس سے سرزد نہوتے تو کیا یہ قصور اُسکو معزول کرنے کے لیے کافی نہوتا اور اُسکی معزولی کے بغیر کیا کیا جاتا (۲) ایک عجیب وغریب مسودہ لینے رسوم کی بابت نامبردہ نے وزارت مین پیش کرکے حضور سے لکھوالیا جسکی نقل اسکے ساتھ ہے کسی عہدے کے رسوم کو کسی شخص نے بھی عالم مین نسلا بعد نسل سُنا ہے پھر اس سے بڑھکر تسلط اور اقتدار کا ارادہ کو نسا ہو گا اور یہ زر کثیر کہ مداخل ومخارج ملک پر مکرر یعنی دس روپیہ فی صدی ہوتا ہے اِس آمدنی ملک سے حق وزارت قرار دیا اس معاملے مین بھی نواب گورنر جنرل کا احسان کہانتک بیان کیا جائے کہ خارج سے سُنکر اُس معاملے کی نسبت اپنی کراہیت تحریر کی جیسا کہ خط قائم مقام رزیڈنٹ بہادر سے جو ۲۳ محرم ۱۲۴۸ ہجری کا لکھا ہوا تھا حضور کو واضح ہوا۔ اس شخص نے اس باب مین چندے تامل کرکے صاحب قائم مقام رزیڈنٹ بہادر کے سامنے اپنے لینے سے انکار کر دیا حالانکہ ہرگز دست بردار نہین ہوا۔ اور اس باب مین عجیب کام کیا ہے کہ تحریر رسوم مین لفظ سواے مال سرکار لکھوا تا ہے حالانکہ جو کچھ مملکت سے وصول ہوتا ہے درحقیقت وہ مال سرکار ہے نہ آسمان سے برستا ہے اور نہ زمین سے اُگتا ہے لیکن ایسا کرتا تھا کہ رقم جدید باندھتا تھا

جن حالات میں کہ اس روپیہ کے وصول ہونے کی گنجایش نہ تھی اس علاقے کی جمع معین میں
سے فی صدی پانچ روپے کے حساب سے مہاکر کا بیار سوم قائم کیا اور یہ جو ظاہر کرتا
ہے کہ میں نے سرکار کا فائدہ کیا ہے محض فریب ہے کیونکہ آمدنی کا رر کثیر اُسکے تصرف میں ہے
اور جو کچھ خزانہ سرکار مین داخل ہوا وہ تمام اپنے نام برجمع کیا اور اُس کے بیان کا جھوٹ ثابت
کرنے کے لیے اس رسوم کے فرمان کی عبارت جسکی نقل اسکے ساتھ بھیجی جاتی ہے کافی ہے کہ اگر
سرکار کے نام پر جمع کرتا تو اس تحریر میں اپنا نام کیون لکھوا دیا اور اسکے سوا اسکی کس لیے
حرز جان سمجھکر اپنے پاس رکھ چھوڑی ہے اور یہ مختصر سی ریاست اسقدر گنجایش نہین رکھتی کہ
کم و بیش پندرہ لاکھ روپیہ سالانہ مداخل و مخارج کے رسوم کی بابت علاوہ اُس کے اقربا اور
عزیزون کے درماہے کے جو ایک لاکھ روپیہ سے متجاوز ہے اس شخص کو دیگر مدار المہامی پر
بحال رکھے (۳) ایک ایسا غبن فاحش اور خیانت صریح کی ہے جو آجتک کسی اہلکار
سابق و حال سے نہی ہوگی اور وہ ہے کہ بائیس لاکھ سترہ ہزار آٹھ سو چونسٹھ روپے نقد خزانہ
سے دو مرتبہ کر کے علاوہ اپنے مکان کو بھیجدیے اور سرکاری دفتر مین لوٹ کی خریداری کے
نام پر لکھوا دیے عند التحقیق معلوم ہوا کہ لوٹ ہرگز سرکار میں نہ پہونچا اور اسکے اس حساب سے کہ ان دنون
استعفا کے وقت دیا ہے معلوم ہوا کہ خاص اُسکا تصرف ہے اور جبکہ مدار المہام سرکار ظاہر میں دیانت اور
استغنا اور بے لوثی کا دعوی کرے اور حقیقت میں ایسا تغلب سے اندازہ کرتا ہو تو اُسکے باقی رکھنے میں بجاے
خزانہ ممکن ہے (۴) عوض میں ان تفضلات کے جو منیر ہماری طرف سے کیے گئے کلمات سخت اور سست
اس خاندان رفیع الشان کے اکثر منتسبین کے حق میں غائبانہ اور سرکار کے ملازمونکے روبرو کہے اور جن لوگونکے
سامنے کہے تھے اُن کی زبانی متواتر ثبوت کو پہونچے جن لوگوں نے وہ الفاظ سنے ہیں وہ
حلف کے ساتھ گواہی دینے کو تیار ہیں یہ بھی ایک طرف نامردہ حیا و شرم کا پردہ اُٹھا کر بالمتاہمہ

حضور کو ایسے کلمات کہتا ہے کہ اُن مین سے بہت ہی کم آپ سے خلوت مین کہے گئے تھے اور ظاہر ہے کہ ایسے کلمات محتاج اور غریب آدمی کی بھی غیرت اپنے ہمسر سے سُننا گوارا نہین کر سکتی نہ کہ ولی نعمت بلکہ والی مُلک اور فرمانروا اُنکی برداشت کرسکے اگر اُسکی پیرانہ سالی اور اس سرکار مین عزت یافتگی اور حضور کی مروت جبلی مانع نہوتی تو جیسے ہی کہ اسطرح کے کلمات اُسکے منھ سے نکلے تھے اُسکو سزا دیجاتی - لیکن اُسوقت سے پھر کبھی اس شخص کی صورت کا دیکھنا حضور کو گوارا نہین ہوا چہ جاے کہ اُسکی حکمرانی تمام پر اور حضور کے ساتھ شریک صحبت رہنا اور مجالست گوارا ہو اور اگر آپ کو اس سے تعجب پیدا ہو کہ اس شخص نے کس طرح ایسے خطرناک اور نامستحسن کام کا اقدام کیا ہو گا تو جو کچھ اُسنے بعض خطوط مین اعلیٰ حضرت خلد مکان (غازی الدین حیدر) کے حق مین طعن و تشنیع کے الفاظ لکھوائے ہین وہ اس جُرم کے صدور پر دلیل کافی ہین اپنے دفتر سے نکلوا کر دیکھیے پھر اُسکی اس جسارت کی نسبت تعجب نرہے گا (۵) اسقدر مسلم ہے کہ جو کوئی کسی ریاست کا مدار المہام ہوتا ہے تو وہ اپنے متوسلین کو عہدے اور خدمات دیتا ہے اور اُنکی پرورش کرتا ہے - لیکن چونکہ رؤسا کی سرکار عموماً خلق کی پرورش کے لیے ہوتی ہے اس لیے دوسرے آدمیون کو بالکل محروم نہین کیا جاتا مگر اس شخص نے ہر ادنےٰ و اعلیٰ خدمت پر صرف اپنے متوسلین کو مقرر کیا یہانتک کہ اس بات کا بھی روادار نہوا کہ قدیمی نائی بھی اپنی خدمت پر بحال رہین اُنکو بڑے اصرار کے ساتھ حضور کی خدمت سے موقوف کراکے اپنے حجام کو مقرر کیا اور ظاہر ہے کہ اسطرح جو کوئی کسی پر احاطہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو یہ ایک قسم کی قید معنوی ہے (۶) جو امر کہ موجب کمال نفرت حضور کا مشار الیہ سے ہوا ہے وہ یہ ہے کہ گو کارگزار مختار ہوتا ہے مگر حدود اور قصاص اور تعذیر کو قدیم الایام سے آج کے دن تک

کسی اہلکار نے بغیر حکم والی ملک کے کبھی جاری نہیں کیا ہے ایسے امور کے لیے اول شرع کا حکم چاہیئے بعدہ والی ملک سے اجازت لینی چاہیئے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ کسی کو تشہیر اور کسی کا منھ کالا کرنا اور گدھے پر چڑھانا خاصکر کسی شریف آدمی کے ساتھ ایسا کرنا قتل کرنے سے بڑھکر ہے اس شخص کی مدار المہامی کے عہد میں کہ بالطبع ظالم ہے یہ سزائین ایسی سہل ہوگئین کہ ثقہ آدمیون کو خفیف سے قصور پر تشہیر کرتا انکا منھ کالا کرتا اور گدھے پر چڑھاتا حضور کی طرف سے ایسی سزاؤن کی اجازت ملنا ایک طرف حضور پر تو انکا واقع ہونا نہایت شاق تھا کئی بار اسکو منع کیا گیا یہی جواب دیتا تھا کہ اگر میرے ہاتھ سے کام لینا منظور ہے تو حضور ذرا بھی مداخلت نکریں کمال ناگواری کے ساتھ سکوت کیا جاتا تھا چنانچہ گنگا دین متعدی کو صرف اس قصور پر کہ اس نے برطرف ہر کارے کو بحال آدمیونکی فہرست مین لکھدیا تھا جسکو ہرگز جرم نہین قرار دیا جا سکتا منھ کالا کراکے گدھے پر چڑھوایا اور تمام شہر میں تشہیر کرایا چنانچہ کسی شخص نے آپ سے بھی اس بات کی شکایت کی تھی اور آپ نے مومی الیہ سے استفسار کیا تھا افسوس کہ اسکی لکھی ہوئی روبکاری کو غور سے نہیں دیکھا جس سے بات کھل جاتا کہ اس شخص نے ایک بیگناہ آدمی پر ایسا سخت جبر و ظلم کیا اور اس ظلم کا اس نے عدل نام رکھا تھا کاش اس عدل کا برتاؤ تمام آدمیوں کے ساتھ یکساں روا رکھتا جاتا انکے اپنے متوسلین کے بڑے بڑے قصورات پر درگذر کرجاتا تھا - دیا دھان جو انکا نوکر رکھایا ہوا تھا اور اسکو بخشی گری کا کلیۃً مالک کردیا تھا اور اس نے ایسا کام کیا تھا کہ ابتداے عالم سے کسی نے ایسا کام کیا ہوگا یعنی قریب چار ہزار کے پیادہ و سوار غیر ملازم کی تنخواہ تغلب کے ساتھ سرکار سے دلوایا کرتا تھا اس کو ایکدن بھی اپنے سامنے لاکر ایک بات نہ کہی اور اس سے ایسی بڑی خیانت کی بازپرس نہ کی

بلکہ دریاؤ معان کے اقربا بدستور بخشی گری مین ملازم ہین اور اُسکا داماد آجتک داروغۂ اخبار کے عہدے پر مقرر و بحال ہے۔ اسیطرح سابق کے عاملون مین سے جو کوئی اُس سے توسل رکھتا تھا جیسے پرم دھن خیرآباد کا عامل معزول کہ سرکار کے لاکھون روپے کا باقیدار ہے اُسکو اپنا مقرب و مصاحب بنایا تھا اور جنکے ساتھ اُسکو عناد تھا اُنکو بیجرم قید کرکے برسون تک رہا نکیا (۷) اس سے بھی زیادہ مکروہ یہ ہے کہ منالال ایک لائق اور ذی عزت آدمی بعض گنجیات کا کارپرداز تھا اور یہ شخص فن طب سے بھی کسی قدر مناسبت رکھتا تھا اُس نے ایک چوڑی فروش کو اس گمان سے کہ چوری کا مال اُس کے گھر مین ہے اور چوری مین شریک ہے چند کوڑے لگوائے تھے مشارالیہ نے چوڑی فروش کی شکایت پر منالال کو اول ننگا اور سر برہنہ کرکے اُس چوڑی فروش کے ہاتھ سے اُسکی کمر پر اتنے کوڑے لگوائے کہ کمر کے چھیچڑے اُڑ گئے اور پھر اس پر بھی اکتفا نکرکے اُسکو اسطرح تشہیر کرایا کہ اس شہر عظیم کے ہر چبوترے کے سامنے لیجا کر کوڑے مارتے۔ تعجب اس بات کا ہے کہ وہ مر نگیا غور کا مقام ہے کہ اگر منالال کے ہاتھ سے چوڑی فروش پر ظلم ہی ہو گیا تھا تب بھی ایسے افسر کی سزا صاحبان انگریز بہادر کی عدالت مین بھی جو انصاف و عدالت کے لیے ضرب المثل ہے ایک بازاری شخص کے مقابلے مین بجز جرمانہ یا قید چند روزہ کے نہوتی پس اگر ایسے ظالم کو خلق اللہ کے سر پر مسلط رکھا جاتا تو احکم الحاکمین کے دربار مین محکمۂ جزا مین کیا جواب دیا جاتا۔ (۸) یہ شخص بالطبع جعل کے ساتھ رغبت رکھتا ہے چنانچہ اُس کے بعض کامون سے اعالی سرکار کمپنی انگریز بہادر پر مخفی نہوگا۔ منجملہ اُنکے ایک یہ ہے کہ شمس الدولہ بہادر مغفور کی طرف سے ایک وصیت نامہ بنا کر پرچۂ بیام محررہ ۲۶ ربیع الاول ۱۲۴۳ھ ہجری کے ساتھ صاحب قائم مقام رزیڈنٹ بہادر کو بھیجا اور آخر کار بیگم صاحبہ زوجۂ

بہادر موصوف کے جواب سے جو آپ کے پرچہ پیام مرقومہ چھٹی جمادی الآخری ۱۲۴۷ھ
ہجری کے ذریعہ سے آیا عاجز ہوگیا اور اصلا جواب اُسکا سرانجام ہوسکا اور جب کہ
مدارالمہام نہایت علسا زہوا اور ایسے کام پر جسمین اُنکی ذات کے لیے کچھ بھی فائدہ نہیں
جعل کیا کہ کوئی کام اس سے زیادہ قبیح نہیں ہے تو جب اُنکو اپنی ذات کے لیے ضرورت
واقع ہو تو خدا جانے جعل کرکے رئیس ریاست کو کیا کچھ مضرت پہونچائے گا بس ایسے
مدارالمہام سے محفوظ رہنا کیونکر ہو سکتا ہے (۹) ایک ایسا امر ہے کہ اُسکے تصور سے
بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں کہ ایسا بے محابا جعل کرنا اسی شخص کا کام ہے دوسرا
کام نہیں تفصیل اُسکی یہ ہے کہ مومی الیہ حضور سے درخواست کرتا تھا کہ مجھکو ناظم الملک
سپہدار جنگ خطاب دیا جاہیے اُسکو جواب دیا گیا کہ ناظم الملک عبدالاحمد کا خطاب ہے
اور تمکو اُنھیں نے ادنی مرتبے سے اعلیٰ مرتبے کو پہونچایا ہے پس بے ادبی لیعنی یہ خطاب
تمکو دینا اور تمکو اُس کا لینا زیبا نہیں کیونکہ خلق میں تمھاری رسوائی کا موجب ہوگا اور سپہدار جنگ
آج کل عموی نصیرالدولہ بہادر کا خطاب ہے اور ابتدائے عالم سے کبھی ایسا نہیں ہوا
کہ ایک سرکار سے دو آدمی اپنی زندگی مین ایک خطاب کے ساتھ مخاطب کیے گئے
ہوں۔ چونکہ اُنکی عادت یہ ہے کہ جب کوئی بات کہتا ہے تو اُس سے پھرتا نہیں ہمارا
عذر نہ سُنا اور اپنی مُہر بھی اس خطاب کے ساتھ کھُدوائی اور سبب اس خطاب کے
طلب کرنے کا دوسرا تھا جو بیان آیندہ سے واضح ہوگا۔ چونکہ حضور کو اس خطاب سے
خلجان عظیم تھا تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ شخص جب اس قلمرو سے فرخ آباد کو چلا گیا تھا
تو شرم و حیا کا پردہ اُٹھا کر عمداً بادشاہ دہلی سے یہ دو لفظ اپنے خطاب میں لے کر
وہیں سے مہر کھُدوالی تھی یہاں پہونچ کر اس امر کے اخفا کے لیے کہ حضرت جہت اکثر نگاہ

(نواب سعادت علی خان) کا خطاب منتقل ہوا ہے یہ کیا کہ اُس زمانے مین مارکوئس آف ہسٹنگز صاحب بہادر بالقابہ راہ مین تھے اور الہ آباد تک پہونچ گئے تھے مومی الیہ نے درخواست کی کہ حضرت خلد مکان (غازی الدین حیدر) کی طرف سے ایک خط گورنر جنرل کے نام اس مضمون کا اُس کے حوالے کیا جائے کہ یہ شخص ریاست کی طرف سے آپ کے پاس بھیجا جاتا ہے مگر کرنیل جان بیلی صاحب بہادر اُسکے فساد پر متوہم تھے اس لیے اُس کا جانا موقوف کرادیا اور جو خط اُسکے حوالے کیا گیا تھا وہ مسترد ہو گیا مگر اُسکے دماغ مین جو ہوا بھری ہوئی تھی اپنی شہرت و تعلّی کے لیے اُسی مضمون کا ایک جعلی خط لکھایا اور اُس مین اپنی مدح اور بلند رتبگی کے الفاظ درج کرلئے اور حضرت خلد مکان کی جعلی مُہر بھی لفافہ پر بنوائی اُس خط کو اکثر صاحبان انگریز بہادر کو دکھایا کرتا تھا اور اسی پر اکتفا نکرکے شہر فرخ آباد کی رجسٹری مین بھی اُسکی نقل داخل کرادی اور بمصداق اس قول کے کہ دروغ گو را حافظہ نباشد یہانتک اپنے فخر و مباہات مین آیا کہ جہان اُس کا نام درج تھا لفظ نظم الملک سپہدار جنگ لکھوا دیا تھا اور یہ نہ سمجھا کہ اس سے زیادہ کونسا صریح جعل ہوگا کیونکہ یہ ممکن تھا کہ حضرت جنت مکان اپنا خطاب اپنی زندگی مین اُسکو دیدیتے اور نہ حضرت خلد مکان اپنے باپ کے خطاب کو جن کو رحلت فرمائے ابھی کم و بیش دو ماہ کا عرصہ گذرا تھا اُسکو مرحمت فرماسکتے تھے اور صدہا عرضیان اُسکی اس سرکار کے دفتر مین موجود ہین اور رزیڈنٹی کے دفتر مین بھی قلعات کثیر ہین بلکہ دارالحکومت کلکتہ کے دفتر انشا مین بھی ہونگی یہی منتظم الدولہ مہدی علی خان بہادر اُسکی مہر مین کندہ ہے علاوہ اسکے اگر پہلے سے یہ خطاب اُسکو حاصل ہوتا تو بعینہٖ اسی خطاب کو اب حضور سے لینے کی کیا حاجت تھی پس صاف و صریح ثابت ہے کہ وہ خط جعلی ہے اور اس نے حضرت والد ماجد خلد مکان اور مارکوئس صاحب بہادر کو کاتب و مکتوب الیہ قرار دیکر

ایسے دو عظیم الشان فرمان رواؤن پر جعل باندھا ہے چنانچہ اتفاق سے خط مذکور کی
نقل جو اُسکی رسوائی اور تفضیح کا دقیقہ ہے صاحب رجسٹرار فرخ آباد کی دستخطی حضور مین پہونچی
ہے جو بعینہ ملفوف ہے پس اگر حضور کی جانب سے یہ دعویٰ کیا جائے تو اہالی سرکار
کمپنی کو اس جعلساز کے لیے سزا تجویز کرنا ہو ورنہ کم سے کم ایسے جعلساز آدمی سے حذر و پرہیز
کرنا واجب ہوگا (۱) اس عمر رسیدہ آدمی کی حرکات طفلانہ کے ذکر سے شرم آتی ہے
یہ شخص چار برس کی عمر کے لڑکے کو جو اس کا پوتا ہے حضور مین لایا کرتا تھا اور ہم
اُس پر مہربانی کرتے تھے یہانتک کہ اصرار کے ساتھ کہنا شروع کیا کہ اسکو حضور اپنی فرزندی
مین قبول فرمالیں تاکہ برکت کا موجب ہو اور ہمیشہ حضور کے پاس رہے گو یہ خواہش اسکی
بے معنی تھی مگر اُسکی عرض کو قبول کیا اور اس لڑکے کا رات دن حضور مین رہنا مقرر ہوا
اور اس شخص نے اس لڑکے کے لیے سامان درست کیا اور ایکدن کہنے لگا کہ جبکہ یہ
فرزندی کے نام کے ساتھ سرفراز ہوگیا ہے تو اس کے لیے شاہزادگی کے مراسم
مقرر ہو جائین اس جعل کی بات سے سخت تعجب اور تردد پیدا ہوا اور متحقق ہوگیا کہ
بے شبہہ اس شخص نے اسطرح ریاست لینے اور اپنی اولاد کے لیے حاصل کرنے کو
بساط بچھائی تھی اس چند روز کے عرصے مین اُس لڑکے کا رہنا اور اُسکی طرف التفات
ہم نے موقوف کر دیا غالباً یہ حال آپ سے بھی سنا ہوگا اور آپ پر مخفی ہوگا - جو کچھ
لکھا گیا ہے یہ مشارٌالیہ کی ایذارسانی کے لیے دل سے بنا کر نہین لکھا گیا ہے بلکہ ہر ایک
بات واقعی ہے اور ان مین سے اکثر باتوں کے گواہ دونون سرکاروں کے دفتر ہین
اور ان امورات کی سند کے لیے دفترین کا علاقہ موجود ہین جن مین ہرگز اشتباہ کا محل
نہیں ہے اور ان قصورات مین سے علیحدہ علیحدہ ہر ایک قصور مشارٌالیہ کے عزل کے لیے

کافی تھا چہ جائے کہ یہ جملہ قصور جمع ہون اور معہذا موصی الیہ کے قصورات کا حصر اسیقدر مین نہین ہے بلکہ کلیاتِ امور البتہ لکھے گئے ہین اور جزئیات کو بیان نہین کیا گیا لازمۂ اتحاد یہ ہے کہ نقل اس خط کی مع ترجمہ لفظاً بلفظٍ کے اطلاع کے لیے نواب گورنر جنرل کی خدمت کثیر الافادت مین روانہ کردین - ۲۲- ربیع الاول ۱۲۴۸ ہجری - جسوقت لارڈ بن ٹنگ گورنر جنرل سپاٹو سے لوٹ کر آگرے اور گوالیار مین داخل ہوئے تو یہ خط رزیڈنٹ نے اپنے ساتھ لیجا کر اُنکو ملاحظہ کرایا اُنھون نے منظور فرما کر جوابِ تحریر کیا وہ سننے کے قابل ہے -

ترجمۂ جوابِ خط از طرف گورنر جنرل بنام نصیر الدین حیدر بادشاہ اودھ

محبت نامہ اُلفت طراز معزولی مدار المہام سلطنت یعنی منتظم الدولہ بہادر کے باب مین وجوہ قویہ اور دلائل ساطعہ کے ساتھ موصول ہو کر مسرتون کا باعث ہوا اور اُسکے تمام مدارج کو نظرِ غور کے ساتھ دیکھا گیا واقعی رائے صائب اُس عالیقدر کی نواب موصوف کے معزول کرنے کے باب مین بلحاظ ایسی حرکات ناملائم کے نہایت اچھی معلوم ہوئی دوستدار کو اس باب مین بسبب اتحاد قدیمی کے کوئی جائے گفتگو نہین اپنی قلمرو مین جو کچھ بہتر جانین عمل مین لائین مختار ہین لیکن اُس سرکار کے کام مین تلون اور بے ثباتی ہونے کے خیال سے البتہ تاسف اور تحسّر ہے اور بعض وجوہ مندرجۂ محبت نامہ حیرت ہے وہ عالیقدر باوصف اس بات کے کہ ایسے آدمیون کی بدوضعی اور نکمے امی کو جو چند آدمی اس مختاری کے عہدے پر گذرے ہین جانتے ہین اور پھر بھی اُنکو سلطنت کے

کاموں میں مداخلت کلی دیدیتے ہیں اور تقرر کے وقت ایسی مدح اور وصف جو اُس کی شان کے لائق ہو لکھکر اس سرکار سے اجازت لیتے ہیں اور پھر تھوڑے ہی عرصے کے بعد اُس شخص مختار کو کہ جس وصف کے ساتھ وہ متصف تھا اس کے برعکس شمار کرکے اُس کی خرابی و بربادی میں کوشش کرتے ہیں حالانکہ یہ بات ذات سُلطانی کے خلاف ہے بلکہ ایسی باتوں سے بے انتظامی پیدا ہوتی ہے یہاں سے تصور فرمانا چاہیئے کہ اُس عالیقدر کے تخت سلطنت پر جلوس کرنے کے وقت سے نواب معتمد الدولہ مرحوم اور میر فضل علی مرحوم نے (جو باوجود ایسی نکہرامی اور چلسازیوں سے خلاف نواب معزول کے رہی تھے) کیا کم رنج و دولت اُٹھائی اور آخر کار اسی مخمصے میں خاک میں ملے اسی طرح منتظم الدولہ بہادر کا حال ایسا نہ تھا کہ اُس عالیقدر سے مخفی ہو کہ اب اُس سے لاعلمی بیان کرتے ہیں اس لیے کہ قطع نظر اُس قصورات کی نادانستگی کے جو محبت نامے میں درج کیے ہیں اخراج اول اُسکا اُس سرکار سے اُسکی بے اعتباری پر عین دلیل ہے پس اُسکی بے اعتمادی کے ثابت ہونے کی حالت میں اُسکو ملک پر مسلط کرنا اور ہمقدر اختیار و اقتدار دینا خلاف عقل ہے اور جو اختیار کہ اُسکو حاصل تھا وہ محبت نامے کے مضامین سے کوبی ظاہر ہے کہ اُس نے شریف آدمیوں کو تھوڑے سے قصور پر باوجود اُس عالیقدر کے منع کرنے اور ضوابط ترحمیہ کے خلاف ہونے کے سزائے تشہیر و تشدید کے باب میں کیا کیا نہ کیا اور اُس متعلق کا کہنا نہ مانا اور اسیطرح اُس سرکار کے دوسرے کاموں میں جو کچھ چاہا کیا پس اگر اُس عالی قدر کو اُسکے عمل کے کاموں سے لاعلمی تھی تو اُسکا اسقدر قصور کیا کم تھا کہ اُس متعلق کے حکم کو خیال میں نہ لایا بلکہ تمام قصورات سے بڑھ کر لیے والی کی نافرمانی ہے ایسی حالت میں کیوں اُسکو معزول نہ فرمایا اگر اسی وقت اُسکو معزول کر دیا جاتا تو یہ نوبت کی حکم تک اور خرابے کے ملک سے

اور دوسری خرابیون کی نہ ہوپہنچتی۔ تحقیق یہ بات اُس والاقدر کی کم توجہی سے ہے ورنہ تابعدار آدمی کی کیا مجال ہے کہ اپنے والی کی راے کے خلاف کرسکے۔ بہرصورت دوستدار کی خوشنودی اس مین ہے کہ اپنے کام کو اپنے اختیار مین رکھکر دوسرے کو جزئی و کلی کامون مین دست انداز ہونے دین۔

منتظم الدولہ کا انجام

کارپردازان سلطنت کو یہ بات دل سے منظور تھی کہ حکیم مہدی علی خان کو پورے طور پر دقت مین ڈالین اور اُن کا دامن محاسبے کے کانٹون مین اُلجھائین اسواسطے شتر سوار بھیجکر فقیر محمد خان کو مرزا گنج سے بلایا لیکن حکیم صاحب نے رزیڈنٹ کو کہلا بھیجا کہ فقیر محمد خان میرا دشمن ہے اور سپاہی آدمی ہے خواہ مخواہ جہل طبعی کام مین لائیگا صاحب رزیڈنٹ نے مداخلت کی کہ حساب فہمی متصدی کا کام ہے مرد سپاہی پیشہ کو اس امر سے کیا سرکار اُنکی عزت سے مزاحمت نہ کرنی چاہیئے اگر اُنکے ذمے ایک کوڑی بھی نکلے تو سرکار انگریزی اُس سے المضاعف دینے کو تیار ہے کیونکہ وہ سرکار انگریزی کی رعایا سے ہین اگر کوئی امر خلاف وقوع مین آئیگا تو اہالیان سرکار کمپنی کی ناخوشنودی کا موجب ہوگا حکیم مہدی علی خان کا دامن حساب سے پاک تھا۔ چند روز کے بعد اپنے قدیمی مکان واقع محلۂ نبہرہ مین جا رہے مرزا کلو کی معرفت اس مرض مہلک کے چارہ جو ہوئے اور نواب قدسیہ محل سے مدد چاہی اور دو لاکھ روپے رشوت مین روشن الدولہ کو دیکر محاسبے سے اپنا گریبان چھوڑایا اور فرخ آباد کی راہ لی اور مرزا حیدر کو یہان اپنی طرف سے جوابدہی کے لیے چھوڑا۔ اُن دو لاکھ روپیون مین سے ۹ ہزار سبحان علی خان کو ملے باقی روشن الدولہ کے پاس رہے مگر پھر کچھ سوچ کر اُن دونون نے

یہ تمام روپے سرکاری خزانے میں داخل کر دیے جب حکیم صاحب گنگا کے کنارے آرد کے ساتھ پہونچ گئے تو یہاں سے بادشاہ کو ایک عرضی کے ذریعہ سے اُن دو لاکھ روپیہ کی کیفیت سے مطلع کر دیا غرض اُنکی تفضیح تھی مگر ان لوگوں نے پہلے ہی درج دخل کر لیا تھا اس لیے اُنکی تدبیر کارگر ہوئی۔

شیخ ناسخ نے پھر حکیم مہدی علی خان کے زوال کی تاریخ کہی بایں ادا ہے۔

افتاد حکیم از مراتب   تاریخ بطرز نو رقم کن
ازحامی حکیم ہمت بگیر   سہ مرتبہ نصف نصف کم کن

مولوی ذکاء اللہ تاریخ ہندوستان میں لکھتے ہیں۔ جبکہ حکیم صاحب انگریزی علاقہ میں چلے گئے تو جو کچھ روپیہ اُنکے پاس تھا اُسکو نہایت بھلے کاموں میں خرچ کرنا شروع کیا کوئی سائل اُنکے دروازے سے محروم نہ جاتا تھا اُنکی بخشش و عطا میں کسی کے لیے تخصیص نہ تھی۔ کشمیر میں ایک قصبہ زلزلے سے برباد ہوگیا تھا اُس کے آباد کرنے کے واسطے روپیہ دیدیا۔

اب وہ سرکار کمپنی سے باربار متقاضی ہوتے تھے کہ موافق عہدنامۂ لارڈ ولزلی کے سرکار اودھ میں مداخلت کرے مگر لارڈ ہسٹنگ کے مکارم اخلاق ایسے نہ تھے کہ وہ یہ کام کرتے۔

گنگا ملاح۔ اور دلجیت تلنگے اور شیو دین بھاٹ کی دولتمندیان و عروج

گنگا نام ملاح راجہ درشن سنگھ کی نیابت کے مرتبے کو پہونچ گیا تھا راجہ درشن سنگھ کے عزل کے بعد

اُسکے مراتب سے بھی ترقی کر گیا تھا اس شخص کو کارخانۂ وزارت مین بڑی مداخلت حاصل ہو گئی
تھی بادشاہ کی خبرین روشن الدولہ کو پہونچاتا تھا دو تین لاکھ روپے سے زیادہ اسکی دولت کا
شمار تھا اور اس کے علاوہ ہزارون روپے کی عمارت تیار کرائی تھی تین سو گھڑے والے
سرکار شاہی مین اس کام کے لیے نوکر تھے کہ سڑکون پر چھڑکاؤ کرتے رہین تاکہ دھول نہ اڑے
ان مین سے وجیت نام ایک تلنگے نے ترقی کی یہ قوم کا راجپوت تھا حسن وجمال اور ملاحت
و ملائمت مین کمال رکھتا تھا بادشاہ کے پسند آگیا خدمت خاص کے ساتھ اختصاص بخشا
ہزارون روپے نقد اور ہزارون روپیہ کا سامان عطا کیا چند سال اس طور پر گذرے
جب راجہ درشن سنگھ گرفتار ہوا تو اُسکے اکثر کارخانے اسکے سپرد ہوگئے وہ آبرو حاصل کی
کہ نصیر الدین حیدر کے بعد دو سو تاج اور ٹوپیان لباس شاہی کی اور دو سو ولایتی تلوارین جن کے
ساز مرصع اور قبضے و ڈاب طلائی و نقرئی تھے اور کئی لاکھ روپے نقد اسکے ہان سے ضبط ہو کر
سرکار شاہی مین داخل ہوئے شیودین مشعلچی قوم کا بھاٹ ایک گانون کا رہنے والا
بادشاہ کے حضور مین ترقی پاکر خطاب راجگی کو پہونچ گیا اور اُسکو یہ عروج حاصل ہوا کہ تیس
تیس چالیس چالیس لاکھ روپے کے مُلک کے ناظم اور چکلہ دار اسکی حمایت کے انتظار مین رہتے تھے

اولاد کی آرزو مین بادشاہ کا ایک سنت وجماعت صوفی کے ہاتھ پر بیعت کرنا اور مراد حاصل نہ ہونے کی صورت مین پیر کی طرف سے نفرت اور بیزاری پیدا ہو جانا۔

بادشاہ کو مدت مدید سے اولاد کی نہایت آرزو تھی اکثر بزم مردانہ اور عشرت گاہ
زنانہ مین اس بات کا تذکرہ کرتے تھے اُنکے ندیم عورت و مرد اسگلے بادشاہون کے قصے عرض

کہتے کہ فلاں بادشاہ کے مکان میں درویشان صاحب ریاضت واصحت کی تدبیر و دعا سے اولاد پیدا ہوئی اور فلاں صاحب کمال کی توجہ سے ایسا ظہور میں آیا ایسے قصے سنتے سنتے بادشاہ کے خیال میں یہ بات جم گئی کہ نامراد آدمی درویشاں مستجاب الدعوات کے طفیل سے مراد کو پہونچ جاتا ہے اگر ہم بھی اُنکی طرف رجوع لائیں تو کیا عجب ہے کہ ہم مراد نشانے پر پہونچ جائے بہرحال ہر قسم کے درویشوں کی تلاش پر متوجہ ہوے - اس عرصے میں بادشاہ کے خیال میں یہ بات آئی کہ شاہ قطب اعظم کا خاندان مشائخوں اور درویشوں میں بہت نامور اور برگزیدہ ہے یقین ہے کہ اُنکے پاس مجرب عمل ہونگے کیونکہ اُنکے چچا خواجہ حسین کو نواب آصف الدولہ اور نواب سعادت علی خاں باوجود اختلاف مذہب کے بہت ملتے تھے اور اُن سے بڑی محبت رکھتے تھے کھانے پینے میں شریک کرتے تھے سُلطان غازی الدین حیدر اور معتمد الدولہ بھی قطب اعظم کو صحبت جلا وملا میں شریک کرکے نہایت اعزاز واکرام سے پیش آتے تھے یہ کام سب سے خالی نہ ہوگا ضرور مقصود حاصل ہوا کرتا ہوگا جو عمل سینہ بسینہ اس فرقے میں جاری ہیں عجب نہیں کہ وہ اس شخص کے پاس موجود ہوں کہ اُن صاحبوں کی اولاد سے ہے اس صورت میں اُنکو بلاکر اور خوشامد چاپلوسی کرکے ایسا تعویذ جس سے اولاد پیدا ہو جائے لیا چاہیئے - ایکدن بادشاہ نے روشن الدولہ سے دریافت کیا کہ قطب اعظم جو خلد مکاں کے پاس اکثر آیا کرتے تھے اُنکا حال عرصۂ دراز سے معلوم نہوا کہ کہاں ہیں اس شہر میں ہیں یا باہر چلے گئے عرض کیا کہ یہیں ہیں اور اکثر جانثار کے مکان پر آمد ورفت رکھتے ہیں اور حقیقت میں جب سے منتظم الدولہ کا اخراج ہوا تھا اُسوقت سے روشن الدولہ کے پاس تھے ارشاد کیا کہ ایک ضروری کام درپیش ہے اُنکو جلد لاؤ بہت دیر نکریں دوسرے دن روشن الدولہ اُنکو بادشاہ کے پاس لے گئے

پوچھا کہان تھے عرض کیا کہ چار سال تک بے گناہ قید رہا تمام سامان لٹ گیا حکیم مہدی علی خان کے وقت مین رہائی پائی لیکن اُنھون نے نہ میرے کھانے کا انتظام کیا نہ باہر چلے جانے کی اجازت دی جو کچھ خلد مکان کا عطیہ باقی رہا تھا ابتک خرچ کیا اب مجبور ہوکر بہبود کی امید پر روشن الدولہ کے مکان پر اوقات گزاری کرتا تھا حضور نے یاد فرمایا تو اپنے طالع کی یاوری سمجھکر حاضر ہوا بادشاہ نے مسکرا کر کہا کہ ابتک جو کچھ تم پر سختی گذری مجھے اسکی بالکل خبر نہ تھی یہ جو کچھ ہوا اہلکارون کے ہاتھ سے ہوا اب معمول کے موافق آتے رہا کیجیے کہ ہمیشہ کے موافق آپکا حق پہونچتا رہے گا اسدن سے پھر مصاحبت گرم ہوئی ایکدن بادشاہ نے خلوت مین فرمایا کہ آپکے خاندان مین اکثر حضرات صاحب کمال ہوئے ہین اور علم سینہ بسینہ کے اعمال مجرب رکھتے تھے آپ بھی اُنھین کے ایک دُرِّ نایاب ہین یقین ہے کہ ہمارے ساتھ لازمہ دوستی وخیر خواہی کو ادا کر کے کوئی مجرب تعویذ دینگے کہ اُسکی وجہ سے ہمارے یہان بیٹا پیدا ہو جائے شاہ صاحب نے انکسار سے گزارش کیا کہ ہمارے اگلے بزرگ فی الحقیقت ایسے ہی تھے لیکن بندے کی ذات کو اُنکی ذات کے ساتھ اور بندے کے اعمال کو اُنکے اعمال کے ساتھ کچھ بھی نسبت نہین مگر کلیات خمسۂ جواہر مین جو ہمارے حضرت کے ملفوظات کے مجموعہ کا نام ہے کوئی تعویذ نظر سے گذرا تو انشاء اللہ حاضر کیا جائے گا ورنہ ناچیز اتنی لیاقت نہین رکھتا کہ حضرات ماضیہ کے ساتھ برابری کا دعوی کر کے اپنے کمال کو زبان پر لائے البتہ فقیر دعا کرے گا اگر خدا نے میری لجاجت اور نیم شبی ریاضت پر نظر کی اور وقت صبح کی دعا قبول فرما لی تو اُسکی عین بندہ نوازی ہے ظاہر ہے کہ جبکہ خداوند مجازی پر تو زور چلتا نہین پھر بادشاہ حقیقی پر کب زور چلے گا۔ بادشاہ نے اپنے دل مین خیال کیا کہ اس شخص کو سابق مین تکلیف پہونچی ہے اس لیے چھپاتا ہے اب فریب اور دھوکہ دیکر اس سے

تعویذ لیا چاہیئے بادشاہ نے اول بے اعتباری اور ناپائداری دنیا کے متعلق چند
کلمات بیان کیے پھر ایسی باتیں زبان پر لائے جس سے دین پر ثابت قدمی ثابت ہو
اور شاہ صاحب کے بزرگوں کی تعریف کی اور اُنکے علوے خاندانی کو ایسے مؤثر لہجے
میں ادا کیا کہ شاہ صاحب حیران رہ گئے اسکے بعد بادشاہ نے خواہش کی کہ حضرت آپ
مجھے اپنا مرید کر لیجئے شاہ صاحب نے جواب دیا کہ مذہب اثنا عشریہ میں بیعت کب جائز ہے اس
امر میں بادشاہ اور شاہ صاحب میں سوال وجواب جاری ہوئے اور جو دلائل بیان ہوئے
وہ سُننے کے قابل ہیں۔

بادشاہ کا خطاب حضرت آپ تمام سلاسل اولیاء اللہ کو جناب امیر کی ذات
بابرکات تک پہونچاتے ہیں اور ہم اُنکو اپنا امام مانتے ہیں جب آپ حضرات کے سلسلۂ
درویشی کا فیض اُن سے ہے تو پھر بیعت مین کیا مضائقہ کیونکہ آپ کے ہاتھ میں ہاتھ
دینا عین اُنکے ساتھ بیعت ہے پس جناب امیر کی بابت مین آپ سے بیعت کرنے
مین کیا حرج ہے۔

شاہ صاحب کا جواب بادشاہ دنیا کے جویا ہوتے ہیں صرف عقبیٰ کے طالب نہیں
ہوتے یہ بات درویشوں سے مخصوص ہے چنانچہ گدا و درویش میں یہی فرق ہے کہ اول
متروک الدنیا ہے اور دوسرا تارک الدنیا۔

خطاب درویش صفت باش وکلاہ تتری دار ✦ حدیث شریف میں آیا ہے الدُّنیا
مَزرَعۃُ الآخِرَۃِ۔ مزرع آخرت کیا ہے؟ یہی افعال حسنہ۔

جواب بیعت نام عہد باندھنے کا ہے اس طرح کہ اپنا ہاتھ دوسرے کے ہاتھ مین
دیا اس اقرار پر کہ تمھارے کہنے سے ہرگز تفاوت نہ کرونگا اور یہ بات دبدبۂ شاہی

اور ہیبت سلطنت سے بہت بعید ہے اس لیے کہ بادشاہ کو اپنا ہاتھ ایک گدا کے ہاتھ میں دینا مفت اپنے آپکو بدنام اور دوسرے کو فضیحت کرنا ہے۔ حضور بادشاہ ہین کوئی حضور سے تو کچھ کہہ نہ سکے گا مجھ غریب بیکس کو دنے والے اعلی طعن و تشنیع سے تنگ کر کے دشمنی کے درپے ہو جائین گے اور جان و عزت دونون پر آ بنے گی

خطاب آپ بخوبی یقین رکھین کہ اس کام کی رغبت صدق دل سے پیدا ہوئی ہے اور جو کام ایسا ہو کہ اُس مین بظاہر کوئی دنیاوی نقصان متصور نہو اور دین کا نفع اُس مین یقینی ہو تو ایسے کام کے اختیار کرنے مین مخلوق کے طعن کرنے کا مجھکو کچھ خوف نہین ہے طریقت مین یہ فعل سنت کی طرف منسوب ہے بلکہ وجوب کے قریب ہے اور اس حسنات کے ترک کرنے سے مرید پر اور منع کرنے سے پیر پر گناہ کا اندیشہ ہے پس مخلوق کے بدنام کرنے سے ڈر کر گناہ کا بار اپنی گردن پہ اُٹھانا اسلام و دانائی سے دور ہے بلکہ مشائخ کے طریقے مین تو کفر و نادانی ہے۔

جواب حضور کے دلائل مسلم ہین۔ درویشون کی ملت مین کسی کو الزام دینا درست نہین اگر یہی ارادہ مصمم ہے تو میر علی مرثیہ خوان سے بیعت کرنا انسب ہے کہ وہ درویشون کے خاندان سے بھی ہین اور مذہب کے بھی شیعہ ہین۔

چونکہ بادشاہ کو شاہ صاحب کے ہاتھ پر بیعت کرنے مین ایک دوسری غرض درپیش تھی جوابدیا کہ اپنا مرشد بنانے مین مشورہ لینے کی کیا ضرورت ہے جسکو اپنے اعتقاد مین بہتر اور کامل جانا جائے گا اسکی اتباع کی طرف رغبت ہو گی جبکہ ہمارے اعتقاد نے آپکی طرف رجوع کیا تو ہمکو مرید ہونے مین اور آپ کو مرید کرنے مین انکار نچاہیے بعد اس گفتگو کے چند روز یون ہی گذرے۔ گو روشن الدولہ اور سبحان علی خان بھی بہت حارج ہوئے کہ بادشاہ کا مرید ہونا

ملتوی رہے مگر اثر ہوا مخمور ہو کر قطب اعظم نے یہ حجت پیش کی کہ طریقت کی راہ میں تبرا ممنوع
ہے اور اگر تبرا کرے بھی تو کل یعنی دشمنان اہلبیت پر کرے مفصل یعنی نام بنام کرے کیونکہ تفصیل
کی صورت میں ایسے حرام کام کی نسبت میں دوست اور دشمن شریک ہو جاتے ہیں اور تمام
رسمیات بیعت کو بجا لانا چاہیے جب تک یہ نہ ہو تو بیعت بیکار ہے اور پانچ کے کمیل سے کم نہیں
پس سب سے پہلے گناہ صغیرہ و کبیرہ سے توبہ کیجائے دوسرے پانچوں وقت کی نماز پڑھنی
اور رمضان کے روزے رکھنے چاہئیں تیسرے پیر کا خرقہ پہننا چوتھے موچھ کے بال
قینچی سے کاٹنا اور اگر یہ نہ ہو تو داڑھی کے اور اگر یہ بھی نہ ہو تو کاکل کے سہی پانچویں پیر کا جھوٹا
کھانا بادشاہ نے مصلحۃً یہ سب باتیں بعمدہ پیشانی قبول کیں اب شاہ صاحب نے بہت کی
حجت کے بعد جو دیکھا کہ مرید ہر کام کو رضامند ہے اور اعتقاد کامل رکھتا ہے تو اس خیال سے
کہ ایک والی ملک باوجود اختلاف مذہب کے مرید ہوتا ہے اس سے عام صوفیوں اور درویشوں
میں شہرت ہو جائیگی اور ہر چھوٹا بڑا لحاظ اور ادب کرے گا۔ مرید کر لیا۔ بادشاہ نے پانچ ہزار
روپے نقد دیے اور ایک کشتی میں سات اونی کپڑے بھی پیش کیے اور مریدوں کی طرح
شاہ صاحب نے اپنے ملبوس میں سے شنگرفی فقیرانہ ٹوپی اور شالی رومال بادشاہ کو دیا
اور جھوٹے نوالے کی جگہ مصری کا ٹکڑا کھلایا اسکے بعد بادشاہ چند روز تک درویشوں کے
اشغال میں مصروف رہے تاکہ پیر و مرشد سے حل رہنے کا تعویذ اور حب کا عمل ہاتھ لگ جائے
لوگوں کو شاہ صاحب کی اس گرماگرمی صحبت پر بڑا حسد پیدا ہوا اور یہ فکر کرنے لگے کہ بادشاہ
اور شاہ صاحب کی صحبت بدمزہ کر دیجائے۔ ایکدن تاج الدین حسین خاں نے بادشاہ سے
عرض کیا کہ صاحب رزیڈنٹ مجھ سے کہتے تھے کہ ہم نے سُنا ہے کہ کسی درویش کی صحبت سے
بادشاہ نے فقیری اختیار کر لی ہے ہم انکو گرفتار کرینگے کیونکہ فرمانروائے سلطنت بیکار ہو جاتا ہے

فقیری و بادشاہی مین سفیدی و سیاہی کا سا فرق ہے چونکہ بادشاہ کا دل بھی چندروز کی
صحبت سے بھر گیا تھا اور جسقدر اعتقاد تھا وہ اس لیے تھا کہ حل رہ جائے اور قطب اعظم سے
یہ کام نکلا نہین بلکہ خدا کے حوالے کرتے تھے اس لیے بے اعتقادی پر نوبت پہونچ گئی تھی تاج الدین
حسین خان کا یہ کہنا بادشاہ کی منشاء کا مؤید ہو گیا اس لیے اُنھون نے شاہ صاحب کو اشارے
مین سمجھا دیا کہ کوئی شخص ہماری اور آپ کی صحبت ایک وتیرے پر نہین چاہتا اسلیئے چندروز زمانے
کے منتظر رہیئے غرضکہ رفتہ رفتہ بالکل صحبت برہم ہو گئی بلکہ نوبت یہانتک پہونچی کہ جب بادشاہ
قطب اعظم کی صورت دیکھ لیتے تو دل مین نادم ہو کر غصہ اور رنجیدہ ہو جاتے تھے شاہ صاحب بھی
بادشاہ سے ترسان و گریزان رہتے اور اپنی حرمت کی محافظت کی فکر مین پڑ گئے فائدہ یہ
شاہ قطب اعظم سید خواجہ حسن صاحب کے فرزند ہین جو عہد نواب آصف الدولہ مین لکھنؤ مین
آئے تھے یہ نہایت متوکل تھے کسی بادشاہ یا وزیر کے دربار مین کبھی نہین گئے شاہ علی اکبر صاحب
کے مرید اور خلیفہ اور خالہ زاد بھائی تھے ۱۲۶۰ھ ہجری کے ماہ ذیحجہ مین ان کا انتقال ہوا۔

تاریخ وفات

وفات یافت حسن آفتاب فضل و کمال — کہ در زمانۂ ما شبلیٔ دوم بودہ
بروز ماہ وسنہ رحلتش ندا آمد — دوشنبہ و مہ ذی الحجہ و دہم بودہ

شاہ قطب اعظم نے ۱۲۶۰ھ ہجری مین انتقال کیا اُنکے انتقال کی تاریخ یہ ہے ؎

چون حضرتِ شاہِ قطبِ اعظم — سجادۂ عرش ساخت آباد
راسخ پئے سال انتقالش — بر گفت کہ رحمتِ خدا باد ۱۲۶۰

شاہ قطب اعظم کے چچا سید خواجہ حسین صاحب کا حال نواب سعادت علی خان کے

حال میں دیکھو شاہ قطب اعظم کے پانچ بیٹے اور کئی بیٹیاں تھیں شاہ علی اکبر صاحب کا قیام ہمیشہ مصطفیٰ آباد میں تھا اور وہیں انتقال فرمایا اور وہیں دفن ہوئے۔

تاج الدین حسین خان کا اخراج

اُنھوں نے جو دیکھا کہ میرے ایک چٹکلے میں شاہ قطب اعظم کی مصاحبت بدنامی سمجھ کیا تو اس کام پر غرہ ہو کر بلند پروازی شروع کی اور جھوٹی جھوٹی باتیں گڑھ کر رزیڈنٹ کی طرف سے بادشاہ کے سامنے بیان کرنے لگے روشن الدولہ اور سبحان علی خاں اُنکے بار آستین تھے یہ دونوں شخص اُن باتوں کو بادشاہ کے سامنے کہتے اور تاج الدین حسین خاں کی بدنیتی پر روشنی ڈالتے بادشاہ کے مزاج میں کدورت آنے لگی یہانتک کہ وہ بھی خاں مذکور سے تنگ آگئے اور ایسی رائے کرنے لگے کہ یہ شخص جو غیر واقع باتیں سناتا ہے تو ہمکو رزیڈنٹ سے ڈراتا ہے پس اُنکی مداخلت اپنے دربار میں مکروہ جانکر نکالنے کی تدبیر میں ہوئے اتفاقاً ایک عجیب واقعہ پیش آیا جو اُن کے اخراج کا باعث ہوا۔ پہلے اس سے بیان ہو چکا ہے کہ تاج الدین حسین خاں جنکے سلطان پور کے متعلق ریاست کے بائیس لاکھ روپے کے باقیدار تھے اور منتظم الدولہ کے عہد میں بہت سی کوشش کی کہ فارغخطی اور صفائی نامہ لکھائے مگر انھوں نے مدیا اسوجہ سے اُس سے برداشتہ خاطر ہوکر اُنکو معزول کرایا اس عہد میں اُنھوں نے جوہر نام خواجہ سرائے قدسیہ محل سے کہا کہ اگر تمھاری کوشش سے بیگم صاحبہ اس بات پر آمادہ ہو جائیں کہ بادشاہ سے میری فارغخطی پر مہر کرا دیں تو محاسبے کے دعدغے سے چھوٹ جاؤں اور پچیس ہزار روپے تمکو دوں۔ جوہر نے بیگم سے کہا کہ تاج الدین حسین خاں رزیڈنٹ کے مزاج میں دخیل ہیں اگر اُن پر احسان کیا جائے تو یقین ہے کہ اُنکی دوستی سے آپکی جاگیر کا معاملہ درست ہو جائے بیگم نے کہا کہ وہ کونسا احسان ہے جو تونے تجویز کیا ہے

خواجہ سرانے بیان کیا کہ وہ فارغخطی پر بادشاہ کی مُہر چاہتے ہین بیگم نے جوابدیا کہ یہ کام میرے اختیار مین نہین رپیے کی مقدار بہت زیادہ ہے خواجہ سرانے عرض کیا کہ بادشاہ نے منتظم الدولہ کی موقوفی کے وقت خود اقرار فارغخطی دینے کا فرمایا تھا اور اس عنایت کا امیدوار کیا تھا اگر آپ بادشاہ کی توجہ کے وقت اس امر کی سلسلہ جنبانی کرین تو یقین ہے کہ بلا تامل مہر کردین گے یہ مفت اکرم داشتن ہوگا اور یون تو تاج الدین حسین خان وہ عہدہ رکھتا ہے کہ ایک مقدمہ انگریزی پیش کرنے پر بادشاہ سے اپنا کام نکال لے گا اور جب اُنکا کام نکل جائے گا تو آپ کو جاگیر کے استحکام مین بہت تشویش پیش آئیگی اور اُسوقت رنج کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا یہ بات بیگم کے ذہن نشین ہوگئی اور ایک خاص وقت مین بادشاہ سے عرض کیا کہ حضرت نے منتظم الدولہ کی گرفتاری کے وقت تاج الدین حسین خان سے اقرار فرمایا تھا کہ اگر انگریز حارج نہو تو تمکو سرکاری رقم کی فارغخطی ملجائیگی اب وہ ایفاے وعدہ کی درخواست کرتے ہین بادشاہ کو مہر کرنے مین تامل ہوا قدسیہ محل نے دوبارہ عرض کیا کہ بادشاہون کے کلام کو ثبات و وقار ہوتا ہے اور وہ شخص ابھی تک اپنے عہدے پر قائم ہے اگر حضور کا کوئی کام اپنی طرف متعلق کرکے کام نکال لے گا تو اس صورت مین کیا مزہ ہوگا اور ضرور ہے کہ حضور کو توجہ فرمانا پڑے گی اس لیے کہ ابھی منتظم الدولہ کے باب مین صدر سے اطمینان کلی حاصل نہین ہوا ہے جب وعدہ سچا ہوگا تو دوسرے اہلکار بھی سرکاری کام کے سرانجام کرنے مین جانفشانی کرین گے ورنہ تمام معاملات مالی وملکی مین اُنکی بددلی سے خلل پیدا ہوجائے گا غرضکہ اس قسم کے کلمات سے بادشاہ کو راضی کرکے اُنکی مہر فارغخطی پر کراکر خواجہ سرا کو دیدی اُس نے تاج الدین حسین خان کو پہونچادی اب تاج الدین حسین خان ۲۵ ہزار روپیون کے دینے مین امروز فردا کا وعدہ کرنے لگے اسی طرح کئی مہینے گذر گئے اور اب وہ زمانہ آگیا کہ بادشاہ بھی تاج الدین حسین خان سے

کشیدہ خاطر ہو چکے تھے آخر کار یہ معاملہ خواجہ سرا نے بادشاہ کے گوش گزار کیا انھوں نے خواجہ سرا
کو اجازت دی کہ اپنے کئی ساتھیوں کی مدد سے انکی کمر میں ہاتھ ڈال کر کشاں کشاں ایک جگہ
بٹھا دے اور جبتک روپیہ مدین اُسیر داء بالی سند کرے اور نہ چھوڑے چنانچہ یہی صورت
پیش ہوئی کہ خواجہ سرا نے جواہر و دولت کے ساتھ انکو قید کردیا روشن الدولہ نے خواجہ سرا کو
بہت سمجھایا اُس نے نہ مانا اس لیے کہ وہ اطلاع کے لیے بادشاہ کے پاس گئے انکو جواب
راحت میں پایا تین پہر کامل تاج الدین حسین خاں کو جواہر ایک جگہ سے ہلنے نہ دیا اور
بے آب و دانہ رکھا جب بادشاہ بیدار ہوئے تو انکو اس بات کی اطلاع کی گئی فرمایا کہ ہمیں
اس سے کچھ کام نہیں وہ اُسکا روپیہ دیدیں اور اپنے گھر چلے جائیں اُسوقت روشن الدولہ نے
اُن پچیس ہزار روپیہ کا ذمہ دار ہوکر تاج الدین حسین خاں کو چھوڑایا وہ آزردگی کے ساتھ اپنے گھر
پہونچے اسکے بعد بادشاہ نے ریزیڈنٹ کو کہلا بھیجا کہ ایسا شخص ہمارے پاس رہنے کے قابل
نہیں کہ ہمارے دروازے پر فساد و شورش کرتا ہے اور اُنکو حکم دیا کہ شہر سے چلے جائیں اُنکو
ناچار عجلت کی بھی عیال و اطفال اور اسباب و اموال اپنا لیکر کانپور کی طرف قدم اٹھایا
اور جھاؤلال کے انگریزوں سے اتحاد کی وہ راہ رسم پیدا کی کہ جو کچھ کونسل کلکتہ کی تحریر نصیر الدین حیدر
بادشاہ کے حق میں قرار پاتی تھی اُس سے مطلع ہوتے تھے اور اُس مضمون کو پہلے سے بذریعہ
عرضداشت رانی مالم وغیرہ عورات محل کے توسط سے بادشاہ تک پہونچاتے تھے جسکی روک
تھام میں روشن الدولہ کی عقل چکراتی تھی۔

نجم الدولہ

منتظم الدولہ کے عہد وزارت میں جو کاغذات محاسبہ نجم الدولہ کی نسبت دستگیر محمد خان نے

پیش کیئے تھے اور اسوقت نجم الدولہ محاسبے سے بچ رہے تھے اسوقت وہی کاغذات مزاج بادشاہ کے تکدر کا موجب ہوئے لیکن اس خیال سے کہ ابھی حکیم مہدی علی خان کے معلے کا زخم ہرا ہے کہین ایسا نہو کہ نجم الدولہ کا عزل مرہم زنگاری کا کام کرے یعنی مبادا یہ کام رزیڈنٹ کی رائے کے خلاف واقع ہوا س لیے اُس محاسبے کی کش مکش مین نجم الدولہ کو مبتلا کرنے سے تامل فرمایا۔

بادشاہ کا شکار کو جانا اُس مین بہت سے مکروہ واقعات کا پیش آنا

بادشاہ نے جلوس سے نوین سال شکار کا ارادہ کیا اور لکھنؤ کے قریب قریب سفر کرنے لگے اول نریت گنج کو تشریف لے گئے یہان ایک جھیل ہے اُسمین اکثر پانی کے پرند رہتے ہین عشرے تک یہان قیام کرکے ہر قسم کے جانورون کا شکار کیا بعد اس کے خبر آئی کہ یہان سے سات کوس پر ایک گانون ہے وہان ایک جھیل ہے جسمین ہر قسم کے پرند بکثرت رہتے ہین پہر رات باقی تھی کہ کوچ کا نقارہ ہوا صبح کے وقت وہان سواری پہونچی رات بھر بیدار رہے تھے سو گئے دو پہر کے قریب بیدار ہوئے اور حاجت بشری سے فارغ ہو کر کھانا کھایا پہر دن باقی رہا تھا کہ اصلاح خط اور غسل سے فارغ ہو کر چار گھڑی دن رہے چند حرم محترم کے ساتھ گانے بجانے مین مصروف ہوئے یہ وہ عورتین ہین کہ سفر و حضر مین ہمیشہ صحبت مین رہتی تھین پھر دو مصاحبون کے ساتھ ایک کشتی مین بیٹھے انمین سے ایک مسٹر ونسنٹ ایک یوروپین تھا جو قوم کا حجام تھا اور ان دنون بادشاہ کا مقرب صحبت ہوگیا تھا دوسرا اُسکا بیٹا تھا جو فوج کا جرنیل تھا جھیل کے ایک جانب سے کشتی چلی چند فیر بندوق کے بادشاہ نے

اسے ہاتھ سے کیے اور ہر ایک نشانہ صحیح بیٹھا تین گھڑی دن باقی رہے کشتی سے اُتر کر
ہاتھی پر سوار ہوئے اور لشکر کی سیر کا ارادہ کیا اول شرف الدولہ برادر کلان شمس الدولہ کے خیمے
کی طرف گذر ہوا وہ جب پگڑی سر پر رکھکر خیمے سے نکلے تو بادشاہ کا ہاتھی دور ہوچکا تھا افتان
وخیزاں دوڑ کر نذر دکھائی بادشاہ اُنکے دیر کرنے سے رنجیدہ ہوگئے تھے فرمایا کہ نذر پیش کرنا ضرور
نہین اسمین تکلیف ہوتی ہے آرام کرنا چاہیئے شرف الدولہ نے مضطرب ہوکر عرض کیا کہ خانہ زاد
کو فقط درباری لباس بدلنے میں دیر ہوگئی ورنہ کیا مجال تھی کہ جلدی نہ پہونچتا اب خانہ زاد پر
نظر عطوفت فرمائی جائے اور دربدر کر کے بے عزت نکیا جائے بہت سی کوشش کے بعد اُنکی عرض
قبول کی اور نذر لی یہاں سے سواری آگے بڑھی جہاں جسکا ہاتھی دیکھا اور وہ پسند آگیا کھلوا لیا
اور صاحب فیل کو حکم دیا کہ در دولت پر حاضر ہوکر قیمت لے لے بڑے ہاتھی کی قیمت ہزار روپے
اور بچے کی پانسو قرار پائی اُسدن نو ہاتھی سرکاری فیل خانے مین داخل ہوئے مغرب کے قریب
معاودت فرمائی دوسرے دن صبح کو پھر کشتی مین سوار ہوکر بندوق سے پانی کے پرندوں کا
شکار کیا پھر ہاتھی پر بیٹھ کر لشکر کی طرف آئے جب شرف الدولہ کے خیمے کے قریب ہاتھی پہونچا
تو اُنھوں نے نکلکر نذر دکھائی محتشم جانی کا مؤلف بھی وہاں موجود تھا وہ بھی سلام سے مشرف
ہوا لشکر کی سیر کو بڑھے اول سبحان علی خان کے خیمے پر گذر ہوا شامیانہ کھڑا تھا ہمراہیوں نے
بادشاہ کے حکم سے گرا دیا پاس ہی قطب اعظم کا خیمہ تھا خیر گذری کہ شامیانہ نہ تھا پھر لشکر مین
جہاں شامیانہ نظر پڑا گروا دیا راجہ بالکشن دیوان سلطنت اور موہن لال پاٹھک کے
خیمے آموں کے باغ میں کھڑے تھے فرمایا کہ ہم تو دھوپ مین رہین اور یہ لوگ سایے میں
ایسا آرام اپنے مکانوں مین ہوتا ہے لیکے بھی خیمے اُکھڑوا دیے تیسرے روز چار گھڑی دن
رہے بائسن کے خیمے کی طرف گذر ہوا وہ پہلے ہی سے بادشاہ کے ادھر نکلنے کے خیال سے

نکی سواری کے آنے کے انتظار مین بیٹھے تھے اور جو جو عمائد ریاست اُنکے پاس تھے اُنھین
رخصت کر دیا تھا شاہ قطب اعظم بھی وہان موجود تھے وزیر کے اشارے سے فقیر محمد خانکے
خیمے کی طرف لپکے یہ خیمہ یہان سے دور لشکر کے کنارے نصب تھا وہان تک جلد نہ پہونچ سکے
سواری کے قریب سے گھبرائے ہوئے نکلے بادشاہ نے پہچان لیا بھاگنے کی طاقت نہ پاکر
جگناتھ داروغۂ گنجیات کے خیمے مین گھس پڑے بادشاہ نے اس خیمے کے قریب پہونچ کر دریافت
کیا کہ یہان کون چھپا ہے آدمی خیمے مین جلد آئے اور شاہ صاحب سے کہا کہ باہر چلو حضرت نے
تمکو طلب فرمایا ہے شاہ صاحب نے سمجھ لیا کہ خود بدولت خیمے کے دروازے پر کھڑے ہین اگر
چلنے مین دیر ہو گی تو حکم ہو گا کہ کھینچ کر لے آؤ اور عزت بگڑ جائیگی اسی مین بہتری ہے کہ خود چلا جاؤن
چنانچہ بادشاہ کے پاس جا کر سلام کیا دریافت فرمایا کہ تم ہم سے کیون چھپے عرض کیا کہ بازار مین
ملاقات مناسب نہ تھی پھر ارشاد کیا کہ اگر مجھ سے کنارہ کیا تو کس شخص کے پاس آئے ہو اضطراب کی
حالت مین شاہ صاحب کی زبان سے نکل گیا کہ نواب صاحب کے پاس حاضر رہتا ہون چین
بر جبین ہو کر منھ پھیر لیا جب خیمۂ خاص مین پہونچے تو نائب سے فرمایا کہ قطب اعظم کو مجھ سے نفرت ہے
جہان مجھکو دیکھتے ہین چھپ جاتے ہین تو ایسی حالت مین لشکر مین آنا کیا ضرور تھا روشن الدولہ نے
عرض کیا کہ خانہ زاد کے اشارے سے ایسا وقوع مین آیا ہے وہ اُسوقت میرے پاس ٹوپی اوڑھے
بیٹھے تھے ایسی حالت مین سلام نامناسب تھا مین نے سامنے حاضر ہونے سے منع کر دیا ارشاد
ہوا کہ خیر مین نے تو یہ سمجھا تھا کہ شاید میری ملاقات سے کراہیت کرتے ہین ع رسیدہ بود بلائے
ولے بخیر گذشت ۔ اس مقام سے دس کوس کے فاصلے پر دلجیت کا گانون تھا وہان ایک بڑا
تالاب تھا جسمین پانی کے پرند بکثرت جمع ہوتے اُس نے عرض کیا کہ خانہ زاد کے گانون مین ان
دونون جھیلون سے ایک بڑا تالاب ہے جسکا طول و عرض دو تین کوس کے قریب ہے اور اُسمین

ہر قسم کے پانی کے پرند بکثرت ملتے ہین اگر حضرت دو تین دن کے لیے وہان قدم رنجہ فرمائیں تو اُس سرزمین کے نصیب کھل جائین اور سیر و لطف سے خالی نہو اور عزیز و یگانہ میں جانثار کی عزت افزائی بھی ہو جائے بادشاہ نے اُسکی عرض قبول کی نکرانوان سے اُسکے گانوٗن کی طرف روانہ ہوئے گانوٗن کے لوگوں کو خبر ہوئی تو باہر نکل کر استقبال مین کھڑے ہو گئے بادشاہ ہاتھی پر سوار تھے جب وہان پہونچے تو سب نے زیارت کی چار گھڑی دن رہے سوار ہوئے سیر و شکار کرتے ہوئے دلجیت کے مکان کے قریب پہونچے اُس نے ہاتھی کے پاس حاضر ہو کر مدد کھائی اور عرض کیا کہ حضور کی شان سلطانی مین کچھ فرق نہیں آسکتا اور بندے کی عزت بڑھ جائیگی لعل کی چمک خاک سے نہین مٹتی اور نہ موتی کیچڑ سے گھٹتا ہے عورات عزیز و یگانہ جانثار کے مکان میں حضرت کی زیارت کی تمنا میں بیٹھی ہیں اگر تفضلات خداوندانہ کو کام فرما کر غلام کی سرفرازی کیجائے اور جھونپڑے کو رونق بخشی جائے تو اس سے خانہ زاد کی عزت ہمیشہ کیلیے ہو جائیگی اور شوکت شاہی مین کچھ نقصان پہونچیگا اگلے زمانے کے بادشاہوں نے بھی ایسی ادنےٰ رعایا کو اس قسم کی عزت بخشی ہے بادشاہ کے رحم جبلی نے دلجیت کی لجاجت پر مرحمت کی اور اُسکے مکان مین تشریف لے گئے اُسکی ماں بہن اور زوجہ وغیرہ نے ندرین دکھائین اور سایے کے مانند اُس سایۂ خداوندی کے قدموں پر سر رکھا ہر ایک کو زیور اور پشمینہ بقدر حالت عنایت فرمایا اور دو گھڑی تک وہاں ٹھہر کر مراجعت کی دلجیت دعوت کا طریقہ بجالایا کچھ مٹھائی اور گھی اور سیکڑون بکریان پیش کین اسکے علاوہ ہندوانہ کھانا بھی حاضر کیا قبول کیا اور اُسکا لایا ہوا کھانا نوش کیا نکرانوان کی طرف واپسی کا ارادہ تھا کہ ناگاہ سخت آندھی آئی اور اُسکے بعد شدید بارش ہوئی سطح زمین تختۂ آب بنگیا اُسی طوفان میں راتوں رات نریت گنج میں آگئے بارش کی کثرت سے تمام خیمے باوجودیکہ تر تھے لیکن آندھی سے

کاغذ کی طرح اُڑتے تھے لشکر کے تیس آدمی سردی کے صدمے سے ہلاک ہوئے بادشاہ کو رحم آیا اور فوراً شہر مین لوٹ آئے آندھی اور پانی کی تندی بارہ گھڑی سے زیادہ نہ رہی مگر سیکڑون چھپلے ہاتھی اور گھوڑے کی قسم سے ضائع ہو گئے پانچوین دن پھر خیمہ گاہ مین تشریف لے گئے ایک چار پہر کے بعد ہوا اتنی سخت اور بے انتہا سرد چلی کہ اُسکے صدمے کی تاب نہ رہی اور دوبارہ شہر کو لوٹے اگر اس مرتبہ خیمون مین توقف رہتا تو سیکڑون آدمی اور جانور مر جاتے اور ۱۲۵۲ھ ہجری کی تعزیہ داری کا زمانہ تھوڑے دنون کے بعد آگیا۔

(۲) ۱۲۵۲ھ ہجری مین ماہ محرم کے مراسم تعزیہ سے فارغ ہوئے تھے کہ ریاست کے چند ملازم انگریزون نے بادشاہ کو ترغیب دی کہ اس فصل ربیع مین شکار و سیر خوب ہوگی اگر حضرت تشریف لے چلین تو کیفیت سے خالی نہو لنگے عرض کرنے سے بادشاہ کی طبیعت شکار کی طرف مائل ہوئی اور بہرائچ کی جانب پیش خیمو نکے روانہ ہونے کا حکم دیا اور ناظمون کو رسد کی فراہمی کے لیے احکام لکھے گئے اور خود بدولت شہر کے راستے کے باہر قصر دلکشا مین بطریق پاتراب کے چلے گئے اسوقت گرمی سخت تھی جیٹھ کا مہینہ تھا رزیڈنٹ نے شدت تمازت آفتاب کی وجہ سے ہمراہ چلنے مین تامل کیا اور بادشاہ کو لکھا کہ ایسی گرمی کی حالت مین عزم شکار مناسب نہین جناب کو خوب معلوم ہے کہ تمام انگریز گرمی کے موسم مین سرکاری کام چھوڑ چھوڑ کر سیاڑو کے پہاڑ پر چلے جاتے ہین حضور بھی سردی کے موسم مین شکار کا قصد فرمائین رزیڈنٹ کی تحریک سے بادشاہ نے سفر کا ارادہ ملتوی کر دیا اور چند روز کے بعد دلکشا سے فرح بخش مین آگئے۔

(۳) ارادہ سفر کے اوائل مین منظفر الدولہ نے روشن الدولہ کو کہلا بھیجا کہ نواب سعادت علیخان کے عہد سے یہ رسم مقرر ہے کہ جب سفر پیش آتا ہے تو انگریزی تلنگون کے پہرے فرح بخش مین

آجاتے ہیں روشن الدولہ تو جو پائے وقت تھے سبحان علی خان کے مشورے کے موافق ظفر الدولہ کو یہ جواب دیا کہ آپ اس مضمون کی تحریر بھیجدیجئے اُسوقت انتظام ہو جائیگا ظفر الدولہ نے کہ احکام کارے عامل تھے حسب ضابطہ درخواست مہری اپنی بھیجدی روشن الدولہ نے وہ درخواست بادشاہ کے ملاحظے تک پہونچائی اور یہ پر آشوب مضمون بیان کیا کہ مجھ دو تحاکو ہر طرح منظور ہے کہ مداخلت انگریزی اس سرکار میں ہو اور قدیمی نمکخوار جو خانہ زادگی کا دم بھرتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ انگریزی چوکی پہرے فوج بخش میں محلات شاہی کی ڈیوڑھیوں تک آئیں اور معاذ اللہ دشمنان حضور اُسکے نظر سدر ہیں اور محل کی حرمین بے تکلف صاحب رزیڈنٹ تک پہونچا یا کریں وہاں کیا تھا دیوانہ را ہوئے بس ست بادشاہ نے ظفر الدولہ کو بلا کر دریافت کیا کہ یہ تحریر تمھاری ہے اُنھوں نے اقرار کیا بادشاہ اُنکی طرف سے دلمیں بہت مکدر ہوئے اور حکم دیا کہ دربار میں نہ آیا کریں اب محال تھی کہ ظفر الدولہ نے طلب قدم در دولت کی طرف اُٹھاتے جب یہ صورت ظہور میں آئی دس بیس دن کے بعد روشن الدولہ نے بادشاہ سے عرض کیا کہ جو کچھ زر نقد کی سرکار میں ضرورت ہوتی ہے وہ تمسک کے ذریعہ سے بطور قرض کے خزانۂ عامرہ سے لیا جاتا ہے پھر حسب سررشتہ خانہ زاد خزانے میں جمع کرا دیتا ہے فی الحال راہ سفر میں جو روپیہ شاگرد پیشہ کی تقسیم میں صرف ہوا اُسکے واسطے پندرہ لاکھ روپے ظفر الدولہ سے دلائے جائیں میں آمدنی ملک سے ادا کر دونگا بادشاہ نے ستر لاکھ روپے ظفر الدولہ سے طلب کئے اُنھوں نے چند روز کی مہلت لیکر خزانے کا جائزہ لیا اور کاغذات درست کر کے خالی صندوق جو سربمہر تھے دکھلائے اور ایک حوض جسمیں پرانے سکے پندرہ سولہ لاکھ روپے کے حساب جمع خرچ میں باقی تھے اُس کا کاغذ ملاحظے میں گذرانا اور عرض کیا کہ نواب سعادت علی خاں کا جمع کیا ہوا تمام خزانہ

معتمد الدولہ آغا میر کی نیابت کے زمانہ سے اس عہد دولت تک خرچ ہو گیا اور آمدنی ملک میں سے ایک حبہ خزانے مین داخل نہوا اب خالی صندوقون اور کنجیونکی حفاظت سے کیا فائدہ جس شخص کے لیے حکم عالی ہو اُسکے سپرد کر دون۔ بادشاہ نے یہ مضمون روشن الدولہ سے بیان کیا انھون نے جوابدیا کہ یہ بیان ظفر الدولہ کا صحیح نہین۔ آخر کار بھوانی مہرا کو جو خزانون کا کلید دار تھا بلاکر دریافت کیا اُس نے روشن الدولہ کے اشارے سے عرض کیا کہ خانہ زاد کو خزانے کی تعداد معلوم نہین کہ کس قدر خزانہ تھا اور کہان کہان گیا لیکن اس قدر جانتا ہون کہ بے حکم سرکار ایک حبہ صرف نہین ہوا اس بات سے بادشاہ ظفر الدولہ پر اور بہت خفا ہوئے اور قطعی حکم خانہ نشینی کا نافذ ہوا جب ظفر الدولہ کی آمد و رفت دربار مین بند ہوئی تو روشن الدولہ نے چاہا کہ بادشاہ کی مُہر بھی اُن سے لے لی جائے یہ عرض نامقبول ہوئی حکم ہوا کہ ضروری کاغذات اُنکے پاس بھجدیے جایا کرین وہ حسب ضابطہ مہر لگاکر بھجدیا کرین۔

رزیڈنٹ کا بدانتظامیون کی اصلاح کے لیے بادشاہ اور وزیر پر تاکید کرنا۔ انتظام مُلک کی تدبیر اور کمی سپاہ کی تجویز

صاحب رزیڈنٹ وزیر کو اکثر سمجھایا کرتے تھے اُنھون نے کہا کہ سپاہ کو کم کرنا چاہیے تنخواہ زیادہ دینا پڑتی ہے اتنی سپاہ کی ضرورت نہین اور یہ سپاہ لڑائی کے کام کی نہین تمام افسر اسکے آرام طلب ہین اور سپاہیونکے پاس نہ بندوق ہے نہ تلوار۔ دوسرے محلات شاہی کے مصارف جو حد اعتدال سے بڑھ گئے ہین اُن مین کمی کرنی چاہیئے آخر

حکیم مہدی علی خاں بھی تونائب تھے وہ کسطرح بادشاہ کو اپنے قالو مین لے آئے تھے تیسرے
رعیت کے حال پر نظر کرنی ضرور ہے کہ متاجروں کے ہاتھ سے پریشان اور برباد ہے انکی
خستہ حالی سے کونسل کلکتہ کے حکام کو شکایت ہے اور ہمکو انکی بدنامی حاصل ہوتی ہے لیکن
بادشاہ کو یہ نصیحت شیرین تلخ و ترش معلوم ہوتی تھی روشن الدولہ نے بھی انتظام ملک کے
اُس نقشہ پر جو حکیم مہدی علی خاں نے تجویز کیا تھا قدم رکھا اور رزیڈنٹ سے کہا کہ بادشاہ
میری نصیحت نہیں سُنتے اسلیے مین یہ چاہتا ہون کہ بادشاہ کو متاجری کے حیلے سے راہ پر
لاؤن تاکہ سپاہ کی کمی کی صورت ظہور مین آئے پھر ملک کا بندوبست امانی کے طریق پر عمل مین
آئے جس سے رعیت کی پریشانی رفع ہو آخر جمع مقبولہ حکیم مہدی علی خاں پر دو لاکھ روپے
اضافہ کرکے تراسی لاکھ روپے جمع قرار دیکر بادشاہ سے عرض کیا کہ حکیم مہدی علی خان نے
پچاس لاکھ روپیہ حضور کو دینے کو کہا تھا مین سلطنت کا دولتخواہ ہوں ساٹھ لاکھ روپیہ
حضور کے مصارف کے لیے حاضر کیا کرونگا لیکن عزل و نصب عاملونکا اور سپاہ کی کمی بیشی
میرے اختیار مین رہے بادشاہ نے جواب دیا کہ سرکار کمپنی اس بات کو منظور نہیں کرتی
اور رزیڈنٹ نے بھی روشن الدولہ کی اس رائے کو ناپسند کیا اور یہ جواب دیا کہ اگر متاجری
اس مُلک کی یکمشت مناسب ہوتی تو سرکار کمپنی کسواسطے اس ملک کو اجارہ سے لیتی اگر
روشن الدولہ اس سے بہتر کوئی اور تدبیر نکالین تو اُنکے واسطے وثیقہ مقرر کیا جائے
اور جس شخص کو وہ چاہین وہ بھی وثیقہ دار ہو سکتا ہے جب یہ خیالی جواب روشن الدولہ کا
باطل ہوا تو مستعد ہو کر فوج کی کمی کا حکم دیا۔ سبحان علی خان نے دیکھا کہ خلق اللہ کی گردن پر
ظلم کی چھری پھیر بدنامی کا باعث ہوگا لیے آپ کو اس وار سے بچاکر روشن الدولہ کو
اس مشورے پر دم دیا کہ فلان فلان انگریز جو بادشاہ کے نوکر ہیں انکو حکم ہو کہ کوٹھی دلکشا میں

جاکر فوج کا جائزہ لین جو شخص اُنکی نظر و نمین ناکارہ نظر آئے اُسکو موقوف کرین افسران سپاہ نے اکثر چھ چھ ماہ کی تنخواہ نذرانہ مین دی تھی اور عہدے حاصل کیے تھے یہ حکم برطرفی کا سُنکر جیتے جی مرگئے اور مجبور ہوکر اُن انگریزونکے عملونکو رشوتین دیکر یہ صورت نکلوائی کہ یہان کی سپاہ کی کمی مناسب نہین چکلہ دارون کو حکم ہو کہ اپنی سپاہ متعینہ مین سے چہارم سپاہ برطرف کردین چنانچہ فرمان شاہی چکلہ دارونکے نام جاری ہوئے اور صدائے واویلائے بدعملی ہر طرف بلند ہوئی آخر روشن الدولہ نے صاحب رزیڈنٹ کو کہا کہ کوئی انگریز کلکتہ سے جو کمی فوج کا انتظام کرے طلب کیجئے اور یہان کی سپاہ مین تخفیف کرنا ملک مین بدعملی کا باعث ہے اس عرصے مین چکلہ دارون کی عرضیان بھی بادشاہ کی خدمت مین آئین کہ سپاہ کی کمی سے مُلک مین بدامنی پھیلے گی۔

عہدۂ سفارت کلکتہ کی موقوفی نصیر الدین حیدر کا جارج چہارم بادشاہ انگلستان کے پاس تحائف بھیجنا۔

مولوی اکرام حسین بادشاہ کی طرف سے کلکتے مین سفارت پر مقرر تھے جب اُنکے مربی کپتان ہبن ولایت کو چلے گئے تو اب صاحب رزیڈنٹ کی تحریک سے گورنر جنرل نے لکھنؤ کے سفیر کا اپنے پاس رہنا موقوف کیا۔ سبحان علی خان نے دیکھا کہ اس سفارت کے سلسلے کا منقطع ہونا اچھا نہین تو اُنھون نے کرنیل ڈبوا صاحب فرانسیس کو بادشاہ کا سفیر بناکر لندن کو بھیجنا تجویز کیا اور مولوی محمد اسمٰعیل کو جنکے گھر مین ایک عیسائی عورت تھی اور اس سبب سے انگریزی زبان خوب جانتے تھے اس سفیر کی ہمراہی مین مقرر کیا اور دو تین لاکھ روپے کی قیمت کے تحائف جیسے خراسانی تلوارین ساز و سامان مرصع کے اور پلنگ مرصع

اور کئی ہاتھی اور گینڈے وغیرہ تھے بادشاہ لندن کے لیے اُن سفیروں کو دیے لیکن صاحب رزیڈنٹ نے ڈلو اصاحب کا سفر سانا نامنظور کیا اس وجہ سے ایک اور انگریز اس سفارت پر مع اُن تحائف کے مامور ہوا جسے لندن میں پہونچکر تحفے پیش کیے ان سب تحفوں میں سے صرف حیوانات قبول ہوئے باقی واپس ہوئے وہ انگریز تو وہیں رہا اور مولوی اسماعیل اسوجہ سے لندن سے نکالے گئے کہ ایکدن نشۂ شراب میں ایک مس پر دست درازی کی تھی۔ مولوی اسماعیل حیدرآباد مین پہونچکر مر گئے

برات مین نوبت بجنے کی ممانعت ہونا

شہر میں عرصۂ بعید سے یہ دستور تھا کہ برات کی رات میں ہر خاص و عام دولہ کے ساتھ دُلھن کے مکان پر نوبت و نقارہ اور دوسرا سامان بجاتا تھا دوسرے دن دُلھن بھی اسی ٹھاٹ کے ساتھ دولھا کے گھر آتی تھی ۱۲۵۲ھ ہجری میں میڈھو خان رسالہ دار کے بیٹے کی برات دھوم دھام کے ساتھ نکلی اور جسقدر نقارۂ و نوبت کا سامان اُسکے باپ کے وقت سے رسالہ مین چلا آتا تھا سب ساتھ تھا یہ برات اسی دھوم دھام سے بادشاہی محل کے پاس سے نکلی۔ بادشاہ نے پوچھا یہ کون شخص ہے کہ ے اور بانہ نقارے بجاتا ہوا میرے شہر مین پھر رہا ہے پاس والون نے حال بیان کیا۔ نشہ میں مدہوش تھے جتنا سمجھایا طبیعت کے خلاف پڑا۔ حکم دیا کہ اس سے ہزار روپے جرمانہ کیا جائے اور شہر سے نکلوا دیا جائے اور آیندہ کسی کی شادی مین نوبت بجنے نہ پائے سرکار سے ملنے نہ کرائے پر منگائے روشن الدولہ نے میڈھو خان کے بیٹے کی بے قصوری پر نظر کر کے اُس علاقے میں بھجوا دیا جو اُسکے بھائی کے پاس نام تھا یہ شخص بادشاہ کے

مرنے کے بعد شہر مین آیا اور نوبت کی ممانعت بھی اُسی وقت سے دور ہوئی۔

لارڈ پادری بشپ کی لکھنؤ مین آمد اور ایک فرانسیسی کا غبارے مین بیٹھکر ہوا مین اُڑنا

۱۱۔شوال ۱۲۵۲ہجری کو لارڈ پادری بشپ لکھنؤ مین آئے اور رزیڈنٹ کی کوٹھی مین ٹھہرے ۱۲۔شوال کو صبح کے وقت بادشاہ سے ملاقات ہوئی اور جلیل القدر انگریزون کی طرح انکی بھی دعوت ہوئی دیر تک بادشاہ کے ساتھ اختلاط اور اخلاق کی صحبت رہی کھانا کھانے کے بعد رخصت کے وقت بادشاہ کی طرف سے چند کشتیان کپڑون کی اور نقد چند ہزار روپے اُنکو عنایت ہوئے اور عطر اور گوٹے کا ہار دیکر رخصت کیا۔

پادری صاحب نے لکھنؤ مین یہ تجویز کیا کہ جرنیل مارٹین کے پس ماندہ روپون سے جسکے سود کی بابت ماہ بماہ سرکار کمپنی کو وثیقہ دینا پڑتا ہے اس شہر مین مدرسہ تیار ہو اور وہ روپیہ طالب علمون اور ہندوستانی مولویون اور انگریزی پادریون پر صرف کیا جائے چنانچہ یہ مدرسہ جنرل مذکور کی کوٹھی اور عمارات نواح دلکشا مین مقرر ہوا یہ جرنیل فرنگستانی تاجرون مین ایک نامی گرامی اور متمول آدمی نواب آصف الدولہ کے عہد مین تھا اس نے لکھنؤ مین کئی کوٹھیان تعمیر کرائی تھین ایک کوٹھی شہر سے ملی ہوئی تھی جسکو پچپن ہزار روپے مین نواب سعادت علی خان نے مول لیکر اپنی عمارات مین ڈال لیا تھا اور دوسری کوٹھی مارٹین صاحب کے نام سے مشہور ہے اس کوٹھی کو جرنیل مذکور نے نواب آصف الدولہ کے واسطے بنوایا تھا اس تاجر نے نواب آصف الدولہ کے ہاتھ فرنگستان کا لاکھون روپے کا اسباب فروخت کیا تھا اور اس تجارت کی بدولت بڑا مالدار بنگیا تھا ایکدن نواب آصف الدولہ سے

اُس نے یہ بات عرض کی کہ مین نے کوئی نایاب چیز حضور کے ہاتھ فروخت نہیں کی جسکی قیمت کروڑ روپیہ ہوتی اسلیئے میں چاہتا ہوں کہ ایسی چیز مہیا کروں نواب نے کہا کہ ہم ضرور مول لیں گے اس لیے اُس نے کوٹھی تیار کرائی اور عمدہ عمدہ صنعتین حکمت کے ساتھ اُس میں رکھیں اور نادر مقام تعمیر کیے جس سے رعد وبرق وباراں کی سیر حاصل ہو۔ اور ہوائے مشرقی ومغربی وجنوبی وشمالی کو آنکھوں سے دیکھے۔ اور طوفاں ہوا اور گرمی وسردی کا اندازہ نگاہ سے معلوم ہو اسی طرح پانچ درجے اس کوٹھی میں تیار کرائے کہ ہر مقام انواع تکلف سے آراستہ تھا یہ تیاری ابھی منزل مراد پر نہ پہونچی تھی کہ نواب آصف الدولہ کا انتقال ہوگیا اور تھوڑے دنوں کے بعد جنرل مارٹین بھی مکان ہستی سے کوچ کر گیا اور مرنے کے وقت ہزار حسرتوں کے ساتھ مکان کمپنی کے سپرد کیا اور اُنیس لاکھ روپیہ نقد یا متروکہ چھوڑا جسکی آمدنی سے اُسکے متعلقین سرکار کمپنی سے وثیقہ یاب ہوئے۔

(۲) جس سال یہ مدرسہ بنا اُسی سال ایک فرانسیسی عیسائی لکھنؤ میں آیا اور کہا کہ میں آسمان کی طرف چڑھ سکتا ہوں اس سے خاص وعام کو تعجب پیدا ہوا اُسکو یہ منظور تھا کہ بادشاہ سے بہت کچھ روپیہ حاصل کرے چنانچہ چودہ ہزار روپے اُسکو بادشاہی حوالے سے عنایت ہوکر حکم ہوا کہ پہلے بطور نمونہ کوئی بات بادشاہ کو دکھلائے اُس نے ایک غبارہ درست کیا۔ تماشائی روز مقررہ کی صبح کو کوٹھی دلکشا میں جمع ہوئے اُس نے غبارہ اُڑایا۔ اور خود اُسمیں بیٹھ کر باواز بلند یہ بات کہی کہ اگر کوئی اسوقت میرے ساتھ اسمیں بیٹھ کر چلے تو اُسکو ہزار روپیے دیتا ہوں جان اپنی کسکو گران تھی کسی کی ہمت نہ پڑی اس نے کئی دن کے کھانے کا سامان احتیاطاً اُسمیں رکھ لیا تھا۔ ہائڈروجن گاس بھر کر اُس غبارے کو ایسا بلند کیا کہ وہ اپنے رائک سمیت سطح زمین سے آسمان کی جانب صعود کرتا ہوا کے رُخ چلا اور ککوترو کی چوکی پر جو شہر سے پانچ

چھ کوس کے فاصلے پر ہے پہونچکر زمین پر اُترا چونکہ آج بدلی تھی اسلیے غبارے کے آسمان کی طرف چڑھ جانے کے بعد کچھ نظر نہ آیا کہتا تھا کہ ایسی سرد ہوا کھائی ہے کہ قوت حرکت باقی نہین-

مکا درزی کا زوال

مکّا درزی خیرآباد کا رہنے والا تھا نصیرالدین حیدر کے اوائل جلوس مین بادشاہی درزیون کے زمرے مین نوکر ہوا نہایت چالاک اور دستکار تھا- بادشاہ کی طبیعت عیاش تھی حرم کی عورتون کے لیے انگیا کرتی وغیرہ کی قسم سے کپڑے عمدہ عمدہ سی کرلایا بہت پسند ہوئے تمام درزیون کا جو بادشاہی لباس سیا کرتے تھے داروغہ ہوکر ترقی کرتے کرتے مصاحبت کے رتبے کو پہونچ گیا اور مکا خان کہلاکر مشمول عواطف شاہانہ ہوا اس زمانے مین ملک کی تہائی آمدنی عورتون کے مصارف مین صرف ہوتی تھی چند سال مین لاکھون روپے حساب مین باندھ لیے جبتک حکیم مہدی علی خان نائب رہے انکی بیدار مغزی نے اسکو جادۂ اعتدال پر رکھا جب وہ معزول ہوگئے اور روشن الدولہ کو نیابت ملی تو کچھ بادشاہ کی مصاحبت کے زور مین اور کچھ نائب کی مروت کی وجہ سے اپنی قدر کے احاطے سے قدم باہر رکھا اور بہت سے علاقے کا مالک ہوگیا لکھنؤ مین بڑی بڑی عمارتین بنوائین کہ نہ ویسی کوئی عمارت معتمد الدولہ نے نہ منتظم الدولہ نے اور نہ روشن الدولہ نے تیار کرائی تھی اسکی عمارتونکی خوبی کی وجہ سے مخلوق انہین سیر کو جانے لگی ایک کٹرہ تعمیر کیا اور مکا گنج جو اُس زمانے مین نہایت آباد تھا دریاے گومتی کے پار بنایا اور مسافرون کے لیے سراے بھی بنوائی اکثر دیہاتی طوائف کے ڈیرے اس سراے مین پڑے رہتے تھے اسی طرح

حیدرآباد میں پختہ حویلی مع مکانات دیوانخانہ امام باڑہ اور مسجد و زیارت گاہ قدم رسول و خانقاہ مشروع و حوض شرعی لاکھوں روپیہ کے قریب خرچ کرکے بنائے اسکی سواری کا جلوس امرا کی سواری سے کم ہوتا کسی سردار کو خیال میں نہ لاتا تھا بلکہ اُنسے سلام کی امید رکھتا تھا۔ طبیعت بیحد جابر تھی اگر کبھی کوئی اُس سے کسی کی سفارش کرتا تو سیدھے منھ جواب بھی نہ دیتا بلکہ اُلٹا سختی سے پیش آتا جس قدر بادشاہی لباس اور محلات شاہی کی فرمائش میں روپیہ صرف ہوتا اُسقدر آمدنی کا ملک اُسکو دیا گیا تھا دیوان حضور تحصیل قدیم سے اس سرکار میں مقرر تھا جسکے حاکم مظفر حسین خان پسر سبحان علی خان تھے اس علاقے میں جسقدر گاؤں حضور تحصیل کے تھے اکثر آدمیوں کا مشاہرہ ماہواری اُن گاؤں سے مقرر تھا اگر کوئی سپاہی اپنی تنخواہ مانگنے جاتا تو دیوان مذکور کے اہلکار یہی جواب دیتے کہ مکادرری کے ہاتھ سے ایک کوڑی بھی نہین پہونچتی تمکو کیا دین کہین دوسری جگہ سے مانگو غرضکہ حصول زرمین اتنا شدید تھا کہ کسی کی مروت نہین کرتا تھا اور جو علاقہ اُسکے حوالے تھا اُسمیں سے ایک پیسہ بھی سرکارمین داخل نکرتا نہ محکمۂ دیوانی میں سیاہہ کراتا نہ خزانے مین نہ رسومات معمولی اہلکاروں کو پہونچاتا جمع خرچ اپنی مرضی کے موافق مصارف فرمائشات حضوری میں داخل حساب کردیتا اسکی ان ناشائستہ حرکات سے تمام کارندے تنگ تھے اور بادشاہ سے شکایت کرنے کو آمادہ رہتے تھے مگر بادشاہ کا ندیم ہونے کے خیال سے کوئی شخص اُسکے خلاف ایک حرف بھی زبان سے نہیں نکال سکتا تھا ہر شخص موقع کا منتظر تھا آخرکار اُسکا ظلم مخلوق پر اُسکے زوال کا باعث ہوا کہ ایکدن بادشاہ سے تمام اہلکاروں نے شکایت کی کہ حضور کی فرمائشات میں جو جیرہ بس صرف ہوتی ہیں اُسکا روپیہ مجھے نہیں دیا جاتا بادشاہ نے بائے سے اسکی کیفیت استفسار کی اُنکو تو

اُسکی حرکات سے رنج تھا ہی اس موقع کو غنیمت جانکر تمام حال عرض کیا اور کہا کہ جسقدر
ملک اُسکے پاس ہے عرصۂ دراز سے ایک کوڑی بچت کی خزانے مین داخل نہین کرتا اور
باقی کیفیت ظفرالدولہ کے بیان پر محول کی اُنھون نے بھی وزیر کے قول کی تصدیق کی
اور یہ بھی عرض کیا کہ جسقدر مُلک اُسکے سپرد ہے اُسکے سوا نو لاکھ روپیہ بار بار کرکے
خزانے سے اُسکو پہونچا ہے برسون سے فرد حساب مانگی جاتی ہے تمرد کی وجہ سے نہین بھیجتا
بازار مین چند دوکانین بزازون اور گوٹہ فروشونکی اُسکے ظلم وستم سے برباد ہوگئین جنکا مال
لیکر تھوڑا سا سرکار کے صرف مین لایا ہے اور اکثر حصہ مکان مین رکھ لیا ہے اگر چند روز اور
اسی طرح اسکا دست ظلم رعایا پر دراز رہا تو شہر تباہ اور سرکار بے اعتبار ہو جائیگی
دوسرا تازہ سبب اُسکی خرابی کا یہ ہوا کہ جسقدر سرکاری فرمائشات اُسکے ذریعہ سے تیار
ہوتین تو اُنکی اشیاء کا محاسبہ اُس سے کوئی نہین کرسکتا تھا اڑہائی من سلمہ و ستارہ
و تاش بادلہ اُسکی معرفت خرید ہوتا تھا اسمین سے جسقدر چاہتا زنانہ پوشاک مین صرف کرتا
اور کہدیتا کہ سب خرچ ہوگیا اُسکے تصرف کا پردہ چاک نہین ہوتا تھا اس طور سے برسون تک
خُرد بُرد کرتا رہا اور لاکھون روپیہ پیدا کرلیا سبحان علی خان کے بڑے بیٹے احسان حسین خانکو
اُسکے غبن کا یقین تھا وہ چاہتے تھے کہ کسی طرح اُسکو مرتبے سے گرادین اور جو کچھ اخراجات
اُسکے ہاتھ مین ہین اُنکے ہاتھ مین آجائین اُنھون نے اپنے باپ سے تمام توفیر کا حال بیان کیا
اور درخواست کی کہ یہ کام میرے متعلق ہو جائے اتفاقاً ایکدن مکّانے ماہ گذشتہ کے اخراجات
فرمائشات کی فرد حساب تعدادی ایک لاکھ دس ہزار روپے کی نائب کو دکھائی اور اُن سے
روپیونکا تقاضا کیا نائب نے فرد رکھ لی اور چند روز روپیون کے دینے مین لیت ولعل کرتے
رہے مکّانے بادشاہ کی مصاحبت کے گھمنڈ مین آکر خود بادشاہ سے عرض کیا کہ خانہ زاد کو فرمائشات

سرکار کے متعلق باقی روپیہ بازار کا دیا ہے نواب صاحب سے بار بار کہتا ہوں وہ شنوائی نہین کرتے حسب کہتا ہوں کل کا اقرار کرتے ہیں اگر یہی طرح روپیہ کی وصولی مین دیر لگا دی تو پھر سامان کا ملنا مشکل ہو جائے گا بادشاہ نے حکم دیا کہ تو خود اسی جاکر نواب سے تقاضا کرکے وصول کرے اور دو مہینے کی مہلت دے یہ خبر کسی نے پہلے سے نواب کو پہونچا دی تھی مکا دلیرانہ اُنکے پاس آکر تقاضا کرنے لگا اُنھوں نے چاپلوسی کی باتیں کیں اور فرد حساب ہاتھ میں لیکر سبحان علی خان کو دیدی کہ آپ اسکا روپیہ چکا دین سبحان علی خان نے مکا کو اپنے مکان پر بلا کر کہا کہ تو خوب جانتا ہے کہ اسوقت یہ شخص یعنی نائب اپنے عہدے پر معزز ہے اور وقار و اقتدار رکھتا ہے اور اسکے نزدیک ہر شخص کو جُرم میں یا بیجرم کسی بلا مین مبتلا کرکے خراب کرنا کوئی مشکل کام نہیں اس صورت میں اسکی اہلیت ہے کہ ہر چند ناکس تنگ ظرفی سے بادشاہ کی مصاحبت پر مغرور ہوکر اُسکے مقابلے پر آمادہ ہو جاوے وہ اپنے حوصلے پر نظر کرکے طرح دیجاتا ہے تو نے دیکھ لیا کہ راجہ درشن سنگھ نائب جنگ باوجود اسقدر اختیار کے جب اپنے حد اعتدال سے بڑھ گیا اور اکثر کاموں میں نائب پر غلبہ چاہنے لگا طرفۃ العین میں اُسکو ایسا گرایا کہ حشر تک ہی کھڑا نہ ہوسکے گا بادشاہ بیگم نے بھی جسد کاموں میں دخل دینا شروع کیا تو نے دیکھ لیا کہ اُنھوں نے کیا دیکھا اور منیح علی خاں کیمیاں نے جو کچھ کیا اُسکا ثمرہ پالیا تو ایسا گمراہ ہو گیا ہے کہ نائب دقت کو جہاں پناہ کا حکم پہونچاتا ہے اور اُنکا احسان بھول گیا حسد روز کا ہی ذکر ہے کہ حکیم مہدی علی خاں نے تجھکو حساب کے شکنجے میں کھینچا اور محاسب تجھپر مقرر کیا تھا جسنے عافیت تنگ کر دی تھی اس شخص نے دور حملہ سے اس پانچ سال مین تجھ سے یہ نہ پوچھا کہ سیاہ کرتا ہے یا سفید تو پھر کا لاکھوں روپیہ تیرے کارخانے میں موجود ہے اور اُس سے تجھے بھی جو ناسمجھ ہیں واقف ہیں

تو دن انصاف کرین پوچھتا ہون اگر تو کتنے روپے کا نوکر ہے اور یہ لاکھون روپے کی عمارت
دالان سے بنائی ہے تجھے شرم نہ آئی کہ ایک لاکھ دس ہزار روپے کے واسطے جنکے دینے مین
نواب کا تامل نہ تھا لیکن ملک ست۔ روپیہ نہ آنے کی وجہ سے ابھی نہ دیتے تھے تو نے حضرت
شکایت کی اور حکم حاصل کرکے سخت تقاضا کرتا ہے اگر یہ بھی سرکاری روپے کی توفیر کو جس سے
وہ واقف ہین ظاہر کرین تو اسوقت تو کیا کرے گا اور چھٹکارے کا کیا حیلہ تیرے ہاتھ
مین ہے چونکہ نامبردہ قوم سے بولاج تھا کلمات تہدید آمیز سنکر بدحواس ہوکر سبحان علی خان کے
قدمون پر گر پڑا اور تقصیرات کی معافی چاہی سبحان علی خان نے اسوقت نرمی سے کہا کہ
بالفعل بازار کا یہ روپیہ اپنے پاس سے چکا دے اس نے کہا کہ میری یہ مقدرت کہان ہے
اسقدر روپیہ اپنے پاس سے دون خان مذکور نے کہا کہ صاف بات کہہ تا کہ مین مطلب
سمجھ لون کچھ سوچ کر اسنے کہا کہ آدھا روپیہ مین اپنے پاس سے چکا سکتا ہون خان مذکور نے
اسکی فارغخطی مہری لیکر نائب کو دیدی انھون نے جہان پناہ کے ملاحظہ مین گذرانکر عرض کیا
روپیہ دینے مین مجھے کچھ عذر نہ تھا لیکن اسکے ذمے لاکھون روپے کا غبن ہے اس لیے
تامل کرتا تھا ایسا حضور انصاف فرمادین کہ کوئی اپنا نقصان قبول نہین کرے گا اور اپنے
اوپر بلا مین نہ ڈالے گا اس شخص نے جو آدھے روپے پر فیصلہ کرکے اپنی مہری فارغخطی دیدی
اگر غبن نہوتا تو کسواسطے اسطرح معاملہ طے کر لیتا یہ بات بادشاہ کے دل مین اثر کر گئی اور
نائب کی خیر خواہی پر مسرور ہو کر ارشاد فرمایا کہ ہم نے اپنا گھر تمھارے سپرد کیا ہے
تمنے جان بوجھ کر دوسرونکو دخیل کر لیا ہے کس لیے ایسے لوگونکو سزا نہین دیتے جس سے
دوسرون کو عبرت حاصل ہو جائے نائب تو اس بات کے دل سے خواہان تھے عرض کیا
ہم کو اس قباحت کی فکر کرونگا اور حضور کے حکم کی تعمیل کرونگا۔ گنگا اس بات سے آگاہ

ہو گیا فوراً مُنگا کو خبر کر دی وہ بادشاہ کے سامنے گیا اور عرض کیا کہ خانہ زاد لے علم دنا خواندہ ہے نواب صاحب نے جو کچھ چاہا لکھوا کر مجھ سے مُہر کرالی بادشاہ نے یہ توجیہ قبول نہ کی - نایب کو بھی گنگا کی اس حرکت کی خبر لگ گئی غرضکہ دوسرے دن ملکو دررکے بیٹے کو منگا کی جگہ مقرر کر دیا اور حکم دیا کہ جسقدر سلمہ ستارہ گوٹہ ٹھپہ کلبدل اور اسی وغیرہ ساماں کی ضرورت ہو احسان حسین خان سے کہدیا کرے وہ فراہم کر دینگے یہ ملکو ہمیشہ نواب سعادت علی خان اور غازی الدین حیدر کے لباس سیا کرتا تھا اس انتظام کے بعد روشن الدولہ نے بادشاہ سے گنگا کے باب مین چند کلمے عرض کیے کہ ایسے نمکحرام جمع ہو گئے ہین اور باہم حضور پر نور میں اتفاق کر لیا ہے کہ اگر کسی کا بھی حضور کے سامنے ذکر کیا جاتا ہے تو اسیوقت اُسکو آگاہ کر دیتے ہین یہ نہیں جانتے کہ یہ سلطنت کا رازہے اُسکے بیان کرنے میں جان و حرمت کا خوف ہے اپنی اصل سے رذیل ہین نعمت عنایت بادشاہی کی قدر نہین سمجھتے اسی وجہ سے بادشاہان ماضیہ ایسے لوگونکو مُنھ نہین لگاتے تھے گنگا سے بادشاہ کو کچھ پہلے سے بھی رنج تھا اس تقریر سے زیادہ ہو گیا ارشاد کیا کہ یہ تمام نمک حرام جو میری حرمت کے خواہاں ہین ان خدمتوں اور عنایتونکے قابل نہیں نایب نے سمجھ لیا کہ تیر تدبیر نشانۂ مراد پر پہونچ گیا گنگا کی تباہی کی صورت آگے مذکور ہوگی -

غرضکہ ۱۴ ماہ شوال ۱۲۴۸ھ ہجری کو منگا کو استری محل مین قید کیا اور جو کچھ اسباب اس کا خیرآباد وغیرہ سے آیا تھا سرکار مین داخل کرالیا اور ثبوت کے بعد شہر کے دو کا بارہ کو پہونچایا - محتشم حالی مین اسی طرح مذکور ہے ایک کتاب مین ایک روایت نظر سے گذری ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ منگا عالم تردت مین ایسے آپکو بھولا نہیں ہر ایک شہر سے نظر بر سابقہ محاحت سے پیش آتا اور تاحد امکاں ہر ایک کے ساتھ سلوک کرتا ایکدن منگا مالک

حوضے مین ہاتھی پر سوار جار ہا تھا ایک پٹھان دور سے چلایا کہ ہمارا بند ٹوٹا ہے اگر کوئی باندھے تو مزدوری پائے گنگا نے یہ آواز سنکر ہاتھی سے اُترکر اُسکا بند سی دیا اور خوشامد کی وہ تو شرمندہ ہوا یہ پھر ہاتھی پر بیٹھ گیا مگر گنگا کے بعد اسکا پوتا اور جورو جائداد پر قابض ہوئے۔

گنگا کی خرابی دولت

بادشاہ کے تمام اردلیونمین گنگا کی زیادہ عزت تھی وزیر بھی تمام امور مین انکی خاطر رکھتے تھے اور وہ بھی تمام کامونمین بادشاہ کے حضور مین نواب کا مددگار رہتا اور جسقدر ہوسکتا بلائے ناگہانی اُنکے سر سے ٹالتا رہتا تھا اگرچہ خلائق کا گمان یہ تھا کہ گنگا کو نائب کی دوستی کی وجہ سے اسقدر جرأت حاصل ہوئی تھی لیکن صحیح یہ ہے کہ نائب اور سبحان علی خان نے سمجھ لیا تھا کہ پولاج آدمی جو بادشاہ کے مزاج مین دخل پیدا کرکے اپنے رتبے سے باہر قدم رکھتے ہین اور اعتدال کی حد سے بڑھ گئے ہین نہ انکی دوستی پر اعتبار رکھنا چاہیئے نہ دشمنی سے بے خطر رہنا چاہیئے پس حزم و احتیاط کا لازمہ یہ ہے کہ انکو منزلت سے گرا دینا چاہیئے اور پایہ عروج سے تلے ڈالدینا چاہیئے۔ گنگا نے ایکدن مسٹر ونسنٹ سے کہا کہ ان دنون کہ میرا فلان نیا خریدا ہوا ہاتھی مست ہو گیا ہے لڑنا چاہتا ہے اور فلان ہاتھی آپکا بھی چندروز سے مست ہو کر لڑائی کے لیے حملے کرتا رہتا ہے مین یہ چاہتا ہون کہ دونون اپنے اپنے ہاتھیونکو باہم لڑا دین تاکہ اُنکا حال معلوم ہوجائے گنگا اپنے دل مین جانتا تھا کہ میرا ہاتھی اُنکے ہاتھی سے قوی ہیکل اور تنومند ہے ایک حملے مین اُسکو بھگا دیگا شرط بدکر کھ جیتنا چاہیئے دونون نے رضی ہو کر بے اطلاع بادشاہ کے اپنے ہاتھیونکو لڑایا۔ ایسا اتفاق واقع ہوا کہ گنگا کا ہاتھی اپنے ہی زور مین آپ زمین پر گر پڑا مسٹر ونسنٹ کے ہاتھی نے جو اُسکو پڑا ہوا پایا تو ایسا مارا کہ اُسکا ایک

پاؤں لنگڑا ہو گیا فیلبانوں نے بہت چاہا کہ چھڑا دین لیکن وسٹ نے کوڑے سے مگر کا چھوڑنے نہ دیا یہانتک کہ گنگا کا ہاتھی بہت پامال ہوا اور بہزار دشواری رہائی حاصل ہوئی گنگا کا ہاتھی بیٹھتے بیٹھتے بیدل ہو گیا اور اس شخص کو خفت بھی حاصل ہوئی مخبروں نے یہ خبر بادشاہ تک پہونچائی چونکہ ایسے تماشے قدیم سے بادشاہوں سے خصوصیت رکھتے ہیں اُنکو بیحد ناگوار ہوا لیکن علوئے حوصلہ کو کام فرما کر یہ خیال کیا کہ دونوں سرکار کے ملازم ہیں طرح دی کچھ تعرض نکیا اسدن سے گنگا کو یہ شرمندگی تھی کہ میرا زبردست ہاتھی ایک کمتر ہاتھی سے پٹ گیا اُس نے شہر کے فیلبانوں کو جمع کیا اور صدہا روپیہ انعام میں دینے کا وعدہ کرکے اُن سے کہا کہ اس کا ایسا علاج کرو کہ پاؤں بالکل درست ہو جائے عرصے تک علاج جاری رہا یہانتک کہ چوٹ بالکل زائل ہو کر پاؤں سنبھل گیا۔ اب گنگا کے دل میں پھر یہ بات آئی کہ مسٹر وسٹ کے ہاتھی سے اسکو لڑا کر اُسے بھگانا چاہیئے جب سرکاری فیلبانوں سے اس باب میں مشورہ کیا تو اُنھوں نے کہا کہ یہ کام بہت مشکل ہے کہ اُس ہاتھی کا یہ مقابلہ کرے یا سامنے آئے اسلیے کہ یہ حیوانات بیحد بزدل ہیں اگر لڑتے ہیں تو دلاوری کی وجہ سے نہیں لڑتے بلکہ جنون مستی کے عالم میں لڑ پڑتے ہیں اور سر پر صدمہ اُٹھانے کی تاب نہیں لاتے دانتوں وغیرہ سے مقابلہ کرتے ہیں جب سر پر ضرب پہونچتی ہے تو اُسی وقت مستی نکل جاتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہ حرکات عارضی ہے اگر شیر کی طرح ذاتی ہوتی تو ہزار معرکۂ جنگ میں کبھی نہ بھاگتے کوئی عضو کو صدمہ پہونچتا بلکہ جان پر نوبت آجاتی مگر فرار کا نام نہ لیتے پس صلاح یہ ہے کہ اول اسکو خوب گرم دوا کھلائی جائے تاکہ بالکل بیہوش ہو اس محل ہو کر دوست دشمن میں فرق نہ سمجھے بعد اسکے دو تین بار دلیا دیا جائے تاکہ دلیر ہو کر خوف نکل جائے چونکہ سرکاری ہاتھی خانہ بھی گنگا کی تحویل میں تھا ایکدن دو بھاگے ہوئے ہاتھی کار جانے سے لائے

اور آپ مکان کے دریچے مین کرسی پر بیٹھا اور دونون ہاتھیونکے درمیان مین اپنے ہاتھی کو
چھوڑا ایک اُنمین سے اسکے پہلے ہی حملے مین بھاگ نکلا اور دوسرا دو تین ٹکرین کھاکر فرار ہو گیا
اُسیوقت بادشاہ کے حضور مین اس بات کا مفصل پرچہ گذرا چونکہ سابق مین اُن کا مزاج
نائب کاراز مکا سے بیان کردینے کی وجہ سے گنگا سے مکدر تھا ہاتھیونکے لڑانے سے زیادہ
برافروختہ ہو گئے اور برہم ہوکر نائب کو حکم دیا کہ گنگا کو قید کردین اُن کو دل وجان سے یہ امر
منظور تھا اسلیئے ۱۵ شوال ۱۲۵۲ھ ہجری کو قید کردیا اور صبح کو اُسکے کام دوسرونکے سپرد کردیے

نائب کے بیٹے کی موت پر بادشاہ کی سیاہ پوشی اور مسیح الملک طبیب خاص کے نائب کی تعریف کرنے پر اُنسے خفگی

۱۲۵۲ھ ہجری مین روشن الدولہ کا بیٹا جو محبوبن طوائف کے بطن سے تھا چیچک کے
عارضے سے مرگیا جو بادشاہ کو یہ خبر پہونچی تو ماتم مین سیاہ لباس پہنا روشن الدولہ کا بڑا بیٹا
محمد حسن جب در دولت پر آیا تو اُسوقت جہان پناہ نے اپنی صورت کو محزون بناکر رومال
جیب سے نکالا اور دونون آنکھون پر رکھ کر آنسو پوچھے اور فرمایا کہ بار ہا تمھارے والد سے
مین نے کہا کہ فلان سادات کو موقوف نکرین اور اگر اُنکی موقوفی مدنظر ہے تو ہر قصور پر سات سات
ماہ کی تنخواہ ضبط کرکے دوسرے طور پر خبرگیری اُنکی کرتے رہین میری بات نہ سُنی اور آخرکار اُنکا
وبال پڑا ۔ اسکے بعد حکم دیا کہ تمام درباری سیاہ لباس ماتمی پہنین اور تین روز تک نوبت
نہ بجے جب محمد حسن رخصت ہو گیا تو لباس تبدیل کرکے صرف سیاہ فیتا بازو پر باندھ لیا
تیسرے دن کہ دوشنبہ تھا فاتحہ کی تقریب مین روشن الدولہ کے گھر تشریف لے گئے جسوقت
سواری قریب پہونچی تو نائب اپنے مکان کے بالاخانے سے تلے اُتر کر استقبال کو کھڑے ہو گئے

دور سے بادشاہ نے انکو دیکھ لیا ایک انگریز کو دوڑایا کہ تم اہل ماتم ہو اسوقت اپنی جگہ پر موجود رہنا چاہیے مین آپ آتا ہوں بموجب حکم کے لوٹ گئے بادشاہ تشریف لے گئے اور تعزیت کے کلمات کہے اس عرصے میں خبر پہونچی کہ رزیڈنٹ آتے ہین روشن الدولہ نے استقبال کرنا چاہا بادشاہ نے کہا کہ تمکو اپنی جگہ سے نہ اٹھنا چاہیے مین خود انکو لاؤنگا رزیڈنٹ آکر دو گھڑی تک بیٹھے اور چند کلمے تعزیت کے کہکر چلے گئے گھڑی بھر کے بعد بادشاہ بھی اٹھے نائب ساتھ ساتھ عرصۂ مجلس تک گئے اس خیال سے کہ قدیم سے دستور تھا کہ اہل ماتم کو خلعت عطا ہوتا تھا اور نائب کے رفیقوں کو پورا یقین تھا کہ حضرت نے استقبال کو منع فرمایا تھا اور ساتھ چلنے سے نہ روکا تو اسکا سبب یہ ہو گا کہ دولتسرا میں بلاکر خلعت دینگے لیکن کچھ ظہور میں نہ آیا مجبورا روشن الدولہ اپنے مکان کو لوٹ آئے اسکے بعد سب نے یہ سمجھ لیا کہ شاید جمعہ کو خلعت ملے جب اسدن بھی نملا تو اب یہ تصور کیا گیا کہ بادشاہ اس سے دل مین صاف نہین ۔

۵ ماہ شوال سنہ مذکور کو چار گھڑی دن رہے دوبارہ بادشاہ روشن الدولہ کے مکان پر آئے آج اُن کا مزاج نہایت برہم تھا اسکی وجہ یہ ہے کہ مرزا علی طبیب مخاطب بہ مسیح الملک پر بادشاہ کو نہایت اعتبار تھا اُنکے سوا کسی دوسرے سے علاج نہیں کراتے تھے اور اُن کے خاص آدمیون میں سے جو بیمار ہوتا اُس سے فرماتے کہ مسیح الملک کے سوا دوسرے سے علاج نہ کراؤ بادشاہ مسیح الملک سے بہت بے تکلف تھے اکثر مسائل فقہیہ اور حالات مذاہب میں اُس سے تبادلہ خیالات کرتے ائمہ علیہم السلام کے واقعات میں اُنسے گفتگو کرتے اس کثرت ہمکلامی سے نائب دل تنگ تھے مگر مصلحتہً زمانہ سازی کیے جاتے تھے حکیم صاحب بھی نائب کے مزاج اور عادت سے کہ ایک دشمن پر نہ رہتی خائف و ترساں تھے اتفاقاً اُسدن بادشاہ نے مسیح الملک سے نائب کی کچھ شکایت سنائی مسیح الملک نے یہ خیال کیا کہ یہانکی وقت کے جو

نائب کو پہونچتی رہتی ہے دنیاداری کا لازمہ یہ ہے کہ اُنکی تعریف مین چند کلمات کہے جائین جب وہ سُنین گے توسمجھین گے کہ غیبت مین مجھکو بادشاہ کے سامنے کلمۂ خیر سے یاد کرتے ہین توبہت خوش ہونگے اور اپنی خیر خواہی پر محمول کرینگے لیکن مسیح الملک کو یہ خبر نہ تھی کہ انھون نے بادشاہ سے کہہ رکھا ہے کہ حکیم صاحب نائب سے سازش رکھتے ہین اُنھون نے روشن الدولہ کی خیر خواہی مین چند کلمے ایسے کہے کہ جس سے شکایت کی تلافی ہوتی تھی یہ سنتے ہی بادشاہ کو یقین ہوگیا کہ یہ شخص بلاشبہہ نائب سے گٹھا ہوا ہے اور بادشاہ کو یہ منظور تھا کہ جو کوئی ہمارا ندیم ہے وہ دوسرے سے تعلق نہ رکھے اب شہریار مردہہ کو حکم دیدیا کہ مسیح الملک کو کبھی اندر نہ آنے دے چھ روز تک یہ حکم باقی رہا۔ بعدہ اس ضرورت سے کہ وہ بیگمات شاہی کے معالج تھے اگلا حکم منسوخ کردیا۔

بوجہ گستاخی کے چند انگریزون کا اخراج

سنہ ۱۲۵۲ ہجری مین ونسنٹ کا بھائی اور چار دوسرے انگریز بادشاہ کے مزاج کی برہمی کی وجہ سے دربار سے نکالے گئے وجہ اسکی یہ ہے کہ ایک رات بادشاہ کے ساتھ میز پر اکثر انگریز اور میمین کھانا کھاکر گرم صحبت تھے ایک انگریزی میم ونسنٹ کے بھائی کی منظور نظر تھی اور اُسکے سامنے بیٹھی ہوئی تھی اس میم نے مینائے شراب سے جام بھرکر گھونٹ چڑھایا ونسنٹ کے بھائی نے اُسکے آگے سے جام کھینچکر باقی شراب پی لی بادشاہ کو یہ امر ناگوار گذرا کہ ہمارے سامنے بے ادبی کرکے اختلاط کرتے ہو ونسنٹ کے بھائی نے مستی کے عالم مین کہا کہ ایسے بادشاہ ہم نے بہت سے بناڈالے ہین اس حرکت بیجا کی پاداش مین وہ جیلخانے بھیجا گیا اور اُسکا کارخانہ تباہ ہوگیا اس واردات سے قبل مسٹر ونسنٹ کی روانگی

سفارت کے طریق پر کلکتے کو قرار پائی تھی اور اس سفارت کے مقاصد کی درستی کے لیے
تین لاکھ روپوں کے قریب خزانۂ شاہی سے عنایت ہوئے تھے جب وہ روانہ ہوا تو
پیچھے سے اُسکے بھائی کی گرفتاری کا واقعہ پیش آگیا اسلیے سفارت کا معاملہ بھی درہم برہم
ہوگیا درستی کی صورت ظہور مین نہ آئی۔

بادشاہ کا ترکِ مے نوشی کرنا

روشن الدولہ کا حقیقی بڑا بھائی شرف الدولہ عرف محمد عباس شراب نوشی کی کثرت
سے مخمور جام فنا ہوا بادشاہ اس سانحہ سے بہت متاثر ہوے اور اُس دن سے
بالکل شراب سے اجتناب کرلیا یہ بات کسی کے وہم وخیال مین بھی نہ تھی کہ جو شخص
اتنا بڑا شرابی ہو اور وہ اسطرح یک لخت چھوڑ دے اس کو جرأت بادشاہی بلکہ
تائید الٰہی کہنا چاہیے۔

عشرۂ محرم مین سبحان علی خان کے بیٹون کے ہاتھ سے بہت بدعت ہونا

۱۲۵۳ھ ہجری کے عشرۂ محرم میں سبحان علی خان کے بیٹون نے ایسی بے اندازہ بدعت
کی کہ ایک مخلوق کو انکے ہاتھ سے ایذا پہونچی اگر ہتھیار بندی کی ممانعت نہوتی تو بہت بڑا
کشت وخون واقع ہوتا تاہم دو آدمیوں کو پکڑ کر اُنسے کہا کہ تبرا کرو جب انھون نے انکار کیا تو
کوڑوں لکڑیوں گھونسوں اور لاتوں سے اتنا پیٹا یا کہ وہ مر گئے۔ ماہ ربیع الاول کی نوین تاریخ
تک کوچہ و بازار مین اوباش برملا تبرا کرتے پھرتے تھے ایسا طوفان بے تمیزی رہان الملک کے

عہد سے کبھی ظہور مین نہ آیا تھا۔

دھنیا کہاری کی وجہ سے فقیر محمد خان کا شہر سے نکالا جانا اور درشن سنگھ کا بھی ذلت اٹھانا

دھنیا مہری اور ڈلوی مہری یہ دو کہاریان چھوٹی بڑی مشہور تھین دھنیا کہاری دوسو کہاریون کی افسر تھی بادشاہ کی ڈیوڑھیونکی نظارت اور خواصون وغیرہ کو سزا و جزا دینا اہل محل کو ہدایت کرنا اس سے متعلق تھا اور محلات اُسکے سپرد تھے افضل النسا خانم خطاب تھا اور چودہ پارچہ کا خلعت مع سپر و شمشیر بادشاہ نے اُسکو دیا تھا بادشاہ اور بڑے بڑے آدمی اُسکو خانم کہتے تھے اور یہی لفظ دوسرونکی زبان پر جاری تھا ڈلوی کہاری پر بھی بادشاہ کی ایسی نظر مہربانی تھی کہ روشن الدولہ نے اپنے بقائے منصب و آبرو وغیرہ کے لیے اس سے آشنائی کر لی جب دھنیا کو پورا عروج حاصل ہو گیا تو عالیشان عمارات اور مساجد اور امام باڑے کی تیاری شروع کی۔ امام باڑہ اسکا فقیر محمد خان کے شترخانے کے قریب بنا تھا اسمین لنگر خانہ نہ تھا دھنیا نے فقیر محمد خان سے سو گز زمین کا قطعہ اس شترخانے مین سے مانگا اور کہا کہ اسکا ثواب ہم تم دونونکو حاصل ہوگا اُنھون نے ٹکا سا جواب انکار کے ساتھ دیا دھنیا نے بادشاہ تک اس معاملے کو پہونچایا کہ مین نے سو گز زمین شترخانے مین سے فقیر محمد خان سے مانگی تاکہ وہان لنگر خانہ امام باڑے کا بنواؤن یہ زمین در اصل بادشاہی ہے جو کہ متصدب ہین اسلیے نہ دی بادشاہ نے ترش ہو کر درشن سنگھ کو حکم دیا کہ تمام قلمرو کے ہم مالک ہین پھر زمین کے نہ دینے کی کیا وجہ ابھی جا کر فقیر محمد خان سے زمین لیکر خانم کے امام باڑے مین شامل کر دے حسب الحکم راجہ درشن سنگھ نے بجبر وہ زمین امام باڑے کے شامل کر دی اور چند عرصے تک خانم ثواب پاتی رہی

حکمہ حاکم کا کام ابتر ہوا اور وہ خانہ نشین ہوئی تو فقیر محمد خاں نے اُس زمین پر دوبارہ قبضہ کر لیا حاکم نے بہت کہا کہ یہ امر آپکی شان کے لائق نہیں جس چیز کو دیڈالتے ہیں پھر اُسے نہیں لیتے فقیر محمد خاں نے پروا نکی حکمہ ماہ ذیحجہ ۱۲۵۲ ہجری میں حاکم کی تقصیر بادشاہ نے معاف کی اور پھر پہلے رتبے پر پہونچی تو اُس نے روشن الدولہ سے کہا کہ مجھکو حضور جہاں پناہ نے دی تھی فقیر محمد خاں نے بجبر چھین لی اب اُن سے لیکر میرا قبضہ کرادیجئے ورنہ جہاں پناہ سے عرض کرکے جسطرح سے ہوگا لیلونگی روشن الدولہ کی طبیعت متامل تھی لیت ولعل کرتے رہے یہانتک کہ ماہ محرم ۱۲۵۳ ہجری آگیا اور اُسکا تحمل ختم ہوگیا دعیلے بادشاہ سے عرض کیا کہ اس سے پہلے حضور نے فقیر محمد خاں سے سوکر زمین احمد درشن سنگھ کے ذریعہ سے دلوادی تھی کیہرے واں امام باڑے کا لنگر خانہ ہوا تھا اور چند سال تک میرے قبضہ میں رہی اُن دنوں میں کہ مورد عتاب ہوکر چند روز تک خانہ نشین رہی فقیر محمد خاں نے پھر اُس زمین پر بجبر قبضہ کر لیا میں نے بہت کہا کہ یہ زمین جہاں پناہ کی بخشی ہوئی ہے لیکن باز نہ آئے اور آمد ورفت کا دروازہ بند کرادیا بادشاہ اس بات سے کمال غضبناک ہوے اور روشن الدولہ سے فرمایا کہ فقیر محمد خاں کسکا نوکر ہے میں نے اُس کو سر رسالے کے برطرف کیا ابھی میرے شہر سے نکالا جائے ذرا توقف نکرے روشن الدولہ نے دیکھا کہ دھنیا چاہتی ہے کہ فقیر محمد خاں کو کٹھائی میں ڈالکر چٹنی کرے اُسیوقت اُنکو بلا کر صورت حال بیان کی اور کہا کہ یہ مناسب ہے کہ اپنے متعلقین کو شہر سے باہر بھیجدو تاکہ تمہاری روانگی کا تہیہ مشہور ہوجائے اور اخبار کے ذریعہ سے بادشاہ تک خبر پہونچ جائے اگر ان دو تین دن میں غصہ کم ہوگیا اور تمہارا ذکر ہوا تو میں بطور خود تمہارے جرم کو معاف کرادونگا اور اگر بادشاہ یاد کرکے تمہارے حال کے جویا ہوئے اور مزاج میں اُنکے خفگی معلوم ہوئی تو

مجبور ہون اُسوقت شہر سے چلا جانا پڑے گا خانم کو روشن الدولہ نے بُلا کر بطور خود سمجھایا کہ اگر زمین سے مقصود حصول ثواب ہے تو دُگنی موجود ہے بلکہ جسقدر کی ضرورت ہو قبضہ کر لو اور اگر مطلب کچھ اور ہے تو تمھین اختیار ہے سبحان علی خان نے بھی مداخلت کرکے خانم کو سمجھایا اور قسم لی کہ اب آیندہ بادشاہ کو یاد نہ دلاؤنگی اُس نے قسم کھاکر وعدہ کیا کہ اپنی طرف سے سبقت نکرونگی اگر جہان پناہ خود یاد کرکے پوچھ بیٹھے یا دوسرے ذریعہ سے خبر پہونچی تو ایسی حالت مین مجبوری ہے اس طرح دو تین دن گذرے آخر بذات خود بادشاہ نے ایکدن نائب سے دریافت کیا کہ فلان شخص شہر سے چلا گیا یا یہین چھپ رہا ہے عرض کیا کہ جسدن اخراج کا حکم ہوا تھا اُسیدن اُنکے متعلقین کو شہر سے باہر کرا دیا تھا لیکن خود اُنکے ایکدم سے چلے جانے سے لاکھون روپے کا سرکاری نقصان ہوتا تھا کیونکہ وہ لاکھون روپے کے مستاجر ہین اسلیے مین نقصان سرکار کا روادار نہوا سال کا اخیر ہے اور دوسرے سال کی تشخیص کا وقت آگیا ہے اسلیے تحصیل زر کے حیلے سے علاقے کو روانہ کردونگا اور جب مالگذاری کا تصفیہ ہو جائیگا تو پھر شہر مین نہ آنے دونگا بعد اسکے روشن الدولہ نے فقیر محمد خان سے کہا کہ اب یہی مناسب ہے کہ تھوڑے دنونکے لیے پرگنے مین جاکر رہو اسکے بعد بطور خود بلا لونگا فقیر محمد خان نے اپنا چلا جانا مناسب سمجھا اور اُنیس ربیع الاول ۱۲۴۳ ہجری کو پہردن رہے لکھنؤ سے اپنے وطن مرزا گنج کی طرف چلے گئے یہ قدر و منزلت ایک ذلیل کہاری کی روشن الدولہ اور فقیر محمد خان کے مقابلے مین تصور کرنا چاہیے خان مذکور بھی اسقدر افسردہ دل اور شکستہ خاطر لکھنؤ سے گئے کہ کارخانے مین جسقدر مرغ وغیرہ اور سیکڑون روپے کا غلہ تھا بارکشی کی دقت کیوجہ سے محتاجونکو دیدیا سبحان علی خان نے دیکھا کہ دغفیا کا رنگ بخوبی جما ہے تو اُسکے ہاتھون سے راجہ درشن سنگھ کے پامال کرانے کی فکر کی اور اُسکے کان بھر کر آمادہ کیا

ایکدن دھنیانے کھانا مدارالمہ کا بادشاہی محلات میں بھیجا درشن سنگھ نے ممانعت کی دھنیانے آشفتہ ہوکر بہت لعنت ملامت کی اور بادشاہ نے بھی دھنیا کی طرفداری کی راجہ درشن سنگھ سبحان علی خان کی عزت کا دشمن جانی بنگیا۔

بادشاہ کی فضول خرچی اور اپنی محلسرائے کو بدچلن وعیاش عورتون کی چھاؤنی بنا دینا

دھنیا مہری بادشاہ کے انعام واکرام سے اسقدر مالامال ہوئی کہ بیان سے باہر ہے اُس داد ودہش کا ایک نمونہ یہ ہے کہ ایکدن بادشاہ نے ایک چوبی چھڑی سے عالم نشاط مین آہستہ آہستہ دھنیا کو مارا اُس شوخ چالاک وضعیہ نے عرض کیا کہ اگر یہ چھڑی موتیوں کی ہوتی تو آبرو کا باعث تھی بادشاہ نے حکم دیا کہ متعدد چھڑیاں تیار ہون چنانچہ ایسی چھڑیاں بنین ہرایک چھڑی طول مین گز بھر سے زیادہ اور دور مین دو اُنگل سے کم نہ تھی اور بڑے بڑے آبدار موتیوں کی لڑیاں گندھکر ہرایک چھڑی اُن سے سی تھی۔ دس من مثقال سے کوئی موتی وزن مین کم نہ تھا جو چھڑی بادشاہ اُس مہری کے چھواتے وہ چالاکی کے ساتھ شوخی حسن وادا دکھاکر بادشاہ کے ہاتھوں سے لیجاتی تھی چنانچہ اسطرح کئی جواہر نگار چھڑیاں اُسکے ہاتھ آئین۔

چار پانسو عورتین پری پیکر خوبصورت ملازم سلطانی اُس مہری کی ہمراہی مین تھیں ایک سے ایک حسن وجمال مین غیرت آفتاب و ماہتاب تھی سن وسال مین کوئی پری رخسار بیس برس سے زیادہ نہ تھی یہ عورتین پُرتکلف پوشاکوں اور زیور سے آراستہ رہتی تھیں ہر وقت عطر سے معطر ہوتی تھیں اکثر امرائے شاہی اُن دلبروں سے ست کو میلوگرم کرتے تھے اور لکھنؤ کے

نوجوان طرحداران پر مرتے تھے شہر کی طرحدار رنڈیون کا بازار ٹھنڈا ہوگیا تھا یہ سب عورتین بادشاہ کی سواری کے ساتھ ساتھ رہتی تھین جسوقت اس حسن وتجمل کے ساتھ سلیمان جاہ کی سواری ہوادار پر تخت سلیمان کی طرح دوش بدوش جاتی تھی اس جلسے کے دیکھنے والونکو عالم قاف نظر آتا تھا۔

بادشاہ کا سکہ

اوائل ایام حکومت مین یہ سکہ تھا۔

بدھر سکہ شاہی زدہ ز لطف الہ   سپہر مرتبہ شاہ جہان سلیمان جاہ

تھوڑے دنون کے بعد بادشاہ نے اپنی جودت طبع سے اس سکے پر اعتراض کیا اور کہا کہ لفظ بد اگرچہ اس سکے مین اس طرح پیدا ہوگیا ہے کہ دھر پر ایک بابڑھائی ہے مگر زشتی اور بد نمائی سے خالی نہین۔ مصنف سکہ نے بہت سے نظائر اساتذہ کے کلام سے عرض کیے ارشاد کیا کہ کلام ہمارا اس ترکیب ولفظ کے جواز مین نہین ہے لیکن نقش بد کا وقوع ابتدا سے سکہ مین بہتر نہین ہے اور بد معلوم ہوتا ہے پس سکہ یون تبدیل کیا[1]

سکہ زد بر سیم و زر از فضل حق ظل آلہ   نائب مہدی نصیر الدین حیدر بادشاہ

مؤلف کہتا ہے کہ پہلے سکے مین بدھر کی جگہ بکلک بیٹھ سکتا تھا۔ بعض کا یہ کہنا صحیح نہین معلوم ہوتا کہ آخری سکہ حکیم مہدی علی خان کی طبع وقاد کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ محتشم خانی سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے روز تخت نشینی کے جلوس مین معتمد الدولہ نے یہ سکہ مسکوک کرایا تھا۔ بعد اسکے ایک اور شخص نے یہ بیت سکے کیلیے بنائی مگر مضروب نہوئی۔

[1] دیکھو وزیر نامہ ۱۲-

سکہ زر و سیم در رتاسدہ مثل مہر و ماہ		ظلّ سبحانی نصیر الدین حیدر بادشاہ

تعمیرات نصیر الدین حیدر

چھتر منزل اسکو بادشاہ نے واسطے سکونت محلات حرم کے تعمیر کیا تھا اور جسکے متصل کوٹھی فرح بخش میں آپ رہتے تھے اس مکان کا نام چھتر منزل اسواسطے قرار پایا تھا کہ اُسکے اوپر چتر طلائی سے تھے نہ اس لحاظ سے اُسکو یہ نام دیا تھا کہ چہار منزلہ ہے جیساکہ بعض تصور کرتے ہیں۔

ولائتی باغ یہ باغ بھی نصیر الدین حیدر نے تیار کرایا تھا اور اس مین اکثر ولائتی درخت لگائے تھے اسی وجہ سے اسکا نام ولائتی باغ مشہور ہوا۔ واجد علی شاہ نے اسکی چار دیواری کو بلند کرایا کیونکہ انکی بیگمات اکثر وہان جاکر سیر کیا کرتی تھین اور اس کے واسطے پردے کا مکان ضرور تھا۔

نہر گنگ اس نہر کی کھدائی اس بادشاہ کے وقت مین شروع ہوئی تھی اور زر کثیر اس مین صرف ہوا علت غائی اس کام کی بہت مفید اور کارآمد تھی راجہ بختاور سنگھ نے یہ امر بادشاہ کے گوش گزار کر دیا تھا کہ اس نہر سے پانی گنگا کا لکھنؤ تک آوے گا اور اسکے سبب سے تجارت اور زراعت کو بہت فائدہ ہو سکے گا بلکہ انکو ترغیب دیکر کام شروع کروا دیا تھا چونکہ یہ امر علم سے تعلق رکھتا ہے اور کسی انجینیر کی صلاح اور مشورہ اس مین نہ تھا اسلیے یہ امر اہتمام کو نہ پہونچا اور اکثر ٹھیکہ داروں کو جنھوں نے کھدائی کا ٹھیکہ لیا تھا دولتمند کر دیا یعنی وہ لوگ روپیہ لیکر بھاگ گئے اور اس نہر کو ناتمام چھوڑا۔

تاراوالی کوٹھی اس تعمیر کو نصیر الدین حیدر نے بہدایت دسر راہ کاری کرنیل لو صاحب

جو منجم شاہی تھے تعمیر کروایا تھا اور آلات نجوم بھی اُسمین نہایت اچھے رکھے گئے تھے سلطان الاخبار مین کوٹھی دلکشا۔ مکان انداسن۔ گلستان ارم۔ درشن بلاس وفرح بخش کی تیاری کو بھی انکی طرف منسوب کیا ہے اور کچھ اسمین غلطی ہے۔ انکے سوا امام باڑۂ ملحق عمارات چھتر منزل کربلا۔ گومتی پار وتخت گاہ بنام نہاد بارۂ امام مجاذ حسین آباد آپ ہی کی عہد سلطنت کے یادگار ہین تخت گاہ مین قوم سادات کی دختران کمسن بہ لقب اچھوتی تلاش کر کے جمع کی گئی تھین جیساکہ تذکرۂ خمخانۂ جاوید مین مذکور ہے۔

بادشاہ کا ہلاکت سے بال بال بچ جانا

نصیر الدین حیدر ایک روز گجرتھ کی سواری پر تزک اور اہتمام شاہی کے ساتھ جارہے تھے راجہ بختاور سنگھ اپنے لوازم منصبی کی روسے شمشیر برہنہ لئے ساتھ تھے دفعتہً ایک مکھرام نامی سیہ رو بد انجام بادشاہ پر حملہ کر کے رتھ پر پہونچ گیا راجہ معزی الیہ نے فوراً گھوڑا اڑا کر تلوار کے ایک وار سے سر اُسکا قلم کردیا اس خدمت شایستہ کے جلدو مین بادشاہ نے تلوار اپنی کمر سے کھول کر عطا فرمائی یہ تلوار نادر شاہ کی تھی بعد وفات نادر شاہ احمد شاہ ابدالی کے ہاتھ آئی جب احمد شاہ نے مرہٹون پر چڑھائی کی اور شجاع الدولہ اُنکے پاس گئے جسوقت حضور مین پہونچے بخطاب فرزندی مخاطب فرمایا اور تلوار نادری جو اُسوقت شاہ کی کمر مین تھی کھول کر نواب کو عطا فرمائی اُس پر بہت سی عربی کی عبارتین اور فارسی کا شعر کندہ ہے [1]

[1] دیکھو تاریخ اجودھیا مؤلفۂ راجہ درگا پرشاد صاحب ۱۲

نصیر الدین حیدر طبع موزون رکھتے تھے

تذکرہ مخانۂ جاوید میں لکھا ہے کہ بادشاہ کو کبھی کبھی اُردو اور فارسی میں بھی شعر گوئی کا اتفاق ہوتا تھا اُنکی اُردو کی یہ غزل بہت مشہور ہے بادشاہ تخلص کرتے تھے۔

یہ کس مست کے آنے کی آرزو ہے　　کہ ساقی لیے ساغر مشکو ہے
سمایا ہے جب سے تو نظروں میں میری　　جدھر دیکھتا ہوں اُدھر تو ہی تو ہے
چھپاؤں میں کیا اپنا حالِ پریشان　　عیاں زلف دلدار سے مو بمو ہے
چلو قبر فرہاد پر فاتحہ کو　　مگر آب شیریں سے لازم وضو ہے
نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے　　یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے
گلستاں میں جاکر ہر اک گل کو دیکھا　　نہ تیری سی رنگت نہ تیری سی بو ہے
ستایا ہے ناحق ہمیں تو نے ظالم　　یہ انصاف اللہ کے روبرو ہے
کیا چاک وحشت نے ایسا گریبان　　نہ سینے کے قابل نہ جائے رفو ہے
شفق سے کے ہوتا ہے گردوں یہ ظاہر　　یہ کس کشتۂ بے گنہ کا لہو ہے
عبث مجھکو ہنس ہنس کے دیتے ہو گالی　　زباں کو سنبھالو یہ کیا گفتگو ہے
اگر ایک کو دولت وصل جاناں　　چھری اور مرغ سحر کا گلو ہے

سرے سایۂ یحتن پادشہ پر
خداوند عالم نگہباں تو ہے

ولہ

بلبل شیدا نے پوچھا گل سے یوں روز بہار　　اے گل رعنا ترے دامن میں کیوں لپٹے ہیں خار

ہے نزاکت سے گران سرمہ بھی چشم یار کو
بار کاکل سے کمر کیونکر نہ لچکے بار بار

تیغ ابرو دیکھکر آئی ندا اے پادشہ
لافتی الا علی لاسیف الا ذوالفقار

فارسی کے بھی یہ چند اشعار تذکرۂ آفتاب عالمتاب اور روز روشن مین نظر سے گذرے ہین

مرحبا اے سندی عالم علم دہبی
ماہ برج عجمی شاہ سریر عربی

چون نسایند جبین بر در تو جن و ملک
سرور جملہ رسولی و شہ جملہ نبی

اصل نور تو بود فرع ز انوار خدا
لعداینر دز تو زیباست حوائج طلبی

بوے لطفے برسان پادشہم را بدماغ
اے گل تازۂ رنگین چمن مطلبی

بادشاہ کی بیگمات کا بیان

برائی خانم

یہ عورت زمینداران مضاف لکھنؤ کی اولاد سے تھی مرزا محمد مہدی عرف فریدون بخت بہادر مشہور یہ مناجان کی مان ہے بادشاہ بیگم نے جو نصیر الدین حیدر کی مان ہین اس عورت کو حسن مین یوسف ثانی دیکھکر زر کثیر صرف کر کے ڈوے کے طریق بہم پہونچایا تھا اور نصیر الدین حیدر کی شاہزادگی اور عروج شباب کی حالت مین وہ ڈولا انکو بخشا تھا چنانچہ مناجان اس سے پیدا ہوا اور یہ عورت عین جوانی مین دنیا سے گذری افضل محل اسکا خطاب تھا طلسم ہند سے اسی طرح مستفاد ہوتا ہے مگر وقائع دلپذیر سے ثابت ہوتا ہے کہ مناجان کی مان ایک کنیز تھی اور سکھ چین اسکو کہتے تھے۔

ملکۂ زمانیہ

اس کا نام حسینی خانم تھا ایک پٹھان کے نکاح میں تھی جو بنارس کا رہنے والا تھا حسینی خانم اور اُسکے دو بھائی وارث علی خاں اور فتح علی خاں دہلی کے باشندے تھے بنارس میں سکونت اختیار کر لی تھی مرزا جواں بخت کے اُستاد شاہ عالم بادشاہ کے عہد کے منصب داروں میں سے تھے۔ حسینی خانم نے اُسکے گھر میں روٹی کپڑے پر ایک مدت تک اوقات بسر کی جب یہ شخص بھی صدمات بے معاشی میں مبتلا ہوا تو حسینی تباہی کی حالت میں لکھنؤ کو چلی آئی اور ایک پٹھان کے گھر میں جو اُس سے محبت رکھتا تھا رہنے لگی اس عورت کے ایک لڑکا جسکا نام رسب تھا اور ایک لڑکی پٹھان کے نطفے سے پیدا ہوئی۔ خدا کی شان دیکھیے کہ اسی زمانے میں بادشاہ بیگم کے محل میں مُنا جان پیدا ہوا حسینی اُسکے دودھ پلانے کے لیے بادشاہ بیگم کے محل میں نوکر ہوئی غازی الدین حیدر زندہ تھے حسینی ادائے دلکش رکھتی تھی نصیر الدین حیدر اُسوقت جوانی پر چڑھے ہوئے تھے اُنکی منظور نظر ہوئی[1]۔ پہلو گرم کیا اس محل سے نکلنا محال تھا دو بیٹیاں ایک بیٹا ساتھ تھے نصیر الدین حیدر سے محبت بڑھی معتمد الدولہ نے حسینی خانم کو اور خواصوں سمیت نصیر الدین حیدر کے ساتھ کہ ابھی شاہزادگی کی حالت میں تھے حسن باغ میں بھیجا یہاں صحبت کا رنگ بھی جما تھوڑا بہت زیور و لباس عطا ہوا۔ جب نصیر الدین حیدر نے تخت سلطنت پر جلوس فرمایا تو حسینی کو ملکۂ زمانی خطاب دیا اور پٹھان سے جو اُسکا لڑکا تھا اُسکو کیواں جاہ خطاب بخشا اور تین لاکھ روپے کی جاگیر ملکۂ زمانی کو دی گئی۔ وہ جاگیر فیض آباد سے بہو بیگم والدۂ آصف الدولہ کی ضبطی ہوکر آیا تھا اور تین لاکھ روپیہ

[1] دیکھو تتمہ جات ۲

سکہ بنگالہ سے زیادہ تھا اور ابتک علحدہ کوٹھے مین رکھا ہوا تھا یہ تمام خزانہ بی حسینی کی تحویل مین داخل ہوا اسکے سوا وہ کئی لاکھ روپیہ بھی بی حسینی ملکۂ زمانی کو مرحمت ہوا جو تاج الدین حسین خان نے اپنے عہد نظامت مین غلام حسین چکلہ دار سلطان پور کے متروکہ مین سے ضبط کرکے غازی الدین حیدر کے عہد مین بھیجا تھا - ملکۂ زمانی کا زمانہ عروج پر تھا ابھی تک بادشاہ کے لیے دوسرا محل مقرر نہین ہوا تھا - بادشاہ نے کیوان جاہ کو سپاہ کا جرنیل بنایا اقبال الدولہ اُسکی نیابت پر مامور ہوئے اب ملکۂ زمانی کا بازار بخوبی گرم ہوا کہ روز کشتیان مالا مال مروارید اور طرح طرح کے جواہرات بیش بہا سے لبریز اور اشرفیونکی تھیلیان ہاتھیون پر لدی ہوئین اسکی تحویل مین داخل ہوتی تھین - اس نے گولہ گنج مین ایک امام باڑہ بنوایا جو بسبب وسعت اور فراخی کے مشہور ہے مگر اس مین کوئی تعمیر لائق تعریف نہین وارث علی خان اور فتح علی خان شریک دولت تھے بھائی مشہور ہوئے انکو بادشاہ نے خلعت دیکر ملکۂ زمانی کی جاگیر کی نیابت پر مقرر کیا وہان جاکر ان دونون شخصون نے امیرانہ ٹھاٹ جمایا ہاتھ پانوٗن نکالے بزم عشرت کو اس درجہ رونق دی کہ سو سو طائفے کسبیون کے راتدن ہر وقت حاضر رہتے تھے اور شراب کے ساغر اڑنے لگے انکا دسترخوان بادشاہ کے دسترخوان کی طرح چنا جاتا تھا دوشالہ پوش فقا کھانے کو جمع ہوتے تھے اور جسوقت وہ ہوادار پر سوار ہوتے تھے تو رقاصان پری پیکر ستارونکی طرح اس پاس جمع ہوتی تھین اور رفیقونکا جمگھٹ پہلو بہ پہلو ہوتا تھا یہ سامان ثروت دیکھکر ناظرین قدرت خدا یاد کرتے تھے بادشاہ کی نظر شفقت مناجان کی طرف سے پھر گئی اور اب کیوان جاہ کے مراتب ترقی پر تھے ملکۂ زمانی کی سواری کا یہ ٹھاٹھ ہوتا تھا کہ دوسو ہاتھی نقرئی اور طلائی حوضون اور کارچوبی جھولون سے آراستہ جلو مین ہوتے تھے اور بہت سے دوبرجی رتھون مین مغلانیان اور خواصین ہمراہ ہوتی تھین طلائی مرصع کار پنکھے جنمین بادلے کے

حلقے ہوتے تھے اور سو سچ تھی اور جواہر نگار چھتری اور پالکی نالکی سیم و زر میں غرق جلو میں چلتی تھی اور نقرئی طلا کار سکھپال مین جو بالکل زربفت سے مڑی تھا اُس میں ملکہ زمانیہ بیٹھی ہوتی تھی خواجہ سراؤں اور شاگرد پیشونکے ہجوم سے سواری کے آس پاس ہوا کا رستہ نہین ملتا تھا سلطنت کا جو کچھ لوازمہ ہے وہ سب ملکہ زمانی کے محل میں مہیا تھا باوجود اس رتبے کے حکیم مہدی علی بادشاہ سے عرض کیا کرتے تھے کہ حضور کو ایک رذیل عورت کے ساتھ یہ گرمجوشیاں اور اُسکو اس رتبے پر پہونچانا زیبا نہیں عرض حکیم صاحب کی شعلہ زبانی نے ملکہ زمانیہ کی آتش محبت کو بادشاہ کے دل سے سرد کر دیا اور اس سے ملکہ زمانیہ کا کو وقار کم ہو گیا مگر وہ ترانہ جو خزانہ قارون پر بھاری تھا ہاتھ سے نہیں گیا فقط جاگیر ضبط ہو کر جو بیس ہزار روپیہ مقرر ہوا کہ دس ہزار ملکہ زمانیہ کی ذات کا تھا اور چودہ ہزار اُسکی ایک بیٹی کا تھا جو نواب ممتاز الدولہ مرزا حسین علی خاں نبیرہ نصیر الدولہ مرزا احمد علی خاں ابن نواب سعادت علی خان کے ساتھ بیاہی گئی تھی یہ بیاہ نصیر الدین حیدر نے کیا تھا اور یہی در ماہہ وثیقہ قرار پایا۔ اور کئی برس کے بعد کیواں جاہ وبائے ہیضہ مین مر گیا کربلائے تالکٹورہ میں جو امام باڑہ اُسکے نام سے مشہور ہے دفن ہوا۔

مخدرۂ علیا ولائتی محل

مسٹر والٹر نام انگریز تاجر کے گھر مین ایک ہندوستانی عورت قوم حلاف سے تھی مسٹر والٹر کے نطفے سے اس عورت کے دو لڑکیاں پیدا ہوئیں جب وہ بالغ ہوگئیں تو والٹر اُنکو غازی الدین حیدر بادشاہ اودھ کے پیشکش کے لیے لایا نصیر الدین حیدر کو ایام شاہزادگی سے اُنمین سے ایک لڑکی منظور نظر تھی لیکن غازی الدین حیدر سے کے

خوف سے وصل کی صورت نہ بندھی اسکی صورت معمولی تھی مگر وہان کی مستورات
اُسے خوبصورت تصور کرتی تھین یہ لڑکی تعلیم یافتہ تھی یعنی زبان انگریزی کے علاوہ
اُردو فارسی بھی اچھی طرح لکھ پڑھ لیتی تھی یہ دونون بہنین جب اپنی مان کے پاس رہتی
تھین تو اپنے گزارے کے لیے دولتمند شرفا کے زین پوش کاڑھا کرتی تھین شکل وصورت
دونون کی اچھی تھی اس نے اپنی تصویر نصیر الدین حیدر کو بھیجی تھی جو فریفتہ ہو گئے
اور تخت نشینی کے بعد اُسکو مان سمیت طلب کیا اور نقد پچاس ہزار روپیہ اور لاکھون روپے کا
سامان دیکر مخدرۂ علیا خطاب دیا اُسکی خوش قسمتی نے بادشاہ کے دل مین محبت کو ایسی
جگہ دی کہ ایکدم جُدائی گوارا نہ تھی اور محبت کی دل لگی جتنی زیادہ ہوتی تھی اُنکے دل کو
راحت پہونچتی تھی وہ بھی لیاقت کی پتلی اور بڑی چاپلوسی والی تھی اور آداب مجلس کا
کمال رکھتی تھی۔ تاج محل سے شادی ہونے سے پیشتر بادشاہ بہت چاہتے تھے تاج محل
کے آنے کے بعد بادشاہ کی طبیعت اُسکی طرف سے پھر گئی۔ اسکی مان پہلے کان پور مین
علی بخش میراثی سے تعلق رکھتی تھی جب اُسکی بیٹی بادشاہ کے محل مین داخل ہوئی تو اب یہ
علی بخش ولائتی محل کا باپ مشہور ہوا اور پرگنہ میان گنج مین ولائتی محل کی جاگیر پر مسلط ہو گیا
اور اسقدر صاحب امارت و ثروت ہوا کہ اُسکی تعزیہ داری کا شہرہ لکھنؤ مین مشہور عام ہو گیا
اور نواب امیر مرزا اُسکی اولاد سے تھے جنھون نے عالم پیری مین حسن جوانی دکھایا۔ جادی طوائف
جو لکھنؤ کی ایک کسبی تھی اُسکے گیسوے شبرنگ مین طائر دل پھنسا امیر مرزا اُسپر فریفتہ ہوے
اُس سے نکاح کیا مالزادی تھی خوب مال مارے لاکھون روپون کا جواہرات اور زر نقد اس
نازی محبت مین نواب نے ہار دیا۔ امیرانہ عظمت وشان کے ساتھ باپ کا نام روشن
کیا ولائتی محل کے لیے چھ ہزار روپیہ ماہوار وثیقہ قرار پایا تھا۔

تاج محل

بچو نام طوائف ساکن حسن پور سدھوا خوش وضع عورت تھی دو تین شخصوں سے زیادہ ملاقات رکھتی تھی پہلے مرزا جانی برادر مرزا علی جان چکلہ دار کے ساتھ آشنائی تھی دوسرے بچو بیگ رسالدار نجف خانی سے محبت پیدا کی ان کے علاوہ اور اکثر شہوت پرست لوگ اس سے راہ و رسم رکھتے تھے میر غلام حسین چکلہ دار سلطان پور بھی اُس سے ملاقات کی آرزو رکھتا تھا اور لاکھوں روپوں کا اُس سے وعدہ کرتا تھا لیکن اُس نے کنارہ کیا آخر لشکر سے نکالی گئی اس طوائف کی ایک لڑکی نہایت حسین تھی اس کا نام حسینی تھا اور تعلیم یافتہ تھی جوانی پر چڑھی ہوئی تھی شادی کی محفلوں میں اکثر ناچنے کو جایا کرتی تھی ایک عالم اُسکے جمال دلفریب پر شیدا تھا۔ نصیر الدین حیدر کی نظر پر چڑھ گئی بادشاہ نے اُس سے نکاح کر لیا اور خورشید محل خطاب دیا۔ پھر ایک دن اپنا تاج شاہی اُسکے سر پر رکھ دیا اور تاج محل خطاب عطا کیا ملکۂ زمانی کی گرمی بازار اسی کی گرما گرمی صحبت نے سرد کی بادشاہ کے مزاج میں بڑا دخل پایا اور عظمت و حشمت شاہانہ کے ساتھ بسر کی

سنہ ۱۲۴۷ ہجری میں تخت نشینی کی سالگرہ کے جشن کی تقریب کے موقع پر ایک عالی خاندان انگریزی خاتون نے اس بیگم کو دیکھا تھا اُسکا بیان ہے کہ نواب تاج محل اتنی خوبصورت ہے کہ میں نے اسی یاد میں ہندوستان کیا انگلستان میں بھی کہیں اس سے زیادہ خوبصورت عورت نہیں دیکھی ہے اسکا سن قریب پندرہ برس کے ہوگا ہاتھ پاؤں چھوٹے چھوٹے نازک ہیں اعضا کے تناسب کے علاوہ قطعہ ایسا سڈول کہ میں نے اس سے زیادہ دلاویز

اور دلکش چہرہ کبھی نہین دیکھا اسکی حرکات اور طرز نشست سے غایت درجہ کی مسکینی حیا پروری اور حجاب مترشح تھا۔ پوشاک سرخ مخمل کی تھی اور بال بال مین موتی پروے ہوئے تھے زلفین شانون پر بکھری ہوئی تھین اور پیشانی پر ایک چھوٹا سا جھومر آویزان تھا جسمین بڑے بڑے موتی اور زمرد جڑے ہوئے تھے۔ کانون مین بالیان تھین جن مین بیشمار زمرد اور موتی جڑے ہوئے تھے گلے مین متعدد موتیون کی مالاؤنکے علاوہ ہار اور کنٹھے تھے جو اُسکے حسن کو دوبالا کرتے تھے نتھ مین دو بڑے بڑے موتی اور اُنکے بیچ مین ایک بیش قیمت زمرد آویزان تھا پیشواز اس قدر بھاری تھی کہ اُسے کئی بیش خدمتین سنبھالے ہوئے تھین اسمین شک نہین کہ خود نورجہان بھی اس سے زیادہ حسین اور جمیل نہوگی [1]

نصیر الدین حیدر کے بعد اس بیگم کا تعلق ناجائز میر کلب حسین بن سید علی کے ساتھ ہو گیا تھا جو مجتہد العصر کے خاندان سے تھا اور اس مطعونی کا شور وغل شہر کے گلی کوچے مین پھیل گیا اور میر کلب حسین گرفتار ہوکر نواب ناظر محلات شاہی کے حکم سے کسی قدر سزایاب بھی ہوا مگر دونکی اُلفت پکی تھی باہم مواصلت کی وہ سبیل نکالی کہ کسیدکا خوف باقی نرہا دونون کربلا کو چلے گئے اور وہان باہم نکاح کر لیا اور مزے وصل کے اُڑانے لگے۔ تاج محل نے کربلا ہی مین چند سال کے بعد جمادی الاولی ۱۲۹۲ھ ہجری مطابق ۱۸۷۵ء مین انتقال کیا۔

پھول محل

بینی رام ساہو کار لکھنوی ساکن محلہ چکلہ نے عاشورن کسبی سے رسم آشنائی بڑھا کر گھر مین رکھا اس سے ایک بیٹی اور ایک بیٹا پیدا ہوئے بینی رام کے انتقال کے بعد اُسکے بیٹے رام دیال نے

[1] منقول از اودھ اخبار مورخہ ۲۲ جنوری ۱۹۰۲ء نمبری ۱۴ [2] ۱۲

جو ہم قوم عورت سے تھا جواہر فروشی کی بدولت نصیر الدین حیدر کے دربار تک رسائی پیدا کی اور اپنی اُس سوتیلی بہن کو محل سلطانی میں داخل کرا دیا بادشاہ نے پھول محل اُسکو خطاب دیا

سلطان محل

حسینی نام ایک بازاری طوائف صورت دار تھی بادشاہ نے اُس کو بیگم بنا کر سلطان محل خطاب دیا۔

بادشاہ محل

یہ عورت بھی ایک کسبی تھی اور اسکا بھی حسینی نام تھا اکثر ناچنے کے لئے بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا کرتی تھی اور اُسکی ماں آغا محمد نام ایک ایرانی مغل سے تعلق رکھتی تھی حسینی کا ظہور اسی ایرانی کے نطفے سے تھا یہ حسینی جو بادشاہ کی منظور نظر تھی اسے آغا محمد کی رسائی سے حمل کا مصنوعی نقشہ جما یا مورد شفقت بادشاہی ہوئی اُسکے لیے جُدا گانہ محل آراستہ ہوا بادشاہ محل خطاب پایا مگر کچھ دنوں کے بعد یہ مضمون طلسمی مشہور ہوا کہ محل کی عورتوں نے وہ جادوگری کی کہ جادو کے زور سے پیٹ میں بچے کو غائب کر دیا غرض یہ بادشاہ محل بھی تین ہزار روپے ماہوار کی وثیقہ دار تھی۔

بسم اللہ بیگم مخاطب بہ قدسیہ محل

یہ عورت قوم ترک خانداں نور وزبیگ خاں اور ہمایوں بیگ خاں سے تھی جس کے باپ کا نام دوابیگ خاں تھا اسکا کنڑہ مشہور ہے لیپے شوہر سے لڑ کر محل میں بادشاہ بیگم کی

نوکری کے لیے آئی صورت اُسکی بہت ایسی دلاویز نہ تھی مگر طالع بلند تھے بادشاہ کی نگاہ محبت اُسپر جا پڑی اُسکی ہر ادا دلفریب تھی حضرت عشق نے گریبان کی طرف ہاتھ بڑھایا حکیم مہدی علی خان نے اس مرض کا اس ڈھنگ سے معالجہ کیا اور وہ نسخہ عمل مین لائے کہ شوہر نے اسکو طلاق دی نام اُسکے شوہر کا کسی نے مرزا بھجو بیگ اور کسی نے میر چھولی کلو ساکن کٹڑہ وفا بیگ خان لکھا ہے۔ بادشاہ نے اُس سے نکاح کر لیا اور وقائع دلپذیر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عورت ایک دستار بند کی تھی حسن و جمال مین بے نظیر تھی بادشاہ کے متعہ مین آئی اور خطاب مخدرۂ زمان مہد عظمےٰ البقیس دوران ملکۂ آفاق قدسیہ سلطان مریم بانو بیگم صاحبہ ہوا مگر مشہور قدسیہ محل کے ساتھ ہوئی ابتدا مین تو اس عورت سے اور بادشاہ بیگم سے خوب میل رہا اور آخر کار تنازع اور خرخشہ پیدا ہو گیا اور باہم نہایت تفضیح آمیز باتین ایک دوسرے کو کہنے لگی۔ بادشاہ اس عورت پر نہایت مفتون اور فریفتہ تھے یہ عورت نہایت بلند ہمت اور سخی تھی اس نے آغاجی کے بیٹے قادر علی خان کو اس کار خیر پر مقرر کر دیا تھا کہ پانچہزار روپیہ روز ہر صبح جب غربا اور مومنین کو تقسیم ہو لیتا تھا تب کھانے کی طرف ہاتھ بڑھاتی تھی اُسکی فیاضی سے غریبون کی ہزارون ناکتخدا لڑکیان بیاہی گیئن اور جس شخص کی نسبت اُسکی ہم قومی کا لفظ مستعمل تھا وہ دولت و ثروت کو پہونچ گیا اُن مین سے ایک مظفر الدولہ حسین بیگ تھے کہ جن سے روشن الدولہ ہزار منت اور خوشامد سے ہم کلامی کے آرزومند تھے دوسرونکا حساب و شمار کیا اور جملہ محلات شاہی نے سوائے ملکہ زمانیہ اور مخدرۂ علیا کے قدسیہ محل کو نذرین گذرانین مگر ملکہ زمانی اور مخدرۂ علیا رضامند نہ ہوئین۔ ایکدن قدسیہ محل نے بادشاہ سے عرض کیا کہ مین نے شبیہ خانہ نہین دیکھا حضرت نے حکم دیا کارپردازون نے ایک خالی مکان زمین سے چھت تک سامان

پشمینہ از قسم فرش مسند۔ تکیہ۔ لحاف۔ توشک وغیرہ قیمتی ستر لاکھ روپے سے بھر دیا
قدسیہ محل نے ایک لمحہ مین وہ تمام پشمینہ اپنے نوکروں کو بخشدیا تیں برس کے اندر تین کروڑ
روپے نقد صرف کیئے قدسیہ محل سے بڑھکر لکھنؤ مین کوئی بیگم سخاوت مین نام آور نہین ہوئی

قدسیہ محل کا اپنے اگلے شوہر سے نطفہ بادشاہ کے نام سے بہم پہونچانا اس حمل کے ساقط کردینے کے اتہام مین ایک محلدارنی کا بادشاہ کے ہاتھ سے مقتول ہونا اس حمل حرام کا بھانڈا پھوٹنا قدسیہ محل کا خودکشی کرنا بادشاہ کا اسکے ماتم مین لذت دنیا سے ہاتھ اٹھانا

اب ایک واقعہ عجیب وغریب سنیے بادشاہ کو فرزند کی تمام اردل سے تھی اور آرزو تھی
قدسیہ محل کی دل سے ہوا خواہ تھی اسنے اس بات پر سمجھایا کہ نطفہ کسی اور شخص کا بادشاہ کے
نام سے بہم پہونچانا چاہیئے لیکن قدسیہ محل کسی دوسرے شخص کی ملاقات پر رضامند ہوئی
ناچار پہلے شوہر کو جو طلاق دیکر لکھنؤ سے بخوف گرفتاری کانپور کی طرف بھاگ گیا تھا
روپے کا طمع دیکر ہزار فریب سے طلب کیا وہ ناکہ تہہ تک آیا تو میاں سے صندوق مقفل
مین اور آلات تحائف کانپور کے ساتھ محلسرائے مین پہونچا اور کئی مہینے تک پردے مین ایا
کام کیا خدا کے حکم سے قدسیہ محل حاملہ ہوئی لیکن یاں گناہ یا ازحیرت سے میں گذا یعنی وہ حمل
فرزند ہشت ماہہ کا ساقط ہوا اور یہ خبر تمام محل مین پھیل گئی کہ پیاری نام محلدارنی نے
ملکہ زمانی کے کہنے سے سحر وجادو کے زور سے یہ حمل ساقط کیا بادشاہ کو بہت غم واندوہ ہوا

اور اُس محلدارنی کا شمشیر غضب سے کام تمام کر دیا جب یہ ناوک تدبیر نشانے سے خالی گیا
پھر آتو نے دوسری مرتبہ بھجو بیگ کو کانپور سے بلا کر اس خیال سے کہ پردۂ راز فاش نہو رنگ
ترغیب جمایا جس سے بادشاہ نے کوٹھی دلکشا مین قیام اختیار کیا یہان آتش حسرت فرزند
سینے مین مشتعل تھی اور کلام جگر سوز یاس و ملال کے زبان پر جاری تھے ایکدن ایک خواص
خاص نے بادشاہ سے اپنی حفظ جان اور حرمت کی سوگند لیکر پچھلی ساری کیفیت گوش گزار
کی اور کہا کہ نورن دائی اس معاملے سے بخوبی واقف ہے یہ بات سُنتے ہی بادشاہ کو بہت
غُصّہ آیا اور قدسیہ محل کی طرف سے بالکل توجہ پھیر لی اور نورن کی طلبی کے لیے حکم دیا
فتنہ پردازون نے جب یہ دیکھا کہ اب راز فاش ہوتا ہے اُس دائی کو پوشیدہ لکھنؤ سے کانپور
کی طرف بھگا دیا اور وہ ہاتھ نہ آئی - دریاے غم کی موج بادشاہ کے سر سے گذر گئی اور بادشاہ کو
بے انتہا پریشانی اور اندوہ پیدا ہوا ایکدن قدسیہ محل نے بادشاہ کی خلوت گاہ مین آنیکا
ارادہ کیا ارشاد ہوا کہ اب مجھکو تجھ سے کوئی کام نہین اور نہ تجھکو مجھسے کوئی سروکار باقی ہے
قدسیہ محل نے عرض کیا کہ جناب کی طبیعت میری طرف سے پھر گئی دشمنونکے کہنے سے
فساد پر آمادہ ہین حیلہ ڈھونڈھکر میری خرابی کے درپے ہین حضور خوب غور فرمالین کہ مین عمدہ بیگم
کی طرح نہین ہون کہ اول اُسکو اپنی خدمت مین سرفراز کیا بعدہ ایک رکیک جرم پر
بے حُرمت کیا سر کے بال منڈوا کر بھنگی کے حوالے کر دیا مین نے حضور سے ہمیشہ یہ بات
عرض کی ہے کہ خدانخواستہ جسدن بندگان حضور کی نگاہ میری طرف سے پھری اُسی روز
زندہ نہ رہونگی نقد حیات نذر محبت کرونگی - یہ سُنکر بادشاہ نے بے تکلف جواب دیا کہ مین نے
کسی کو یہان جان نثار راہ محبت مین نہین دیکھا جو اپنے آپکو ہلاک کرے قدسیہ محل کے
سر پر قضا کھیلتی تھی زہر منگوا کر نوروزی خانم کو جو جلیس تھی تفویض کیا اور اُسیدن غسل آخری

کرکے پوشاک بدلکر جان دینے پر آمادہ ہوئی پچاس ہزار روپیے اور کئی ہزار اشرفیاں توشے خانے میں موجود تھیں اپنے بیٹے کو جو شوہر اول سے تھا بلاکر چار ہزار روپیے دیکر کمال محبت کے ساتھ سینے سے لگایا اور پیار کرکے روئی اور کچھ زر نقد اپنے نوکر دکو دیا اور یاس و حسرت کی باتیں کین خواصوں نے بہت فہمائش کی لیکن اجل دامنگیر تھی وہ پیسا ہوا ہیرا لوٹے ہاتھ سے لیکر کھالیا ۱۵ ربیع الثانی ۱۲۵۳ ہجری مطابق ۲۱۔ اگست ۱۸۳۷ء کو یہ واقعہ ظہور مین آیا جب یہ حالت معاملہ محل مین گذرا اور استفراغ شروع ہوا بادشاہ کو کیفیت اسکی کھلی مرزا علی وغیرہ طبیبون اور روشن الدولہ کو طلب فرمایا لیکن قدسیہ محل نے جو جان پر کھیل چکی تھی معالجہ قبول نکیا غرض اس کش مکش مین اُسکا کام تمام ہو گیا اور لاش کمال جلوس کے ساتھ کربلاے تو تعمیر واقع مکارم نگر مین دفن ہوئی بادشاہ نے اس غم میں لباس ماتمی سیاہ رنگ کا پہنا اور لذت دنیا سے کنارہ کیا ایک مدت تک آنکھ شیشہ و ساغر سے نہ ملائی بلکہ فرط رنج والم میں یہ کلمات زبان سے سرزد ہوتے تھے کہ مجھکو کسی کی صورت اچھی نہیں معلوم ہوتی غرض زندگی بھر اس غم کے ہاتھوں سے نجات پائی۔

تاریخ وفات قدسیہ محل

حضرت قدسیہ بانو بیگم عالی صفات حیف از دار فنا سوئے جنان ناگاہ رفت
تیرہ و تار از زمین تا چرخ شد در ماتمش گوئیا از زیر زمین از اوج گردون ماہ رفت
سال تاریخ وفاتش زد رقم کلک قبول حیف بلقیسے ز پہلوے سلیمان جاہ رفت

از مؤلف محتشم خانی

کیا گردش فلک نے صدمہ دیا ہے اعظم عالم نے جسکے غم میں پہنا لباس ماتم

دار فنا سے اُسنے صد حیف کی ہے رحلت | دست سخا سے جسکے تھا کامیاب عالم
بیتاب و بیقراری با گریہ آہ و زاری | ہر اک مین مین نے پایا اُسدن بچشم پُرنم
پندرھوین پنجشنبہ ماہ ربیع ثانی | سنہ یکہزار و دو صد پنجاہ تھے مسلم
سال وفات اُسپر پوچھا تو بولا ہاتف | کہہ خلد کو سدھاری قدسیہ بانو بیگم

کنگال محل

قدسیہ محل کے انتقال کی وجہ سے بادشاہ کے دل کو ہجوم غم والم نے وہ پریشان کیا کہ کسی طرح اُنکو عورات عیش محل کی طرف رغبت نہ تھی اور رزیڈنٹ کے کلام نصیحت آمیز بھی کارگر نہوتے تھے اور یہانتک وحشت بڑھی کہ اکثر اوقات جنگل مین سیر و شکار کے بہانے بسر کرتے تھے اور کبھی فرح بخش وغیرہ سلطانی مکانون مین رہتے تھے اسطرح غم غلط ہوتا تھا کہ قدسیہ محل کی یاد مین کتاب وحشت کا سبق پڑھتے تھے اور کبھی بی بی پور اور کوٹھی دلکشا مین وہ خفقان جو گریبان گیر تھا لیے پھرتا تھا عجب قلق اور بے لطفی مین صبح سے شام ہوتی تھی سلطنت کے کامونکی طرف ذرا میلان نہ تھا روشن الدولہ وغیرہ درپے فکر و انتشار مین ڈوبے ہوئے تھے اور یہ منصوبے باندھتے تھے کہ بادشاہ کو کسی گلبدن سرو قامت کے ساتھ منعقد کرین تاکہ یہ کاوشین اُنکے دل سے دور ہون اس سے پہلے قدسیہ محل کی بہن کو جو صاحب شوہر تھی تجویز کیا جب یہ کلام زبان پر آیا اس نے کنارہ کیا اور بادشاہ کی طبیعت بھی اُسکی طرف رجوع نہوئی اسلیئے اُسکی شرطین نامنظور کین روشن الدولہ نے اب دوسری تجویز کی کہ قدسیہ محل کے چہلم کے بعد حضرت کا نکاح کسی ناکتخدا لڑکی سے کرانے کی تدبیر کی تاکہ غم غلط ہو جائے لیکن یہ کام دوسرے کے ہاتھ سے کرانے مین اپنی گرم بازاری مین نقصان سمجھکر خود اس کام کو اپنے ہاتھ مین

لیا جاتا ایکدن بادشاہ کو دعوت کے بہانے سے اپنے مکان پر بلایا اور زنانہ محل میں کہ عورات کا ہجوم تھا مدد گرانے کے لیے اپنے اہل وعیال کو پیش کیا دختر مرزا باقر علی خان بن حسین علی خان متعلق حکمدار رہیلکھنڈ کہ بظاہر سُرخ و سفید تھی اُسکی جلد بدن باریک تھی آنکھیں بڑی بڑی تھیں مع سٹے بیٹے تھے اور چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن نظر آتی تھی بادشاہ کو دکھائی ایک نگاہ میں بادشاہ کی طبیعت اُسکی طرف مائل ہوگئی اور مواصلت کے خواہاں ہوئے نائب نے عرض کیا کہ یہ لڑکی قوم سے اشراف اور خاندان سے عزت دار ہے بازاری عورت نہیں کہ حضور کا حکم صادر ہوتے ہی جیسے ہوسکے اپنے آپکو حاضر کرے اگر طبیعت مبارک اسکی طرف رجوع ہے تو اُسکے باپ کو شرفا کے طور پر راضی کرنا چاہیے اور سلاطین ماضیہ جسطرح اپنے جان نثاروں سے ساتھ پیش آتے تھے اُسیطرح عقد شرعی کرکے خدمت مبارک میں سرفرازی بخشی جائے یہ صورت اُسکے والدین کی عزت کا موجب ہوگی اور بیاہ میں تکرار اور عذر کی جگہ نرہے گی روشن الدولہ کی عرض بادشاہ نے قبول فرمائی اور شادی کے سرانجام کے واسطے ارشاد کیا روشن الدولہ نے مرزا باقر سے اسطرح تذکرہ کیا کہ عورات مشاطہ نے آپکی بیٹی کا ذکر حضرت تک پہونچایا ہے حضرت اُس سے کتخدائی کے خواہان ہین اگر منظور ہو تو کار خیر ہے اسمیں کوئی مضائقہ نہین مرزا باقر نے جواب دیا کہ میں ایک غریب خانہ زاد بادشاہ کا ہوں بھلا یہ امر کیسے صورت پذیر ہوگا اول یہ کہ لوگ کہین گے کہ فلاں شخص نے لالچ میں اگر یہ کام اختیار کیا ہے (۲) حضرت کے صدہا محل ہیں تیں روز رخصت کرکے خواص پورہ میں داخل کر دینگے تمام عمر میں مصیبت ہوتا رہوںگا اور بیٹی کہا کریگی کہ باپ نے جان بوجھ کر مجھے ڈبویا (۳) اگر بادشاہ کے حکم کے مطابق یہ کام اختیار بھی کروں تو فرمایئے کہ شادی کا جو دستور ہے حضور کے مقابلے میں وہ مجھ سے کیا ادا ہوسکے گا میں فقیر ہوں وہ بادشاہ ہیں بالغرض تمام اثاث البیت

فروخت کر کے انتظام بھی کر لیا تو یہی حکم ہوگا کہ کوئی وکیل نکاح کے لیے چلا جائے اس صورت مین
تمام عمر یہی بدنامی رہے گی کہ فلان نے اپنی بیٹی بطریقِ سُرّیت پر دیدی اور پھر کبھی میری
بیٹی کی عزت و منزلت نہوگی۔ روشن الدولہ نے جواب دیا کہ زمانۂ سلف سے آج تک
امرا نے سلاطین کے ساتھ جو رشتہ داریان کی ہین اگر سب کو بدنامی اور طمع کا خیال پیدا ہوتا
تو یہ کام ہی منقطع ہوجاتا دنیا مین کوئی اسکو جانتا بھی نہین حالانکہ اس کام کا قدیم سے سلسلہ
تمام اقالیم مین جاری ہے اگر یہ احتمال ہے کہ تمھاری بیٹی کی دو دن گرم بازاری ہوکر رہ جائیگی
تو یہ بھی احتمال ہے کہ تمھاری بیٹی کے ساتھ جو محبت ہوگی وہ کسی دوسری عورت کے ساتھ نہوگی
اور یہ جو تم نے کہا کہ مین غریب ہون اور طریقۂ سُرّیت عمل مین آئے گا جواب اسکا یہ ہے کہ یہ کام
تم سے تعلق نرکھے گا اس لیے کہ مین نے اسکو اپنی بیٹی بنایا ہے اُسکا بیاہ بڑی عزت و نمود کے
ساتھ عمل مین آئے گا غرض کہ ایسے کلمات سے مرزا باقر کو راضی کر کے بادشاہ کے حضور مین
عرض کیا کہ لڑکی کے باپ راضی تو ہوگئے لیکن ایک حجت رکھتے ہین کہ حضرت سر پر سہرا باندھ کر
اور امیرون اور عزیزون کو ہمراہ لیکر اُنکے مکان پر تشریف لیجائین خانہ زاد کو اس بات سے
وقت معلوم ہوئی اور ایسی حجت پکڑی کہ وہ لاجواب ہوگئے ہین نے اُنسے کہا کہ کیا مضائقہ حضرت
بہ نفس نفیس تشریف لاوینگے لیکن اُنکی شان شاہانہ کے مطابق جہیز بھی چاہئے مرزا سمجھے کہ جہیز مین
دس بارہ لاکھ روپے سے کم صرف مین نہ آئین گے مجبور ہوکر ساکت ہوگئے باقی سوالات اُنکے
مین نے قبول کر لیے اور جہیز کا بار اپنے اوپر لے لیا اب التماس یہ ہے کہ اُس لڑکی کو اپنے مکان پر
لائیون بٹھاؤنگا اور تمام مراسم شادی کے ادا کرونگا حضرت کوئی تاریخ سعید قرار دیکر سہرا سر پر
باندھکر رزیڈنٹ اور تمام امرا اور رشتہ دارونکو ساتھ لیکر نوبت و نقارے کے ساتھ تشریف لیجائین
اور اس امر مین کوئی مضائقہ نہین کیونکہ وہ بھی حضور کا مکان ہے بادشاہ نے قبول فرمایا اور

چند روز کے بعد اسی طرح روشن الدولہ کے مکان پر عقد شرعی بندھا اور جسقدر رسومات دولھا کے لیے ہندوستان میں مقرر ہیں وہ بادشاہ نے محل میں جاکر بلا تکرار ادا کیے اور دلھن کو سکھپال میں بٹھاکر جہیز ساتھ لیکر شاداں و فرحاں محل خاص میں واپس آئے روشن الدولہ کے بیان کے بموجب چودہ لاکھ روپے کا جہیز تھا محتشم خانی کے مؤلف نے اس تقریب کی تاریخ اسطرح موزون کی ہے ؎

عجائب لطف مہر با چودھویں شب کا چراغاں ہے — منور تھی زمیں جوں روز روشن ماہ تاباں سے
فلک نقارہ تھا اکلستان خورشید و مہ جھانجھیں — ملائک شادیانہ دیتے تھے گردوں گردان سے
جہاں سے اٹھ گیا تھا نام رنج و غم کا یک باری — ادھر میں دیکھتا تھا سب نظر آتے تھے خنداں سے
ہوا میری خرد کو فکر تاریخ اس عروسی کا — نظر جب آئی یہ محفل نہایت لطف احساں سے
کہا یوں دیکھ کر ہاتف نے عظیم شان شادی کا — شرف بلقیس کو حاصل ہوا اب سلیماں سے

ولہ

شاہا یہ جوڑ پہنے ہوئے دیکھا شاہ کو — تاریخ کی ہوئی فکر اس خیر خواہ کو
ہاتف سے کی رجوع پئے سال تہنیت — بولا کہ مشتری سے ہوا ۱۲۵ وصل ماہ کو

چوتھی اور چالے کی رسم ادا ہونے کے بعد بادشاہ نے حکم دیا کہ تمام ہماری بیگمات اس دلھن کو آدرین دیں پہلے جو ہماری شادی مرزا سلیمان شکوہ کی بیٹی کے ساتھ ہوئی تھی وہ والدین کی مرضی سے ہوئی تھی اور یہ شادی خود ہم نے اپنی پسند سے کی ہے دلھن کا خطاب نواب ممتاز الدہر شاہ جہاں بیگم مقرر ہوا اور اس تقریب کی بدولت باقر علی خاں کے بازار نے رونق پائی اور اس ڈیوڑھی کے کارخانے پر حاوی ہوئے اور باقر علی خاں کے بیٹے نے جو روشن الدولہ کا داماد تھا اور اس تازہ محل کا بھائی تھا سراج الدولہ خطاب پایا

اور علاقہ محمدی کی چکلہ داری ہاتھ آئی اور بیش قرار تنخواہین دونون باپ بیٹونکی سرکار شاہی سے مقرر ہوئین ابتدا مین رتبہ اس محل کا اسقدر ترقی پر تھا کہ کوٹھی فرح بخش سے آصف الدولہ کے محل تک آٹھ گھوڑونکی سیج گاڑی پر بادشاہ کے ہم پہلو سوار ہوتی۔

ایکدن آدھی رات کے بعد بادشاہ محل مین آکر سونے کے ارادے سے پلنگ پر بیٹھ گئے اور اُس نوعروس کا انتظار کرنے لگے اور وہ بوجہ لحاظ ادب کے طلب فرمانے کی متوقع تھی کہ یکایک برہم ہوکر دھنیا مہری سے کہا کہ مین بہت عرصے سے تنہا بیٹھا ہوا انتظار کر رہا ہون اور یہ اپنی جگہ سے نہین ہلتی دھنیا نے عرض کیا کہ نوعروس ہین اسلیئے شرماتی ہین رفتہ رفتہ کم حجاب ہوکر جو کچھ حضور کی مرضی ہوگی اُسکے مطابق عمل کرینگی اس بات سے اور زیادہ بگڑے اور کہا کہ ہم کو مدت سے معلوم ہے کہ تجھکو نواب سے سازش ہے اس لیے باتین بناتی ہے یہ کہکر پلنگ سے اُٹھے دھنیا سمجھی کہ بیگم صاحبہ کو اسوقت مارینگے اور اُنکی عزت خراب کرینگے اس لیے دوڑ کر اُسنے حضرت کی کمر پکڑ لی اور بیگم کو تکلیف دینے کے لیے نہ چھوڑا جب بادشاہ نے خوب زور کیا تو خود دھنیا زمین پر گر پڑی بادشاہ نے دھنیا کے سینے پر چڑھکر اسقدر مارا کہ بدن مین کئی جگہ ورم آگیا دھنیا چلائی کہ اے بیگم صاحبہ شرم وحیا کو دور کرکے آیئے اور مجھے بچایئے غرض کہ بیگم اُٹھین اور بادشاہ کا ہاتھ پکڑ کر پلنگ پر لے گئین اور دھنیا نے رہائی پائی۔ بادشاہ کی طبیعت کو مدت سے یہ عادت تھی کہ جسقدر عورت بے حجاب اور چالاک ہوتی وہ اُسے پسند کرتے تھے اور یہ بات ایسی عورتون مین پیدا ہوجاتی ہے جو عیاش ہون ہر قسم کے آدمیونکی آنکھین دیکھی ہون شوقین مردونکی صحبت خوب پائی ہو اور جو عورتین مکانون مین نہایت شرم وحجاب کے ساتھ پلتی بڑھتی ہین اپنے مردان محرم کے سوا غیر پر نظر ڈالنے کا موقع نہین پاتین اُنہین بیحجابی کہان سے ہو لیکن بادشاہ ایسی عورت کو ناپسند کرتے تھے رشک حور بھی ہوتی تو اُنکے

دل کو یہ بھاتی غرض کہ شرم و حیا کے جوہر کی وجہ سے بادشاہ کے دلکو روز بروز اس نو عروس سے نفرت پیدا ہونے لگی - اُسکی ماں گمانی خانم مرزا مہدی علی خاں کی بیٹی محل میں اپنی بیٹی کے ساتھ رہتی تھی اسکے مزاج سے بیکاری کے ایام کی خست نہیں نکلی تھی اسوجہ سے کفایت شعاری کی فکر میں ہمہ تن مصروف تھی اور خرخشیوں پر نظر تھی چنانچہ دو ہزار روپیہ نوعروسی کے دن تقسیم انعام کیلیے مرحمت ہوا تھا وہ صرف نکیا اور باوی چپانے سے جو روٹیاں آتی تھیں بچی ہوئی روٹیوں کو دھوپ میں سکھواکر جمع رکھتی تھی ایکدن بادشاہ نے شیرینی کی فرمائش کی گمانی خانم نے بازار سے دو روپئے کی مٹھائی منگادی جو بادشاہ نے چکھی بھی نہیں یہ خرخشیاں بادشاہ کے ترشی مزاج کا باعث ہوئیں آخر آشفتہ ہو کر کچھ دنوں کے بعد اُدھر سے رغبت پھر گئی - ایکدن خلوت میں بادشاہ پلنگ پر عرض میں لیٹ گئے پائنتی کی طرف وہ نوعروس بیٹھی تھی شوہر و مرد کے ایک جا ہونے کی وجہ سے مکان غیر سے خالی تھا ناگہاں بادشاہ نے غل مچایا کہ مارے ڈالتی ہے خواصوں نے دوڑکر حال دریافت کیا فرمایا کہ یہ عورت میرا گلا گھونٹتی تھی اسکو مارو اور بھاکر خواص پورہ میں ڈالدو کہاریوں نے اُس بیگم کو خلوت سے کشاں کشاں نکالکر سیکڑوں رسوائی و ذلت کے ساتھ قید ظلمت میں ڈالدیا پھر صحبت بادشاہ کی اُس ہجران نصیب کو حاصل نہوئی اور کنگال محل نام قرار پایا -

عباسی محل

سید مظفر حسین خاں کچھ دنوں مختارالدولہ کی نیابت میں ممتاز رہے ملکے فرزند شمس الدین خاں نے ایک کسبی گھر میں ڈال لی تھی اسکے بطن سے کئی لڑکیاں پیدا ہوئیں انمیں سے ایک نہایت حسین تھی وہ بادشاہ کی خدمت میں مشرف ہو کر منظور نظر ہوئی زیادہ خوشی کہ ما اسکی قسمت میں نہ تھا عروج الیسا

اور دق مین مبتلا ہو کر مر گئی عباسی محل خطاب تھا۔

عورات عیش محل جنکی تعداد سیکڑون تک پہونچ گئی تھی اور اسامیون کے لفظ کے ساتھ مشہور و معروف تھین

بادشاہ نے ایک عیش محل مقرر کیا تھا جسمین سیکڑون عورتین جمع ہو گئی تھین اُنمین سے ایک بھنگن بھی تھی جسکا خطاب صاحبہ محل تھا ایک کلاونت کی دو بیٹیان تھین انمین سے ایک کا خطاب مہتاب محل دوسری کا آفتاب محل تھا رذیل قوم کی اور بہت سی عورتین اس محل مین داخل اور صاحب خطاب تھین جب یہ بات شہر اور علاقے مین شائع ہوئی کہ بادشاہ کا مزاج نسوان پسند ہے کسی پہ پسند نہین تو جس دشمن آبرو کی بہن یا بیٹی خوبصورت ہوتی وہ اپنی ترقی کی آرزو مین خوشی خوشی لاکر حاضر کرنا فخر سمجھتا اور اکثر نیک چلن اور بدچلن عورتین دولت و حشمت کی تمنا مین ہزار جان و دل سے مشتاق تھین کہ بادشاہ کے محل تک کسیطرح رسائی ہو اور بہت عورتون نے بادشاہ کے محل مین نوکر ہونے کی آرزو پر شوہرون کو جواب دیا بادشاہی خواجہ سرا اور کہاریان ہوا کے گھوڑون پر سوار کوچہ بکوچہ پھرتی تھین اور خوبصورت عورتونکو زر و زیور کی طمع دیکر عیش محل مین پہونچاتی تھین اگر انکا کوئی وارث انکار کرتا تو گوشمالی کی نوبت آتی تھی چھوٹی قوم والونکا تو یہ حال تھا اور ارباب آبرو کی عزت پر آبنی تھی اور الامان کا لفظ زبانون پر جاری تھا بہتون نے جلاے وطن اختیار کیا شہر پر لات ماری اور یہ قاعدہ جاری تھا کہ جو عورت عیش محل مین داخل ہونے کی اُمید پر در دولت تک پہونچتی تو وہ چند روز پہرہ والون اور دربانون کے زمرے مین قیام پذیر رہکر راجہ درشن سنگھ کے حکم کی منتظر رہتی تھی پہلے راجہ کا نائب اُسکے دیدار سے دل خوش کرتا پھر اپنے کسی معتمد کو سونپتا

اسیطرح زینہ بزینہ درجات طے کرتی ہوئی محل تک رسائی کی صورت ظہور میں آتی تھی اور اکثر کم قسمت بے نیل مرام معہ بدنام ہوکر جاتی تھیں اور بعض بد وضع خراب حال دربانوں سے الجھ کر رہجاتی تھیں بہت کم عورتیں خلوت خانۂ شاہی تک پہونچکر آرزوے دلی سے کامیاب ہوتی تھیں اسپر بھی سیکڑوں عورتیں عیش محل میں داخل ہوئیں انمیں سے اکثر عورتیں نہایت طرحدار تھیں جنکے دیکھنے سے زن مرید دنگی بھوک پیاس رد ہوتی بادشاہ کی اس زن پرستی نے وہ حشر برپا کیا کہ العظمۃ للہ اور اس بدنامی نے یہانتک طول کھینچا کہ یہ خبریں رزیڈنٹ تک پہونچیں اور ادھر سے تاکید و ممانعت شروع ہوئی۔

بادشاہ کا اپنی بیاہتا بی بی مریم بیگم المخاطب بہ سلطان بہو کی زندگی میں اُسکی حقیقی بہن کے حسن و جمال پر جو شوہر دار تھی فریفتہ ہوکر اُس سے نکاح چاہنا اُس عفیفہ کے باپ مرزا سلیمان شکوہ کا اس امر کو نامنظور کرنا اس لیے انکا لکھنؤ سے خارج ہوجانا

شاہزادہ سلیمان شکوہ جو شاہ عالم ثانی کے بیٹے اور محمد اکبر ثانی کے بھائی تھے انکی ایک بیٹی مریم بیگم نام نصیر الدین حیدر سے منسوب تھی اور ابھی اس سے صورت مواصلت ظہور میں نہ آئی تھی کہ اُسکی بہن ملکہ بیگم وارد لکھنؤ ہوئی۔ یہ بیگم مرزا سلیم بخت سے بیاہی تھی مگر بوجہ تخالف مذہب شیعہ و سنی کے زن و شوہر میں ناموافقت پیدا ہوکر علٰحدگی ہوگئی تھی کیونکہ سلیمان شکوہ نے لکھنؤ کی بود و باش کی وجہ سے طریقۂ اثنا عشری اختیار کیا تھا اور اسمیں بہت غلو تھا اور انکے تمام بیٹے اور بیٹیاں اسی رنگ میں ڈوبے ہوئے تھے اور مرزا سلیم بخت میر محمدی خلیفہ مولوی

فخر الدین چشتی سے بیعت رکھتے تھے ہرچند اُنھون نے اپنا رنگ جمایا کہ اُس بہار بوستان عصمت کو اپنے رنگ پر لائین مگر اس کوشش مین کامیاب نہوئے آخر کار زن وشوہر مین نفاق ہوا یہانتک کہ مرزا سلیم بخت نے ملکہ بیگم کو اپنے پاس سے علٰحدہ کرکے جانب لکھنؤ رخصت کیا شہرۂ حسنُ وجمال اس بیگم کا عالمگیر تھا - ملکہ بیگم ایکدن اپنے باپ کے گھر سے نصیر الدین حیدر کی دولت سرا کو اپنی بہن کی ملاقات کے لیے گئی - خداداد حُسن اُس کا بادشاہ کے منظور نظر ہوا اور خواستگار عقد ہوئے - چونکہ یہ امر مرزا سلیمان شکوہ کے خلاف شان تھا انکار کیا اور رزیڈنٹ کے ذریعہ سے یہ بات چاہی کہ ملکہ بیگم بادشاہی محلسرا سے چلی آئے مگر یہ عقدہ حل نہوا رزیڈنٹ نے کہا کہ مجھکو بادشاہ کی محلسرا تک دسترس نہین آپ سے جو ممکن ہو تدبیر کیجئے - سلیمان شکوہ نے کرنیل کارنر کو جو اُنکا سمدھی تھا کاسگنج سے عجلت کے ساتھ بلایا اور اس معاملے مین مدد چاہی اُسنے لکھنؤ مین بادشاہ سے ملاقات کرکے محلسرا سے ملکہ بیگم کا رخصت ہونا چاہا جہان پناہ نے دیکھا کہ اب اسکا استغاثہ کلکتے مین گورنر جنرل کی کونسل تک پہونچے گا مجبور ہوکر اجازت دی کرنیل ڈیوڑھی پر جاکر ملکہ بیگم کو برضا خواہ بے رضا سوار کرا لایا اب آتش قہر سلطانی مشتعل ہوئی اور سلیمان شکوہ کے شہر سے نکل جانے کا حکم صادر ہوا یہ ہزارون روپون کے قرضدار تھے قدم نکالنا شہر سے سخت دشوار تھا اور قرضخواہون کو بادشاہ نے حکم دیدیا کہ زر قرضہ اپنا جسطرح چاہو لیلو اور شاہزادے کو حکم تھا کہ رعایاے لکھنؤ کا زر قرض جس صورت سے ہوسکے ادا کرو اور وہ سات ہزار روپیہ مہینہ جو معتمد الدولہ کی بدولت مقرر ہوا تھا موقوف ہوا ناچار کرنیل کارنر نے اپنی پاسداری سخن کے لحاظ سے چالیس ہزار روپے نقد اپنے پاس سے دیکر زر قرضہ ادا کیا اور تمسک اپنے نام کا لکھا لیا فقط ساہ بہاری لال کا روپیہ جو زائد رقم تھی باقی رہا اور مرزا سلیمان شکوہ اہل وعیال اور اسباب ومال اُٹھاکر کاسگنج کو

چلے گئے اور ۲۹- ذیقعدہ سنہ ۱۲۶۳ ہجری مطابق ۴ ۲- فروری سنہ ۱۸۴۸ء کو آگرے
میں انتقال کیا۔

فضل حسین خان کی زوجہ کا بادشاہ کے محل مین جانے کی خواہش کرنا اور شوہر کی بڑی کوشش سے میر منشی رزیڈنٹی کی مداخلت سے اس بلا کا اُسکے سر سے ٹلنا

جب شمس الدولہ نے بنارس مین قضا کی اُنکی زوجہ حضرت سلیم بنت مرزا انکا شوہر کے مال و اسباب پر قابض ہوئی جب شمس الدولہ کی اولاد نمر تمیز کو پہونچی بڑے بیٹے اقبال الدولہ لائق اور صاحب علم تھے وزارت لکھنؤ کی تمنا مین اُنکے مقدمے نکلتے اور لندن تک پہونچے اور دوسرے بیٹے نے جسکا مزاج لاأبالی تھا تھوڑے دنوں مین بہت سا روپیہ خرچ کیا آخر کار دونوں بھائیوں مین آتش نزاع بھڑکی بنارس سے لکھنؤ مین آئے۔ فضل حسین نامی ایک نہایت دانشمند آدمی بنارس کا رہنے والا انکا رفیق تھا مگر یہ شخص نا تمیز تھا اسکی زوجہ نے کسی تقریب سے محل بادشاہی مین جانا چاہا اور رسم پیام جاری کی۔ نصیر الدین حیدر جو ہزار دل سے اسطرح کے پیام و سلام کے مشتاق تھے اسکے طلبگار ہوئے فضل حسین نے التفات حسین خان میر منشی رزیڈنٹی کی قوت سے بہزار خرابی اس رسوائی کو روکا۔

بادشاہ کا اولاد ہونے کے لیئے فقراے اسلام و ہنود سے دعائین لینا

بادشاہ کو یہ آرزو ہوئی کہ وارث تاج و تخت کسی عورت سے پیدا ہو جائے کیونکہ وہ

مُنّا جان کی نسبت اپنے نطفے سے ہونے کا انکار کر چکے تھے۔ فقرائے عزتاض اور سادات
نام سے دعا کے خواستگار ہوئے چنانچہ عیش باغ مین خاص اس کام کے لیے فقرائے اہل اسلام
کے لیے مُصلّے اور خاکساران ہنود کی دھوتیان جمی ہوئی تھین اُس باغ مین ان لوگون کی
برکت سے راتدن فیض کا چشمہ آب روان کی صورت جاری تھا نعمت دنیا کی اور غذائین
خوشگوار موہن بھوگ اور شیرمال مزہ دار فریقین کے لیے مہیا تھے کسی نے طلسمی نگ سحر و افسونکا
جمایا اور کسی نے محراب فلک کی طرف دعا کا ہاتھ اُٹھایا کہ آب نیسان بادشاہی کسی صدف
مین پڑکر گوہر شاہوار کی صورت دکھائے۔

بادشاہ کی انّا کے بیٹے آغا مرزا کی سرکشیان

بادشاہ کی انّا کی ثروت اسدرجہ کو پہونچی تھی کہ اُسکے داماد میر نوروز علی نے جناب عباس
کی درگاہ کے قریب محلہ رستم نگر مین ایک عالیشان عمارت بنائی اور امام باڑے کو لاکھون
روپونکے شیشہ و آلات وغیرہ سے سجایا۔ اس انّا کے بیٹے آغا مرزا کی سرکشی حکومت کے
ساتھ اس زور پر تھی کہ حکیم مہدی علی خان کا رنگ پھیکا تھا اسکی بے اعتدالی اور ستم شعاری
نے خلق اللہ کو ایسا بےچین کیا کہ رزیڈنٹ تک استغاثہ ہوا اور اُس نے بادشاہ تک پہونچایا
پھر بھی آغا مرزا اپنی ناشائستہ حرکات سے باز نہ آیا اس کے معاملات مین کوتوال کی دال
نہین گلتی تھی اور عدالت کا عملہ اس کی شرارت سے عاجز تھا پندرہ بیس لاکھ روپے کا
می تھا نوروز علی نے جب قضا کی تو کربلائے تال کٹورہ مین ضریح کے قریب اُس کا مدفن
ہوکر تکرار کی نوبت آئی وارثان خدا بخش نے رزیڈنٹی مین استغاثہ کیا مگر کچھ نہ چلی

بادشاہ کے مزاج مین آتو جی کی مداخلت

چمن طوائف جو خواجہ جھاؤلال کے گھر مین پڑگئی تھی اُسکی خواصوں مین سے ایک خواص آتو جی کہلاتی تھی اور پانڈے صاحب لالے سے جو لالے مالکرام عرف ٹےصاحب کا بڑا بھائی تھا آتوجی کی آشنائی تھی اُس سے آتوجی کے دو بچے بھی پیدا ہوئے تھے جب جھاؤلال کا کارخانہ بگڑا اور چمن کا رنگ عشرت زمانے نے خراب کیا تو آتوجی نے اشرف آباد کے ایک کایستھ کے ساتھ جو جھاؤلال کے رشتہ داروں میں سے تھا تعلق پیدا کرلیا اور ایک بچہ اس سے پیدا ہوا معتمد الدولہ آغا میر کی وزارت کے دنون میں روشن الدولہ سے میسواڑے کا علاقہ متعلق تھا تو یہ اُنکے گھر تلاش معاش کے لیے آنے جانے لگی- یہ عورت جوانی میں نہایت خوبصورت تھی باتیں ایسی شایستہ تھین کہ ہرایک آدمی کو اپنے کلام سے شیفتہ و فریفتہ کرلیتی تھی بادشاہ شب کو قدسیہ بیگم کے محل مین رہتے عادت اُنکی رات بھر جگنے کی تھی اور بے شغل کے رات کا گذرنا مشکل تھا اُنھوں نے یہ چاہا کہ چند معمر اور جہاندیدہ گرم و سرد زمانہ چشیدہ عورتیں یہاں رکھ لی جائیں جو رات کو اچھی اچھی حکایتیں اور دلچسپ قصے بیان کرکے دل بہلائیں حکیم مہدی علی خاں نائب سے یہ بات کہی اُسوقت روشن الدولہ حاضر تھے اُنھوں نے کہا کہ اگر مجھکو اجازت ہو تو ایک ایسی عورت کہ جسکا مثل اس شہر مین نہیں موجود کردوں اور آتو کو بخوبی تعلیم کرکے مہدی علی خاں نائب کے مکان میں بھجوادیا وہ آتو کی باتوں سے ایسے راضی ہوئے کہ اسی طرف سے خفیہ نویس بناکر اُسیدن قدسیہ بیگم کے محل میں بھجوادیا اور یہ سمجھا کہ یہی آفت زمانہ میری وزارت کے زوال کا باعث ہوگی غرضکہ چند روز میں علامہ روزگار آتو نے بادشاہ اور قدسیہ بیگم کے مزاج میں

وہ دخل پیدا کیا کہ جبتک وہ نہوتی بادشاہ نہ کھانا کھاتے نہ پانی پیتے سونا اور جاگنا
اُس پر موقوف تھا جب محل مین داخل ہوتے تو اول اُسے پوچھتے کہ کہان ہے پھر دوسرے
سے بات کرتے بادشاہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اگر آتو ایک لحظہ کو میرے پاس سے جُدا ہوتی
ہے تو تمام کام میرے گنجفے کے مانند ابتر ہو جاتے ہین آتو جی نے رفتہ رفتہ مشورے مین شریک
ہوکر فکر وتدبیر کا وہ رنگ جمایا کہ مہدی علی خان کی وزارت اُسی کی کوشش سے گئی
اور روشن الدولہ کی وزارت اور سبحان علی خان کی نیابت اُسکے ذریعہ سے رونق پذیر تھی
اس عورت کی تدبیر پر امور کلی وجزئی مین بڑا اعتماد تھا اور حقیقت مین اُسکی دور اندیشی اور
دانائی مین شک نہین۔ آتو جی کے بیٹے کا نام قادر علی خان تھا جسنے عمدہ عمارات اور ایک
عالیشان مسجد گولہ گنج مین بنوائی قدسیہ بیگم کی طرف سے پانچہزار روپیہ روز یہ شخص مومنونکو
تقسیم کرتا تھا اکثر حاجتمند اسکے دست نگر تھے اور یہ بھی تواضع اور محبت کے ساتھ ہر ایک سے
پیش آتا تھا دس بیس لاکھ روپیونکا آدمی مشہور تھا تمام امور شاہی کا حل وعقد اس سے متعلق تھا
جس وقت راجہ لال جی انگریزی نوکری چھوڑ کر لکھنؤ مین آیا تو اُس نے بخشی گری کے لیے
درخواست کی اور یہ بات لوگون کے سامنے بیان کی کہ اگر یہ صورت ظہور مین نہ آئی تو روشن الدولہ
کا منصب وزارت پر رہنا سخت دشوار ہے ایسا کلام اُسکی زبان سے آتو جی کی پشت گرمی سے
نکلا تھا اور وجہ اسکی یہ تھی کہ لال جی راجہ جھاؤلال کے خاندان سے تھا اور آتو جی کی آغوش
تربیت مین پرورش پائی تھی آتو جی کے خواص وخدمتگار وہ مرتبۂ بلند رکھتے تھے کہ عمائد شہر
اُنکی توجہ کے آرزومند تھے۔

برائی خانم۔ جگنا خانم اور نور وزہی خانم کا رسُوخ

برائی خانم قوم مغل سے ایک عورت تھی بادشاہ اسکو اپنی زبان سے دَدا (یعنی)

پرورش کرنے والی) کہا کرتے تھے۔ بادشاہ خاص سلطانی پاس سے متعلق تھا گگنا خانم اور نور وزی خانم راتی خانم کی بیٹی دستی میں تھیں انہیں سے گگنا خانم کو آب خاصہ کی خدمت تھی اور نور وزی خانم سے متعلق خاصدان کا کام تھا ان میں سے ہر ایک کو پانسو روپے ماہوار تنخواہ ملتی تھی ہزاروں روپے انعام میں پاتی تھیں اور اکثر امیران شہر جیسے کہ روشن الدولہ ہزاروں روپے انکو اسلیے دیتے تھے کہ بادشاہ کے سامنے اُنکی سعی کرتی رہیں انکی دولتمندی اور ثروت زمان زد خلائق تھی۔ راتی خانم کی دو بیٹیاں تھیں ایک کی شادی مرزا اکبر علی بیگ مغل کے ساتھ ہوئی تھی اس تقریب شادی میں بادشاہ آپ شریک ہوئے اور لاکھوں روپیوں کا سامان جہیز میں دیا اور دوسری بیٹی سیدہ علی خاں سے بیاہی تھی جو علامہ تفضل حسین خان کے خاندان سے ایک چالاک آدمی تھا راتی خانم کی یہ آمد تھی کہ اکثر روشن الدولہ اپنے معاملات کی اصلاح کے لیے درپردہ اُسکے پاس جاتے تھے ساٹھ ہزار روپیہ مہینہ مصارف خاصۂ بادشاہی (خاص بادشاہ کا کھانا) مین راتی خانم کے ہاتھ سے صرف ہوتا تھا اور بادشاہ کے دل مین اُسکا اسقدر اعتماد تھا کہ خاصے پر اُسکی مہر لگتی تھی راتی خانم کے دونوں داماد اور تیسرا بیٹا فتح علی خان یہ تینوں شخص سفلہ پرست اور لاابالی مسرف تھے اُنھوں نے بھی بڑی بڑی عمارتین بنوائیں گگنا خانم اور نور وزی خانم کے شوہر واقر با بھی امیر کبیر تھے اور آنکھوں میں شراب نخوت کا نشہ چڑھا رہتا تھا یہ لوگ علاوہ نمائشی اشیا کے عشرۂ محرم میں تعزیہ داری بھی دھوم دھام سے کرتے تھے۔

جلسہ والیان اور اُنکے لباس وغیرہ کے مصارف

بادشاہی محلات میں صاحب مرتبہ اور دولتمند عورتوں کا ایک فرقہ تھا جنکے رشک و

حسرت مین اکثر ارباب خاص جلتے تھے اُنکو جلسہ والیان کہتے تھے کہ دو دو سو تین تین سو روپیہ ماہوار تنخواہ تھی کم سے کم پچاس روپیہ ماہوار سے کوئی کم تنخواہ دار نہ تھی اور رقومات انعام وغیرہ کی انتہا نہین اُنکا پُر تکلف لباس نہایت بیش قیمت ہوتا تھا کہ ایک ایک دوپٹہ چار چار ہزار روپے مین تیار ہوتا تھا خلاصہ یہ ہے کہ جس تکلف کی پوشاک اور نفاست کا زیور نصیر الدین حیدر کے محلات مین عورتونکے پاس تھا شاید نورجہان اور زیب النسا کو بھی وہ نصیب ہوا ہوان جلسہ والیونکی تعداد پچاس تھی اور ہر ایک نوبت بہ نوبت رات کو چوکی چوکی صحبت بادشاہ مین فیضیاب اور ہم پیالہ وہم نوالہ رہتی تھی ان گل پیرہنون کا شہر مین وہ رنگ جما تھا کہ بڑے بڑے گھرونکی عورتین محل کی نوکری کی آرزو مین ہزارون روپے قرض لیکر نذرلانے دیکر نوکری حاصل کرتی تھین تریاراج اسی وقت سے عبارت ہے ۔ اور سوا جلسے والیون کے دو فرقے عورتونکے اور تھے ایک فرقہ مغلانیونکا اور دوسرا خواصونکا ۔

نواب سعادت علی خان کے جمع کیے ہوئے خزانے کا نصیر الدین حیدر کی بے پروائی سے برباد ہو جانا

نواب سعادت علی خان نے نقد تیرہ کروڑ روپے سے زیادہ جمع کیے تھے اور کہا کرتے تھے کہ چند کوڑیان روز بد مین سپاہ کے ایکدن کے چنے کھانے کے لیے جمع کی ہین یہ تمام روپیہ رائگان خرچ نہین صرف ہوا کہ نہ متاع آخرت ہاتھ آئی اور نہ دنیا کا کام بنا نواب سعادت علی خان نے ایک کروڑ روپے جلال الدولہ کی مان خاص محل کے پاس کسی مصلحت سے رکھدیے تھے اور ایک کروڑ روپے شمس الدولہ کے سپرد کیے تھے اور چوراسی لاکھ روپے نواب نصیر الدولہ کے تفویض کیے تھے اور دو کروڑ روپے خزانہ سپاہ مین جمع رکھے تھے اور آٹھ

کروڑ روپے خزانہ عامرہ میں رکھے تھے جسکے کوٹھے پر مُہر لگی رہتی تھی غازی الدین حیدر کے
وقت میں انمیں سے بہت سا روپیہ صرف ہوکر تخمیناً ساڑھے چھ کروڑ روپیے خزانے میں باقی
تھے وہ نصیر الدین حیدر کے ہاتھوں سے اسطرح خرچ ہوئے کہ ابتداے جلوس میں دو کروڑ
روپے کے قریب خرچ میں آئے انمیں سے نقد ساوں لاکھ روپے تو معتمد الدولہ آغا میر کو اور
ساڑھے تین لاکھ روپے مہاراجہ میوہ رام اور سبحان علی خان کو عطا کئے تھے اور بسر فضل علیخاں
اعتماد الدولہ کی معرفت رنگ محل کے وثیقے کے لیے کروڑ روپے اور خود اعتماد الدولہ کے
وثیقے کے واسطے چوبیس لاکھ روپے بھیجے گئے تھے اور بارہ لاکھ چالیس ہزار روپے ملکہ
زمانیہ وغیرہ کے وثائق کی بابت گئے تھے اور یہ وثائق کے روپے اعتماد الدولہ کے عہد
وزارت میں رکیٹ صاحب رزیڈنٹ کے ذریعہ سے سرکار کمپنی میں داخل ہوئے تھے
اور منتظم الدولہ حکیم مہدی علی خان نے اپنی وزارت کے زمانے میں ایکبار بائیس لاکھ
سترہ ہزار آٹھ سو چونسٹھ روپے نوٹ کی خریداری کے نام سے نکلوائے اور ایکبار پچاس لاکھ
روپے سپاہ کی تنخواہ بیباق کرنے کے واسطے خزانے میں سے لیے -
۱۸۳۳ء میں بادشاہ نے گورنمنٹ انگریزی کو تین لاکھ روپے اس وعدے پر دیے کہ اسکا
سود فیصدی چار روپے کے حساب سے یکم مئی ۱۸۳۳ء سے مساکین شہر لکھنؤ میں تقسیم ہوا
کرے کل زر سود بارہ ہزار روپیہ سالانہ قرار پایا اور تقسیم اُسکی باقساط ایکہزار روپیہ ماہوار مقرر ہوئی
اس روپیہ کی نسبت عہدنامے میں یہ لکھا گیا کہ زمانہ آئندہ میں کسی حاکم اودھ کے اختیار میں نہوگا
کہ روپیے واپس کرے یا کسی اور مطلب میں صرف کرے بلکہ ہمیشہ یہ روپیہ شاہ عالی کی یادگار
میں تقسیم ہوا کرے اور اسکا نام سخاوت نصیر الدین حیدر شاہ اودھ رکھا گیا - انکے سوا باقی روپیے
ارباب نشاط پر صرف ہوئے -

نواب روشن الدولہ وزیر اعظم کے انتظامات

۱۴ جمادی الاخری سنہ ۱۲۴۸ ہجری مطابق ماہ نومبر سنہ ۱۸۳۲ع کو روشن الدولہ وزیر ہوئے انکا نام محمد حسین خان اور عرف مرزا نتھو اور خطاب روشن الدولہ منیر الملک محمد حسین خان بہادر قائم جنگ ہے اور بعض نے صولت جنگ لکھا ہے اور اشرف علی خان بن بندہ علی خان ثانی کے بیٹے ہین نسب انکا مادری اور پدری دونون واسطون سے علی مردان خان فیروز جنگ تک پہونچتا ہے جنکو شاہ جہان شہنشاہ ہندوستان کے عہد مین امیر الامرائی کا منصب حاصل تھا ابتدا مین وہ شاہ عباس ماضی کے سردار تھے اور شاہ کی طرف سے قندھار کے گورنر تھے شاہ ایران سے نمکحرامی کر کے قلعہ قندھار شاہ جہان کے لوکرون کے سپرد کر کے شاہ جہان کے پاس چلے آئے ششہزاری منصب پایا گو ایران مین خاندان صفویہ کے ساتھ نمکحرامی کی مگر ہندوستان مین اپنی دانائی اور وفاداری اور انتظامی لیاقت کی وجہ سے تمام امرا پر فوقیت لے گئے یہانتک کہ بادشاہ اُنکو مخاطبات مین یار وفادار فرماتے تھے سنہ ۱۰۶۷ ہجری مین قضا کی روشن الدولہ معتمد الدولہ آغامیر کے سمدھی تھے غازی الدین حیدر کے عہد مین چکلہ بیسواڑہ کے ناظم تھے جب منتظم الدولہ حکیم مہدی علی خان کو نصیر الدین حیدر نے معزول و مقید کیا تو روشن الدولہ نے خلعت و قلمدان وزارت پایا ابتدائے عہد وزارت مین روشن الدولہ کی طبیعت احتیاط پسند تھی اور صاحب رزیڈنٹ اور صاحبان کونسل کلکتہ کی رضاجوئی مدنظر رہتی تھی روشن الدولہ نے اپنی وزارت کے استحکام کے لیے اور گورنر جنرل کے یہان ناموری حاصل کرنے کی غرض سے یہ تدبیر کی کہ مولوی اکرام حسین کو جو ان دنون رخصت لیکر اپنے وطن مین آئے ہوئے تھے اُنکے بیٹے میرن کی معرفت بلایا اور کلکتے کی سفارت کا عہدہ اُنکے سپرد کیا یہ مولوی صاحب کپتان بنسن کے بڑے دوست تھے اور کپتان صاحب کو گورنر جنرل

کی خدمت میں بہت تقرب حاصل تھا صاحب مولوی اکرام حسین کلکتے میں پہونچے تو گورنر جنرل نے سفارت مذکور کپتان منس کی وجہ سے بنظر محبت منظور فرمائی مولوی صاحب نے کپتان کی معرفت گورنر جنرل کے کان میں بادشاہ اور وزیر کے محامد ڈالکر دو تین چٹھیاں روشن الدولہ کے انتظام کی تعریف میں حاصل کر کے لکھنو کو بھیجیں۔ منشی التفات حسین میر منشی رزیڈنسی کو چونکہ رزیڈنٹ کے مزاج میں زیادہ مداخلت تھی روشن الدولہ نے میر منشی کی رضاجوئی کی غرض سے رسول آباد کے علاقے کی اصل جمع میں سے ستر اسّی ہزار روپے کی تعداد میں کمی دیکر عطا حسین خان برادر منشی مذکور کی مستاجری میں دیدیا یہ علاقہ روشن الدولہ کے آخر عہد تک اُسکے پاس رہا اور مولوی غلام یحییٰ کشمیری کو جو سابق میں مرزا جنگلی صاحب فرزند نواب شجاع الدولہ کی طرف سے کچہری رزیڈنسی میں دکانوں اور عمارات کے مقدمات میں پیروی کے لیے آمدورفت رکھتا تھا روشن الدولہ نے منشی التفات حسین خاں اور مسٹر ماٹن صاحب اسسٹنٹ رزیڈنٹ کی سفارش کی وجہ سے پہلے عمارت کوٹھی رزیڈنسی کی داروغگی پر مقرر کیا اور دو سو روپے ماہوار تنخواہ کر دی پھر پانسو روپے مقرر کر دیے اور عہدۂ سفارت رزیڈنسی کا خلعت دلوایا۔ خان مذکور نے عہدۂ سفارت کو جو تنزل پذیر ہو رہا تھا مستحکم کر دیا جب روشن الدولہ کی وزارت کو بخوبی استقلال حاصل ہو گیا تو جرنیلی کا خلعت اپنے بڑے بیٹے مرزا محمد حسین کو دیا اور اُسکی نیابت پر راجہ لال جی آنوجی کی سفارش سے مقرر ہوا اور سبحان علی خاں کے ہاتھ میں وزارت کے تمام کاموں کا حل و عقد تھا۔ مرزا محمد حسین جرنیل کی بانکو بادشاہ نے خلعت اور سکھپال دیا۔ مرزا حاجی صاحب وزارت کے لیے خیالی پلاؤ پکا رہے تھے جس وقت روشن الدولہ کو یہ امر تحقیق ہوا کہ محلات کے ذریعہ سے نیابت کا سوال و جواب ہو رہا ہے تو روشن الدولہ نے سفر حفظ ما تقدم مرزا حاجی صاحب کو حکم دیا کہ حرمت کے ساتھ کانپور کو چلے جائیں یعنی اب دوسری بار اُنکا اخراج شہر سے ہوا اور جو لوگ روشن الدولہ کے

رفیق قدیم تھے اُنکو بڑے بڑے کام ملے چنانچہ منشی جھینگا نام ایک قصباتی آدمی کو جو سابق مین سرکاری مال کے غبن کرنے کی علت مین ملزم ہوا تھا خانساماں بنایا اور شیخ ہدایت علی اور جعفر علی کو دیوانخانے کا داروغہ کیا اور میر بندہ علی کو جو ایک مسخرہ آدمی تھا اور دوسرے رفقا کو علی قدر مراتب بڑی بڑی تنخواہوں کے ساتھ کارخانون پر مامور کیا اور روشن الدولہ کے بھائیون کا دو دو تین تین سو روپیہ درماہہ مقرر ہوا اور روشن الدولہ نے امیر مرزا اپنے قریبی رشتہ دار کو نواب گنج کا علاقہ تفویض کیا۔ شیخ احمد بخش اور مولوی کرامت علی اور منشی ظہیر الدین اور شاہ قطب اعظم اور حکیم میر الّو وغیرہ بھی عمدہ عمدہ مشاہروں سے فیضیاب ہوئے اسوقت امورات سلطنت کے انتظام مین تنزل اور وزارت کے معاملات مین ترقی بہ نسبت عہد معتمد الدولہ کے تھی اور عدالۃ العالیہ کا کام مشرف علی خان رفیق مسٹر لوبہم پر جو سبحان علی خان سے اتحاد رکھتا تھا بدستور بحال رہا اور شہر کی کوتوالی مسیتا بیگ کے مرنے کے بعد علی رضا بیگ کے نام قرار پائی اور زرآمدنی کی تحویل جو خزانۂ سلطانی سے یا ملک سے آتی تھی اور انگریزی نوٹون کی خرید و فروخت اور نیلام خانہ اور فرمائشات سرکاری کا تعلق مظفر حسین خان بن سبحان علی خان سے ہوا اور علاقہ پنج کروہی اور تھانجات محالات کی خدمت سبحان علی خان کے پاس خاطر سے نورالدین حسین خان بن تاج الدین حسین خان سے جو اپنے باپ سے آزردہ ہو کر چلے آئے تھے متعلق ہوئی اور پانسو روپیہ تنخواہ مقرر ہوئی اور چکلہ سلطان پور راجہ بختاور سنگھ المخاطب بہ راجہ بہادر کے پاس رہا اور کچھ دنون میندو خان رسالدار نے اس علاقے مین خاک اڑائی اور ابتدا مین امانی کا طریق جاری تھا بعد اسکے اس نظامت پر احسان حسین خان ولد سبحان علی خان مقرر ہوئے اور روشن الدولہ کے آخر عہد وزارت تک انکی تبدیلی ظہور مین نہ آئی احسان حسین خان کی نیابت مین کبھی خادم حسین خان مامور رہے اور کبھی قطب الدین حسین خان کو احسان حسین خان انکی

خصوصیت روشن الدولہ کے ساتھ اس بات کی مقتضی نہ تھی کہ اس سلطنت سے وہ
جدا ہوں مگر ایک عجیب سانحہ رونکار ہوا کہ احسان حسین خان اور راجہ بھدوری کے
درمیان جنگ ہوئی زمیندار مذکور شکست پاکر انگریزی حکومت کی سرحد مین چلا آیا فوج
شاہی نے اُسکا تعاقب نہ چھوڑا اتفاق وقت سے بعض انگریزی رعایا اس سپاہ کے ہاتھوں
پائمال ہوئی اس مواخذے میں اُس علاقے کی حکومت دوسرے کے نام پر تبدیل ہوئی مگر
روشن الدولہ کی خدمت مین اُنکا اقتدار ترقی پکڑتا رہا چنانچہ علاقوں کی امانی ومستاجری پر
احسان حسین خان کی تجویز سے عامل مقرر ہونے لگے۔ عزل ونصب بالکل اُنکے قابو مین تھا
دارالسرور میں روشن الدولہ کی سعادت کی تعریف لکھی ہے اور کہا ہے کہ اُنھوں نے
اپنی وزارت مین اکثر عمارتین تعمیر کرائیں اب تک کوٹھی روشن الدولہ کی معروف بہ قیصر پسند
مشہور ہے تاریخ بنیاد یہ ہے ؏ کیا رشک ارم ہے کوٹھی —

روشن الدولہ وزیر اعظم اور اُنکے صلاح کارون کی وجہ سے
سلطنت کے ہر کام مین تباہی پڑنا خزانے مین مُلک کی
آمدنی جمع نہونا بلکہ خزانے سے روپیہ نکلتے نکلتے اُسکا خالی
ہوجانا تحصیل زر کے لیے دولتمندونکو عہدے دینا

آمدنی مُلک کا خزانے مین داخل ہونا موقوف ہوا معتمد الدولہ آغا میر کے عہد کا نقشہ
پھر قائم ہوگیا۔ کبھی ظفر الدولہ بادشاہ کے کان کھولدیتے تھے دو ایک روز تاکید زبانی
اور رنجش ظاہری کی صورت ظہور میں آتی تھی باقی حیرت آخر کار خزانۂ عامرہ زر نقد سے

خالی ہوا بادشاہ کے مصارف کی کثرت نے روشن الدولہ کو تنگ پکڑا اور روشن الدولہ کے اخراجات بھی بڑھے ہوئے تھے ملک کی آمدنی کفایت نکرتی آخرکار خرابی کی صورتین پیدا ہونے لگین متمول اور دولتمند لوگونکے لیے عمدہ خدمتین اور معقول عہدے تجویز ہونے لگے تاکہ اُنسے نذرانہ یا پیشکش کے طور پر روپیہ ہاتھ لگے یا کچھ قرض کی راہ کھلے اس تقریب مین کئی شخص دربار مین حاضر ہوئے چنانچہ سکھ چند کا غذ والا بلایا گیا یہ شخص دلی کا رہنے والا تھا اس سے قبل شاہ دہلی کا خزانچی تھا اسکو ظاہر مین سونے کی چڑیا سمجھکر دو ایک نظامتون کی پوتہ داریکا خلعت دیا وہان تھیلیون مین روپیہ نہ تھا تیر تدبیر نشانے پر نہ پہونچا اسلیے کچھ دنونکے بعد معزول ہوکر دلی چلا گیا اسیطرح کئی صورتین بنا کر بگاڑ ہی گئین اور زر نقد ہاتھ نہ لگا مگر درمیانی آدمیونکے پو بارے تھے اُنکے کچھ نہ کچھ ہاتھ لگ ہی جاتا تھا۔

راجہ درشن سنگھ اور مہاراجہ میوہ رام کا ملک کی واصل باقی کا کاغذ بنا کر بادشاہ کو دکھانا اور ملک کی ویرانی و خستہ حالی اُن کے ذہن نشین کرنا بادشاہ کا روشن الدولہ کی گرفتاری کا منصوبہ باندھنا اُنکو خبر ہو جانا بادشاہ سے عفو قصور کرانا۔ درشن سنگھ اور اُسکے عملے پر افشائے راز کی علت مین بادشاہی عتاب نازل ہونا

روشن الدولہ کے عہد وزارت اور سبحان علی خان کے بیٹونکی ترقی کے زمانے مین دفتر مال کا سررشتہ بالکل ماند ہو گیا اُسوقت مین اس سررشتہ کا نام سررشتۂ دیوانی تھا مہاراجہ میوہ رام نومسلم نے حکیم مہدی علی خان منتظم الدولہ کے عہد وزارت مین عہدۂ دیوانی سے استعفا دیدیا تھا

اور اُنکی جگہ راجہ بالکرشن کام کرتے تھے اب روشن الدولہ کے عہد میں میوہ رام دوبارہ کام کرنے لگے اور احسان حسین خان نے یہ کیا کہ حساب مقدمات ملک کے واسطے خوش تر ناظموں سے ٹھہرتی تعین اُنکے بھی رکھنے کی غرض سے متصدیان دفتر دیوانی کو بالکل بیکار بنا کر رکھا تھا۔ لقدر ضرورت مطلع کرتے تھے اور باقی فی صدی اپنا حق مقرر کیا تھا سبحان علی خان اور انکے متوسلوں کو وہ عروج حاصل ہوا کہ احسان حسین خاں بن سبحان علیخان اپنے جلسہ میں علانیہ یہ بات کہا کرتے تھے کہ بڑے بڑے مشکل کام ہم باتوں میں حل کرتے ہیں روشن الدولہ میں اتنی قابلیت نہ تھی کہ وہ سلطنت کے کاموں کا بوجھ سنبھال سکتے اس لیے کل بڑے بڑے کاموں میں سبحان علی خاں کا مشورہ کام کرتا تھا اور چھوٹے کاموں میں احسان حسین خانکو مداخلت تھی۔ اگر مہاراجہ میوہ رام کبھی اصلاحی کا کاغذ بادشاہ کو دکھاتے تھے تو روشن الدولہ کی رائے کے خلاف ہوتا تھا اور ظفر الدولہ بادشاہ کے کانوں میں باتیں ڈال دیتے تھے مگر انکی طرف توجہ نہوتی تھی۔ راجہ درشن سنگھ غالب جنگ کا بادشاہ کے ساتھ بار مصاحبت گرم تھا اور راتدن کی حاضر باشی میسر تھی سرکشوں کا تدارک اور باقیداروں کی تنبیہ اور مستاجروں کا قید کرنا اُس سے متعلق تھا بیحد وقت اور موقع پاکر جو کچھ دل میں آتا تھا بے تکلف بادشاہ کے گوش گزار کرتا تھا جسے روشن الدولہ کی آنکھوں میں خار کی طرح کھٹکتا تھا اُسکی بیخ کنی کی فکر میں ہمیشہ لگے رہتے تھے مگر کوئی تدبیر کارگر ہوتی تھی مہاراجہ میوہ رام بھی اس فکر میں تھے کہ بادشاہ کو سلطنت کے کاموں کی طرف متوجہ کریں چنانچہ میوہ رام اور غالب جنگ نے ملک کی واصلاحی کا کاغذ تیار کیا اس سے یہ بات ظاہر ہوتی تھی کہ عاملوں کی خود سریوں اور سبحان علی خاں کے بیٹے کے صاحب اختیار ہونے سے ملک کی آمدنی بالکل خرابی میں آگئی تھی اور روشن الدولہ کے کثرت مصارف سے مال سرکار میں

خرابیان پیدا تھین یہ کاغذ بادشاہ کو دکھایا وہ بے انتہا غصے ہوئے اور روشن الدولہ کی
ناکردہ کاری اور کنبوہونکی سازش سے سرکاری مال کا ہضم کرنا اُنپر ثابت ہوگیا غالب جنگ کو
حکم دیا کہ تلنگون کے چند پہرے تیار رکھو جوکچھ ہمارا حکم نافذ ہو گا تعمیل کیجو۔ غالب جنگ نے
اپنے نائب ہیمراج کے ذریعہ سے پلٹنونکے افسر کو بادشاہ کے حکم سے مطلع کیا ہیمراج نے اپنے
کارندے بھوانی داروغہ کو تعمیل کے لیے حکم دیا بھوانی روشن الدولہ سے میل رکھتا تھا اسنے مخفی جاکر
اُنکے کان کھولے اور اُس راز نہان سے مطلع کیا روشن الدولہ کو سبحان علی خان سے یہ بات
بخوبی ذہن نشین ہوئی اور یقین کامل ہوا کہ یہ تمام انتظام اُس شخص کی گرفتاری کا ہے روشن الدولہ
نے اُسیوقت یہ تدبیر کی کہ بادشاہ کے پاس گئے اور سر سے شملہ اُتار کر بادشاہ کے قدمون پر رکھدیا
اور عرض کی کہ خانہ زاد معتمد الدولہ اور منتظم الدولہ کی طرح نہین ہے کہ انگریزون سے میل ملاپ
رکھے بہر حال حضرت کا از خاک برداشتہ ہون نظر بندی کے لیے پہرونکی احتیاج نہین اگر حکم ہو
تو اپنے ہاتھون سے پاؤن مین زنجیر پہن کر در دولت پر محبوس رہون جان و عزت دونون
حضور پر نثار ہین بادشاہ نے فرمایا کہ تمکو اس معاملے سے کیونکر خبر ہوئی روشن الدولہ نے حال
سلسلہ وار جسطرح گوش گزار ہوا تھا بیان کیا معاذ اللہ یہ بلا کسکی تھی اور کس کے سر جاتی ہے
بادشاہ کو یقین کامل ہوگیا کہ غالب جنگ نے ہمارا راز افشا کر دیا پہلے حکم دیا کہ بھوانی اور ہیمراج
شہر سے ابھی نکلوا دیے جائین اور غالب جنگ کو طوق و زنجیر پہنا کر قید کر دیا جائے اور اُسکا
تمام اثاث البیت ضبط ہو چنانچہ یہ سب صورتین ظہور مین آئین غالب جنگ ذلت کے
ساتھ راجہ بختاور سنگھ کے سپرد ہو کر گرفتار بلا ہوا یہ واقعہ ۱۲۵۲ ہجری سے قبل کا ہے کیونکہ مکّا
درزی اسی سنہ مین زوال کو پہونچا تھا اور مکّا کی گرفتاری سے قبل درشن سنگھ غالب جنگ
دام بلا مین پھنسا تھا جیسا کہ محتشم خانی سے ثابت ہے۔ اب مہاراجہ میوہ رام نے دیکھا کہ غالب جنگ

نے ایسے ہاتھوں منہ کی کھائی اپنی حفظ آبرو کے لیے کہ لامحالا ایکدن یہ روز بد پیش آنا ہے
آقاجی کی معرفت زیارت کربلاے معلے کے لیے خلعت رخصت بادشاہ سے لیکر منزل مقصود
کی طرف عجلت کے ساتھ روانہ ہوئے اب ظفر الدولہ پر طمع باقی رہی –

بادشاہ کا روشن الدولہ کے بیٹے کے ساتھ وہ فعل کرنا جس سے روشن الدولہ کا بے انتہا شرمساری اُٹھانا روشن الدولہ کی تضحیک مین بادشاہ کا دوسرے طور پر بھی کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑنا

آغاز وزارت مین روشن الدولہ کی طبیعت مین بادشاہ کی طرف سے جو کچھ خوف تھا دہ جاتا
رہا اب ہمہ تن کھل کھیلے اور بادشاہ کو آزادمزاجی کی وجہ سے اپنے ملازموں کی نسبت نے پروائی
تھی مرزا محمد حسن پسر روشن الدولہ کے ساتھ اس وضع سے پیش آتے تھے کہ روشن الدولہ سر پر
ہاتھ رکھکر زار زار روتے تھے بلکہ ترک وزارت منظور تھی اور خاص روشن الدولہ کی تصویر ایسی مضحکہ خیز
وضع کے ساتھ تیار کرائی تھی کہ اُسکے دیکھنے سے روشن الدولہ کو خجالت پیدا ہوتی تھی آخر کار وہ
علت قبیح دونوں باپ بیٹوں کی تمام شہر میں مشہور ہوکر وزارت کا رعب جاتا رہا
آخر خداخدا کرکے احسان حسین خان نے ایسی تدبیروں سے رام بنایا گویا مجبور کیا
اسکو جو چاہتے تھے بلاتکلف ظہور مین لاتے تھے صاحب رزیڈنٹ نے جملہ باتوں سے
مطلع ہوکر بادشاہ و وزیر کو نصیحت کی لیکن کیا ہو سکتا تھا پتھر پر بھی کہیں جونک چپٹی ہے
رزیڈنٹ کہتے کہتے تھک گئے روشن الدولہ کے رفقاے قدیم نے جو دیکھا کہ احسان حسین خان کا
بازار نہایت گرم ہے آتش رشک و حسد مین جل کر حتے الامکان خاک اڑائی لیکن خان ملیا کی
وجہ سے کچھ چل نہ سکی –

رزیڈنٹ کا اودھ کی بدانتظامی کی شکایات گورنر جنرل کو لکھنا وہان سے بادشاہ کو انتظام ملکی کی طرف متوجہ ہونے کے لیے تاکید ہونا بہت سی عورتون کا محلات سلطانی سے مخبری کے شبہ مین خارج ہونا

اودھ مین بدنظمی کا وہی حال چلا جاتا تھا جو پہلے تھا رزیڈنٹ نے متواتر یہانکی بدانتظامیون کی شکایت گورنر جنرل کو لکھی وہان سے کئی خط بادشاہ کے پاس آئے اور گورنر جنرل بادشاہ کو سمجھاتے سمجھاتے تھک گئے کہ ملک کا انتظام کرو مگر وہان طبلہ سارنگی کی سُریلی آوازون نے ان نغمون کا اثر ہونے دیا گورنر جنرل اپنی ہی گایا کیے۔ ولیم بنٹنگ صاحب کے زمانے مین یہ نوبت پہونچی کہ کورٹ ڈائرکٹرز نے بھی جو پہلے اس اصول پر دیوانی تھی کہ ہندوستانی ریاستون کے معاملات مین دخل نہ دیجیے لاچار ہو کر گورنر جنرل کو لکھا کہ اودھ کی سلطنت کا اختیار کچھ دنون کے لیے گورنمنٹ خود لے لے جس سے وہانکی بیچاری خلقت امن وعافیت پائے لارڈ بنٹنگ نے اس سبب سے کہ جانے والے تھے یہ کام کرنا اپنی معتدل فطرتی اور صاف نیتی کے سبب سے پسند نہین کیا بادشاہ کو لکھ بھیجا کہ تمھارے ملک کا نہایت ابتر اور بدتر حال ہے ہوش سے کام کرو نہین تو سرکار پر عہدنامے کے مطابق فرض ہو گا کہ تمھارا ملک لے لے اور نواب کرناٹک وپیشوا کی طرح پنشن مقرر کر دے۔ سلطنت کے کامونکی خرابیون نے حد سے زیادہ اشتہار پایا تاج الدین حسین خان نے اپنے قاعدے کے موافق عرضداشت عورات محل کی معرفت بھیجی اور نور وزی خانم نے خاصہ کھلانے کے وقت بادشاہ کے ملاحظے مین گذرانی بادشاہ نے پڑھکر روشن الدولہ کو اسکے تمام مضمون سے مطلع کیا اور نور وزی خانم کو خارج سے ساز و باز رکھنے کی علت مین محل سے نکال دیا

رزیڈنٹ نے بھی روشن الدولہ کے تمام عملے کی شکایت بادشاہ تک پہونچائی بادشاہ نے سارے حال سے روشن الدولہ کو آگاہ کر دیا انھوں نے یہ یا دریب کا حال بھایا عرض کیا کہ اس تمام شکایات کا باعث حکیم مہدی علی خاں اور تاج الدین حسین خاں ہیں جو سلطانی جلسہ والیوں سے سازکر کے یہاں کی پوست کندہ خبریں حاصل کر کے کلکتے کو بھیجتے ہیں اسلیئے اُن اسامیوں کو حضور محل سے نکلوا دیں اس تقریب میں سو پچاس اسامیاں محل سے نکالی گئیں گویا دس بارہ ہزار روپے ماہواری کی سوائے انعامات کے صورت تخفیف اس شکل سے ظہور میں آئی۔ لیکن مختصر تاریخ میں لکھا ہے کہ براتی خانم۔ مکنا خانم اور نورورری خانم کی سازش روشن الدولہ سے ثابت ہوئی اور بادشاہ کا مزاج اُن سے صاف تھا بادشاہ متوہم ہوئے کہ یہ عورتیں درپردہ اُن سے موافق ہیں لسیلیے انکو قید کر دیا اور حکم دیا کہ انکا مال واسباب سرکار میں ضبط کر لیا جائے لوگوں کو گمان تھا کہ انکے پاس لاکھوں روپے کی دولت ہے چونکہ انکو بادشاہ کے رہیمی مزاج کی پہلے سے خبر تھی اس لیے اپنا مال دوسروں کے مکانوں پر رکھوا دیا اسلیئے ضبطی کے وقت ۲۵ ہزار سے زیادہ کا نقد وجنس نہ ملا محمد الدولہ لبسر ظہیر الدولہ نے قلم بند کر کے مقفل کر کے اپنے محافظ بٹھا دیئے۔

بادشاہ کا روشن الدولہ کے مکان پر اکثر مہمان جانا اور اُنکی بی بی کا اپنی دلکش باتوں سے بادشاہ کے دلکو لبھائے رکھنا

اس زمانے میں حد سے زیادہ نصیرالدین حیدر کی مہربانی روشن الدولہ پر مبذول تھی اُنکی حویلی پر اکثر اوقات بادشاہ جاتے تھے ایکبار شراب کے نشہ میں گھوڑے پر سوار پیسے کی راہ کو نکلے پر چڑھ گئے تھے روشن الدولہ اس روش سے کمال مستعد تھے کہ ایسا موکوئی نشہ رہا ہو

یا کوئی حادثہ ظہور مین آئے باہر کوٹھی مین بادشاہ کی نشست آنکے مزاج کے خلاف سمجھکر زنانے مین اُنکو بٹھاتے تھے وہان ارباب نشاط کی صحبت گرم رہتی تھی حسینی طوائف جسکو روشن الدولہ نے اپنے گھر مین ڈال لیا تھا اور مرزا محمد حسن نام روشن الدولہ کا بیٹا اسکے بطن سے تھا جسکو روشن الدولہ نے لشکر سلطانی کا جرنیل بنایا تھا اور جرنیل کی مانکو بادشاہ نے سرفراز محل خطاب دیا تھا۔ یہ طوائف بادشاہ کی خدمت مین حاضر رہکر اپنی دلکش باتون مین بادشاہ کے مزاج کو لبھائے رکھتی تھی محتشم خانی مین اس طوائف کا نام محبوبن لکھا ہے۔

دولتمندون سے روپیہ لینے کے لیے نئی عدالتین قائم ہونا روشن الدولہ اور اُن کے رفیقون کا اپنا اپنا روپیہ شہر سے باہر پہونچانے کی کوشش کرنا اور وزارت و حکومت کی بدنامی کے کانٹون سے صحیح وسلامت نکل جانے کی فکر مین مصروف ہونا

بادشاہ کی آنکھون پر غفلت کے پردے پڑے ہوئے تھے کہ سرواری بینوا فقیر آزادانہ کلام جو بادشاہ کی غفلت پر دلالت کرتا تھا بے تکلف زبان پر لاتے تھے اس مواخذے مین شہر سے اُنکے اخراج کا حکم نازل ہوا۔ اکثر بیچارے شہر سے نکالے گئے اور بہتون نے لباس آزادی ترک کر کے وضع اور صورت بدل کے شہر مین اپنا قیام غنیمت سمجھا جب یہ صورتین ظہور مین آئین تو صاحب رزیڈنٹ نے روشن الدولہ سے کہا کہ اگر تم سے انتظام مُلک کی کوئی تدبیر نہین ہو سکتی ہے تو ہم یہان کا انتظام اپنے ہاتھ مین لیتے ہین

اب روشن الدولہ اور اُنکے خاص مشیروں کی یہ رائے قرار پائی کہ انجام کار کی فکر مناسب ہے
جسطرح سے روپیہ وصول کرنا چاہیے اسلیے سولہ سترہ عدالتین تازہ مقرر کیں کوتوالی اور
عدالت سابقہ کے عملے کو بالکل بیدخل کر دیا تھوڑے زمانے میں شہر کے ساہوکارون
اور اہل دولت مین سے مستیتون اور اہل معاملہ کی تلاش شروع ہوئی اور لکھے پچھلے فیصلے
نکالکر نئے سر سے انکی تجویزین شروع کیں دایہ نیچے اور کوکے اور ہرکارے اور داروغے
وغیرہ جملہ علی قدر مراتب زرکشی مین مصروف تھے۔ روشن الدولہ نے تقدم بالحفظ کے لیے
اپنی تمام نقدی میر باقر سوداگر کے پاس جو سبحان علی خان کا دوست اور دیانت دار آدمی
تھا رکھدی۔ سبحان علی خان مآل اندیشی کی وجہ سے روشن الدولہ سے کربلاے معلی کی رخصت
کے خواستگار ہوئے اور خود روشن الدولہ بھی اسی بات کی درخواست بادشاہ سے کرتے تھے
روشن الدولہ نے لاکھون روپیکے نوٹ خرید کیے اور تجارت کی صورت بانذمکر آمد و رفت
کا طریق بنارس اور کلکتہ اور کانپور مین نکالا۔ روشن الدولہ نے پرگنہ سدھارن علاقہ کانپور
جو بمہت گرگوتیاین کی جاگیر مین تھا چار لاکھ روپیے پر لیکے پاس رہن رکھا اور وہان اپنا
کارندہ اور پوتہ دار روانہ کیا روشن الدولہ رات دن اس فکر مین رہتے تھے کہ اگر کوئی دوست
صادق ہاتھ آئے تو اُسکے ذریعہ سے تجارت پھیلائین۔ حسب اتفاق یوسف علی خان متوطن
عظیم آباد لکھنؤ مین آئے یہ نہایت متقی۔ ملنسار اور خاندانی آدمی تھے اور کچھ جائداد بھی رکھتے تھے
انکے تقوی کے متعلق ایک حکایت اُس زمانے مین مشہور تھی کہ عظیم آباد کے علاقے مین عموماً
مسلمان یہانتک کہ قاضی اور مفتی تاڑی پیا کرتے تھے اور کوئی اس سے پرہیز نہیں کرتا تھا
یوسف علی خان کی ملکیت مین کئی ہزار تاڑی کے درخت تھے جب انکو یہ فتویٰ معلوم ہوا
کہ طریق امامیہ مین تاڑی حرام ہے تو سارے درخت کٹوا ڈالے ہزارون روپیے سالانہ کی

آمدنی مین داغ لگایا بلکہ اور شخصون سے بھی تاڑی کے درخت خرید کے کٹوا دیے انکی نیک نہادی سب مین مشہور تھی سبحان علی خان کے توسط سے روشن الدولہ تک پہونچے اور بادشاہ کی سرکار سے خلعت فاخرہ پایا روشن الدولہ نے بادشاہ سے عرض کیا کہ کونسل کلکتہ مین معاملات کی درستی کے لیے انکو بھجوانا چاہیے بادشاہ نے منظور کیا روشن الدولہ نے کئی لاکھ روپے اس کارروائی مین صرف کرنے کے حیلے سے لیکر کچھ حصے کے طرق یوسف علی خان کو دیے اور باقی اپنے قبضے مین لاکر وہ روپے یوسف علی خان کو اس غرض سے تفویض کیے کہ اس روپے سے دیہات اور املاک روشن الدولہ کے لیے خرید کے انکی ریاست کی بنیاد عظیم آباد مین جما دین اول یوسف علی خان نے اپنے حصہ کا روپیہ لیکر اور وہان پہونچکر قرضخواہون کے ہاتھ سے اپنا دامن چھوڑایا پھر دوبارہ لکھنؤ کو آئے اور وہ روپیہ جو خرید دیہات کے لیے روشن الدولہ نے تجویز کیا تھا لیکر عظیم آباد کو روانہ ہوئے منزل مقصود تک نہ پہونچے تھے کہ الہ آباد مین انتقال کیا لیکن وہ روپیہ جو لے گئے تھے روشن الدولہ کو تدبیر صائب سے ہاتھ آیا۔

بادشاہ کی غم شہداے کربلا مین ماتم داری اور اس کار خیر کے لیے بے انتہا مصارف اور عجیب و غریب اچھوتے طریق۔

بادشاہ اپنے آپ کو ہزار جان و دل سے شیداے ائمہ علیہم السلام ظاہر کرتے تھے اور وہ وہ حرکات ظہور مین لاتے تھے جو کبھی اگلے مومنون سے باوجود اقتدار و ثروت کے سرزد نہین ہوئین اور اپنے ایام ریاست مین جبکہ ان سے بگاڑ ہو گیا تو خود ان مراسم کو ادا کرنے لگے جو انکی مان ادا کرتی تھین بلکہ اُن باتون پر اور اضافہ کیا یہانتک کہ ستاگرد

اُستاد سے پڑھ گیا اور بادشاہ بیگم کی طرح گیارہ ارواح ائمہ اثنا عشر کے لیے جمع کیں کہ ہر ایک کی پوشاک ہزار بارہ سو روپے سے کم میں تیار نہیں ہوتی تھی اور اُن کے سوا دوسرے ائمہ کے واسطے بھی اچھوتیاں جمع کیں جیسے حضرت قاسم اور حضرت عباس وغیرہ کے لیے اور جب کسی امام کی ولادت کا دن آتا تو بادشاہ اپنے آپ کو حاملہ عورتوں کی طرح بہ تصنع درد زہ اور لفاس وغیرہ میں مبتلا کرتے اور بچے کی جگہ ایک مرصّع گڑیا بادشاہ کے سامنے رکھدی جاتی اور بادشاہ خود بھی زچہ خانے میں رہتے اور خدمت کرنے والی عورتیں اُسی طرح کھانے تیار کرتیں جو زچہ عورتوں کو دیے جاتے ہیں اور بادشاہ یہ سب چیزیں کھاتے اور اُس مدت میں کوئی شخص بادشاہ کو مس نہ کرسکتا اور خوشی کا جلسہ ہوتا تھا جسے سمجھتے تھے اور جو رسمیں حقیقی طور پر زچہ خانے کے دنوں میں مقرر ہیں وہ چھٹی کے دن تک نہایت تکلف کے ساتھ ادا ہوتی تھیں اور جب چھٹا دن ہوتا تو بادشاہ زچوں کی طرح غسل کرتے اور ایک پرستار اُس مصنوعی بچے کو ہاتھ میں لیکر ایک کونے میں کھڑی ہوتی اور دوسری عورتیں پانی کے چھ گھڑے وہاں بہا دیتیں اور اسکو بچے کا غسل قرار دیا جاتا اور رات کے وقت بادشاہ زنانہ آرائش و پیرائش کے ساتھ بچے کو گود میں لیکر لنگڑاتے ہوئے زچہ عورتوں کی طرح صحن مکان میں نکلتے تاکہ آسمان کے تاروں کو دیکھیں جس طرح چھٹی ہوتی پھر اُس بچے کو مسہری میں لٹا کر دست بستہ آداب بجالا کر مدد دکھاتے پھر ہزاروں خوان کھانوں کے جن میں میٹھے اور ہر قسم کے کھانے بڑے تکلف کے ہوتے اور اقسام طرح کے میوے بھی رکھے ہوتے وہاں لاکر اُن پر فاتحہ پڑھی جاتی اور خاص خاص جگہوں میں حصّے بھیجے جاتے اور جو عورتیں محلات میں نوکری رہتی تھیں اُنکو بھی دیے جاتے اور ائمہ اثنا عشر میں سے ہر ایک امام کی زوجہ کو طلائی مورت بچے کی دیجاتی تھی اور دوسرے ائمہ کی زوجات کو نقرئی مورت دی گئی تھی

اور جبکہ سوائے ائمہ احدی عشر کے دوسرے کسی امام کی ولادت کا دن آتا تو اُس کی زوجہ خود بطرز معمولی زچہ خانے مین جاتی اور وہی رسم ادا کیے جاتے جو بادشاہ کے ساتھ کیے جاتے تھے اصطلاح مین اس رسم کو اچھوتہ کہتے تھے جسدن اچھوتے سے فراغت حاصل ہوتی تو بادشاہ لباس زنانہ زیب قامت فرماکر جواہر نگار محافہ (میانہ) مین سوار ہوتے اور میوؤن اور حلوون کے خوان ہمراہ لیتے اور پیادہ وسوار کی فوج بھی ساتھ ہوتی اور کمال جلو اور جاہ وجلال کے ساتھ سواری شہر مین گشت کرتی اور بعد اسکے دولتخانے مین واپس داخل ہوتے اچھوتے کے لیے کوئی خاص میعاد مقرر نہ تھی کبھی ہفتہ کبھی عشرہ کبھی اس سے بھی زیادہ اُس مین بسر ہوتے عبدالاحد بن مولوی محمد فائق جسنے میاجان کے حالات مین فارسی زبان مین ایک کتاب موسوم بہ وقائع دلپذیر لکھی ہے اور جس سے ہم نے یہ حالات اخذ کیے ہین وہ کہتا ہے کہ اس زمانہ سلطنت مین اس رسم نے ایسی اشاعت پائی کہ اکثر شہر کی عورتین اچھوتی کے لقب سے ملقب ہین بلکہ اسی علامت سے پہچانی جاتی ہین اور اُنکے خاندان کے مردون نے تفاخر کی راہ سے رجولیت کو انوثت سے بدل ڈالا ہے اور عورتون کی طرح بات چیت کرتے ہین اور ویسے ہی اطوار مین رہتے ہین۔ عروسی ائمہ کی تاریخین کتب تواریخ سے نکالکر بادشاہ اُن دنون مین رسوم ساچق اور حنا بندی ادا کرتے ہین چنانچہ بادشاہ کی ایک خاص خادمہ عورت عبدالاحد سے بیان کرتی تھی کہ یکم محرم کو کہ دن نکاح سیدۃ النسا کا ہے مسہری زر نگار پر زیور طلا اور جواہر بیش بہا سے دو پیکر ایسے تیار کرائے جاتے کہ دیکھتے ہی یہ گمان ہوتا تھا کہ یہ دو انسان لیٹے ہوئے ہین انمین سے ایک کو جناب امیر المومنین علی اور دوسرے کو بی بی فاطمہ قرار دیتے اور اُنکا نکاح پڑھایا جاتا اور بادشاہ اُنکو نذر دکھاتے اور تھوڑی دیر سامنے دست بستہ کھڑے رہتے پھر میوؤن اور حلوؤن اور عمدہ عمدہ کھانون کے خوان سامنے آتے

اور اُسپر فاتحہ پڑھواکر تمام محل کے آدمیونکو تقسیم کرائے جاتے۔ بادشاہ بیگم نے نصیرالدین حیدر کی پہلی سال مسندنشینی میں حکم دیا کہ تمام ساکنان سلطنت سیہ پوشی اور عزاداری کی رسم عمل میں لایا کریں اور چہلم تک بیاہ و نکاح اور دیگر لوازم شادی کو ترک کر دیا کریں ورنہ سزا ہوگی چونکہ تعمیل اس حکم کی تکلیف سے خالی نہ تھی اس لیے رزیڈنٹ کی طرف سے اس حکم کے نفاذ کی ممانعت آئی مگر بادشاہ بیگم نے نہ مانا اور کہا کہ میں نے اپنی قید کے ایام میں اس امر کی نذر مانی تھی کسطرح اُسکے خلاف عمل میں لاؤں۔ آخرالامر بہزار خرابی تعمیل بادشاہ نے خود دولت یہ قرار دیا کہ میں وفات مذکے سیے خود چہلم تک عزاداری کرتا رہونگا اور دوسرے بندگان خدا کو اختیار ہے ہماری طرف سے کسی پر جبر و تحکم نہیں ہے خلاصہ یہ ہے کہ بادشاہ بیگم کی تعلیم سے بادشاہ پھر ایسے رسوم کے ادا کرنے میں ایسے منہمک ہے کہ انتظام مالی و ملکی کی طرف ذرا توجہ نہ دے سکے۔ بادشاہ نے فرح بخش میں محل رملے کے قریب ایک عالیشان مکان تعمیر کرایا جس میں بارہ کمرے نہایت شاندار اور وسیع رکھے گئے اور اس مکان کا نام درگاہ دوازدہ امام مشہور تھا قیمتی شامیانے زربفت کے پر تکلف جن میں آبدار موتیوں کی جھالریں کلابتون اور بادلے سے ٹکی ہوئی تھیں چاندی کے ستونوں پر جنپر طلائی کام تھا استادہ تھے اور جھاڑ جن میں چالیس کنول شمعدار روشن ہوتے تھے سونے کے کام کے نہایت خوشنما وہاں رکھے گئے اور بیش قیمت فرش اور قدآدم آئینے نصب کیے گئے اور ہر جگہ ضریح سونے چاندی کی رکھی گئی اور ہر امام کی ولادت کی تاریخ پر اُس امام کے نام نہاد مکان میں خوشی کا جلسہ ہوتا اسیطرح ہر امام کی شہادت اور وفات کی تاریخ میں حسب قاعدہ عزا کی مجلس برپا ہوتی تھی اور ایک بارگاہ پھولوں کی نہایت خوشنما تیار ہوتی تھی باغات سلطانی میں جتنے خوشبودار پھول پیدا ہوتے وہ اور اُنکے سوا بازاروں سے بالکھ اروپے روزکے پھول عشرہ محرم تک مول آتے تھے

اُس زمانے مین خوشبودار پھول بڑے آدمیونکو بھی مشکل سے ملتے تھے اس بارگاہ کا طول سو قدم سے کم نہین ہوتا تھا اور عرض پندرہ بیس قدم سے زیادہ ہوتا تھا اور کبھی طلائی و نقرئی مقیش اور ستارون اور بادلے کی جھالرین پھولونکی جگھ کام مین لائی جاتی تھین عطریات سے وہ مکان بسایا جاتا تھا غرض کہ ہر امام کی ولادت کی تقریب مین پہلے دن سے چھ دن تک اور ہر امام کی وفات کے دنون مین کئی روز تک اور سید الشہدا کی شہادت کے زمانے مین چہلم تک بادشاہ نے اپنے اوپر یہ لازم کرلیا تھا کہ بہ نفس نفیس وہانکی خدمت ہزار جان و دل سے فرماتے تھے خواجہ سرا اور خواصین وغیرہ اکثر عورتین ان محلون اور مجلسون مین شریک ہوتی تھین عملۂ ملازمین بیرونی کی رسائی وہان تک بہت کم تھی زرچہ خانون مین نفیس اور خوشگوار کھانے اور شیرینیان اور عمدہ میوے اور پر تکلف پوشاکین صرف ہوتی تھین اور وفات و شہادت کے دنون مین مرثیہ خوانی ہوتی اور شربت اور مٹھائی اور میوہ صرف ہوتا ان مصارف مین چار پانچ لاکھ روپونسے کم خرچ ہوتے تھے بلکہ زیادہ تصور کرنا چاہئے اور بیگمات بھی ان تقریبون مین آتی تھین بادشاہ کا اعتقاد ان کامون مین ایسے غلو کے ساتھ تھا کہ محرم کی پہلی تاریخ کو سو پچاس تعزیے دردولت سے مقام معہود تک اپنے سر پر رکھ کر پہونچاتے تھے ہر مرتبہ کی آمد و رفت مین کئی کوس زمین پیادہ پا طے ہوتی تھی اور یہ آنا جانا کنکریونکی زمین پر برہنہ پا ہوتا تھا یہانتک کہ تلوئون مین وہ کنکریان کانٹونکی طرح کھٹکتی تھین اور اس برہنہ پائی کی وجہ زبان مبارک سے یون ارشاد فرماتے تھے کہ حضرت امام سجاد نے کربلا اور کوفے سے شام تک ننگے پانوُن زمین طے کی تھی جنگلی کانٹے اُنکے نازک تلوؤن مین چبھے تھے چونکہ مین بھی محب اُنکا اور شیعہ مذہب ہون کیونکر تکلیف گوارا نکرون اور چہلم تک فرش زمین پر سوتے تھے بادشاہ بیگم اور قدسیہ محل اور ملکۂ زمانی وغیرہ جملہ بیگمات طلائی اور نقرئی طوق اور زنجیرین بادشاہ کی گردن اور کمر اور پانوُن مین

پہاتی تھیں جو حقیقت میں کئی سیر بوجھ ہو جاتا تھا اور ایام مقررہ کے بعد یہ سب چاندی سونا انعام میں دیدیا جاتا تھا اور محرم کے دنوں میں تمام راتیں بیداری میں کاٹتے تھے شام سے صبح تک ہر محل میں اکثر خود بدولت اور کمتر خواجہ سرا مرثیہ خوانی و نوحہ خوانی کرتے پھرتے تھے عرص چالیس دن بادشاہ کو روتے کٹتے تھے گو دختر زیر ہر ہرماں و دل سے سیدانی گر چہلم تک محترز رہتے تھے بہرحال آدھا سال رونے پیٹنے میں عزاداری کے ساتھ گذرتا تھا اُن دنوں میں فرشتے کی بھی مجال نہ تھی کہ وہ کسی دنیا کے کام کا ذکر بادشاہ کے سامنے کرسکتا اور نہ کسی کی قدرت نہ تھی کہ مقدمات سلطنت میں لب ہلائیں۔ اگر کوئی سخت کام میں آتا تھا تو بادشاہ اُن مقاموں میں جہاں اچھوتیاں رہتی تھیں گوشہ نشین ہوتے تھے اور اہل شہر کہتے تھے کہ حضرت اچھوتے میں رونق افروز ہیں اور دربار قطعًا بند رہتا تھا کوئی مہینا ایسا ہوتا تھا کہ نصف ان معاملوں میں بسر نہیں ہوتا تھا آخر سید محمد صاحب مجتہد خلف مولوی دلدار علی صاحب نے فتویٰ لکھکر بھیجدیا کہ اگر اس تقریب سے ثواب مقصود ہے تو ہر کیف حاصل ہوا اب مناسب یہ ہے کہ ان لڑکیوں کا نکاح مومنین کے ساتھ کردیا جائے ہیں تو یہ ثواب علاوہ میں داخل کردیگا

نصیر الدین حیدر کی اپنی سوتیلی ماں بادشاہ بیگم سے سخت مخالفت روشن الدولہ کا ایسی کارروائی کرنا جس سے بیگم کا انتہائے درجے کی تکلیف اور ذلت اُٹھانا۔ آخر کار رزیڈنٹ کا مداخلت کرنا

بادشاہ نے جب ابھی صول چرچیوں سے تمام حرائے پر چھاتو پھیر دی تو اب انکو حرج

پورا کرنے کے لیے بالائی روپیہ کی ضرورت ہوئی بادشاہ کو یہ گمان تھا کہ جس مکان مین بادشاہ بیگم رہتی ہین اُسمین کوئی حوض زر نقد سے لبریز نواب سعادت علی خان کے وقت کا دفینہ ہے اور غازی الدین حیدر نے جو کچھ اُنکو عطا کیا تھا اور جاگیر کی آمدنی سے جسقدر وصول ہوتا تھا وہ مستزاد ہے اسلیے بیگم صاحبہ سے اُس مکان کا لے لینا مناسب تصور کیا اسکے علاوہ بادشاہ بیگم سے اور کسی سبب سے بادشاہ کو ملال تھا (۱) بادشاہ بیگم کو اعتماد الدولہ پر نظر شفقت تھی اور بادشاہ اُن سے مکدر تھے (۲) جسوقت قدسیہ محل نے انتقال کیا تو نصیر الدین حیدر نے حکم دیا کہ محل کی تمام بیگمات اور دوسری عورتین اس ماتم داری مین چالیس دن تک سیاہ لباس پہنین مگر بادشاہ بیگم نے یہ سیاہ پوشی گوارا نکی اور بادشاہ سے کہا کہ سیاہ لباس پہنا حضرت امام حسین کے ماتم مین زیبا ہے دوسرونکے غم مین سزاوار نہین اور بادشاہ کو ہرکس و ناکس کے غم والم مین سیاہ پوشی شایان نہین بادشاہ بیگم کی یہ تقریر سنکر آتوجی نے کہ پرکالۂ آتش تھی یہ آگ لگائی کہ اگر بادشاہ سلامت بیگم صاحبہ کے بطن سے ہوتے تو بیشک رنج و ملال مین حضور کی شریک ہوتین بادشاہ کا مزاج اس تقریر گرم نے اور افروختہ کیا اور بادشاہ بیگم کو پیام دیا کہ آپ جس مکان مین رہتی ہین وہ خالی کر دیجیے اور پچیس ہزار روپیہ ماہوار ہم سے لیا کیجیے اُنھون نے کہا کہ یہ مکان میرے خسر نواب سعادت علی خان کا بنایا ہوا ہے اور غازی الدین حیدر کہ میرے شوہر تھے اُنھون نے یہان بٹھایا ہے تمھارا داعیہ نہین پہونچتا آخر اس نزاع لفظی کی نوبت نے طول کھینچا اور بادشاہ نے مولوی غلام یحییٰ خان کی معرفت رزیڈنٹ کے سامنے یہ معاملہ پیش کیا اور اس تقریر مین دونون طرف سے روپیہ بھی خرچ ہوا لیکن صاحب رزیڈنٹ کو اس معاملے مین توجہ نہ تھی اُنھون نے تنہا ہی نکی مولوی صاحب کے مشورے سے بادشاہ نے صاحب رزیڈنٹ کو یہ پیام دیا کہ اگر آپ ہماری طرفداری نہین کرتے تو بیگم صاحبہ کی طرفداری بھی نہ کیجیے گا ہم جو کچھ مناسب

سمجھیں گے اُن سے سمجھ لیں گے ان باتوں سے بیگم صاحبہ نے نارضامند ہو کر رزیڈنٹ کو کہلایا کہ
ہماری جاگیر کا کاغذ بادشاہ سے منگا دیجئے اس نزاع کی کشمکش میں مصروف تھے اور گل تازہ کھلایا
کہ دو تین حبشی خواجہ سرا مسلح بیگم صاحبہ کے محل میں اس موقع سے بٹھا دیئے کہ بادشاہ نے سواری
کے وقت انکو دست بہ قبضہ دیکھکر تصور کیا کہ بیگم صاحبہ نے انکو میرے قتل کے واسطے مامور
کیا ہے اس بات سے بادشاہ اور بھی غضبناک ہو گئے۔ بادشاہ نے یہ سانگ بھرایا کہ ایک
مفلوک عورت کو بادشاہ بیگم خطاب دیکر محل کی چند عورتوں کو حکم دیا کہ ایک کمر مالی کرنے لگی اور
ایک نے مورچھل ہلانا شروع کیا اور ایک نے اگالدان ہاتھ میں لیا اور ایک نے پنکھا جھلنا
شروع کیا اور ایک نے پاندان کی خدمت اختیار کی اور اسطرح دو نوکریں اُس عورت کے
ساتھ ہوئیں اور یہ مشہور کیا کہ بادشاہ بیگم صاحبہ تشریف لاتی ہیں اسطرح بیگم صاحبہ کے حال
کی نقلیں اُتاری جاتی تھیں بادشاہ اور محل کی عورتیں قہقہہ مار کر ہنستی تھیں حالانکہ رونے کا
مقام تھا جب ان حرکتوں سے بھی مدعا حاصل نہوا تو بادشاہ نے بادشاہ بیگم کو پیام دیا کہ مرزا
فریدوں بخت عرف مانا جان کو انکی ماں سمیت ہمارے پاس بھیجدو انھوں نے جواب دیا
کہ جس وقت غازی الدین حیدر نے مجھ سے تمکو طلب کیا تھا تو میں نے نہ دیا تھا اب فریدوں بخت
کی مفارقت کسطرح گوارا کرونگی کہ اُسکو تمھارے حوالے کر دوں بادشاہ نے اپنے نوکروں کو
حکم دیا کہ کوئی بادشاہ بیگم کی اطاعت نکرے اور بُری بُری باتیں اُنھیں کہا کریں چنانچہ افضل
چوبدار انکی ڈیوڑھی پر ناملائم الفاظ بے تکلف کہتا تھا جنکو سُنکر بیگم صاحبہ رنجیدہ ہوتی تھیں
اور بادشاہ خوش ہوتے تھے ان باتوں کی بدولت چوبدار مذکور مردہہ کر دیا گیا آخرکار روشن الدولہ
رزیڈنٹ کے حکم سے اصلاح کے درپے ہوئے کبھی بیگم صاحبہ کی ڈیوڑھی پر جاتے تھے اور کبھی
مرزا محمد علی خان بن نوازش علی خان بن سالار جنگ کو اور کبھی عبد الباقی خان بن عبد الرحمن خان

قندھاری کو جو صاحب رسالہ تھا بلا کر سمجھاتے تھے اور خوف دلاتے تھے لیکن بادشاہ بیگم یہی جواب دیتی تھیں کہ جب مین نے معتمد الدولہ آغا میر کے افسون کی حقیقت نہ سمجھی تو دوسرا کیا مال ہے خصوصًا اپنی گود کے پالے ہوئے سے ڈر ناعقل سے دور ہے بیہودہ سرزنش ابھی ہین یہ معاملہ ابھی طے نہین ہوا تھا کہ رزیڈنٹ کی روانگی کسی ضرورت سے کلکتے کی طرف ہوئی بیگم صاحبہ کے متوسلون نے مشہور کیا کہ وہ بیگم صاحبہ کی طرف سے جاتے ہین یہ خبر سنکر بادشاہ بہت متوحش ہوے اور کوٹھی فرح بخش سے اُٹھ کر نواب آصف الدولہ کے تعمیر کیے ہوئے مکانون مین چلے گئے جب رزیڈنٹ واپس آئے تو بادشاہ کا دل ہاتھون مین لیا اور وہان سے اُٹھا کر فرح بخش مین لائے اور بادشاہ بیگم سے کہلا بھیجا کہ بادشاہ بیٹا تمھارا نادان ہے اور آپ دانشمند ہین فرزند کی دلداری واجب ہے اس لیے مناسب ہے کہ آپ اِس مکان سے اُٹھ کر جو مکان آپ کے پسند ہو وہان قیام فرمائین بیگم صاحبہ نے جواب دیا کہ مجھکو فیض آباد مین جو میری جاگیر ہے بھیجدیجیے لیکن اُسوقت جاگیر بھی بادشاہ نے بند کر لی تھی یہ صورت قرار پائی بادشاہ نے جو اپنے حق مین رزیڈنٹ کی اتنی پاسداری پائی تو راجہ درشن سنگھ غالب جنگ کو حکم دیا کہ جسطرح بن پڑے بلا رو و رعایت قانون تعظیم و تکریم کے بادشاہ بیگم کا مکان خالی کرا لے اُس نے حسب الحکم بادشاہ۔ اول تھوڑے سپاہی بیگم کے مکان کے آس پاس کھڑے کیے آخر راجہ شیو دین سنگھ کو اپنی طرف سے جمعیت کثیر کے ساتھ مامور کیا راجہ شیو دین نے کشن چند مودی وغیرہ گیارہ ملازمان بیگم صاحبہ کو قید کرکے ٹیڑھی کوٹھی مین بھیجدیا اور ۲۰ ذیحجہ ۱۲۵۰ھ ہجری مطابق ۱۹ ماہ اپریل ۱۸۳۵ء کو بیگم صاحبہ کے مکان کا محاصرہ کیا آب و دانہ بند کردیا بیگم صاحبہ نے بھی اپنے چند خاص برداروں کو مسلح کرکے دروازے پر متعین کردیا بیگم کے یہان دو پلٹنین نوکر تھین جن کا درماہہ خواجہ سرا اُڑا لیتے تھے اور آدمی اُن مین نہین رکھتے تھے جب ایسے وقت مین بیگم کو

اُن سپاہیوں کی ضرورت واقع ہوئی تو بستان ۔ یا پاٹھ گئیں کہ علم اُم اُنکی تنخواہ سرکار سے
آپ سے لیا کرتے تھے چونکہ ایسے موقع پر خواجہ سراؤں سے باز پرس کرانا دانائی سے بعید
تھا اسلیئے خاموش ہو رہیں الغرض راجہ مذکور نے پانچ سیڑھیاں مضبوط دیوار باغ سے
جو بیگم کے محل کے متصل تھا سند ہوا دین اور سیلداروں کو حکم دیا کہ اوپر چڑھ کر محل کو گرا دین
بیگم بھی یہ حال معلوم ہوتے ہی مع مغلانیوں اور حبشنوں کے محل سے نکل کر بادشاہی
آدمیوں پر اینٹ اور پتھر اور لکڑیاں برسانے لگیں یہاں تک کہ وہ لوگ بھاگ نکلے
اور دروازے تک اُن کا تعاقب کیا۔ اس حالت مین راجہ مذکور اور بادشاہ کا چیلہ
امام علی اینٹ سے مجروح ہوئے اور بیگم اپنے محل کو لوٹ گئیں آخر کار راجہ نے اُن
سپاہیوں کو حکم دیا کہ اب ادب و لحاظ کو ترک کر کے بے تحاشا محل مین گھس پڑو اس
درمیان مین کسی نے محل میں سے بندوق سر کر دی اس وجہ سے لڑائی شروع ہو گئی
اور طرفین سے بندوق چلنے لگی چار حبشنیں تیر و بندوق سے ماری گئیں اور ظالم سنگھ
صوبہ دار اور ایک سپاہی فوج شاہی کا اور ایک راہ رو بیگم کے سپاہیوں کی گولیوں سے
زخمی ہوئے اور ابراہیم بیگ خاص بردار اور ایک حبشی اور چند عورتیں بیگم کی طرف سے
کہ چھت پر تھے تیر و بندوق سے کام آئے اس شورش کی وجہ سے بازار کی دوکانیں
بند ہو گئیں۔ بادشاہ نے یہ خبر سنتے ہی حکم دیا کہ ایک توپخانہ لیجا کر لگا دو اور علی بیگ
کوتوال کو حکم دیا کہ بازار کے دوکانداروں کو تسلی و تشفی کر دو کہ دوکانیں بند نہ کریں
اس اثنا میں بیگم صاحبہ جدال و قتال اور تشنگی و گرسنگی سے عاجز ہو کر باغ کی جانب
سے دروازۂ درگاہ ائمہ اثنا عشر میں تشریف لائیں اور راجہ مذکور سے امان چاہی
نوکروں نے مقتولوں کی لاشیں دریائے گومتی مین بہا دین اور روشن الدولہ نے حاضر

ہو کر عرض کیا کہ بیگم صاحبہ امان چاہکر یہ خواہش ظاہر کرتی ہین کہ الماس باغ مین جو
الماس علی خان کا بنایا ہوا تھا چلی جائین یہ باغ پہلے سے بیگم صاحبہ کی سکونت کے لیے
تجویز ہو چکا تھا بادشاہ نے حکم دیا کہ فوراً سواریان بھیجدیجائین چنانچہ پچاس رتھ اور ستر میانے
بھیجدئے گئے اور کوتوال کو حکم دیا کہ بقالون کی دو تین دوکانین الماس باغ مین بھیجدے
پہر دن رہے بیگم صاحبہ مع فریدون بخت کے سکھپال مین سوار ہو کر چلی گئین اور مغلانیان
اور خواصین میانون اور رتھون مین سوار ہو گئین اور پانچ چھ زخمی عورتونکو ہمراہ لے گئین اور
اُنکے ساتھ مادھو سنگھ کا رسالہ اور دو کمپنیان دہجیت کی تھین پیاس کی کثرت سے بیگم صاحبہ
نے راستے مین پانی مانگا - چونکہ مکان برسون سے بے مرمت پڑا تھا نہ وہان روشنی کا سامان
تھا نہ فرش تھا اس لیے رات بھر بیگم صاحبہ سکھپال مین رہین اور دوسری عورتین بھی بے آرام
پڑی رہین نہ کھانا ملا نہ کافی پانی - اور بیگم صاحبہ کے محل مین بادشاہ کے حکم سے فتح علی خان
کپتان نے قبضہ کر کے تمام کوٹھریون مین قفل ڈالدیے اور اس کش مکش مین اکثر اسباب تلف
ہو گیا اور بعد اسکے بیگم صاحبہ کے تمام نوکر قید سے رہا ہو گئے -

ایکدن شب کے وقت نصیر الدین حیدر نشۂ شراب کے عالم مین سوار ہو کر جوش محبت مادری
مین بیگم صاحبہ کے پاس تنہا الماس باغ مین پہونچے جو لوگ دروازے پر پہرے چوکی کے لیے
مامور تھے اُنھون نے عدم شناسی کی وجہ سے اول روکا جب معلوم ہوا کہ اس ہیئت سے
بادشاہ آئے ہین تو اندر جانے دیا - بادشاہ نے سلام و نیاز کے بعد معذرت کی اور چاہا کہ اپنے
ہمراہ محلات مین لیجائین چونکہ رات کم تھی بادشاہ بیگم نے کہا کہ اب رات تھوڑی باقی ہے آپ
یہان استراحت کرین وقت صبح اگر منظور خدا ہے ظہور مین آئے گا - بادشاہ نے اُسوقت سردی
کی شکایت کی اور چاہا کہ آرام کرین - بستر خواب پر دراز ہوئے بادشاہ بیگم نے شالی رضائی اوپر

اٹھادی تاکہ سردی دفع ہو چونکہ خدا کو کچھ اور ہی منظور تھا بادشاہ نے اُٹھ کر کہا کہ صبح کو سواری بھیجکر آپکو بلالونگا اور خود سوار ہو کر چاند گنج میں تشریف لے گئے وہاں روشن الدولہ موجود تھے اُن کو اس ساری کیفیت سے مطلع کیا اُنکو اور ہی فکر لگی ہوئی تھی اُس کے فریب کا ذکر آگے آئے گا۔ یہ سمجھا کہ بادشاہ بیگم سے زیادہ کوئی اور دوسرا بادشاہ کا محافظ اور دلسوز نہیں ہے بادشاہ سے عرض کیا کہ حضرت دوسری مرتبہ ایسا کام نکریں خانہ زاد کو معلوم ہو چکا ہے کہ بیگم صاحبہ حضرت کی جان کی دل سے دشمن ہیں فلاں فلاں حسینین حضرت کے قتل پر زہر کھائے ہوئے تھیں لیکن خواجہ سرائے سینہ سپر ہو کر اُس صدمۂ عظیم سے بچایا۔ یہ سنتے ہی بادشاہ آگ ہو گئے اور اُس شالی رضائی کو کہ ابھی تک اوڑھے ہوئے تھے آگ میں جلوادیا اور اُس خواجہ سرا کو کہ سرکار روشن الدولہ لے لسان دیا تھا طلب کیا روشن الدولہ نے کہ در پردہ بادشاہ کے حامی دشمن تھے خواجہ سرا کو نظارت کی طمع پر ایسا صاف کیا اور حسن کی عہدت شیشے میں اُتارا کہ اُس دیوانے نے اُس مضمون کو طلاقت لسانی سے بادشاہ کے سامنے بیان کیا اور اس وجہ سے آتش نزاع جو شعلہ زن تھی وہ بُجھی ہلکہ اور بھڑک اٹھی اور یہ تشریف لیجانا بادشاہ کا بادشاہ بیگم کے پاس مصلحت سے خالی نہ تھا ریذیڈنٹ کی زبان سدی کے واسطے پیام طور میں آیا تھا کہ باوجود عہد و معذرت کے بادشاہ بیگم نے اپنی سخن پروری کی۔ الماس باغ سے واپس آنا قبول کیا جب بیگم صاحبہ نے اُس خواجہ سرا غلام کی کیفیت کھُلی جو قاتلوں کے ہاتھ سے بادشاہ کو بچانے والا بنا تھا تو نہایت دل شکستہ اور پریشان خاطر ہوئیں۔ آخر کار بیگم صاحبہ کے بھانجے اور بھتیجے یعنی مرزا ذوالفقار علی اور مرزا علی خاں وغیرہ اپنے اہل و عیال کے ساتھ اور وہ اقربا جو مدت سے حلتے تھے تمام بالکل متفق ہو کر حاکم کے خوف اور غارتگری کے اندیشے سے الماس باغ کے دروازے پر

سکونت پذیر ہوئے - بیگم صاحبہ نے اپنی حفاظت کے لیے جدید سپاہ نوکر رکھنا چاہی چنانچہ
امام بخش سقہ ساکن فتح گنج ملازم اپنے کو فراہمی سپاہ کا حکم دیا اُس نے آٹھ نو ہزار کے قریب
آدمی بھرتی کیے اور امام بخش جرنیل مشہور ہوا جن میں ہر قسم کے بدمعاش دلیر اشتہاری اور راجپوت
وغیرہ تھے - اور گھنڈی والی پلٹن ہمراہی غالب جنگ اور سپاہیان بھر ما ہمراہی فقیر محمد خان
رسالہ دار نے جو سرکار شاہی سے موقوف ہوئے تھے بیگم کے یہان نوکری کر لی اور ان کے افسر
موہن سنگھ اور لالتا پرشاد راجپوت جو نہایت جوانمرد تھے بنائے گئے انمین سے مسلمانونکو روٹیان
اور ایک پیالہ قلیے کا یا دال کا پیالہ اور ہندوؤنکو فی نفر سیر بھر آٹا اور دال ہر وقت ملتی تھی اور
اُن سے یہ وعدہ تھا کہ عروج و دولت کی ترقی کے دن تمھاری تنخواہین مقرر ہو جائینگی
اور محل مین بیگم صاحبہ کے پاس بی مغلانی اور فرخندہ خانم اور امانی خانم وغیرہ کارپرداز تھین
بیگم صاحبہ جاگیر کا کاغذ چاہتی تھین اور سفر فیض آباد کے لیے زر نقد کی بھی طالب تھین اور
رزیڈنٹ بادشاہ کے پاس خاطر سے اس معاملے مین زیادہ مداخلت کرتے نہ تھے نہ خود
بیگم صاحبہ کے پاس جا سکتے تھے - نہ زر نقد بھیج سکتے تھے کلکتے سے اس باب مین جواب
ملنے کے منتظر تھے - اور جب رزیڈنٹ روشن الدولہ سے بیگم صاحبہ کے بارے مین کچھ کہتے
تھے تو وہ یہ جواب دیتے تھے کہ جس کام پر کمر ہمت باندھی ہے اُسکا ظہور بیگم صاحبہ کی دوری کے
بدون غیر ممکن ہے اور جاگیر کے باب مین جواب دیتے تھے کہ خرچ کی مہنائی کے بعد جو جمع
قرار پائے بیگم صاحبہ اہلکاران سلطنت کے ہاتھون سے لیا کرین ابھی یہ تکرار طے نہوئی تھی
کہ روشن الدولہ کو اور دور کی سوجھی اور اپنے دل مین سمجھے کہ یہ جملہ کارپردازی عماد الدولہ کی
بہن فیض النسا مغلانی کی وجہ سے ہے اُسکو محل سے نکالا چاہیئے اگر یہ نہ نکلی تو بیگم صاحبہ کی
جاگیر پر عامل مقرر ہوگا اور ہماری خورد و برد ضائع ہوگی اور جب تک وہ محل مین موجود ہے

ہمیشہ ہر معاملے میں رزیڈنٹ سے جوابدہی پڑنے کی آجاماجی کی تالیف قلب کر کے اپنا شریک کیا اور فیض النسا کی بیٹی چھوٹی خانم کی معرفت سلسلہ جنبانی ہوئی انھوں نے معلائی کو پیام دیا کہ بادشاہ کو بیگم صاحبہ کی جدائی منظور نہین اور دشمن اس بات پر زہر کھائے ہوئے ہین کہ ماں بیٹوں میں کسی طرح صفائی کی صورت نہو اس سے بادشاہ نے تم کو طلب فرمایا ہے کہ صفائی ہو جائے بی معلائی اصل معاملے سے غافل حسب وعدہ سوار ہو کر در دولت پر پہونچی یہاں دام تزویر بچھا تھا ہی ابھی سواری اُتری نہ تھی کہ دربان نے روشن الدولہ کے اشارے کے موافق منع کیا کہ بدون بادشاہ کے حکم کے یہاں سواری اُترنا محال ہے اس تکرار مین وہ طول کھنچا کہ روشن الدولہ اور کسوہوں کے آدمی ملا کی صورت پہونچے اور کہار انکو محل سے ملا کر پردہ سواری کا اُٹھایا اور معلائی کو کشاں کشاں روشن الدولہ کے پاس لے گئے اُنھوں نے پوچھا کہ تو در دولت پر کسواسطے آئی ہے اُس نے کہا کہ بادشاہ کی طلبی کے موافق حاضر ہوئی ہوں روشن الدولہ نے اُسوقت جاکر بادشاہ کے کان میں یہ منتر پھونکا کہ یہ سونے کی چڑیا در اصل بیگم صاحبہ کی عقل کی کنجی ہے اس مکر و فریب کے ساتھ ہاتھ آئی ہے اور بہر صورت سرکار حضرت کے فائدے کی بات ہے بادشاہ کے حکم سے وہ تیرہ بخت کوٹھی نور بخش میں قید ہوئی اور آرام کے سامان بند ہوئے چند عرصے میں علیل ہو گئی اور یہ خبر متواتر رزیڈنٹ کو پہونچی اُنھوں نے روشن الدولہ سے کہا کہ یہ معلائی اس طرح مر گئی تو تمھارے حق میں اچھا نہو گا ناچار عالم مجبوری مین کچھ اُس سے لیکر چھوڑ دیا۔

معلائی کے فراق نے بیگم صاحبہ کی کمر ہمت توڑ دی تھی وہ جب تک محل میں تھی اُسکی کارگزاری کی وجہ سے نوبت فاقے کی نہ آئی اب فاقے پر فاقہ تھا کارپردازان سلطنت

کچھ سنتے ہی نہ تھے اور شہر کے مہاجن بھی کچھ قرض نہین دے سکتے تھے زیور اور جواہر اُن کا
جس کسی نے مول لیا اُس کا گھر ضبط کیا گیا غرض عجب بلا مین مبتلا تھین نہ جائے ماندن
نہ پائے رفتن چغل خورون اور جعلسازون کا بازار گرم تھا اور محل کے خواجہ سرا اپنے خیال
مین پڑے تھے کہ فرخندہ خانم مہردار سے ملکر کاغذ پر مہرین چھاپ کر کشائش کی امید
مین شیرینی کی صورت تقسیم کرتے تھے تا کہ رزیڈنٹ کو بیگم کا مدد و معاون بنادین اور
بیگم صاحبہ کے خیال مین یہ بات تھی کہ ہمارے واقعات رزیڈنٹ تک پہونچتے ہین اکثر
عیسائی گل تازہ کھلاتے تھے کہ اپنی میمون کو باغ مین بیگم صاحبہ کے پاس بھیجکر سبز باغ
دکھاتے وہ نہال ہوکر طلائی و نقرئی اسباب انعام مین بخشتی تھین کہ انھین کی وجہ سے
رزیڈنٹ تک میری پریشانی کا حال پہونچکر یہ روز بد سر سے ٹل جائے مگر کسی کی کوشش
سے کام نہ نکلا - اہالی سلطنت ایسے غافل تھے کہ اُنکو اس اجتماع کی جو بیگم صاحبہ کے پاس
ہو گیا تھا ذرا پروا نہوئی جب ان لوگون نے آس پاس کے باغات مین جاکر
دست اندازی شروع کی تو بادشاہ کو اخبار کے ذریعہ سے اس سپاہ کی فراہمی کا حال معلوم ہوا بادشاہ
نے بیگم کو حکم دیا کہ ان سب کو موقوف کردینا چاہئے بیگم نے جواب دیا کہ مین صحرا لق و دق
مین رہتی ہون چورون سے حفظ و حراست کے لیے یہ تمام آدمی نوکر رکھے ہین بادشاہ
کے حکم سے شہر مین منادی ہوگئی کہ اگر کوئی بادشاہ بیگم کی نوکری کرے گا سزا پائے گا اور
رزیڈنٹ کو بھی اس بات کی اطلاع کردی گئی اور واسطے تدارک اور دفع فتنہ و فساد کے
سپاہ شاہی متعین ہوئی بادشاہ کی سپاہ نایابی تنخواہ کی وجہ سے پریشان اور بیدل ہو رہی
تھی روشن الدولہ نے اُنکی تالیف قلوب کے واسطے جسطرح بنا تنخواہ تقسیم کی تاکہ لڑائی کے
وقت جانبازی سے دریغ نکرین سپاہی بیگم صاحبہ کو دعا دینے لگے کہ اُنکی بدولت مدت

دربار کے بعد تنخواہ دیکھنا نصیب ہوئی۔ راجہ لال جی نائب جرنیل اور قیام الدولہ میر حمید
اور فقیر محمد خان اور مسٹر ملکم صاحب رسالوں سمیت اور رابرٹ صاحب پلٹن اور توپخانہ
کے ساتھ اور مالا گنج کا توپخانہ یہ سب بھیجے گئے اور ناکے کے اس طرف الماس باغ
کے پاس ہے اس سپاہ کے مورچے قائم کیئے اور دوسری جانب بیگم صاحبہ کی سپاہ نے
اپنے مورچے جمائے۔ اگرچہ رزیڈنٹ نے خانگی مقدمات ہونے کی وجہ سے ابتدا سے
بیگم صاحبہ کے جھگڑوں میں مداخلت نہیں کی تھی لیکن یہ خبر سنکر اہالیان سلطنت کی
غفلت پر افسوس کیا اور خیال کیا کہ یہ مناقشہ طول پکڑ کر سلطنت کی بنیاد کو ہلا دیگا اسلیئے
مخبر بھیجکر اصل کیفیت دریافت کی تو معلوم ہوا کہ سارا حال صحیح تھا پھر آپ موقع پر گئے تو
سپاہ شاہی کو نہایت مضمحل اور حقیر حالت میں پایا ساز و سامان بالکل بُرا ٹوٹا پھٹا تھا
اور بیگم صاحبہ کی تمام سپاہ کا سامان درست اور آدمی بھی تنادر و قوی وحشت تھے اندیشہ
کیا کہ شہر قریب ہے سادا کہیں طرفین میں ہتھیار چل جائے تو شہر لٹ جائیگا اس لیے
۳۔جمادی الاولے ۱۲۵۲ ہجری مطابق ۲۵ ستمبر ۱۸۳۶ء کو میر مستی سید التفات حسین خانکو
بیگم کی خدمت میں فہمائش کرکے اس جمعیت کو موقوف کرنے کے لئے بمقام الماس باغ
میں گئے پس پردہ بیگم بیٹھیں اور پردہ کے اس طرف میر مستی کرسی پر بیٹھے اور رزیڈنٹ کیطرف
سے سلام و نیاز ہو چکنے کے بعد کہا کہ ہکو امر خانگی ہونے کی وجہ سے جانبین کے مناقشے
میں دخل دینا منظور نہ تھا لیکن جھگڑا طول ہو گیا اور ریاست میں فساد ہونے کا احتمال ہے
اور قریب ہے کہ مخلوق پریشانی میں مبتلا ہو جائے اور سلطنت اودھ کی حراست و حفاظت
دشمن بیرونی و اندرونی سے سرکار دولتمدار کمپنی کے ذمے عہد نامہ کی وجہ سے ہے اسلیئے
بلوہ و فساد کرنا مداخلت کی جاتی ہے آپ کو اس قدر مسلح آدمی لے اور والی ملک کے لوکر کھنا

مناسب نہ تھا بہتر یہ ہے کہ سب کو آپ برطرف کردین اور بقدر ضرورت چار پانسو آدمی حفاظت وبندوبست کے لیے رہنے دیے جائین میری طرف سے آپکی خیرخواہی مین کوئی دقیقہ فروگذاشت نہوگا اور آپکا درماہہ برابر سرکار شاہی سے پہونچتا رہے گا اور حفاظت اہالی سرکار کمپنی سے اچھی طرح ہوگی اور گورنر جنرل کی خدمت مین یہ تمام حال لکھدیا جائیگا اگر آپ میری گزارش پر عمل نکرینگی تو سپاہ انگریزی کی دو کمپنیان بھیجدیجائینگی جو آپ کی تمام جمعیت کو پریشان کردینگی اور اُسوقت آپکو تحسر وتاسف فائدہ نہ بخشیگا یہ سُنکر بیگم صاحبہ اور فریدون بخت اور تمام خواصان محل زار زار رونے لگین پھر بیگم صاحبہ نے کہا کہ مجھکو رزیڈنٹ کے حکم کی تعمیل مین عذر نہین اور ہر وقت مجھکو یہ منظور تھا کہ کسی نہ کسی طرح رزیڈنٹ صاحب میرے معاملات مین مداخلت کرین تاکہ مین دشمنون کے شر سے امن پاؤن اور سلیمان جاہ کی جسطرح مین نے تربیت اور پرورش کی ہے وہ رزیڈنٹ پر روشن ہے مگر دشمنون کے بہکانے سے اُنھون نے میری خرابی پر کمر باندھی ہے اب کہ اس ویرانے مین رہتی ہون تب بھی مفسد توہین اور تذلیل کے درپے ہین اور ہر روز ایک نیا پیغام بھیجدیتے ہین ورنہ مجھکو اتنے آدمیون کے جمع کرنے کی کیا ضرورت تھی مجبور ہو کر حفاظت عزت کے لیے اتنی جماعت فراہم کی ہے اگر رزیڈنٹ میری جاگیر جو میرے شوہر نے عطا کی تھی دلوادین تو وہان چلی جاؤن ۔ میر منشی نے جوابدیا کہ مین اس بات کے واسطے رزیڈنٹ کیطرف سے مامور نہین ہون تاکہ کچھ اسکا جواب دون اگر آپ کو کچھ لکھنا سُننا ہے تو اپنا حال لکھدیجیے مین اُنکے سامنے پیش کردونگا اور آپ کے پاس جواب آجائے اگرچہ اقرار واثق نہین کرسکتا مگر اتنی تنخواہ گذراوقات کے لیے جو آپ کی ذات اور نوکرون کے لیے کافی ہو گورنر جنرل کی اجازت سے مقرر ہوجائیگی ۔ بیگم صاحبہ نے کہا کہ مجھکو تو

غرض جاگیر سے ہے اور نوکروں کو میں ابھی موقوف کرنے کو تیار ہوں لیکن عرصۂ دراز سے
انکو چڑھی ہوئی تنخواہ نہیں ملی ہے اُنکے فساد کرنے کا اندیشہ ہے جو کچھ سونے چاندی کا اسباب
تھا آج تک فروخت کرتی رہی سرکار شاہی سے کچھ بھی نہ دلا دیے کو کچھ میرے پاس نہیں
اگر تیس لاکھ روپیے دلوا دیے جائیں تو اُنکی تنخواہیں بیباق کرکے علٰحدہ کر دیا جائے میر منشی
نے کہا کہ عرصۂ دو سال سے اُنکو کہاں سے دیا گیا کہ اب رخصتی کے وقت یہ عذر کیا جاتا ہے
غرضکہ میر منشی نے بیگم صاحبہ کو اچھی طرح سمجھا کر قسم کے ساتھ موقوفی سپاہ کا وعدہ لیا اور
اُنھوں نے بھی میر منشی کے سامنے سپاہیونکو مورچوں سے بلا کر ہتھیار کھول لینے کا حکم سنا دیا
میر منشی وہاں سے رزیڈنٹ کے پاس واپس ہوا اور تمام حال بیان کیا۔ اور رزیڈنٹ
نے اس کام میں مداخلت کی اجازت حاصل کرلی اور ایک لاکھ روپیہ تقسیم تنخواہ کے لیے
نقد اور پندرہ ہزار روپیہ ماہوار اُنکے خرچ کے لیے بادشاہ کی استرضا سے تحریر کیا اور تمام ملازمان
بادشاہی کو حکم سنا دیا کہ بیگم صاحبہ کے کسی نوکر سے کوئی شخص کسی طرح کی مزاحمت نکرے جہاں وہ
چاہیں پھریں چلیں اور بیگم صاحبہ کو لکھا کہ آپکو پندرہ ہزار روپیہ ماہوار ملا کریں گے اور ایک
لاکھ روپے نقد دیے جائیں گے بشرطیکہ آپ کل سپاہ علٰحدہ کرکے صرف چار سو آدمی اپنی
حفاظت کے لیے رکھ لیں بیگم نے پھر رزیڈنٹ کو درخواست دی کہ تیس لاکھ روپے کے بغیر کام نہیں
چلے گا اور یہ پندرہ ہزار روپیے میرے مصارف کو کافی ہونگے لیکن رزیڈنٹ نے نہ مانا چار
بیگم صاحبہ نے طوعاً و کرہاً رزیڈنٹ کے قول کو مان لیا اور ایک لاکھ روپے خزانۂ شاہی سے نکلکر
بیگم صاحبہ کے پاس بھیجا گیا اور امداد و خدا بخش چوبدارونکو حکم ہوا کہ اپنے سامنے سپاہ کو تنخواہ
تقسیم کرا کر برطرف کرا دیں۔ بیگم صاحبہ نے چوبداروں کے روبرو اُن روپیوں میں سے بعض
سپاہیو نکی تنخواہ دلوا کر بظاہر اُنکو برطرف کر دیا اور اُن سے خفیہ کہدیا کہ تم ہمارے نوکر ہو لیے

سکا نون پر بیٹھے رہو اور اپنے وکیل مرزا علی خان کی معرفت جو اُنکے بھانجے تھے رزیڈنٹ کو کہلا بھیجا کہ ایک لاکھ روپیہ تقسیم تنخواہ کے لیے کافی نہین اسلیے اور روپیہ دینا چاہیے بہت سی گفتگو کے بعد رزیڈنٹ ایک لاکھ روپے سے اور امداد کرنے کو راضی ہوئے چنانچہ حسب الحکم شام کو ایک لاکھ روپے سربمہر ہوئے کہ صبح کو بیگم صاحبہ کے یہان بھجوا دیے جائینگے کہ رات مین بادشاہ کا انتقال ہو گیا۔

مادر مہربان کے ساتھ بادشاہ کے ایسے ناخلفانہ سلوک کا انگریزون پر اثر

ملخص تاریخ اودھ مین ہست پرشاد نے لکھا ہے کہ جن دنون نصیرالدین حیدر کا بادشاہ بیگم کے ساتھ تنازع ہوا تھا تو اُن سے ایسی نامناسب حرکتین ہوئین کہ انگریزون کو بہت ناگوار گزرین اور اُنکا سمجھانا مفید نہوا عجب نہ تھا کہ بادشاہ کے جیتے جی سلطنت کا حال بدل جاتا لیکن اُنکی موت سے پردہ پوشی ہو گئی۔

بادشاہ کی شکستہ حالی سلطنت کی ابتری اور آخر کار اپنے مقربین کے ہاتھون سے جان دینا

مادر مہربان کی شکستہ خاطری۔ رعایا کی پریشان حالی سے آخر کار برق قہر آسمانی حضرت ظل سبحانی پر ٹوٹی اور اُنکی جان پر آبنی یعنی جب یہ صورتین ظہور مین آئین تو روشن الدولہ کو انگریزون کے ساتھ موافقت پیدا ہو جانے کی وجہ سے بڑا اقتدار حاصل ہو گیا ہر ایک چھوٹا بڑا اطاعت کرنے لگا ملک کی آمدنی مین کمی ہوئی۔ خزانہ خالی ہوا۔ بادشاہ کو اضطراب نے

ہاتھوں ہاتھ لیا اکثر عالم انتشار مین محل کے اندر عورتوں سے یہ فرمایا کرتے تھے کہ جو کچھ تمھاری
قسمتوں مین ہے جلد جلد مجھ سے لیلو اور عیش کرلو کہ میرے بعد جوار کی روٹی اور ماش کی دال
نصیب ہونا سخت مشکل ہے نواب احمد علی خان المخاطب بہ شمس الدولہ بن نواب سعادت علی خان
کے بیٹوں نے انگریزی افسرون سے تحریرات شروع کی ہیں اور چاہتے تھے کہ سلطنت اُن کو
ملجائے اسوجہ سے مجھکو منظور ہے کہ ایک کوڑی خزانے مین باقی رہے اور روشن الدولہ اس فکر
مین تھے کہ جسطرح بیگم صاحبہ کا اخراج ہوا ہے اسیطرح بادشاہ کے بدخواہوں کا بھی اخراج
ظہور مین آئے تاکہ پھر کوئی کاشانہ عشرت کا وارث محل مین باقی نرہے آخر یہ نوبت پہونچی کہ رانی حکم
جسکو بادشاہ دَدَا کہتے تھے اور بادرچیخانہ خاص سلطانی اس سے متعلق تھا اور مکھنا خانم اور
باقی اسامیاں عیش محل نے جو یہ رنگ خراب دیکھا اور سمجھین کہ انجام کار آبرو بربادی پھر ہوگی
تو بیماری وغیرہ کا حیلہ کرکے گھروں مین بیٹھ رہیں اس عرصے مین گورنر جنرل نے متواتر اوس کی
بد انتظامی کے رفع کرنے کیلیے تاکید لکھی اور ریزیڈنٹ نے بھی دفتر کے دفتر شکایت میں گورنر جنرل کو
لکھا اور جب ریزیڈنٹ دربرپر تاکید کرتے تو وہ کہتے کہ مجھکو بادشاہ کے مزاج میں مداخلت نہیں
اگر اُن سے کسی سپاہ کے بارے مین عرض کرتا ہوں تو کہتے ہیں کہ میرے نوکروں کو کسواسطے
برطرف کرتے ہو اور ملک کو آبادانی کرنا چاہتا ہوں تو فرماتے ہین کہ نواب صفدر جنگ کے
عہد سے ہمارے ملک مین یہ رسم جاری نہیں ہوئی عملدرآمد قدیم کے خلاف لاکھوں روپیے کا
نقصان اُٹھانا کیا ضرور اور مصارف محلات کی بابت زبان سے کچھ نکالتا ہوں تو یہ
جواب دیتے ہیں کہ تمکو ہمارے گھر سے کیا کام ہم جسکو چاہتے ہیں بخشتے ہیں اور اگر تماشائی بنکر
پھر سکوت لب پر لگاتا ہوں تو آپ بدنام کرتے ہین اور اگر زیادہ سختی کرتا ہوں تو حکیم
مہدی علی خان کے نامزد شدہ دستور دل ہونے کا خوف ہے اور آپ سے تدارک کی امید

نہین۔ بہر صورت اس مرض سخت کا علاج منظور نظر ہے کہ اس مریض کو ایسا چنگا کیجیے کہ
پھر قیامت تک صورت نظر نہ آئے لیکن اس شرط سے کہ آپ جان اور حرمت کے محافظ
بنین اور عہد مستحکم کے ساتھ ضمانت کرین رزیڈنٹ نے یہ بات سُن کر فقط یہ جواب دیا کہ جس مین
خلق کی بہبودی اور رعایا کی خوشنودی ہو اور ریاست کا نام باقی رہے وہ تدبیر عمل مین لاؤ
بعد اسکے شراب دار اور آبدار وغیرہ جو قوم مسلمان اور ہنود و نصاریٰ سے بادشاہ کے پاس
ساقی گری کی خدمت پر ممتاز تھے اس بات پر آمادہ کیے گئے کہ شراب مسموم بادشاہ کے
استعمال مین لائین لیکن یہ تدبیر کارگر نہوئی یہ معاملہ طشت ازبام افتادہ کی مانند مشہور ہوا
اور بدنامی کے ساتھ اُن لوگون کی آبرو پر پانی پھرا اور جب بادشاہ کو علاج سے صحت کامل
ہوئی تو نہایت بدحواس ہوئے اور اب بادشاہ پر اپنے بدخواہ دوست نماؤن کی عداوت قلبی
کی صورت کھلی حفظ جان کے واسطے چار چار روز برابر کھانے پر اس خوف سے ہاتھ
نہین بڑھاتے تھے کہ شاید مسموم ہو عمارت کے مزدورون اور بہرونکے تلنگون سے بھُنی
ہوئی جوار اور چنے لیکر اپنی جیب مین بھر رکھتے تھے اور اُنکو کھاکر امید و بیم مین اوقات بسر
کرتے تھے اُسوقت مین بھی جو شریف زادے تھے وہ عالم مجبوری مین کنارہ کش ہوئے فقط بدخواہ
رذیل اور کمینے لوگ باقی رہے اُنہین سے دو کہاریون دھنیا اور ڈلوی تے جو ہمہ تن روشن الدولہ
کے جادۂ اطاعت سے باہر نہ تھین صحبت گرم رکھی قضائے کار بادشاہ کی طبیعت شراب کی
کثرت اور برف کے استعمال سے ناساز ہوئی اور استسقا پیدا ہو گیا ہاتھ پاؤن مین ورم آگیا
ہر وقت موتے اور داستانے پہنے رہتے تھے اور بادشاہ بیگم علالت کا حال سُنکر ہمیشہ رنج والم
مین مبتلا رہتی تھین اور اُنکی بڑی آرزو یہ تھی کہ چل کر آخری دیدار نور دیدہ کا کرون لیکن بادشاہ
دیدہ و دانستہ چشم پوشی کرتے تھے اور رزیڈنٹ سے کہلا بھیجا کہ مین بیگم صاحبہ سے ملاقات نکرونگا

کہ وہ مجھکو بیمار و نزار دیکھ کر خوش ہو گی۔ ۲۔ ربیع الثانی ۱۲۵۳ہجری تک اُٹھنے بیٹھنے کی طاقت تھی اور لیے پاؤن سے چلتے پھرتے تھے اتفاقاً اُسدن آناجی کے یہاں سے کھانا آیا تھا اس مین قلیہ کریلے پڑا ہوا بھی تھا بادشاہ نے اُسکو کھایا رات کے وقت جوڑی پر گئے اور وہان سے آکر انگڑائی لی اور بدن کے تمام رونگٹے کھڑے ہو گئے لحاف اوڑھ لیا۔

اب یہان مختلف طور پر روایت کرتے ہیں بعض کہتے ہیں کہ اسوقت بادشاہ کا کام تمام ہو گیا اور بعض کہتے ہین کہ ابھی رشتۂ حیات منقطع نہوا تھا کہ دھنیا مہری دوہرہ وہان سے حاضرین نے تربوز کے پانی مین زہر ملاکر بادشاہ کے حلق مین اُتار آناکہ ٹھنڈے ہو جائین تو نزع کی نوبت پہونچی۔ روشن الدولہ اور سبحان علی خاں نے آکر پہلے بستر سے پاؤن کی رگ ہفت اندام چھیڑی یوں معلوم نہوا آناجی نے اپنا ہاتھ ناک پر رکھکر دیکھا ثابت ہوا کہ اب دم باقی نہیں ہے لیکن اسوقت بھی اُس تیر مردہ سے ان تیرہ دلوں کا زہرہ پانی پانی تھا اسکو سکتہ تصور کیا انکا کام اجل تمام کر چکی تھی۔

۴۔ ربیع الثانی ۱۲۵۳ہجری مطابق ۸ جولائی ۱۸۳۷ء کو بعد انقضائے چار ساعت نجومی کے سنیچر کی رات مین طائر روح نے قفس تن خاکی سے پرواز کی تیس برس کی عمر مین تخت سلطنت پر جلوس فرمایا تھا اور دس برس پانچ یوم حکمرانی کی چھ کروڑ روپیے سے زیادہ توشہ خانے میں جمع تھے اور جواہرات اور آمدنی ملک کا روپیہ سب صرف کیا جیتے جی سلیمان جاہ لقب تھا مرنے کے بعد خلد منزل کہلائے۔ جب نصیر الدولہ انکی جگہ مسندنشین ہو چکے تو انکا جنازہ حسب آئین شاہانہ اُٹھاکر کربلائے مکارم نگر مین جو گومتی کے پار اُنھون نے تعمیر کرائی تھی اور نیم تیار موجود ہے اور شیعہ کربلا اُس کا نام رکھا تھا مزار قدسیہ بیگم کے پاس مدفون ہوئے۔

تاریخ وفات

بونصر قطب دین وسلیمان روزگار — درد ا بہ خلد رفت ازین دار بے مدار
سال وفات خواست چو عقل دقیقہ یاب — گفتا خرد کہ از غسق نجم کن شمار

دیگر

رفت شاہِ جہان سلیمان جاہ — سوے جنت ز بار گاہ اودھ
ہاتفے گفت از سرِ افسوس — بہ ارم رفت بادشاہ اودھ

دیگر

رفت از جہان بباغ جنان خسروِ زمن — بنمود زیر شہپر جبرئیل آشیان
خلد برین و کوثر و تسنیم و سلسبیل — دادش بہ لطف خویش خداوند دو جہان
اسمش چو بعد نائب مہدی وحید عصر — واضح شدہ برلے سکونت در جنان
پرسیدم از سروش چو سال وفات شاہ — با جان غم کشیدہ و با چشم خون فشان
گفتا ربیع آخر سوم ز ماہ بود — ہجری ہزار و دو صد و پنجاہ و سہ بدان

از مرزا محسن خان ثاقب

ہمائے روح پاک شاہ عادل — چو از اسفل بر اعلے کرد طیران
فلک ساکن زمین در جنبش آمد — سیہ گردید روے مہر تابان
ز کلک نغز ثاقب سال فوتش — غروب مہ رقم شد اے عزیزان

دیگر

آہ ازیں چرخ سخت بے تمکین — کہ مدارش بہ جور مکر کین
وی سرے راکہ بر فلک سے سود — کرد امروز خاک تعمیر زمین
عسلش با مرارت آغشتہ — نوش عیشش بہ نیش غم آگین
سرگذشت شہ ہست ماضی ست — جائے عبرت بچشم آخر بین
این شہے راکہ دے بیاری بخت — بود با صد شکوہ تخت نشین
گشت امروز تختہ تابوت — مرقد خسرو نصیر الدین
حیف بر نوجوانی شاہ است — ورنہ انجام ہر کس ست ہمین
آخر کار سال تاریخش — گفت واثق شد آنکہ خلد برین

سپاہ

اس زمانے میں فوج کی برطرفی کے بعد چار ہزار سوار اور ۳۷ پلٹنیں تھیں

بادشاہ کے مزاج کے قہر و غضب کا نمونہ

اس بادشاہ کے مزاج میں ایسا قہر و غضب تھا کہ جس پر غصے ہوا پھر اسکی بات سفارش کی کوئی بات نہ سنی یہانتک کہ بعضوں کو زندہ درگور کرادیا اور بعض عورات محل کو اعمال قبیحہ کی پاداش میں مکان در بس طلاس کی دیوار میں زندہ چنوا دیا۔ سلطان الاخبار میں اس سے بھی زیادہ لکھا ہے۔

مرزا مہدی الملقب بہ رفیع الدین حیدر عرف مناجان مخاطب بہ فریدون بخت کا بادشاہ بیگم زوجۂ غازی الدین حیدر کی سینہ زوری سے نصیر الدین حیدر کی جگھہ مسند نشین ہو جانا مگر رزیڈنٹ کا فوجی طاقت کے ساتھ دونون کو گرفتار کر کے چنار گڈھ پہونچوا دینا

جس شب نصیر الدین حیدر بادشاہ اودھ کی حالت نزع ہوئی تو ظفر الدولہ نے بادشاہ بیگم کو اطلاع دی اُنھون نے رونا شروع کیا اور اپنے بھانجے مرزا علی خانکو رزیڈنٹ کے پاس بھیجکر پیام دیا کہ اب آپ کو میری دوستی بادشاہ کے حق مین اور دشمنونکی دشمنی اُنکے ساتھ ظاہر ہوئی یا ابتک دغدغہ باقی ہے آپ میرے حق مین کیا فرماتے ہین اب مین بلا توقف آتی ہون - ۴ ربیع الثانی ۱۲۵۳ ہجری کو اول شب مین بادشاہ کا مجلس ہستی مین جام عمر لبریز ہوا گو اُنھون نے مناجان کو جو افضل محل کے بطن سے تھا اپنی زندگی مین اپنا بیٹا بنایا تھا مگر پھر اُسکی ولدیت کا رزیڈنٹ کے سامنے ابطال کیا تھا اور صدر سے یہ حکم آیا تھا کہ اگر ایسا ہو تو نواب سعادت علی خان کی اولاد مین جو بڑا اور نیک خصلت ہو اُسکو بادشاہ کرنا چاہیئے اور اس سبب سے نصیر الدولہ کے سوا ہر طرح کوئی شخص رزیڈنٹ کی نظرون مین نہ جچا اور یون تو کئی اور آدمی بھی جدی وراثت کا دعوی رکھتے تھے لیکن مناسب نہ معلوم ہوئے تاریخ شاہیہ نیشاپوریہ مین لکھا ہے کہ بادشاہ کے انتقال کے بعد مدت تک اہلکارون نے کرنیل جان لو رزیڈنٹ سے اس بات کا اخفا کیا بہت دیر کے بعد اُن کو

اس واقعہ کی اطلاع دی - ریذیڈنٹ نے بادشاہ کے چچا نواب نصیر الدولہ مرزا محمد علی خان کو
جو نواب سعادت علی خان کے بیٹے تھے اُنکی جانشینی کے واسطے منتخب کرکے شریعت
اسلام کے موافق انگریزی فتوے لگاکر اُنکی سلطنت کے سارے سامان درست کردیے
اور ایک خط افواج متعینہ کیمپ مڈیاؤں کی حاضری کے واسطے لکھا اور ایک
چوبدار کو جلدی الماس باغ کی طرف روانہ کیا اسکی زبانی بادشاہ بیگم اور صاحبان کو کہلا
بھیجا کہ اگرچہ بادشاہ نے خردسالی مین راہ عدم کوس کے لیے ناگزیر ہے لیکن سب کا دل کو
صدمہ ہے لیکن اب آپ صاحبونکو چاہیے کہ آرام سے اپنے مسکنوں مین رہین کسیطرح کا
خوف وہراس دل مین نہ لائین اور سرکار کمپنی کے حکم کی تعمیل میں سہل انکاری نکریں
آپ صاحبوں کے لیے بادشاہ مرحوم کے عہد سے ہزاروں مدارج بہتر ہونگے اور اس
احتیاط سے کہ عورتیں ناقص العقل ہوتی ہین مرزا علی خان کو جو بیگم صاحبہ کی طرف سے
وکیل تھے بلاکر بہت جلد بیگم صاحبہ کے پاس بھیجا کہ ہماری طرف سے بادشاہ مرحوم کی
تعزیت کے بعد اُن سے کہنا چاہیئے کہ اب صدر کے حکم کے موافق اس خاندان عالیشان کی
ریاست ایسے شخص کو دیجائیگی جو امور مملکت کی قابلیت اور انتظام مہمات سلطنت کی
لیاقت رکھتا ہوگا رعایا پروری اور مظلوموں کی غور رسی کے اوصاف سے متصف ہوگا
بادشاہ مرحوم نے جس قدر ظلم کیے سلطنت کے کاموں سے بے پرواہ رہے لہو و لعب اور
عیش و عشرت میں اپنی عمر عزیز کو خراب کیا سلطنت کے کسی کام میں دلچسپی نلی یہ
باتیں تمام اہل دیار کے نزدیک ناپسند کیں چونکہ سرکار کمپنی کی اس دودمان عالیشان کی
طرف نظر رحمت و عنایت ہے اور رعیت پروری اور ملک کی آبادانی منظور ہے اسلیے
سرکار موصوف یہ چاہتی ہے کہ اس خاندان سے کوئی ایسا شخص جسمیں عدل و انصاف

رعیت پروری غربا نوازی انتظام ملک و مال خبر گیری مظلومان علم و حلم کی صفات
پسندیدہ و اخلاق حمیدہ جمع ہون والی ملک بنایا جاسکے اور ایسا شخص خواہ نواب سعادت علیخان کی
اولاد سے ہو یا نواب شجاع الدولہ کے دوسرے بیٹونکی نسل سے مرزا علی خان سے
پہہ پیچ کر رزیڈنٹ کے تمام پیام کو بیگم صاحبہ کی خدمت مین ادا کیا تاریخ مذکور کا مؤلف
کہتا ہے کہ بیگم صاحبہ کی عادت یہ تھی کہ حق بات کی فہمائش اُن پر مطلق اثر نہین کرتی تھی
اور جو کام دوربینی اور عاقبت اندیشی پر مبنی ہوتا وہ اُسکو مکروہ جانتی تھین اس لیے
اُنھون نے رزیڈنٹ کے اس پیام کی جو گورنر جنرل کے حکم کے مطابق تھا مطلق پروا نکی
اور میمنت خواجہ سرا اور امام بخش سقّے کے مشورے سے کہ اُنھین دونون کی رائے پر
چلتی تھین فوج کو تیار کرکے روانگی کا ارادہ کیا۔

اُدھر رزیڈنٹ نے ایک خط نصیر الدولہ کے نام لکھکر اپنے اسسٹنٹ دوم شکسپیر صاحب
اور سید التفات حسین خان میر منشی کو دیکر اُنکے لانے کے لیے بھیجا اور انکو یہ بھی حکم دیا کہ
عہد نامے پر دستخط کرالین علی جان جس کا خطاب قمر الدولہ تھا ظہیر الدولہ سے حقیقت حال
سُنکر پیادہ پا عظیم اللہ خان کے ذریعے اور تعارف سے نصیر الدولہ کے پاس آیا اور جلوس تخت
شاہی کی مبارکباد مین نذرین گذرانکر عرض کیا کہ ابھی شکسپیر صاحب آتے ہین اور فساد ہونے کو ہے
حضور مجھے چھپا رکھین چنانچہ وہین ایک مکان مین پوشیدہ ہوا اتنے مین مظفر حسین خان
سبحان علی خان کا بیٹا آیا نواب روشن الدولہ اور اپنے باپ کی طرف سے مبارکبادکی
نذرین گذرانین اور چکنی چپڑی باتین کرکے کہنے لگا کہ اب حضور کو سلطنت مبارک ہووے
اس شرط پر کہ روشن الدولہ وزیر اور ہم دولتخواہ کار فرما ہووین نواب صاحب نے فرمایا انشاءاللہ
وہ تو رخصت ہوا اور شکسپیر صاحب اور منشی التفات حسین آپہنچے اسوقت ڈیڑھ پہر رات

گئی تھی انھون نے بھی مژدۂ جلوس سلطنت سنایا جب حسب ضابطہ معاملات طے ہو گئے
تو کپتان شکسپیر نواب صاحب اور انکے بڑے بیٹے مرزا محمد علی اور دو پوتون اور
دامادوں محسن الدولہ اور مہیر الدولہ اور عظیم اللہ خان اور رفیق الدولہ اور کوکلتاش اور
چند آدمیونکو ساتھ لیکر کوٹھی فرح بخش میں اُترے ابھی پانچ گھڑی رات باقی تھی رزیڈنٹ نے
استقبال کرکے معانقہ کیا اور ساتھ لاکر ایک کمرے میں ٹھہرا دیا اور کوٹھی فرح بخش کا
یہ انتظام کیا کہ دو کمپیان تلنگونکی اور دو توپیں مقرر کر دین اور انگریزی فوج کے گارد
جا بجا متعین کر دیے اور اس خیال سے کہ اسوقت بادشاہ کی وفات کے صدمے سے جا بجا
محل مین شور و ماتم برپا ہے صبح کے وقت تخت نشینی کی رسم ادا کیجائیگی آپ ابھی کوٹھی کو
چلے گئے اور اپنے اول اسسٹنٹ پاٹن صاحب کو یہاں چھوڑ گئے اور سوا فوج
انگریزی کے رابرٹ صاحب کی دو تین کمپیان بھی فرح بخش میں دونوں جانب کھڑی
کر دیں ۔ اُدھر بادشاہ بیگم نے سواری طلب کی اُسی وقت رزیڈنسی کے چپراسی نے جو انکی
ڈیوڑھی پر متعین تھا اور روشن الدولہ نے بھی یہ خبر صاحب رزیڈنٹ کو پہونچائی رزیڈنٹ
خود سوار ہو کر فرح بخش کو روانہ ہوئے اور خواجہ بخش چوبدار کو بیگم صاحبہ کے پاس بھیجکر کہلایا کہ
آپ کا آنا مناسب نہیں ریاست فریدون بخت کو نہ ملے گی یہ تخت وراثت نصیر الدولہ کو
رونق پذیر ہوگا مگر یہاں کب صبر ہو سکتا تھا گو حکم ممانعت چوبدار نے پہونچایا لیکن اُس پر
بیگم نے التفات نکیا اور اپنے تمام نوکرون کو جمع کرکے اور پالکی میں فریدون بخت کے ساتھ
بیٹھکر دو ہزار آدمیونکی بھیڑ بھاڑ کے ساتھ جسکے افسر امام بخش اور موہن سنگھ اور لالتا پرشاد تھے
الماس باغ سے عازم ایوان سلطانی ہوئیں جب رزیڈنٹ کو یہ خبر پہونچی تو مرزا علی خان کو
اُنکے پاس یہ پیام دیکر بھیجا کہ آپکا اسوقت یہاں آنا مناسب نہیں لوٹ جائیے میں آپکے

دربار کا بندوبست بقدر کفایت کرونگا آپ الماس باغ سے ہرگز قدم باہر نہ رکھیں
بیگم نے لوٹنا چاہا منا جان اور امام بخش نے نہ مانا بلکہ ملخص تاریخ اودھ سے یہانتک معلوم ہوتا
ہے کہ درحقیقت بادشاہ بیگم آنے مین راضی نہ تھین لیکن آدمیونکے بہکانے اور منا جان کے
پیچھے پڑنے سے چلی آئین اتنے مین رزیڈنٹ کو خبر پہونچی کہ بادشاہ بیگم مع منا جان اور بہت سے
ہمراہیونکے دروازے پر آگئین اُنھون نے خفا ہوکر روشن الدولہ سے کہا کہ یہ کیا بات ہے
آپ نے کچھ بندوبست نکیا اُنھون نے کہا کہ مین نے انتظام الدولہ اور راجہ بختاور سنگھ کو ممانعت
کے واسطے بھیجا ہے شاید وہ اور رستے سے گئے ہونگے رزیڈنٹ خود روشن الدولہ کو ہمراہ
لیکر اُس ہنگامے کے دفع کرنے کے واسطے اُٹھے اور اپنے اول اسسٹنٹ پاٹن صاحب کو تھوڑی
سی انگریزی سپاہ دیکر حکم دیا کہ کوٹھی فرح بخش کے دروازۂ مغرب رویہ واقع جانب
مکان فتح علی خان کپتان پر جاکر کواڑ بند کرے مگر امام بخش نے اُس دروازے کے کواڑ ایک
ہتھنی سے تڑوا ڈالے اور اُسکے ہمراہی کپتان جیمس پاٹن صاحب سے بہ ترشی پیش آئے
لیکن صاحب مذکور ایک شخص باکھن عمر اسرار کی حمایت سے جان سے بچ گئے بیگم صاحبہ کی سواری
کی پالکی بارہ دری مین تخت سلطنت کے پیچھے جا پہونچی اور قندھاریونکو بلانے کے لیے آدمی
مامور ہوا چنانچہ عبد الرحمن خان قندھاری کا بھیرہ مصطفے خان حاضر ہوا اُسوقت بیگم صاحبہ
نے فریدون بخت کا ہاتھ اُسکے ہاتھ مین سونپا جب رزیڈنٹ کو اس ہنگامے کی خبر ہوئی
تو اپنے میر منشی کو ہمراہ لیکر بیگم صاحبہ کے سمجھانے کے لیے آئے مگر کثرت جوش وخروش سے
وہان تک نہ پہونچ سکے آخر کار امام بخش اور موہن سنگھ اور لالتا پرشاد کی مدد سے
منا جان بادشاہ کی تلوار اور بندوق ہاتھ مین لیکر تخت شاہی پر بیٹھ گیا اور اپنے اوپر روپیے
نذرین لینے لگا اور بیگم صاحبہ نے سواری ہی پر سے فرمانروائی شروع کی اور امام بخش سقے نے

حکمرانی آغا کی اس تمام جمعیت کے آتے ہی ملازماں شاہی بھاگ گئے ماراری آدمیوں نے تخت کو گھیر لیا اُسوقت لپے بیگمات کا کچھ تمیز رہا ایک ہلڑ مچا ہوا تھا اُس جگہ مشعلیں بیشمار روشن تھیں امام بخش کے حکم سے جابجا پہرے تعینات ہوئے۔ رام دین ہرکارے کو حکم ملا کہ وہ رزیڈنٹ صاحب کے سپاہیوں کو حکم پہونچائے کہ سبحان علی خاں کا مکان لوٹ لیں اور اُسکے بیٹوں کو یہاں حاضر کریں پلٹن کے سپاہیوں نے جاتے ہی سبحان علی خاں کے مکان کو کھودنا شروع کیا۔ روشن الدولہ اور سبحان علی خاں مع اپنے بیٹوں کے وہیں ایک کمرے میں چھپے ہوئے تھے ناگہاں بیگم کے نوکروں کی نظر روشن الدولہ پر جا پڑی چاہا کہ اُنکو گرفتار کریں روشن الدولہ نے کمر سے تلوار لی اور قبضہ پر ہاتھ ڈالا بیگم کے آدمیوں نے اُس کو مار ڈالنا چاہا مگر قادر بخش جمعدار نے بچا لیا اور یہ خوشخبری بیگم صاحبہ نے فرمایا کہ یہ شخص سرکاری محاسبہ دار ہے اسکو زندہ گرفتار کرو راجہ بیٹوں کو بھی قید کر لیا نواب نصیر الدولہ بھی ایک کمرے میں قید ہوکر دم گننے لگے اور کئی سپاہیان شمشیر برہنہ کا پہرہ اُنکے سر پر تھا اور صاحبزادہ امجد علی خاں بھی سپاہیوں کی محافظت میں تھے ایک طرف عظیم اللہ خاں اور ایک عاص رفیق الدولہ مقید تھے روشن الدولہ کا بیٹا محمد حسن خاں جو جرنیل تھا اُس نے بلد دھاڑے سے بہار جرا رہائی پائی اُسوقت وہ صدائے شور و فغاں بلند تھی کہ کوئی کسی کی بات نہیں سنتا تھا دھنیا کہاری المخاطب بہ افضل النسا کے گھر کا اسباب لوٹ کر اُسکو کشاں کشاں لائے مولوی غلام یحییٰ خان اپنی جان اور حفاظت آبرو کے خیال سے کوٹھی فرح بخش سے دریا کی طرف کو دوڑے اور دریا کے کنارے ایک کشتی کہیں اُنہیں ملی چھپے لیکن گرنے سے ایسی چوٹ آئی کہ پاؤں کی ہڈی جوڑ سے حدا ہوگئی ورم کی وجہ سے چلنا مشکل تھا ڈیڑھ مہینے تک سینکتے رہے اور سبحان علی خاں کے بیٹوں نے خوشامد درآمد سے کام لیا اور پنجۂ عذاب سے چھوٹ کر

باہر آئے تو نکلنے مین مُنّا جان کی سلامی شروع ہوئی کرنیل جان لو پر ایک یورش کا ہنگامہ نازل تھا لوگ یہ کہتے تھے کہ آپ حسب آئین و ضابطہ کے اپنی زبان سے منّا جان کی سلطنت کا اقرار کرین مگر اُنکی زبان سے کب یہ کلمہ نکلتا تھا ہرگز نہ کہا جب دن نکلا تو مرزا علی خان وکیل بیگم صاحبہ کے رزیڈنٹ کے پاس گئے اور اُس گروہ کے پنجے سے نجات دلائی اور اُن سے کہا کہ بیگم صاحبہ آپکو بلاتی ہین۔ رزیڈنٹ صاحب نے اُنکے پاس پہونچکر بہت کچھ سمجھایا کہ آپ یہان سے لوٹ جائین ریاست فریدون بخت کو نہ ملے گی نصیر الدولہ مسند نشین ہونگے مگر بیگم نے نہ مانا رزیڈنٹ نے احتیاطاً مرزا علی کا ہاتھ اپنے ہاتھ سے نہ چھوڑا بیگم کے سپاہی اور نوکر رزیڈنٹ کو بُرا کہتے تھے وہ خاموش تھے کسی کو جواب نہین دیتے تھے یہانتک کہ ایک مفسد نے تلوار کھینچ کر اُنکے قتل کا ارادہ کیا مگر مرزا علی خان کے کہنے سے باز رہا اور دوسرے نے بندوق سامنے کر کے سر کی جسکی گولی کان کے پاس سے نکل گئی بہزار احتیاط رزیڈنٹ مع لفٹنٹ شکسپیر اور میر منشی کے آہستہ آہستہ مرزا علی کی اعانت سے صحن بارہ دری مین چلے آئے اور اُسیوقت سپاہ انگریزی چھاونی منڈیاؤن سے مع چار توپونکے آپہونچی تھی اُسکی صف بندی کرانے لگے اور اول اتمام حجت کے لیے مرزا علی اور مصطفےٰ خان رسالہ دار قندھاری کو حکم دیا کہ بیگم صاحبہ کو ہماری جانب سے جاکر کہو کہ بہتر یہی ہے کہ یہ تخت سلطنت چھوڑ کر اپنے مقام کو لوٹ جائین بیگم صاحبہ نے پالکی مین سے جواب دیا کہ سلطنت موروثی ہماری ہے دوسرے کو کیا دخل ہے رزیڈنٹ نے کہا کہ کونسل کلکتہ سے سلطنت نصیر الدولہ کے واسطے قرار پائی ہے اس لیے پاؤ گھنٹے کی اور تھوڑے دس منٹ کی مہلت دیجاتی ہے اور یہ گھڑی اسوقت میرے ہاتھ مین ہے منّا جان کی اگر بھلائی منظور ہے تو تخت سے اُٹھاؤ پھر میعاد کے اندر اُس مضمونکو تین مرتبہ دُھرایا کچھ سماعت نہ ہوئی اور کلکتے کی چھٹی جو ہاتھ مین تھی اُسکو مرزا علی خان کو دکھا کر فرمایا کہ یہ حکمنامہ کلکتہ کا موجود ہے

اب کل دو دست کی مہلت باقی ہے کہ اس گفتگو کے ضمن میں بائش صاحب نے جو چھوٹے صاحب کے نام سے مشہور تھے آکر بیان کیا کہ جب وہ گہرہ جو بیگم صاحبہ کے آدمیوں نے زخمی کیا تھا ریذیڈنٹ کو دکھایا مرزا علی جان نے بیگم صاحبہ کو بہت کچھ سمجھایا مگر اُنھوں نے ایک بات نہ مانی مجبور ہو کر ریذیڈنٹ نے اُس افسر کو جو سنڈیا لون سے فوج لایا تھا توپ کے سر کرنے کا حکم دیا اور بہت پرشاد کہتا ہے کہ ریذیڈنٹ نے مصطفےٰ خان قندھاری کی معرفت بیگم صاحبہ کو کہلا بھیجا کہ اب پاؤ گھنٹے کی تمھیں مہلت دیتے ہیں بعد اسکے توپ چلے گی ابھی مصطفےٰ خان اُس ہاتھی میں پیام کہنے نہ پائے تھے اور اس بات کی اُنکو خبر بھی نہ ہونے پائی تھی کہ ریذیڈنٹ کے حکم سے توپیں چلنے لگیں جیدگراوں میں بارہ دری پاش پاش ہو گئی سیکڑوں آدمی بھاگ گئے اور چالیس آدمیوں کے قریب مارے گئے تلنگوں نے سیڑھیاں رکھکر آدمیوں پر چھرے مارنا شروع کیے اور تخت کے جواہرات کو اس جلدی میں حتی اس مکالوٹ لیا اُسوقت نورالقال کا بیٹا دولہ ناچ رہا تھا اُسکا ہاتھ کلائی کے پاس سے اُڑ گیا بعض کہتے ہیں وہ مارا گیا اور تمام انگریز رعیہ کے کوٹھی فرح بخش پر ہو چکے دھوئیں کی کثرت نے اُس مکان کو ظلمات بنا دیا شیشہ و آلات توپ کے چھروں سے ٹوٹ کر زمین پر گرے مصطفےٰ خان نے جو ساجان کا سینہ سپر تھا سینے میں گراس کے دو ٹکڑے کھاکر جان دی موہن سنگھ اور لالتاپرشاد بھی مارے گئے ریذیڈنٹ نے ساجان کو سخت و سُست کہکر جھڑکی کے ساتھ کہا کہ جلد تخت سے اُٹھ تیرے مارے جانے میں دیر نہیں ہے ساجان نے یہی کہ جان بچ سی ہوئی تھی جواب ترکی بترکی دیکر سدوق کو ہاتھ سے پھینک دیا اور تخت سلطنت سے اُتر کر اپنے آپ کو تسیب کیطرف گرا دیا کہ پاؤں میں صدمہ بھی آیا بیگم صاحبہ کے خاص بردار اور سرقندار بھی سدوق رکی سے بندے تھے ریذیڈنٹ کے گرد سپاہیوں نے حلقہ باندھ لیا

اور وہ ساکت کھڑے تھے کرنیل رابرٹ نے فریدون بخت کو گرفتار کیا اُسکے بعض رفیقون نے
تلوارون پر ہاتھ ڈالا مگر انگریزی تلنگون نے اُنکو سنگینون پر دھر لیا جب مناجان گرفتار
ہو کر صاحب رزیڈنٹ کے سامنے آیا تو آنکھون سے آنسو جاری تھے مسٹر پاٹن اور بختاور سنگھ
نے اُسکی مشکین کسین اور بیگم صاحبہ کی پالکی بھی قید تھی اس بلوے مین جن لوگون نے کہ
نصیرالدولہ اور اُنکے بیٹے کو اپنی قید مین کیا تھا یہ چاہا کہ ان دونون کو قتل کر کے خاک مین دبا دین
اتنے مین رزیڈنٹ کی نظر مرزا امجد علی پر جا پڑی یہ حال دیکھتے ہی پکارا کہ ابھی سرکش موجود ہین
توپ لاؤ یہ سنتے ہی آدمی کائی کی طرح پھٹ گئے اور وہ بچ گئے اُسوقت رزیڈنٹ نے
بادشاہ کے پاس جا کر اُنکو مبارکباد دی کہ یہ سلطنت حضور کو مبارک ہو کچھ خطرہ اب نہین رہا
بادشاہ بیگم اور مناجان گرفتار ہین اُنکی نسبت کیا حکم ہوتا ہے نصیرالدولہ نے کہا کہ آپکی
حفاظت مین رہین انگریزی سپاہی مناجان کو جسکی مشکین بندھی ہوئی تھین آگے آگے
اور پیچھے بادشاہ بیگم کی سواری کو لیکر بارہ دری سے نکالکر رزیڈنسی کو لے گئے رستے مین جو
دیکھتا تھا قدرت خدا کو یاد کرتا تھا دونون کلان کوٹھی مین پہونچا کر قید کر دیے گئے
سلطان الاخبار مین بیگم کے ہمراہی مقتولون کی تعداد ساٹھ لکھی ہے جن مین مصطفیٰ خان موہن سنگھ
اور لال تاپرشاد راجپوت شامل ہین انگریزی فوج کا صرف ایک تلنگا مارا گیا اور دو تلوار سے
زخمی ہوئے تھے کشتون کی لاشین جو فرح بخش مین پڑی تھین وہ سب پیچھے پھینکدی گئین
اور مکان سلطنت کو پاک صاف کیا اور جب رزیڈنٹ نصیرالدولہ کی مسند نشینی سے
فارغ ہو کر کلان کوٹھی مین آئے تو بیگم صاحبہ اور مناجان کو زرد کوٹھی مین بھیجدیا جو مکان
رزیڈنسی سے ملحق تھی دو روز مناجان بادشاہ بیگم سے جدا رہا بعد اسکے رزیڈنٹ نے
انکی گریہ وزاری پر رحم کر کے دونون کو ایک جا رہنے کا حکم دیا مگر سوا سے پورے گھنٹہ

اور ایک پلنگ شکستہ کے اُنکے پاس دوسرا فرش نہ تھا اور انگریزی پہرہ اُنکے سر پر
کھڑا رہتا تھا سقے کا ایک چھوٹا لڑکا جسکا نام محمد علی تھا کھانا پانی پہونچاتا تھا بیگم صاحبہ نے
دو روز تک کھانے پانی کی طرف آنکھ نہ اُٹھائی تیسرے دن تھوڑا پانی پیا اور ذرا سا کھایا
کبھی کبھی رزیڈنٹ اُنکے پاس بطریق خبرگیری کے جاتے تو بیگم صاحبہ کو اداے نماز یا تلاوت
کلام مجید یا کسی دوسرے وظیفے مین مصروف پاتے اور اس ایسی سخت واردات سے اُنکے
چہرے پر ذرا آثار ملال پیدا نہ تھے۔ افسوس کارپردازان سفاہت نشان کے ہاتھوں
ایسی مقتدر صاحب ثروت بی بی کا یہ انجام ہوا۔ ائمۂ اطہار کی شان مین جو کچھ اُنھوں نے
بدعات و منکرات ایجاد کی تھین خدا کی طرف سے یہ اُسکا خمیازہ تھا۔ آخرکار رزیڈنٹ نے
بارہ جوڑے زنانے و مردانے اور چند برتن کھانا پکانے کے سید التفات حسین میر منشی کی معرفت
مہیا کر کے ساتھ کیے اور آٹھ ربیع الثانی ۱۲۵۳ھ ہجری مطابق ۱۲۔ جولائی ۱۸۳۷ء چہار شنبہ
کی آدھی رات کے وقت سپاہیوں کی حراست مین مع مناجان کے بیگم صاحبہ کو لفٹنٹ شکسپیر
اسسٹنٹ دوم کے ہمراہ پالکی مین سوار کرا کے کانپور کو بھیجدیا اور جنرل ایٹونس کماں افسر فوج
کے سپرد کر دیا تاکہ قید رکھے۔ بادشاہ نے گورنر جنرل کے حکم سے بادشاہ بیگم کے اسباب متروکہ
الماس باغ مین سے اشیاے طلائی و نقرئی اور پہننے کے کپڑے بحسب ضرورت اٹھارہ
چھکڑون مین لدوا کر اور اٹھارہ کنیزین اور افضل محل والدۂ مناجان کو کانپور کو روانہ کر دیا
اور باقی تمام سامان ضبط کر لیا۔ ایک بڑی طوطا خاص سامان کے شوق کا پلا ہوا تھا جسکی
خدمت کے لیے سولہ آدمی رہا کرتے تھے جب اس سامان کے ساتھ وہ نہ پہونچا تو بیگم صاحبہ
کف افسوس ملنے لگین۔ محمد علی شاہ کو اسکی خبر ہوئی تو فوراً اُسکو بھجوا دیا اس تمام سامان
پہونچنے کے بعد گورنر جنرل کے حکم سے ۴۔ رجب مطابق ۱۵۔ اکتوبر سنہ مذکور کو بیگم صاحبہ اور